خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
aanchal.com.pk
www.paksociety.com

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

بہنوں کی عدالت

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناول

ناولٹ

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: صدف خان...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: جنید خان

افسانہ

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 ادارہ مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مسلمان بھی فرض نماز کا وقت آنے کے بعد اس کے لیے اچھی طرح وضو کرے، خشوع پیدا کرے اور (آداب کے مطابق) رکوع کرے تو اس کا یہ عمل اس کے تمام پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے جب تک کہ اس نے کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کیا ہو اور (گناہوں کی تلافی کا) یہ عمل ساری عمر جاری رہتا ہے۔“ (مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

فروری ۲۰۱۳ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

امید ہے کہ تمام بہنیں بخیریت ہوں گی۔ وطن عزیز میں ایک نئی لہر جاگنے کی اُٹھ کھڑے ہونے کی جرأت رندانہ کی چل پڑی ہے عوام کا ایک بڑا ہجوم پارلیمنٹ کے سامنے تبدیلی کے نعرہ کے ساتھ موجود ہے اس سرد ترین موسم میں جوش وجذبہ کی گرمی نے لوگوں کے خون گرما دیئے ہیں مائیں اپنے شیر خوار بچوں کو لیے سرد موسم کی پروا کیے بغیر میدان انقلاب میں اتر چکی ہیں مجھے خوشی کا احساس ہو رہا ہے کہ مردوں کے شانہ بہ شانہ ہماری بہنوں نے بھی اپنے جوان عزم وحوصلہ کے اظہار کے لیے مردوں کے دوش بدوش گھر سے قدم اٹھا لیے ہیں آخر کب تک خاموشی طاری رہتی کب تک جمود لیے بیٹھے رہتے وطن عزیز میں ہر روز بڑھتی ہوئی دہشت گردی بے روزگاری غربت کے عفریت نے قوم پر پنجے گاڑ رکھے تھے قوم شاید سو نہیں رہی تھی کسی ایک گونج اور گرج دار آواز کی منتظر تھی وہ ایک دم سے جاگ اٹھی اور میدان عمل میں نکل پڑی ہے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب یہ سطور آپ تک پہنچیں ملک میں کوئی بڑی اور اہم تبدیلی آچکی ہو اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ ہمیں اس سے قطعی غرض نہیں کہ پکارنے والا کون ہے اور اس کے کیا مقاصد ہیں اس کے پیچھے یا آگے کون ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ ہمیں تو صرف اس بات پر اطمینان ہے کہ کوئی تو ہے جس نے ہماری سوئی ہوئی قوم کو نہ صرف جگا دیا ہے بلکہ راہِ عمل اختیار کرنے پر آمادہ بھی کرلیا ہے آئیں ہم سب مل کر دعا کریں کہ انقلاب کی نوید سنانے والوں کو انقلاب کی روح جس کا وہ اپنے لفظوں میں اظہار کر رہے ہیں اس پر واقعی عملدرآمد ہوسکے (ہمیں اس سے غرض نہیں کہ پس پردہ کیا عزائم ہیں اور ڈور کے دوسرے سرے پر کون ہے؟) ہمیں تو حیرت اس بات پر ہے کہ اتنے سرد موسم میں ایسی گرمی شاید اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ اللہ اس عزم کو قوم کا وطن عزیز کا سرمایہ بنائے اور وطن عزیز کو اپنی رحمت سے اپنے فضل سے سرفراز فرمائے وطن عزیز کو ہر قسم کے دشمنوں سے محفوظ فرمائے ہر بدنظر سے بدکردار لوگوں سے بچائے تمام بہنوں کے جوش ولولے اور عزم کو استحکام بخشے کہ اپنی مادر وطن کی حفاظت کی ذمہ داری کا احساس بہنوں کے دلوں میں پیدا ہوا ہے اسے برقرار رکھے آمین۔

بہنیں نوٹ کرلیں کہ حسب معمول اپریل کا شمارہ سالگرہ نمبر ہوگا جس میں شرکت کی آخری تاریخ ۲۵ فروری ہے۔ بہنیں جلد از جلد اپنی نگارشات ارسال کریں تاکہ بروقت ادارے کو موصول ہوسکیں۔

اس ماہ کے ستارے۔

مکمل ناول:۔ ”تم میری کون ہو“۔ رشک حبیبہ ایک شہکار مکمل ناول کے ساتھ طویل عرصے کے بعد حاضر ہیں۔

ناول:۔ ”مرحلے راہِ زیست کے“ بینا عالیہ اپنے قلم کا جادو جگاتے ہوئے۔

ناولٹ:۔ ”مجھے ہے حکم اذاں“ اُم مریم اور حنا عندلیب ”کاجل بکھر گیا“ پہلی بار شریکِ محفل ہیں۔

افسانہ:۔ ”اعتبار کا موسم“ سویرا فلک اور ”وجود زن“ ثمن بلوچ پہلی بار شریکِ محفل ہیں۔

دعا گو قیصر آرا

سوچوں جو حاصلِ حکمت تو کچھ اور سوچا نہیں جائے

دیکھوں جو جلوۂ قدرت تو کچھ اور دیکھا نہیں جائے

تیری ہم پہ ہیں اتنی عنایتیں اتنا کرم ہے تیرا آقا

زراتِ خاک سے بھی گن لوں تو گنا نہیں جائے

اک تُو کہ اکیلا چلا آتا ہے ہر دلِ ناتواں تک

خلقت سے ایک قدم تیرے گھر تک اٹھایا نہیں جائے

تجھ جیسے خالق کے ظرف کا کوئی ظرف نہیں مقابل

جس کی مخلوق سے اک سجدہ بھی ادا کیا نہیں جائے

یہ آدم چوٹ کھا کر پھر تجھ سے ہی امید لگائے

تو پھر پہلے ہی کیوں کر تجھ کو پکارا نہیں جائے

تیری تعریف کے عمیسؔ چاہے ہزار ہا لفظ سوچے

مگر لکھنے پہ آئے تو تیرے لائق لکھا نہیں جائے

عمیسؔ احمد...... جھنگ صدر

دھڑکن بھی تم ہو دل بھی اور جان بھی تم ہو

یعنی کہ میری زیست کا سامان بھی تم ہو

انسانیت گری ہوئی تھی تحت الثریٰ میں

انسان کا عروج رفعت وعرفان بھی تم ہو

اندھیرے تیرگی سے بھرے اس جہان میں

ظلمت کدے میں نور کا نشان بھی تم ہو

تھے نا امید ہم سے عاصی خلدِ بریں سے

امیدِ زیست جینے کا سامان بھی تم ہو

مہرؔ تو ہے بہت بُری اس کے لیے

امید کا امکاں سر کا سائباں بھی تم ہو

مہرؔ گل...... اورنگی ٹاؤن کراچی

درِ جوابِ آں

مدیرہ

نادیہ فاطمہ رضوی...... کراچی

ڈیئر نادیہ! سدا خوش رہو محبت اور دعاؤں سے بھرپور ای میل پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ تو آپ کا حسن نظر ہے کہ آپ کو ہم میں اتنی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ ربِ کریم آپ کو صحت کی نعمت سے مالا مال فرمائے اور آپ کامیابی کے مراحل یونہی طے کرتی رہیں آمین اور آئندہ بھی ہمارے لیے وقت نکالتی رہیے گا۔ آپ کے چچا جان کی وفات کا سن کر بے حد افسوس ہوا اللہ پاک انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے تمام قاری بہنوں سے گزارش ہے کہ نادیہ کے چچا کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

عظمیٰ شاہین...... جڑانوالہ

گڑیا! آپ کی کہانی "یہ جنون ہے راہ عشق کا" موصول ہوگئی ہے باری آنے پر ہی آپ کو پڑھ کر بتادیں گے امید کا دامن تھامے رکھیں خوش رہیں۔

سلمیٰ غزل...... کراچی

پیاری سلمیٰ غزل! خوش رہو شکریہ کی کوئی بات نہیں آپ کا افسانہ معیاری تھا اس لیے شائع ہوگیا آنچل کے صفحات آپ سب بہنوں کے لیے ہی ہیں۔ آپ کی دونوں کہانیاں موصول ہوگئی ہیں باری آنے پر آگاہ کردیں گے تحریر معیاری ہوئی تو ضرور اپنی جگہ خود ہی بنالے گی آپ کی تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں۔ امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔ ہم دعا گو ہیں کہ ربِ کریم آپ کے سفر کو کامیاب کریں اور آسانی فرمائے آمین۔

شکیلہ انجم طارق...... لاہور

شکیلہ ڈیئر! خوش رہو آپ کا افسانہ "دوسری عورت" اس قابل تھا کہ شائع ہو تو کردیا گیا اور ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ اس سے زیادہ معیاری افسانے لکھتی رہیں گی۔ آپ اپنے افسانے کو بغور پڑھیے کہ اس کے اندر ہم نے کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں۔ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں۔ اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ جلد آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور

دعا کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

فصیحہ آصف خان...... ملتان

اچھی فصیحہ! مسکراتی رہو آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ آپ کا مکمل ناول بہت جلد آنچل کے صفحات کی زینت بنے گا۔ جنوری کے سرد موسم میں کاموں میں مصروف و مشغول رہ کر بھی آپ کچھ وقت نکالتی ہیں تو ہمیں اچھا لگتا ہے۔ شکریہ کی ضرورت نہیں ہے یہ آپ کا اپنا رسالہ ہے آپ کی کاوشوں سے ہی مزین ہوتا ہے۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

سیدہ حیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

حیا گڑیا! سدا سکھی رہو۔ زندگی اور موت تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ہم بس آپ کے حق میں دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو صبر و استقامت سے نوازے آمین۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے باری آنے پر ہی پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کر پائیں گے اگر تھوڑی بہت اصلاح کی ضرورت ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی فرمائیں گے خوش رہیے۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

فاطمہ عاشی...... جھنگ صدر

فاطمہ ڈیئر! شاد رہو۔ ایم اے میں شان دار کامیابی پر تہہ دل سے مبارک باد اللہ آپ کو ایسی بہت سی کامیابیوں سے ہمکنار کرے آمین۔ آپ کی کہانی بھی موصول ہوگئی ہے باری آنے پر پڑھ کے آپ کو ان ہی سطور پر بتادیں گے امید کا دامن تھامے رکھیے۔

حیا غضنفر...... کوٹلہ ارب علی

اچھی حیا! سلامت رہو۔ ہم بھلا آپ سے کیوں ناراض ہوں گے؟ آپ کا تعارف موصول ہوگیا ہے باری آنے پر ہی شائع ہوگا آپ کہانی بھیج دیجیے اور جہاں تک آپ کی پہلی کہانی کا تعلق ہے اس کا جواب تو ہم جنوری کے شمارہ میں بتا چکے ہیں۔ آپ جو دل میں آئے وہ کہہ کر ہمیں بلا سکتی ہیں اب خوش؟ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

کومل رباب...... لاہور

ڈیئر کومل! خوش رہو۔ اتنا غصہ صحت کے لیے اچھا نہیں تعارف موصول ہوگیا ہے جو باری آنے پر ہی شائع کیا جائے گا رہی بات شاعری کی تو وہ شعبے کو بھیج دی جاتی ہے رد و قبول کا فیصلہ وہیں ہوتا ہے اگر آپ کی شاعری معیاری ہوئی تو ضرور جگہ بنالے گی دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سیدہ امبر اختر...... چندی پور

پیاری امبر! خوش رہو آپ کا خفا خفا سا یہ انداز پسند آیا۔ آپ کا گلہ سر آنکھوں پر جناب! آپ کا تعارف باری آنے پر ضرور شائع ہوجائے گا دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے لیکن نظر انداز نہیں کیا جاتا آپ مایوس نہ ہوں بس انتظار کی عادت ڈال لیں۔

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

اچھی فریحہ! سلامت آنچل کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں اور جو چیزیں تاخیر سے موصول ہونے کے سبب اگر وہ معیاری ہوں تو اگلے ماہ کے لیے رکھ لی جاتی ہیں اور ہم بار بار سب کو یہ بات بتا چکے ہیں کہ ہمارے پاس ردی کی ٹوکری نہیں ہے امید ہے اب آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

صدف سلیمان...... شورکوٹ

پیاری صدف! خوش رہو پہلی بار آمد پر خوش آمدید لکا پھلکا شکایت نامہ موصول ہوا۔ آپ بے شک ٹائم پر ہی خط بھیجتی ہوں گی مگر ڈاک کا نظام جس ابتری کا شکار ہے اس سے آپ بھی واقف ہیں اسی بنا پر تاخیر لسٹ میں نام ہوسکتا ہے آپ کی باقی تمام تجاویز بھی نوٹ کرلی گئی ہیں اب ہم امید کرتے ہیں کہ آپ آئندہ بھی اپنے مشوروں سے نوازتی رہیں گی۔

مدیحہ نورین...... برنالی

اچھی مدیحہ! سکھی رہو آپ کو پورا پورا حق تنقید حاصل ہے آنچل ہی سب سے زیادہ نئی لکھاری بہنوں کو موقع دیتا ہے اور جہاں ضرورت ہو وہاں بخوبی اصلاح بھی کی جاتی ہے۔ اچھی اور معیاری تحریر اپنی جگہ خود بناتی ہے اسے رد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں تک آپ کی تحریر کا تعلق ہے آپ کا قلم ابھی بہت کمزور ہے آپ کو ابھی وسیع مطالعہ اور محنت کی ضرورت ہے اور آپ کا انتخاب موضوع بھی ابھی بہت کمزور ہے آپ تمام لکھاری بہنوں کی کہانیاں بغور پڑھیں تا کہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ وہ کون سی بات کہاں اور کس انداز میں کہہ رہی ہیں امید ہے کہ آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

صباحت صباح...... چناری

صباحت ڈیئر! مسکراتی رہو آپ کی تمام تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں ان شاء اللہ بہت جلد ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے ناول اور سلسلوں کی پسندیدگی پر بہت شکریہ۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

صبا نواز...... سانگھڑ

گڑیا صبا! خوش رہو کافی عرصے بعد دوبارہ آمد بھلی لگی۔ آپ نے افسانہ لکھا ہے تو بھیج دیجیے یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ "گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں......" رد ہونے سے ڈرتی رہیں گی تو آگے کیسے بڑھیں گی۔ شکریہ کی ضرورت نہیں یہ آپ کا اپنا رسالہ ہے ربّ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ جلد آپ کی والدہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ عافیت آپ کے سر پر سدا قائم و دائم رکھے آمین اب آپ خود ہی سوچیں کہ ہم اگر دوبارہ بہنوں کے تعارف شائع کرنا شروع کردیں گے تو...... آگے ماشاء اللہ آپ خود سمجھدار ہیں۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

عاصمہ اقبال...... عارف والا

عاصمہ ڈیئر! سلامت رہو آپ کا محبت بھرا خط پڑھ کر خود پر رشک آنے لگا۔ اتنی دعاؤں اور محبت کا شکریہ آپ عام قاری نہیں بلکہ آنچل فیملی کا حصہ ہی ہیں کہانی کے بارے میں ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا بہت جلد پڑھ کر آپ کو ان ہی سطور پر آگاہ کردیا جائے گا۔ دعاؤں کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

سدرہ...... شاہ کوٹ

پیاری سدرہ! مسکراتی رہو پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ اپنے گھر والوں کے لیے کچھ کرنے کا جذبہ قابل تحسین ہے آپ کو لکھنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں آپ اپنا مطالعہ وسیع رکھیں اور پہلے افسانے پر طبع آزمائی کیجیے اور افسانہ لکھنے سے قبل اس سلسلے کے آخر میں لگے بکس کو بغور پڑھ لیجیے گا ہم آپ کی اصلاح و رہنمائی کے لیے تہہ دل سے حاضر ہیں۔

عذرا کنول...... اوکاڑہ

اچھی عذرا! سلامت رہو آپ اتنے عرصے سے آنچل کی خاموش قاری ہیں اور اب اگر یہ خاموشی توڑ ہی ڈالی ہے تو آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔ اچھا لکھنے کے لیے مطالعہ بہت ضروری ہے آپ ناول یا ناولٹ سے پہلے افسانے پر طبع آزمائی کیجیے امید ہے آپ کی تمام کنفیوژن دور ہوگئی ہوں گی۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ

گڑیا صنم! سدا خوش رہو، اتنے ماہ کے بعد آپ کی آمد اچھی لگی۔ آپ کو اسٹوڈیو کھولنے پر تہہ دل سے مبارک باد، اللہ آپ کو زندگی کے ہر میدان میں کامیاب کرے آمین۔

عظمیٰ کنڈی...... گل امام

اچھی عظمیٰ! سدا خوش رہو، معیاری اور اچھی چیز ہمیشہ اپنی جگہ خود بنا لیتی ہے، رہی بات یادگار لمحے میں آپ کی تحاریر شامل ہونے کی تو اس کا فیصلہ شعبے والے ہی کرتے ہیں، پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ایم بی اکوال...... تلہ گنگ

ایم بی ڈیئر! سکھی رہو۔ آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید، آپ افسانہ بتائے گئے طریقہ کار کے مطابق لکھ کر بھیج دیجیے، ہم پڑھ کے ہی آپ کو بتا پائیں گے کہ قابل اشاعت ہے یا نہیں اور آپ ہر سلسلے میں شرکت کرسکتی ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شمع فیاض...... ومنی بُزدار

شمع گڑیا! سدا مسکراتی رہو، آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے بہت جلد آپ کو ان کے بارے میں بتادیا جائے گا۔ رد کیے جانے کے خوف سے نہ لکھنا تو غلط ہے، مسلسل کوشش اور لگن ہی سے انسان کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ نئے لکھنے والوں کو سب سے زیادہ جگہ آنچل ہی دیتا ہے، آپ کا یہ شکوہ بے جا ہے۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

ثانیہ مغل...... للیانی، سرگودھا

اچھی ثانیہ! خوش رہو، آپ کے بھائی نے جو آپ کی کہانی پہ نقش و نگار بنائے، اس کا کافی افسوس ہوا، آپ کہانی دوبارہ لکھ کر بھیج دیجیے اور شاعری بھی ایک لائن چھوڑ کر ہی لکھا کریں، پسندیدگی کا شکریہ۔

ثوبیہ نواز...... کنتان خورد

پیاری ثوبیہ! سدا سکھی رہو، پہلی بار آمد پر خوش آمدید، آپ کی شاعری شعبے کو پہنچا دی گئی ہے، رد و قبول کا فیصلہ وہیں ہوتا ہے، آپ اپنی کہانی ''در جواب آں'' کے آخر میں لگے بکس میں دیئے گئے طریقے کے تحت لکھ کر ہمیں ارسال کرسکتی ہیں۔

شمائلہ اکرم...... فیصل آباد

شمائلہ ڈیئر! سدا خوش رہو، اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ہر نظر بد سے بچائے آمین۔ روحانی مسائل میں شرکت کے لیے کوپن سلسلے کے آخر میں لگا ہوتا ہے آپ وہاں سے کاٹ کر اپنے مسئلہ کے ساتھ بھیج سکتی ہیں، نازیہ کنول نازی، ام مریم اور عفت سحر کو آپ کا سلام ان سطور کے ذریعے پہنچا دیا گیا ہے۔

مذلفہ عارف...... گاؤں ماڑی بھنڈراں

پیاری مذلفہ! خوش رہو۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے، باری آنے پر پڑھ کے آپ کو بتادیں گے آپ ایک ہی لفافے میں تمام چیزیں ارسال کرسکتی ہیں مگر ہر سلسلے میں شرکت کے لیے الگ صفحے کا استعمال کیجیے اور اس سلسلے کا نام اوپر اور آخر میں اپنا نام اور شہر کا نام لکھیں اس طرح نا لکھیں جیسے آپ نے ایک ساتھ ہی سب کچھ لکھ کر بھیج دیا ہے اس لیے آپ کو صرف اس میں جواب دیا جارہا اور باقی کی چیزیں ضائع سمجھیے، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ایس ایچ شجاع جعفری...... تلہ گنگ

بھائی شجاع! خوش رہو۔ معذرت کے ساتھ ہم مرد حضرات کے افسانے شائع نہیں کرتے، مرد حضرات کے لیے ہمارے ادارے سے شائع ہونے والے ایک اور جرائد نئے افق میں آپ اپنی کہانی ارسال کرسکتے ہیں۔ آپ دیگر سلسلوں میں ضرور شرکت کرسکتے ہیں، پسندیدگی کے لیے شکریہ، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سندرباد...... ستیانہ

سندرباد! خوش رہو۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب لکھنے بیٹھو تو الفاظ کھو جاتے ہیں آپ کوشش کریں لکھنے کی اور ہمت مت ہاریئے اللہ آپ کو زندگی کے ہر امتحان میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔

اقراء تبسم...... اوکاڑہ

اچھی اقراء! شاد رہو۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے، باری آنے پر پڑھ کے بتادیا جائے گا۔ آپ کا افسانہ ''روشنی'' ناقابل اشاعت میں تھا، ابھی آپ کو سخت محنت اور مطالعہ وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔

عذرا شاہ...... راولپنڈی

پیاری عذرا! آپ نے اپنے شوق کے ہاتھوں مجبور ہوکر کہانی لکھ بھیجی ہے اب تھوڑا سا انتظار بھی کرلیجیے، بہت جلد انہی سطور پر آپ کو بتادیا جائے گا۔

ساریہ چوہدری...... ٹوگہ، گجرات

گڑیا سارہ بیا! آباد رہو۔ آپ کے تفصیلی خط سے آپ کے ارادوں کے بارے میں پڑھ کر خوشی ہوئی اور ہم دعا گو ہیں کہ رب کریم آپ کو کامیابی سے ہمکنار کرے آمین۔ آپ نے جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے وہ اب ہماری قوم کا المیہ بن گیا ہے پتا نہیں آج کل ہمارے لکھاریوں کو کیا ہوگیا وہ کیوں ایسی غیر حقیقی چیزیں عوام الناس کو دے رہے ہیں جن کا ہمارے معاشرے سے دور تک کا کوئی واسطہ نہیں ہے ہم تو سب دعا ہی کرسکتے ہیں۔ آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے مگر ابھی آپ کو سخت محنت اور وسیع مطالعے کی ضرورت ہے اور موضوع کا انتخاب بھی کمزور ہے آپ پرانی لکھاری بہنوں کی کہانیاں بغور پڑھیں اور ادبی افسانے بھی ضرور پڑھیں جس سے آپ کی صلاحیت کو جلا ملے گی۔ امید ہے کہ آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی اور آپ کا افسانہ ابھی پڑھا نہیں ہے جلد ہی پڑھ کر آپ کو آگاہ کردیں گے۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

میاں شبیر احمد دلبر...... سرگودھا

بھائی دلبر! شاد رہیں۔ آپ کا نام ہمارے اور آنچل کے صفحات کے لیے نیا نہیں ہے آپ کی نگارشات گاہے بگاہے شائع ہوتی ہی رہتی ہیں۔ پھر بھی آپ نے شکوہ کیا جو سر آنکھوں پر، ہماری کوشش ہوتی ہے کہ سب کو خوش رکھ سکیں مگر ہر بار ناکام ہی ٹھہرائے جاتے ہیں خیر جو رب کی مرضی۔ ہم دعا گو ہیں رب کریم آپ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے آمین۔

مشترکہ جوابات

منیبہ نواز، صبور شریف۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ **بسمہ آصف قریشی، ضلع ہری پور۔** پہلی بار آمد پر خوش آمدید، آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے ان شاء اللہ باری آنے پر پڑھ کر اس کے بارے میں بتادیا جائے گا۔ **سحر ملک، چونالہ۔** آپ کا ناول موصول ہوگیا ہے، بہت جلد پڑھ کر آپ کو بتادیا جائے گا۔ **پری وش گوندل، مانگٹ۔** آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے بہت جلد باری آنے پر آپ کو بتادیا جائے گا، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ **طیبہ نذیر، شادیوال۔** آپ کی تحاریر موصول ہوگئی ہے، باری آنے پر پڑھ کے آپ کو رائے دے پائیں گے، آنچل کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ۔ **کرن آسمان، شرقپور شریف۔** آپ کی کاوش موصول ہوگئی ہے اچھی اور معیاری چیز خود اپنی جگہ بنا لیتی ہے، امید کا دامن تھامے رکھیے۔ **سائرہ غفار، کراچی۔** آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے، باری آنے پر پڑھ کے آپ کو بتادیا جائے گا۔ **میمونہ ملک، محلہ بلند خیل۔** پہلی بار شرکت میں خوش آمدید، آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے باری آنے پر پڑھ کے بتادیا جائے گا۔ **ماریہ ارشد، چک ۲۸ جنوبی۔** آپ کا افسانہ موصول ہوگیا ہے باری آنے پر پڑھ کے بتادیں گے۔ **عمارہ شاہ، کوہاٹ۔** آنچل کی محفل میں پہلی بار آمد پر خوش آمدید، آنچل کی پسندیدگی پر تہہ دل سے مشکور ہیں۔ **مقدس دل آویز، اٹک۔** آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید، نازیہ اور عشناء کو آپ کی تعریف اس سطور کے ذریعے پہنچائی جارہی ہے۔ خوش رہیے۔ **خدیجہ بھٹی، سیالکوٹ۔** پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید۔ آنچل کی پسندیدگی پر تہہ دل سے مشکور ہیں، آپ کی شاعری شعبہ کو بھیج دی گئی ہے۔ **کامران خان، کوہاٹ۔** آپ نے دعاؤں کا جو انمول تحفہ پیش کیا ہے اس کے لیے جزاک اللہ۔

ناقابل اشاعت:

پیا ملن کی رُت۔ روشنی۔ پیا کا رنگ شربتی۔ محبت جیتی ہوتی ہے۔ اک ماں۔ انہیں ملنا ضرور تھا۔ قصور کس کا تھا۔ خواب تو ہمارے ہیں۔ خلش باقی ہے۔ اک کہانی یہ بھی ہے۔ آنسو کے دکھ۔ عید راس آ گئی۔ امید بر آئے۔ کتنی محبت ہے۔ وہ اک لمحہ عید کا۔ خوشیاں لوٹ آئیں۔ عورت۔ میرا قصور کیا۔ اور بہار آ گئی۔ ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے۔ عجب پاگل تھا۔ محبتوں کے رنگ۔ تنہا چاند اور میں۔ رشتوں کی پہچان۔ پیار اور زندگی۔ محبت گھر اور گھر داری۔ وہ میرے خواب۔ رانگ نمبر۔ نہ چھونا میرا آنچل۔ عشق امر۔ انتظار۔ دوست سنگ رہیں گے ہم۔ موڑ مہاروے۔ بلاعنوان۔ درد اک فگاں۔ ماں کے آنسو۔ تم ہم بھی محبت کریں گے۔ خود غرضی۔ نصیحت۔ تم سے ہے زندگی۔ ایس ایم ایس۔ اک تیری محبت۔ وہ بے وفا نہیں تھا۔ تم میرا نصیب ہو۔ اللہ مالک۔ توبہ

امام اعظم ابوحنیفہ

مولف: مشتاق احمد قریشی

(۳)۔ جبریہ فرقے حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔ مضطربہ۔ کے مطابق تمام خیر وشر اللہ کی جانب سے ہے بندے کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہے۔

(۲)۔ افعالیہ۔ کے کہنے کے مطابق بندہ فعل تو کرتا ہے مگر اسے کوئی اختیار نہیں ہے۔

(۳)۔ معیہ۔ کہتے ہیں کہ انسان کے لیے فعل قدرت ہے لیکن اسے وہ طاقت وقدرت اللہ نے نہیں دی۔

(۴)۔ تارکیہ۔ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد کوئی اور چیز فرض نہیں ہے۔

(۵)۔ بخشیہ۔ کہتے ہیں ہر شخص اپنا حصہ کھاتا ہے اس لیے کسی کو کچھ دینا ضروری نہیں ہے۔

(۶)۔ متمنیہ۔ کہتے ہیں کہ خیر وہ خیر ہے جس سے دل تسلی پائے۔

(۷)۔ کستارینہ۔ ثواب وعذاب عمل سے زیادہ نہیں ہوتا۔

(۸)۔ حبیہ۔ کہتے ہیں کہ دوست اپنے دوست کو ہرگز عذاب نہیں دیتا۔

(۹)۔ خوفیہ۔ کہتے ہیں کہ دوست ہرگز نہیں ڈرتا۔

(۱۰)۔ فکریہ۔ کہتے ہیں کہ معرفتِ حق میں فکر کرنا عبادت سے بہتر ہے۔

(۱۱)۔ حسبیہ۔ کہتے ہیں کہ عالم میں قسمت نہیں ہے۔

(۱۲)۔ حجتیہ۔ کہتے ہیں کہ جب کام اللہ کی تقدیر سے ہوتے ہیں تو بندے پر کوئی حجت نہیں ہے جس کے سبب وہ گرفتار ہو۔

(۴) قدریہ فرقہ۔ یہ وہ فرقہ ہے جو انسان کو اپنے افعال پر قادر مانتا ہے اور عقیدے میں جبریہ فرقے کی ضد ہے شیعہ ان دونوں کے درمیان ہیں (شافی اصول کافی)

قدریہ فرقے حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔ احدیہ۔ کے مطابق انہیں صرف فرض کا اقرار ہے اور سنت سے وہ انکار کرتے ہیں۔

(۲)۔ شنویہ۔ یہ کہتے ہیں کہ ہر نیکی یزدان سے ہے اور ہر برائی اہرمن سے ہے۔

(۳)۔ کیسانیہ۔ ان کے مطابق ان کے اعمال مخلوق ہیں۔

(۴)۔ شیطانیہ۔ ان کے مطابق شیطان کا کوئی وجود نہیں ہے۔

(۵)۔ شریکیہ۔ ان کے مطابق ایمان غیر مخلوق ہے جو کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

(۶)۔ وہمیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا۔

(۷)۔ رویدیہ۔ ان کے خیال میں امام کے ساتھ لڑنا جائز ہے۔

(۸)۔ اسماعیلیہ۔ اسے فرقہ باطنیہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ امام باطن کے قائل ہیں۔

(۹)۔ متبریہ۔ ان کے عقیدے کے مطابق گنہگار کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

(۱۰)۔ قاسطیہ۔ ان کے مطابق علم، مال، حکمت وریاضت کا حاصل کرنا فرض ہے۔

(۱۱)۔ نظامیہ۔ ان کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کو شے کہنا جائز ہے۔

(۱۲)۔ متوقفیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ شر مقدر ہے کہ نہیں۔

(۵)۔ جہمیہ فرقے حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔ معطلیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق ہیں۔

(۲)۔ متراعبیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ علم قدرت اور مشیت مخلوق ہیں مگر خالق غیر مخلوق ہے۔

(۳)۔ متراقبیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ مکان میں ہے۔

(۴)۔ واردیہ۔ یہ کہتے ہیں جو دوزخ میں جائے گا وہ پھر وہاں سے باہر نہیں نکلے گا اور مومن دوزخ میں نہیں جائے گا۔

(۵)۔ حرقیہ۔ ان کے خیال میں اہل دوزخ ایسے جلیں گے کہ ان کا نشان تک بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔

(۶)۔ مخلوقیہ۔ ان کے کہنے کے مطابق قرآن، توریت، زبور اور انجیل سب کے سب مخلوق ہیں۔

(۷)۔ عبریہ۔ یہ کہتے ہیں کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) صرف ایک عاقل وحکیم شخص تھے وہ رسول نہیں تھے۔

(۸)۔ فانیہ۔ ان کے خیال کے مطابق جنت ودوزخ دونوں فنا ہو جائیں گی۔

(۹)۔ زنادقیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ معراج روح سے ہوا تھا نہ کہ بدن سے۔ اللہ کو دنیا میں دیکھ سکتے ہیں، یہ عالم قدیم ہے اور قیامت کوئی چیز نہیں ہے۔

(۱۰) لفظیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ قرآن قاری کا کلام ہے کلام الٰہی نہیں ہے۔

(۱۱)۔ قبریہ۔ یہ عذاب قبر کو نہیں مانتے اس کے منکر ہیں۔

(۱۲)۔ واقفیہ۔ انہیں قرآن قاری کے مخلوق ہونے کے بارے میں توقف ہے۔

(۶) مرجیہ۔ اس فرقے والے ایمان کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور عمل کو ایمان نہیں مانتے خواہ وہ عمل دل سے ہو یا ظاہر سے اور ایمان میں قوت وضعف کا کوئی فرق نہیں کرتے ان کے نزدیک بد سے بد آدمی کو بھی جبرئیل کے مرتبے کے برابر مانتے ہیں۔ (الشافی اصول کافی)

(۶)۔ مرجیہ فرقے حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔ تارکیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد اور کوئی چیز فرض نہیں ہے۔

(۲)۔ شائیہ۔ ان کے خیال میں جس شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ کہا وہ جو چاہے کرے اس پر کوئی عذاب کوئی پکڑ نہیں ہے۔

(۳)۔ راجیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ بندہ اطاعت سے مقبول اور معصیت سے عاصی نہیں ہوتا۔

(۴)۔ شاکیہ۔ یہ اپنے ایمان میں شک رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روح ہی ایمان ہے۔

(۵)۔ نہمیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ ایمان علم ہے جو شخص جمیع اوامر ونواہی کو نہیں جانتا پس وہ کافر ہے۔

(۶)۔ عملیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے۔

(۷)۔ منقوصیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ ایمان کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ۔

(۸)۔ مستثنیہ۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ مومن ہیں۔

(۹)۔ اثریہ۔ یہ کہتے ہیں کہ قیاس باطل ہے اور صلاحیت دلیل نہیں رکھتا۔

(۱۰)۔ بدعیہ۔ کہتے ہیں کہ امیر کی اطاعت واجب ہے چاہے وہ معصیت کا ہی حکم کیوں نہ ہو۔

(۱۱)۔ مشبہہ۔ یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

(۱۲)۔ حشویہ۔ یہ کہتے ہیں کہ واجب' سنت اور مستحب سب ایک برابر ہیں۔

ان فرقوں کے علاوہ خود فقہ حنفی میں بھی برصغیر پاک و ہند میں دو فرقے اہل سنت والجماعت بہت معروف ہیں۔

(۱) دیو بند۔ اس مکتبہ فکر کے لوگوں کا تعلق دیو بند کی درس گاہ سے ہے جسے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے قائم کیا اس درس گاہ کے ایک طالب علم جو اپنے کمالِ علم سے حکیم الامت بنے وہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ تھے۔ دیو بند ان کے اقوال وافعال کی پیروی کرتے ہیں۔ اور درس گاہ دیو بند کے طریقہ کو اپناتے ہیں۔ (جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے)

(۲)۔ بریلوی۔ اس مکتبہ فکر کے لوگ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ قادری کی پیروی کرتے ہیں۔ انہوں نے بریلی میں جامعہ منظر الاسلام کی بنیاد ڈالی جہاں دینی تعلیمات کا اہتمام کیا۔ ان کے مخالفین کا خیال ہے کہ انہوں نے دین اسلام میں کسی نئے فرقے کی بنیاد ڈالی ہے لیکن ان کے پیروں کاروں کے مطابق انہوں نے صرف مسالک اربعہ کے تحفظ کی کوشش کی ہے اس جماعت کو حضرت احمد رضا خان بریلویؒ سے عقیدت کے باعث بریلوی کہا جاتا ہے۔

دراصل بریلوی تحریک کا آغاز 1920ء میں ہوا جب گاندھی نے تحریک ترک موالات کے ذریعے ہندو مسلم اتحاد کی داغ بیل ڈالی تو اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے اس سے اختلاف کیا اور مسلمانوں کو اس اتحاد کے مضمرات سے آگاہ کرنے کی ابتداء کی اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ اس کے بعد ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے نام سے دوسری تنظیم قائم کی گئی جس کا دوسرا نام ''جمہوریت اسلامیہ مرکز'' رکھا گیا تھا۔ 1940ء میں قرارداد پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی بریلوی تحریک زوروں پر آ گئی اور آل انڈیا سنی کانفرنس میں 30 اپریل 1946ء کو مطالبہ پاکستان کی حمایت کا اعلان کر دیا گیا۔

سیاسی محاذ سے قطع نظر بریلوی تحریک ایک مسلک کے طور پر بھی نمایاں ہو کر ابھری۔ بریلوی حضرات کے نزدیک آزاد خیالی' فطرت پسندی اور سائنٹیفک طرز فکر مردود ہے وہ ندوۃ العلماء' دیو بند اور علی گڑھ جیسی تمام تحریکوں کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ بریلوی حضرات کے نزدیک وہابی' دیو بندی' نجدی' مسالک کے لوگ ایک ہی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں اہل سنت تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی مسالک ایک ہیں۔ ان میں صرف فروعی مسائل کا اختلاف ہے۔

بریلوی عقائد سے دیگر مسلمان اور خصوصاً دیو بندی عقائد والوں کو اختلاف ہے جن اعمال کو بریلوی جزو ایمان اور عین ایمان سمجھتے ہیں دوسرے انہیں بدعتیں کہتے ہیں اور قابل مذمت سمجھتے ہیں۔

بریلوی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کی تقلید کے قائل ہیں ان کے عقائد میں توحید سے مراد اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اور اس کے محبوب پیغمبر آخر الزماں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی عزت وعظمت کرنا اور انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کا مظہر و آئینہ ہیں۔ آواز ان کی ہوتی ہے اور کلام اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ صوفیا اور اولیا امت کے ستون ہوتے ہیں۔ چالیس ابدال ہر وقت دنیا میں موجود رہتے ہیں جو آنے والی آفتوں کو ٹالتے رہتے ہیں ان کے ذریعے خلق کی حیات روزی اور تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں۔

ان کے نزدیک جائز امور میں بلند آواز سے درود شریف پڑھنا یا ذکر کرنا' اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دینا' نیاز دینا' ان سے مدد مانگنا ایصال ثواب کرنا بدنی اور مالی عبادات دوسرے مسلمانوں کو بخشنا فاتحہ تیجہ (سوئم) چالیسواں وغیرہ کرنا۔ میت کے لیے دعا کرنا نماز جنازہ سے پہلے اور تدفین کے بعد جنازے کے آگے کلمہ شہادت یا درود شریف پڑھنا' میت کے ساتھ بزرگان دین کے تبرکات مثلاً غلاف کعبہ' عہد نامہ یا شجرہ وغیرہ رکھنا اور تدفین کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اذان دینا' پختہ قبر بنانا' اولیاء ومشائخ کے مزارات تعمیر کرنا' قبر پر پھول چڑھانا' چراغ' اگربتی جلانا۔ اولیاء کرام کے نام پر جانور پالنا۔ گیارہویں شریف کرنا' اولیاء کرام کا عرس کرنا' قوالیاں کرانا' اپنے بزرگوں کی برسی کرنا وغیرہ اور بہت سے ایسے اعمال ہیں جن پر دیگر مسالک میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

فقہ جعفریہ اور بریلوی مسلک میں کئی معاملات میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ بریلوی مسلک میں دنیا میں چالیس ابدال کا موجود ہونا بریلوی مسلک میں اولیاء کرام کی عزت وتعظیم انتہائی درجہ پر کرنا جس طرح فقہ جعفریہ میں اماموں کی توقیر کی جاتی ہے۔ ایام محرم دونوں اپنے اپنے طریقوں سے مناتے ہیں۔ نیاز ونذر دونوں مسالک میں رائج ہے۔ ایک اولیاء کرام اور بزرگان دین کے لئے کرتے ہیں تو دوسرے امام کے لئے کرتے ہیں۔ کونڈے کی نیاز محرم میں سبیل وشربت دونوں مسالک میں مشترک ہے۔

اسلامی فقہ کی تشکیل میں بہت سے اکابر' مجتہدین اور آئمہ کا حصہ ہے' ان میں بہت سے اب بالکل گم نام ہو چکے ہیں اور بعض کے اسمائے گرامی صرف علما تک محدود ہیں۔ اسلام کی تاریخ بہت سے علمی معجزات پر مشتمل ہے مدوین حدیث وفنِ اسماء الرجال یعنی راویانِ حدیث پر جرح وتحقیق' حدیث کی اقسام راویوں کے انواع ودرجات حدیث کی تخصیص' تعین' تحدید' اصول حدیث' تدوین حدیث وتخریج' تفریع کے اصول' کتاب وسنت کے عام وخاص اور ناسخ ومنسوخ قیاس' استحسان یہ سب کی سب چیزیں کسی علمی معجزے اور تحقیق سے کم نہیں۔ عہد مابعد کی چار مشہور ومعروف ہستیاں یعنی امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ یہ ایسی ہستیاں ہیں جن کی فقہ مشرق ومغرب اور شمال وجنوب میں رواج پا گئی۔ اور عالم اسلام نے ان کی تقلید اور اتباع کی۔ ان آئمہ اربعہ یعنی چاروں اماموں میں امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ اپنے تفقہ وشان اجتہاد واستنباط اور ملکہ تخریج وتفریع اور قیاس ورائے میں سب سے الگ اور ممتاز ہیں۔ مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مقلد ہے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ فقہ حنفی دیگر ائمہ کے فقہوں کے مقابلے میں اپنے اصول' گہرائی' لچک وسعت اور رخصتِ سہولت کے اعتبار سے نہایت آسان ہے یہ امام اعظمؒ کا اتنا بڑا فکری اور علمی کارنامہ ہے جسے دنیائے اسلام کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔

آئندہ صفحات میں امام اعظمؒ کے فقہ کے متعلق چیدہ چیدہ فقہی مسائل کو سمیٹنے کی کوشش کی جائے گی کیونکہ امام اعظمؒ کا فقہی کام اور کارنامے اس قدر ہیں کہ کسی مختصر کتاب میں سمیٹے نہیں جا سکتے۔ اس سے قبل کہ ہم امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کے بارے میں کچھ تحریر کریں ضروری ہے کہ قارئین یہ جان اور سمجھ لیں کہ تقلید' اجتہاد اور خود فقہ ہے کیا اور اس کی ضرورت اہلِ اسلام کو کیوں محسوس ہوئی۔

(جاری ہے)

حمیرا عروش

ملیحہ احمد

سلام سسٹرز! ہم نے سوچا کیوں نا "ہمارا آنچل" میں انٹری دے کر آپ کو حیران کردیں اور ویسے بھی مجھے بہت اشتیاق تھا آپ لوگوں کے ساتھ مل بیٹھ کر تھوڑی دیر باتیں کرنے کا تو پلیز مجھے بھی تھوڑی سی جگہ دے دیجیے۔ بہت شکریہ! میرا نام تو آپ اوپر پڑھ ہی چکے ہیں۔ کیا کہا اچھا نام ہے تھینک یو جی! ہم 4 ستمبر 1995ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے سو اس لحاظ سے عمر عزیز سترہ برس بنتی ہے۔ جب ہماری اس جہان فانی میں تشریف آوری ہوئی تھی' کہا جاتا ہے ہم بہت حسین و جمیل واقع ہوئے تھے سو ہماری پیاری چچی جان نے ہمیں ایڈاپٹ کرنے کے لیے مما پپا کو بہت زور لگایا مگر انہوں نے اپنی عزیز از جان دختر کو گود دینا مناسب نہ سمجھا۔ خیر وہ اب بھی ہم سے بے انتہا پیار کرتی ہیں جس کا اظہار وہ اپنے میسجز سے کرتی رہتی ہیں مجھے بھی ان سے بہت محبت ہے۔ میرا اسٹار ورگو ہے لیکن میں اسٹار پر بالکل بھی اعتبار نہیں کرتی۔ سیکنڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں' مطالعہ کا بے انتہا شوق ہے۔ اسی لیے ہر ماہ بے چینی سے آنچل کا انتظار کرتی ہوں۔ آپ کو اپنی فیملی کے بارے بتاتی چلوں میں اپنے ابو اور پانچ بھائیوں کے ساتھ کراچی میں رہتی ہوں۔ کُل سات افراد پر مشتمل فیملی ہے' میری مما کی ڈیتھ ہوچکی ہے' چار سال پہلے میری ینگ اینڈ سویٹ مما کو پتا نہیں کس کی نظر لگ گئی تھی کہ اچانک بیمار ہوگئیں' مختلف ہاسپٹلز میں لے جایا گیا مگر زندگی نے مہلت نہ دی اور ایک ہفتے کے اندر اندر میری پیاری مما ہمیں تنہا چھوڑ کر بہت دور چلی گئیں جہاں سے کوئی واپس نہیں لوٹتا۔ میرے ابو بہت لونگ اینڈ کیئرنگ ہیں' میں ان سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں' اپنے بھائیوں سے بہت لڑتی ہوں مگر پیار بھی بہت کرتی ہوں' خاص کر سب سے چھوٹے عالیان سے جو کلاس فورتھ کا اسٹوڈنٹ ہے' دس سال کا ہے' بہت معصوم اور شارپ مائ[illegible] ہے۔ گھر کے سارے کام خود کرتی ہوں' کبھی کبھی شد[illegible] خواہش ہوتی ہے کہ کاش میری کوئی چھوٹی بہن ہوتی جس سے میں ڈھیر سارے کام کرواتی۔ میں ایک اچھی اسٹوڈ[illegible] ہوں فیورٹ سبجیکٹ انگلش ہے' فری ٹائم میں چیٹنگ [illegible] اسٹڈی کرتی ہوں۔ تھوڑی ضدی بھی ہوں' پہلے غصہ بہت جلدی آجاتا تھا مگر اب وقت کے ساتھ ساتھ بہت ٹھہر[illegible] آگیا ہے' درگزر کرنے کی کوشش کرتی ہوں' بہت انا پرس[illegible] ہوں۔ اچھے لوگوں کی دوستی پسند کرتی ہوں اگر دوستی کے [illegible] کوئی میرا ہاتھ تھام لے تو میں کبھی نہیں چھوڑتی۔ مجھے سب سے عزیز اپنے ابو ہیں پھر آمنہ اور اس کے بعد فیملی [illegible] فرینڈز۔ اگر آپ میں سے کوئی مجھ سے دوستی کرنا چاہ[illegible] موسٹ ویلکم! پسند ناپسند کی بات ہے تو مجھے کھانے میں [illegible] ذائقہ دار چیز پسند ہے۔ جو ڈش مزے دار بنی ہو خوش ہو [illegible] کھالیتی ہوں' گھر میں چونکہ میں ہی کھانا بناتی ہوں۔ سوا[illegible] کبھی اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی ڈشز سے تنگ آجاؤں تو با[illegible] سے بھی منگوا کر کھالیتی ہوں۔ گھر کے سب کام کرلیتی ہوں مگر روٹیاں پکانا زہر لگتا ہے لیکن کیا کریں' جی پکانی پڑتی ہیں۔ اپنے ہاتھ کے سلے ہوئے کپڑے پہنتی ہوں' ویسے لباس میں مجھے لانگ شرٹ ہو یا شارٹ ہاف آستین والی پسند [illegible] پنسل ہیل کا انتخاب کرتی ہوں۔ ہار سنگھار کی چیزیں بالکل بھی پسند نہیں ہیں۔ چوڑیاں اور مہندی مجھے نہیں یاد کہ کبھی میں نے استعمال کی ہو۔ جیولری بھی برائے نام لیتی ہوں۔ میک اپ میں صرف لپ اسٹک یوز کرتی ہوں۔ منہ پھٹ ہوں لیکن کوشش کرتی ہوں کہ میری وجہ سے کوئی بلاوجہ ٹینشن کا شکار نہ ہو۔ چھوٹے بھائیوں کی نظر میں کنجوس ہوں' حقیقتاً ہوں نہیں۔ مجھے سردی میں گرمی کا موسم اور گرمی میں سردی کا موسم بہت پسند ہے۔ کلر موسم کے لحاظ سے استعمال کرتی ہوں ویسے لائٹ کلرز زیادہ اٹریکٹ کرتے ہیں۔ ہم لوگ ارد[illegible] اسپیکنگ ہیں سو گھر پر اردو اور انگلش بولی جاتی ہے۔ میرے [illegible] کو پنجابی آتی ہے جب کہ مجھے سمجھ بھی نہیں آتی۔ اپ[illegible] معاملات میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی۔ [illegible]

لوگوں کو آنچل کے ذریعے سلام کہنا چاہوں گی۔ اسما آنٹی آپ کو سلام اور شادی مبارک یقیناً آپ کو میرا نیا انداز پسند آئے گا۔ تبسم باجی' انجم اور ہما کو اسپیشل سلام آپ تینوں سدا خوش رہو اور آپ کے بچے آپ کی امیدوں پر پورے اتریں' آمین۔ ابو۔ آپ سے بہت پیار کرتی ہوں' پلیز اپنی کیئر کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے' آمین۔ آمنہ رانو تم کیسی ہو؟ ثنا' بسمہ' نایاب اور حسام کو سلام اور پیار اور سوپر ڈوپر سے سجان اور مدثر کو ڈھیر سارا پیار۔ سجان تم جلدی سے ٹھیک جاؤ' میں تمہاری وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ شازیہ پھوپو آپ کیسی ہیں؟ مشرف' رفیع' عظیم احمد' عالیان کیسا لگا میرا سرپرائز؟ یقیناً تم خوش ہونے کے بجائے ہزار کیڑے نکالو گے تو نکالو میرے دشمن نما دوست بھائیو! آنچل فرینڈز آپ کو میرا تعارف کیسا لگا اگر دل چاہے تو ضرور بتایئے گا۔ آپ لوگوں سے اجازت چاہوں گی اگر آپ کو کوئی بات بُری لگی ہو تو میں معذرت بالکل نہیں کررہی' جی بالکل اسی طرح مسکراتے رہیے' اللہ حافظ۔

شاہ زندگی

السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے لکھنے والوں کو میری طرف سے سلام اور دعا۔ اپریل کے مہینے میں بہار کو ساتھ لے کر اس دنیا میں تشریف لائی' 5 اپریل کو برتھ ڈے ہوتی ہے میری' ہر طرف کزن نے پھول ہی پھول بچھائے ہوتے ہیں کہ ہماری شاہ کے آنے سے بہار آئی۔ جی دوستوں گھر میں سب سے چھوٹی اور لاڈلی ہوں' اپنے پاپا کی خاص طور پر پاپا اینڈ ماما آئی لو یو' ہم گھر میں کُل 10 افراد ہیں' تین بہنیں' تین بھائی' امی ابو دادی اور بھابی۔ گھر میں شرارتی ہوں' اسکول میں تو حد سے زیادہ تھی اب گھر والوں کی ناک میں دم کیا ہوتا ہے' جیسے ہی کوئی الٹا کام ہو سب کہتے ہیں شاہ نے کیا ہے۔ پسندیدہ کلر سفید' سرخ' گلابی بہت پسند ہیں' پسندیدہ ڈریس ساڑھی' چوڑی دار پاجامہ جو ہر وقت گھر میں پہنا ہوتا ہے' ساڑھی جب بھی پہنوں تو بھائی کہتے ہیں شاہ تم نے تو انڈیا کو بھی مات دے دی' ہر وقت ساڑھی باندھی ہوتی ہے' دوست کوئی نہیں ہے ایک تھی مگر اب نہیں ہے۔ کھانے میں ٹنڈے' پیٹھا' شملہ مرچ' کدو بالکل پسند نہیں ہیں۔ باقی سب شوق سے کھالیتی ہوں' عادتیں میری بہت بگڑی ہوئی ہیں (ہاہاہا) کیونکہ آسٹریلیا' لندن اور امریکہ میں وقت جو بہت گزرا' اب صرف خواب ہے اور یادیں لیکن تانی چوہدری ان شاء اللہ عید تک یو کا چکر لگاؤں گی تو آپ سے کوشش کروں گی ملنے کی۔ پڑھائی میں دل ذرا کم ہی لگتا ہے گھومنے پھرنے جو بہت جاتی ہوں ہر چھ ماہ بعد کسی ملک کا دورہ ہوتا ہے۔ سنگرز میں مجھے سجاد حیدر' سونو نگم' ہمیش' راحت' شبنم' زین اور بہت سے پسند ہیں' ارے ارے وارث بیگ بھی پسند ہے۔ آنچل سب ڈائجسٹ میں سب سے بیسٹ ہے آنچل کے ذریعے میں تھوڑا بدل گئی ہوں' میری خواہش ہے کہ میں رائٹر بن جاؤں' میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں' پسندیدہ کتاب قرآن مجید ہے۔ اچھا دوستو اب اجازت چاہوں گی۔

سارہ چوہدری

السلام علیکم! تمام قارئین آنچل اور آنچل کی تمام ٹیم کو بہت سارا سلام۔ کیسے ہیں آپ سب؟ اللہ پاک آپ سب کو اور آنچل کو اپنی حفظ وامان میں رکھے' آمین۔ جی تو آپ سوچ رہے ہوں گے یہ کون ہے؟ تو چلیں بتاتی ہوں میں ہوں سارہ چوہدری۔ میرا تعلق ضلع گجرات کے ایک گاؤں ڈوگہ سے ہے' بہت سی دوستیں ایسی ہوں گی جو میرا نام پڑھ کے چونک جائیں گی' جی تو حیران نہ ہوں میں سارہ ہوں گورنمنٹ کالج مرغزار کالونی کی اسٹوڈنٹ' دولت نگر بازار کے ساتھ گاؤں ڈوگہ میں رہنے والی' اب پہچان گئیں؟ شکریہ' مجھے آنچل بہت زیادہ پسند ہے۔ آنچل کو ہزار بار پڑھتی ہوں' مجھ میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی۔ یہ تو عام سی بات ہے کیونکہ اس دنیا میں کوئی بھی انسان ایسا نہیں جس میں خوبی ہو اور خامی نہ ہو اگر خامی ہو اور خوبی نہ ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا کہ سب میں خوبیاں ہوتیں

تو یہ دنیا جنت ہوتی۔ خامیاں ہوتیں تو جہنم مگر پھر اس سارے کھیل کا فائدہ؟ اس لیے رب نے ہر چیز اپنے اپنے مقام پر رکھی اور اسی لحاظ سے خوبی خامی اور اس میں خوب صورتی اور بدصورتی رکھی خیر میں جب بولنے پہ آؤں تو بولتی چلی جاتی ہوں۔ ہم تین بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ میری بڑی بہن یو کے میں ہوتی ہیں آپی شمع! اور ان کا ایک کیوٹ سا بیٹا بھی زیان چوہدری، جی تو آپی آپ کو سلام اور زیان کو پیار۔ میری چھوٹی بہن ہے ربیعہ وہ بی ایس سی پارٹ ون کی اسٹوڈنٹ ہے، مجھے کھانے میں کوئی دلچسپی نہیں مگر پکانے میں ہر فن مولا ہوں ہر کام میں ماہر ہوں۔ مجھے شاعری بہت پسند ہے، میوزک، فلموں سے مجھے نفرت ہے۔ شاعری میں مجھے اعتبار ساجد، فرحت عباس شاہ، وصی شاہ، منیر نیازی، احمد فراز، میر درد اور امجد اسلام امجد بہت پسند ہیں۔ ایک بات لازمی کہوں گی کہ جو لوگ اور سب رائٹر یہ سوچتی ہیں کہ گاؤں اب بھی ویسے ہی ہیں جیسے یہ ظاہر کرتی ہیں تو پلیز اب بدل دیں گاؤں کی منظر نگاری۔ اب گاؤں میں کچے گھر نہیں ہیں، ایسی ایسی شاندار بلڈنگ اور ایسے ایسے ماڈرن لوگ ہیں کہ شہر والوں کو لفٹ ہی نہیں کرواتے۔ میرا گاؤں ضلع گجرات میں بڑا ہے اتنا بڑا کہ ہم خود گاؤں میں نکلیں تو اتنی گلیاں ہیں کہ دوبارہ شاید راستہ ملنا مشکل ہو۔ بندہ اجنبی ہو تو ضرور کہیں کھو جائے، ہر چیز کپڑے، جوتے، جیولری میرے گاؤں میں موجود ہے۔ اب اجازت چاہتی ہوں ایک چھوٹی سی بات کے ساتھ کہ ہم کیسی لڑکیاں ہیں جو خود عورت ہو کر دوسری عورت کو برباد کرتی ہیں پلیز اک بار اس کی جگہ خود کو رکھ کر سوچ لیں، وہی تکلیف، اذیت، دکھ آپ کو ملے تو کیسا لگے گا؟ ہمیشہ اس انسان سے ڈریں جو آپ کے سامنے کسی کو دکھ دے کیونکہ وہ کل کو آپ کو بھی دکھ دے گا۔ انسان اگر یہ سوچ لے کہ جو ملا وہ نصیب ہے اور چھن گیا ہے یا نہیں ملا وہ آپ کا نہیں ہے، یہ اگر آپ جان جائیں تو کوئی بھی کسی کو نہیں رلائے گی (ان شاء اللہ) میری بات کو دھواں بنا کر ہوا میں اڑانے سے پہلے اک بار سوچ لیجیے گا اگر آپ یہ جان گئے تو ضرور روح تک پُرسکون ہو جائیں گے۔

اِنیسِ انجم

السلام علیکم! کیا حال چال ہیں؟ امید ہے سب ٹھیک ہوں گے، مابدولت کو انیس انجم کہتے ہیں، 6 جون کو ہم اس دنیا میں تشریف لائے ہیں پنجاب کے شہر جھنگ سے تعلق رکھتی ہوں لیکن رہائش اصحابہ گاؤں میں ہے۔ ہم سات بہن بھائی ہیں میرا نمبر پانچواں ہے۔ میں نے ایف اے کیا ہے اب بی اے کے پیپر دینے کا ارادہ ہے، میں نویں کلاس سے آنچل پڑھ رہی ہوں لیکن آج ہمت کر ہی ڈالی لکھنے کی۔ مجھے آنچل بہت پسند ہے میری پسندیدہ رائٹرز سمیرا شریف طور، عشنا کوثر، نازیہ کنول نازی اور اقراء صغیر احمد ہیں۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" ناول پسند ہے، رنگوں میں لائٹ کلر پسند ہیں۔ گلاب کے پھول بہت پسند ہیں کھانے میں بریانی اور قورمہ پسند ہے۔ مجھے شلوار قمیص بہت پسند ہے، ٹی وی شوق سے دیکھتی ہوں، اپنی خوبیوں اور خامیوں کی بات کروں خوبی تو بہت مشکل سے ڈھونڈنے سے ملے گی جب کہ خامیاں بہت ہیں، غصہ بہت جلدی آ جاتا ہے، جلد کسی پہ اعتبار نہیں کرتی۔ میں تو نہیں کہوں گی کہ میں جھوٹ نہیں بولتی تو ایسا نہیں ہے، کبھی کبھی بولنا پڑ جاتا ہے۔ میرا شوق ہے کہ میں خانہ کعبہ اور گنبد خضریٰ کو دیکھ سکوں۔ اپنی فیملی میں مجھے اپنے ابو سے بہت پیار ہے، اللہ تعالیٰ میرے ابو کو درازیِ عمر عطا فرمائے آمین۔ میری دوستیں مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں جن میں حنا، ناہید، عالیہ، سونیا، شازیہ، شہناز، افشاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو خوش و خرم رکھے۔ تعارف خاصا طویل ہو گیا ہے آپ لوگ بور ہو گئے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہمارے آنچل کو زیادہ سے زیادہ ترقی نصیب فرمائے آمین۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور اپنی آراء سے ضرور آگاہ کیجیے ہم سے مل کر کیسا لگا؟ کسی کو دکھ مت دیں۔ اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کے حالات ٹھیک کر دے آمین، خدا حافظ۔

بہنوں کی عدالت

سمیرا شریف طور

ادارہ

السلام علیکم! مزاج بخیر! کچھ عرصہ پہلے طاہر بھائی نے مجھے "بہنوں کی عدالت" کے لیے لکھنے کو کہا تو مجھے معذرت کرنا پڑی۔ اس کی دو وجوہات تھیں ایک یہ کہ میں ان دنوں گھریلو مصروفیات میں بہت الجھی ہوئی تھی دوسری وجہ میں نہیں چاہتی تھی کہ میں محض عام اور رسمی سا تعارف لکھ کر فارمیلیٹی نبھاؤں۔ میری عادت ہے (اب یہ اچھی عادت ہے یا بُری مگر وقت کے ساتھ اچھی خاصی پختہ ہوتی جا رہی ہے) کہ میں ہر بات بہت تفصیل سے کرتی ہوں، مجھ سے افسانے نہیں لکھے جاتے، میں سمجھتی ہوں کہ افسانہ دریا کو کوزے میں بند کرنے والی بات ہے اور یہ میرے بس کا روگ نہیں اور میرے نزدیک افسانہ نگار بہت قابل لوگ ہیں جو افسانہ نگاری کے فن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے افسانہ نگاری کرتے ہیں چونکہ میری طبیعت لمبی بات کرنے اور ہر بات کو تفصیل سے بیان کرنے پر مائل ہے تو میں نے تبھی طاہر بھائی سے کہہ دیا کہ فی الحال میری طرف سے اس انٹرویو کے لیے معذرت ہے جب سہولت محسوس کروں گی اور میرے پاس قارئین کے لیے اچھا خاصا وقت ہوگا تو میں خود ہی آپ کو بتا دوں گی۔

اب جب کہ میں نے قارئین کے لیے وقت نکالا ہے تو بھی دسمبر ختم ہو چکا ہے اور جنوری کی اولین دھند بھری صبح، کہر میں لپٹی سرد شامیں ہیں تو وقت اس قدر مختصر ہے کہ سمجھ نہیں آ رہی کہ ان ڈھیر سارے سوالوں کے اس قدر تفصیلی جوابات کیسے چند دنوں میں لکھوں؟ جب کہ آج کل مصروفیت کا یہ عالم ہے کہ مجھے کچھ بھی کرنے کی فرصت نہیں، سوائے گھرداری کے۔

قارئین نے جس طرح گزشتہ عرصہ سے اپنی محبتوں اور دعاؤں میں یاد رکھا ہوا ہے اب ان کا حق ہے کہ ان سب بہنوں کے خطوط و سوالات کا تفصیلی اور تسلی بخش جواب عنایت کروں، میری پوری کوشش ہوگی کہ کسی کے بھی سوالات کو نظر انداز نہ کروں اور تمام سوالات کے مکمل جواب دوں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چند سال پہلے آنچل میں "بہنوں کی عدالت میں" کا سلسلہ چلتا تھا تب عشنا کوثر سردار اور آسیہ مرزا ان دونوں بہنوں کے انٹرویوز پڑھنے کو ملے تھے تو میں نے بہت شوق اور دلچسپی کے ساتھ ان کو پڑھا تھا ان کے اس وقت کے تمام جوابات مجھے اب بھی یاد ہیں، تب آسیہ مرزا کا ناول "مینوں مرن دا شوق وی سی" چل رہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اختتامی مراحل میں تھا۔ تب میں لکھتی ضرور تھی مگر وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان رائٹرز کی لسٹ میں، میں بھی لکھ رہی ہوں گی۔ آج جب کہ لکھ رہی ہوں تو بہت سی باتیں، گزرے دن، بھولی بسری باتیں یاد آ رہی ہیں، اس لیے آپ سے شیئر کر رہی ہوں۔ آسیہ کی میں بہت بڑی فین رہی ہوں، آسیہ کے تمام ناولز کتابی صورت میں میری الماری میں محفوظ ہیں اور عشنا کو میں آج بھی اسی دلچسپی اور شوق سے پڑھتی ہوں۔ وقت نے کروٹ بدلی ہے انسان ہی نہیں اس کی سوچ، نظریات اور اخلاقیات کے تقاضے تک بدل گئے ہیں مگر انسان اور قلم کا رشتا آج بھی برقرار ہے۔ جدتیں پیدا ضرور ہو گئیں مگر میں رائٹر بعد میں ہوں قاری پہلے ہوں۔ رائٹر اور قاری کا رشتا آج بھی مضبوط ہے اور رہے گا۔

میں قارئین کے سوالات کے جوابات دینے سے پہلے اپنے متعلق تمام ضروری باتیں شروع میں مختصر تعارف میں بتا دیتی ہوں کیونکہ تقریباً سبھی قاری بہنوں نے میری ذاتی زندگی سے متعلق کوئی نہ کوئی سوال کیا ہے اب میں انفرادی جوابات دینے کی بجائے سب کو اپنا ایک مختصر سا خاکہ پیش کر دیتی ہوں تاکہ سب کی تسلی ہو جائے۔

6 دسمبر 2012ء میں قاری بہن نرجس رانی (نرجس! قاری کہنے پر ناراض مت ہو جانا) نے مجھے ایک میسج سینڈ کیا تھا، مجھے میسج بہت پسند آیا تو میں نے اپنے ان باکس میں اسے سیو کر لیا۔ یہ میسج کسی نامعلوم شاعر کی پوئٹری ہے مگر الفاظ اچھے ہیں، انہی الفاظ کے ساتھ میں باقاعدہ تعارف کا آغاز کرنا چاہوں گی۔

ہمیں دریافت کرنے سے ہمیں تسخیر کرنے تک

بہت ہیں مرحلے باقی ہمیں زنجیر کرنے تک
ہمارے ہجر کے قصے سمیٹو گے تو لکھو گے
ہزاروں بار سوچو گے ہمیں تحریر کرنے تک
ہمارا دل ہے پیمانہ سو پیمانہ تو چھلکے گا
چلو دو گھونٹ تم بھرلو ہمیں تاثیر کرنے تک
پرانے رنگ چھوڑو آنکھ کے اک رنگ ہی کافی ہے
محبت سے چشم بھرلو ہمیں تصویر کرنے تک
ہنر تکمیل سے پہلے مصور بھی چھپاتا ہے
ذرا تم بھی چھپا رکھو ہمیں تعمیر کرنے تک

تعارف:۔

ہر انسان اپنے اندر ایک مکمل شخصیت رکھتا ہے جس میں کچھ خوبیاں بھی ہیں اور بہت سی خامیاں بھی۔ میں بھی عام سی انسان ہوں مصور اپنے ہنر کی تکمیل سے پہلے اسے چھپاتا ہے میرے اندر بھی بہت سی خامیاں خوبیاں چھپی ہوتی ہیں۔ جو کچھ دیر پہلے تک میرے اندر تھیں اب لکھ رہی ہوں تو سامنے آ گئی ہیں۔ اس انٹرویو سے پہلے بھی قارئین کے سامنے ایک دو بار خطوط کے ذریعے رابطہ رہا مگر میری آپ سے یہ پہلی تفصیلی باضابطہ ملاقات ہے۔

میرا مکمل نام سمیرا شریف ہے۔ رائٹر بننے سے پہلے اسٹوڈنٹ لائف میں ہمیشہ میں نے خود کو سمیرا شریف طور ہی کہلوایا' طور ہماری کاسٹ ہے۔ ہمارا گھرانہ کچھ مذہبی ہے ہمارے ابوجان 2006ء کو 5 مئی کے دن فوت ہوئے تھے' ہم کل آٹھ بہن بھائی ہیں۔ بڑی چھ بہنیں اور پھر دو بھائی ہیں۔ چار بہنیں شادی شدہ ہیں۔ بڑی باجی نسیم کے پانچ بچے ہیں' حرا طلحہ' فائقہ' زکریا اور توحیدہ۔ فائقہ ہمارے پاس ہوتی ہے' یہ لوگ سیالکوٹ اور ڈسکہ کے درمیان ایک گاؤں میں رہتے ہیں پھر باجی شمیم ہیں' جن کے تین بیٹے عمیر' عماد اور جواد کے علاوہ ایک بیٹی تحریم ہے۔ یہ لوگ گجرات کے ایک قصبے کنجاہ میں رہتے ہیں۔ اس کے بعد باجی رضیہ ہیں پسرور کے قریب ان کا گاؤں ہے۔ یہ اپنا ذاتی چھوٹا سا علاقائی اسکول چلاتی ہیں (17 اپریل 2002ء کو ان کی شادی ہوئی تھی مگر تاحال اولاد کی نعمت سے محروم ہیں' آپ سے التماس ہے کہ ان کے لیے نیک صالح اولاد کی ضرور دعا کیجیے گا۔ یہ ہماری فیملی کے لیے ایک بہت بڑا دکھ ہے مگر اللہ کی رضا کے سامنے بے بس ہیں۔ دعا کیجیے گا نجانے کس کی دعا رب کریم کے ہاں شرف قبولیت پا جائے)۔ پھر بشریٰ کی شادی کی تھی اس کی دو بیٹیاں زرش اور عائشہ ہیں۔ بشریٰ ہمارے گھر کے قریب ہی رہتی ہے' شادی سے پہلے میری اور بشریٰ کی بہت دوستی تھی اب شادی کے بعد اپنی گھریلو لائف میں وہ خاصی مصروف ہوگئی ہے پھر بچیوں کی ذمہ داری' بہت کم ہمارے ہاں چکر لگاتی ہے۔ چند ماہ پہلے ہم نے مصباح کی منگنی منڈی بہاؤالدین میں کی تھی' مصباح کے فیانسی کا نام شہوار ہے (عموماً شہوار لڑکیوں کا نام ہوتا ہے مگر شہوار بھائی کی ماما کہتی ہیں کہ لڑکیوں کا نام درِ شہوار ہوتا ہے' وہ اس بات پر بہت خوش ہوتی ہیں کہ ان کے بیٹے کا نام منفرد سا ہے۔ ویسے بہت اچھی فیملی ہے' بس اللہ آگے نصیب اچھے کرے' ماشاء اللہ شہوار بھائی بھی بہت پیارے ہیں)۔ میں منگنی سے لے کر اب تک صرف ایک بار منڈی بہاؤالدین گئی ہوں' خاصا طویل اور تھکا دینے والا سفر ہے۔ ہیڈ قادر آباد بہت ہی پیاری جگہ ہے اور منڈی بہاؤالدین میں مالٹوں کے باغات دیکھنے والی چیز ہیں۔ (ہوسکتا ہے جب تک یہ انٹرویو شائع ہو ہم مصباح کی شادی کر چکے ہوں کیونکہ ہمارا ارادہ فروری میں شادی کرنے کا ہے)۔

اس کے بعد میں خود ہوں یعنی سمیرا شریف طور۔ میں بہنوں میں آخری نمبر ہے' گھر میں خاصی لاڈلی رہی ہوں ہر طرح کی فکر اور ذمہ داری سے آزاد زندگی گزاری ہے۔ مصباح کی منگنی کے بعد اب آ کر میں نے گھر کے کاموں میں ہاتھ ڈالا ہے تو پتا چل رہا ہے کہ میں نے زندگی میں باقی بہن بھائیوں کی نسبت کتنی عیاشیاں کی ہیں۔ بچپن سے لے کر اب تک میں بہت آزاد اور لاڈلی رہی ہوں۔ کچھ حد تک ہڈ حرام بھی کہہ سکتے ہیں اور کاہل بھی' ہاں اگر کسی چیز پر میں نے محبت اور توجہ صرف کی ہے تو اپنی تعلیم اور اپنے خوابوں پر۔

سگمنڈ فرائڈ کے نزدیک خواب لاشعور میں کھلنے والی کھڑکیاں ہیں۔

جب کہ میں خوابوں کو منزل تک پہنچنے والا رستہ او نچائی کو چھو لینے والا زینہ کہتی ہوں' میں بہت پڑھاکو اور لائق فائق طالبہ رہی ہوں۔ اگر میں اچھے مضمون کا انتخاب کرتی تو میں یقیناً بہت آگے جاتی مگر اللہ نے ابھی بھی کوئی کمی نہیں رکھی۔ میں نے تعلیمی لحاظ سے ایم اے اردو' ایم اے اسپیشل ایجوکیشن اور ایم اے ہسٹری کیا ہے۔ اسپیشل ایجوکیشن میں میں نے نابینا بچوں کے ایریا VIC (یعنی ویژول امپیرمنٹ چلڈرن) میں اسپیلائزیشن کی ہے۔ Brailla میں نے سر لیزر پال جو کہ فیڈرل گورنمنٹ اسپیشل ایجوکیشن MR اسکول کے استاد تھے ان سے سیکھی تھی' جن دنوں ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' کا اختتام چل رہا تھا شاید قارئین کو یاد ہو لاسٹ قسط میں ایک خط بھی لکھا تھا' تب ذہنی طور پر میں خاصی پریشان تھی تو میں نے خود کو مصروف رکھنے کا یہ طریقہ نکالا کہ ایم اے ہسٹری کا داخلہ بھیج دیا اور مکمل توجہ اسٹڈی کی طرف مبذول کرنے کی کوشش کی نیتجتاً آج ایم اے ہسٹری بھی ہوں۔ میرا ارادہ آگے اردو میں ایم فل کرنے کا ہے۔ NTS کی تیاری کا سوچ رہی ہوں' بھائی سے کئی بار ڈسکشن کیا ہے کہ مجھے فارم لا دو میں اپلائی کرلوں مگر بھائی کا ایک ہی جواب ہے کہ باقی کی اسٹڈی سسرال جا کر کرنا' ہماری جان چھوڑو۔ دیکھتے ہیں کہ فارغ رہنے کی بجائے میں کیا کرتی ہوں کیونکہ ایک وقت میں مجھے تین تین' چار چار کام کرنے کی پرانی عادت ہے۔ جاب کا فی الحال کوئی ارادہ نہیں ہے' میری انٹرن شپ تھی پچھلے سال انٹرن شپ ختم ہوگئی تو اس کے بعد کہیں بھی کوئی جاب نہیں کی۔ نابینا' گونگے بہرے بچوں کو پڑھانے کا اچھا تجربہ تھا' انٹرن شپ کے بعد مختلف اسکولز اور کالجز سے اچھی آفرز بھی آئی ہیں مگر بھائی کہتے ہیں کہ آرام و سکون سے گھر بیٹھو بلکہ گھرداری کرو اور میں ٹھہری معصوم بچی آرام سے گھر کے کام کرتی ہوں اور کچن سنبھالتی ہوں اور سچ بتاؤں یہ ڈیوٹی 24 گھنٹوں پر مشتمل ہوتی ہے' جس میں نیند کے سوا کوئی آف نہیں کوئی بریک نہیں۔ اس سے پہلے میں گھرداری میں بالکل زیرو تھی' چائے بھی پوچھ کر بناتی تھی اب اللہ کا شکر ہے نمک' مرچ کی مقدار میں ہی نہیں بلکہ آٹے چینی کا بھاؤ بھی پتا چل رہا ہے۔ پہلے میں صرف پڑھائی بھی کتابیں چاٹ لیں یا پھر قلم چلا لیا اب سب کو خوش کرنے کے چکر میں صرف گھرداری ہی ہوتی ہے۔ امید واثق ہے کہ کچھ عرصہ تک ایکسپرٹ ہو ہی جاؤں گی اور تجربہ خیر عمر گزارنے اور بال سفید کرنے سے آتا ہے' ہمیں بھی آ ہی جائے گا۔

مجھ سے چھوٹے اویس بھائی ہیں' جن کا اصل نام حافظ محمد احمد طور ہے' سعودی عرب میں ہوتے ہیں' آج کل پاکستان آئے ہوئے ہیں' ہم ان کے لیے کوئی لڑکی دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا ارادہ بھائی کی شادی مصباح کی شادی کے ساتھ ہی کر کے پھر باہر بھیجنے کا ہے۔ وقاص بھائی ہمارے سب سے چھوٹے بھائی ہیں ابو کے بعد اور بھائی کی غیر موجودگی میں سارے گھر کی ذمہ داری وقاص بھائی نے ہی سنبھالی ہوئی ہے۔ کم عمری نے وقت سے پہلے سنجیدہ بنا ڈالا ہے مگر بلا کا صابر اور ذمہ دار ہے۔ ایم سی ایس کر رہا ہے' ذہین ہے' ماشاء اللہ حافظ بھائی اور وقاص دونوں ہی خاصے ذہین ہیں۔

گھرداری کے علاوہ میں اپنی وہی پرانی روٹین یعنی اکیڈمی میں پڑھاتی ہوں' میرے پاس ایم اے کی کلاسز تک کے اسٹوڈنٹس ہوتے ہیں' بچوں سے میں رات 8 یا 9 بجے تک فارغ ہوتی ہوں' گھرداری کا ایک فائدہ یہ ہوا ہے کہ میں اپنی امی کے قریب ہوگئی ہوں۔ پہلے جو بات مجھے الجھاتی تھی اور میں خود ہی الجھتی رہتی تھی اب اپنی امی جان سے ڈسکس کر لیتی ہوں۔ ماں باپ اور بہن بھائی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بھی خوب صورت رشتا نہیں ہے میں خاصی سوشل واقع ہوئی ہوں۔ بہت جلد لوگوں میں نا صرف گھل مل جاتی ہوں بلکہ لوگوں پر بہت جلد اعتبار بھی کر لیتی ہوں مگر کبھی اپنی قدروں سے ہٹ کر کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اپنے اساتذہ کی محبوب رہی ہوں' مجھے یاد پڑتا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے ایگزیمز میں' میرا سینٹر جس اسکول میں تھا وہاں کی ہیڈ ہمارے ہائی اسکول کی ہیڈ تھیں' میں ایگزیمینیشن ہال میں بیٹھی پیپر حل کر رہی ہوں کہ انہوں نے ہال کا چکر لگایا ہے' میری سیٹ انٹر ڈور کے پاس ہی تھی ان کی نگاہ مجھ پر پڑی تو انہوں نے فوراً پہچان لیا ہے۔

''او نالائق! ادھر کہاں؟ کس چیز کے پیپر دے رہی

ہو؟“ بہت محبت اور شفقت سے مجھے پکارا تو میں نے فوراً اپنی سیٹ سے کھڑے ہوکر انہیں سلام کیا اور اندر ہی اندر حیران بھی کہ میڈم شہناز نے مجھے کیسے پہچان لیا ہے۔ حیرت ہے میں ان کو ابھی تک اتنے سال گزر جانے کے باوجود یاد رہ گئی ہوں۔“ میں نے انہیں صرف سلام کیا ہے مگر انہوں نے بھرپور توجہ اور مہربانی سے مجھے گلے لگایا ہے‘ استاد اپنے محبوب طلباء کو ضرور یاد رکھتا ہے مگر بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی بہت بڑے ادارے کا سربراہ اپنی ایک کئی سال پہلے فارغ التحصیل طالبہ کو یاد رکھے؟ میں خود استاد ہوں ہر سال کئی طالبات آتی ہیں اور کئی سال بعد ملنے والی کوئی لڑکی میرے پاس آ کر مجھے جب کہے کہ ٹیچر میں آپ کی طالبہ ہوں آپ سے فلاں سال فلاں کلاس میں پڑھا ہے تو میں سر ہلا دیتی ہوں کہ ہوسکتا ہے میں نے پڑھایا ہو۔ استاد بھول جاتے ہیں مگر طالب علم نہیں۔

میں اسکالر شپ ہولڈر رہی ہوں‘ بی اے میں ہماری ٹیچر مس شازیہ ندیم تھیں آج بھی میں جب کالج جاتی ہوں تو وہ گلے لگا کر ملتی ہیں اور اپنی کلاس میں بڑے فخر سے ذکر کرتی ہیں کہ ان کی اسٹوڈنٹ سمیرا شریف طور ہے۔

مجھے بہت اچھی دوستیں ملی ہیں‘ تسلیم نصیر احمد میری بہت اچھی اور بیسٹ فرینڈ ہے‘ وہ تین چار سال پہلے اپنے میاں کو پیاری ہوگئی تھی‘ اب اس کا ایک بہت ہی پیارا بیٹا حنظلہ ہے‘ یہ تسلیم سندس جبیں کی تایازاد ہے اور سندس جبیں سے میری کسی زمانے میں بھی بہت کلوز فرینڈ شپ رہی ہے اب سندس نے آنکھیں پھیر لی ہیں تو اور بات ہے (سندس! پڑھ کر بھی رابطہ نہ کرو تو پھر ڈوب ہی مرو)۔

خاندان بھر کی محبوب ہوں مجھے اپنی فیملی سے ہی نہیں خاندان سے بھی بہت پیار ملا ہے تقریباً سبھی عزت کرتے ہیں محبت سے پیش آتے ہیں‘ ننھیال میں خالہ کی فیملی سے زیادہ بنتی ہے تو ان کے ساتھ ہی اکثر رابطہ ہوتا ہے‘ ورنہ باقی لوگوں سے کم ہی رابطہ کرتی ہوں۔

میرے بارے میں مشہور ہے کہ سمیرا طور بہت پراؤڈی ہے۔ ہمارے ایس ایم ایس کا ری پلائی نہیں کرتی یا ہمیں کال نہیں کرتی۔ میں بالکل بھی مغرور نہیں ہوں جو لوگ مجھے جانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں قطعی پراؤڈی نہیں ہوں ہاں میں محتاط ضرور ہوں۔ شروع شروع میں میں سبھی کے میسجز کے ری پلائی کرتی تھی مگر وہ کہتے ہیں ناکہ سبھی انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ فین اور قاری میں بہت فرق ہوتا ہے‘ فین جب تک فین رہتا ہے قابل برداشت رہتا ہے اور جب فین ذاتیات میں دخل اندازی کرتے ہوئے ہماری لائف کو ڈسٹرب کرنے لگتا ہے پھر محتاط ہونا پڑتا ہے۔ قاری کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے محبت اور خلوص کا خاموش تعلق ہوتا ہے‘ قاری کی توقعات نہیں ہوتیں جتنی فین کی ہوتی ہیں اور ہر فین کی سبھی توقعات پر پورا اترنا بڑا دل گردے کا کام ہے۔ جیسے سبھی انگلیاں برابر نہیں ہوتیں ایسے ہی کچھ فینز کی وجہ سے میں وہ انتہائی فیصلہ کیا تھا جس کا ذکر بہت سے قارئین نے ”یہ چاہتیں یہ شدتیں“ کی لاسٹ قسط سے پہلے شائع ہونے والے خط میں پڑھا تھا۔

”میری اپنی ایک زندگی ہے‘ لائف اسٹائل ہے‘ میری فیملی کنزرویٹو نہیں مگر بہت بولڈ بھی نہیں‘ حد میں رہ کر ہمیں ہر طرح کی آزادی میسر ہے۔ ہمارا سلفی گھرانہ ہے اور میرے لکھنے پر بہت سے اعتراضات بھی ہوتے ہیں۔ مجھے اس سلسلے میں بہت کچھ سننا بھی پڑتا ہے جیسے کہ تم جو لکھ رہی ہو یا کمارہی ہو یہ سب حرام ہے۔ میں نے زندگی میں بہت ہی آزادی دیکھی ہے‘ ایجوکیشن کے دوران اور جاب کے دوران بھی مگر ہر ممکن کوشش رہی ہے کہ جو حدود میرے لیے مقرر ہیں ان کو کبھی کراس نہ کروں اور اللہ کا شکر ہے ان کو کراس کرنے کا کبھی خیال آیا اور نہ ہی کبھی ایسی کوئی احمقانہ کوشش کی۔ میں اخلاقیات اور کردار کو بہت اہمیت دینے والی لڑکی ہوں۔ دیکھتی ہوں کہ جو بات میرے کردار پر انگلی اٹھا سکتی ہے اسے فوراً ترک کر دیتی ہوں اور اب میں خاصی بدل گئی ہوں جو لوگ مجھے پہلے سے جانتے تھے وہ اب ملیں تو ایک ہی بات کہتے ہیں کہ ”سمیرا! تم بہت بدل گئی ہو۔“ اور ایسا ہے بھی میں چادر اور چار دیواری کو اہمیت دینے والی لڑکی ہوں اب بلاضرورت بحث و مباحثے سے گریز کرتی ہوں‘ جابز کی کئی اچھی آفرز تھیں اب بھی آ رہی ہیں مگر بھائی نے جب ایک دفعہ کہہ دیا کہ آرام سے گھر میں رہو جب تک تم کو جاب کی ضرورت تھی تم نے کی اب خود کو

خوار کرنے کی ضرورت نہیں۔ اکیڈمی میں پڑھانا کافی ہے اسے جاری رکھو اگر پیسوں کی ضرورت ہے تو ہم سے کہو اب ہم اس لیول پر ہیں کہ تم کو دے سکتے ہیں اور میں نے آرام سے بغیر کسی بحث کے بھائی کی بات مان لی کہ بھائی لوگ مرد ہیں اور مرد کی سوچ‘ عورت کی سوچ سے زیادہ وسیع اور باشعور ہوتی ہے۔

میں بہت سادہ مزاج ہوں‘ پہننے اوڑھنے میں بھی خاص نخرہ نہیں کرتی۔ کبھی سوچ بہت اونچے لیول کی تھی لاابالی سی مگر اب گھر والوں کی سوچ اور ان کے مزاج کے مطابق چلنے کی کوشش کرتی ہوں اور سب سے اہم بات مجھے اپنی فیملی‘ اپنے بھائیوں‘ اپنی بہنوں اور اپنی امی سے بہت محبت ہے اور جن سے محبت ہو وہ کبھی ہمارا غلط نہیں سوچتے اور ان کے لیے سب کچھ کرنے کو دل کرتا ہے۔

مجھے اپنے ابوجان سے بھی بہت محبت تھی اب بھی کبھی ان کا ذکر چلے تو دل دکھ جاتا ہے اور آنکھ بھر آتی ہے۔ ابو جی کو ہم سے بچھڑے ساڑھے چھ سال ہورہے ہیں‘ 5 مئی 2006ء بروز جمعہ کو فوت ہوئے تھے‘ وہ دن‘ وہ لمحے مجھے آج بھی یاد ہیں‘ یوں لگتا تھا کہ جیسے دنیا میں بہت سی تبدیلی آگئی ہے۔ ہماری ساری زندگی ڈسٹرب ہوگئی ہے اور اب سنبھلنے میں شاید ساری زندگی گزر جائے مگر وہ اللہ بڑا مہربان ہے۔ وقت کا کام تھا گزرنا چھ سال اور آٹھ ماہ گزر چکے ہیں‘ ابو جی کو دنیا سے رخصت ہوئے مگر ان کی باتیں ان کی یادیں آج بھی دل میں روشن ہیں۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

جن دنوں ابو جی فوت ہوئے تھے ان سے پہلے میں نے اپنا ناول ”جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا“ لکھنا شروع کیا تھا‘ ابھی تین چار صفحات ہی لکھے تھے کہ ابو کی بیماری نے ادھر متوجہ کرڈالا پھر ابو کی وفات اور اس کے بعد ایک ماہ تک سنبھلنے کا ہی موقع نہ ملا۔ اس کے بعد خود کو ذہنی طور پر سنبھالنے کے لیے میں نے دوبارہ قلم سنبھالا تو نجانے کس طرح وہ ناول مکمل کیا۔ اس ناول کو میں نے اپنے تمام جذبات‘ احساسات سونپ دیئے تھے عبدالباری کے کردار میں میرے تمام جذبے تھے۔ کہانی کا اختتام اور عبدالباری کی ڈیتھ مجھے ہمیشہ اپنے ابو کی ذات یاد دلاتی ہے۔ میرے ابو جی کہا کرتے تھے کہ:۔

”میری اولاد وہ ہے جو کچھ بنے گی جو بہت سارا پڑھے گی۔“

ہمارا گھرانہ اپنے خاندان کی نسبت ایجوکیٹڈ ہے‘ اس سے پہلے ہمارے ابو کی فیملی اور ان سے پہلے لوگوں میں لڑکیوں کی تعلیم کا کوئی خاص اہتمام نہ ہوتا تھا۔ ابو کو بڑی خواہش تھی کہ ان کی اولاد پڑھے لکھے‘ کوئی مقام حاصل کرے اور پھر ابو نے اس کے لیے کوشش بھی کی۔ میں بچپن میں سوچا کرتی تھی کہ ابو کی بات کا کیا مطلب ہے؟ کبھی سوچتی کہ جو لوگ ڈاکٹر‘ انجینئر بنتے ہیں یا آرمی میں جاتے ہیں‘ وہی لوگ بڑے لوگ ہوتے ہیں‘ دنیا میں ان کا نام مقام شہرت ہوتی ہے‘ جوں جوں عمر بڑھتی گئی شعور بڑھتا چلا گیا تو پتا چلا بڑا انسان بننے کے لیے ضروری نہیں کہ کوئی ڈاکٹر‘ انجینئر یا آرمی سولجر بنے بلکہ بڑا آدمی بننے کے لیے ایک اور راستہ بھی ہے‘ میرے خوابوں میری خواہشوں کی تتلیوں کی اڑان اتنی بلند تھی کہ مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ کب خواب‘ خواہشیں ایک ”رائٹر“ کی آنکھوں میں واضح منزل کا تعین کر گئیں۔ میں ساتویں میں تھی جب ہر روز رات کو بستر پر لیٹ کر ساری رات آسمان پر تارے گننے میں ہی سوچتی رہتی تھی کہ ایسا کیا کروں کہ میں بھی ایک بڑی انسان بن جاؤں‘ اتنی بڑی کہ دنیا میں میرا نام ہو اور مجھے دیکھنے کے لیے لوگوں کو سر اوپر اٹھانا پڑے ناکہ مجھے لوگوں کو دیکھنے کے لیے سر نیچے جھکانا پڑے۔ سمت واضح تھی راستہ کھلا تھا‘ خواب ابو نے دیکھے تھے راستہ انہوں نے دکھایا تھا اور کوششیں میں نے خود کی تھیں۔ میری راتیں خواب دیکھتے اور ان کی تعبیر پانے میں گزرنے لگی تھیں‘ میں نے کہانیاں سوچنا بننا لکھنا شروع کیا‘ ڈر ڈر کر کہ کسی کو پتا نہ چلے میں ہوم ورک کرنے کے بہانے سارا سارا دن ایک کونے میں بیٹھی صفحے کالے کرتی رہتی تھی۔

(جاری ہے)

مجھے حکم اذاں

اُم مریم

خاموش فضا تھی کہیں سایہ بھی نہیں تھا
اس شہر میں ہم سا کوئی تنہا بھی نہیں تھا
اونچی سی حویلی میں اُترتا رہا شب بھر
کٹیا میں میری چاند نے جھانکا بھی نہیں تھا

تم میرے پاس رہو
میرے قاتل میرے دلدار میرے پاس رہو
جس گھڑی سیاہ رات چلے
آسمانوں کا لہو پی کے سیاہ رات چلے
بین کرتی ہوئی ہنستی ہوئی گاتی نکلے
درد کی کاسنی پازیب بجاتی نکلے
پھرنا آسودگی مچلے تو منائے نہ منے
جب کوئی بات بنائے نہ بنے
جب نہ کوئی بات چلے
جس گھڑی ماتمی سنسان سیاہ رات چلے
تم میرے پاس رہو!
میرے قاتل میرے دلدار میرے پاس رہو!

سیاہ تارکول کی سڑک پہ گاڑی سبک رفتاری سے آگے بڑھتی بالآخر ایک جگہ رک گئی۔ مگر ونڈ اسکرین پر ہونے والا بوندوں کا رقص جاری تھا۔ نندنی نے بہت چونک کے نگاہ اٹھائی۔ سڑک سے کچھ پرے سرسبز گھاٹیوں اور پتھریلے راستوں سے ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈی کسی پراسرار کہانی کی طرح خاموش اور ویران نظر آئی تھی۔ اس پگڈنڈی کا اختتام ایک اونچی پہاڑی پہ جا کے ہوتا تھا۔ جس پہ وہ کالی ماتا کا مندر آباد تھا۔ سیاہ پہاڑی پہ استادہ مندر کی عمارت اس پل دھند لے غبار میں گھری کسی جادوئی بنگلے کی طر دکھائی دے رہی تھی۔ عام دنوں میں بھی یہ راستے دشو گزار تھے مگر اس پل گویا برستے امبر نے ان کی خوفنا کچھ اور بھی بڑھا دیا تھا۔ پھسلن خطرناک حد تک بڑھ تھی۔ اونچی پہاڑی پہ واقع مندر میں داخل ہونے لیے پہاڑی کے گرد گھومتے اس راستے کو عبور کیا جاتا تھ پہاڑی کو کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ یہاں کے لوگوں کا عقید اتنی کٹھنائیاں عبور کر کے جو حاجت مند کالی ماتا کے چ چھوتا ہے وہ من کی مراد پائے بغیر نہیں رہتا۔ وہیں م کے احاطے میں ایک گھنٹہ بھی نصب تھا جسے چھونے پ کے اندر جا بجا لگی گھنٹیاں بج اٹھتی تھیں۔ یہ بھی وہیں عقیدت مندوں کا خیال بلکہ راسخ یقین تھا یہ گھنٹیاں کے ہاتھ لگنے پہ گنگناتی ہیں جس کی مراد بر آئی ہو یہ س معلومات نندنی کو اس کی دوست سنجنا نے پہنچائی تھیں نندنی وہاں جانے کو بے قرار ہو اٹھی تھی مگر ممی کی اجاز کے بغیر اس کا وہاں تک پہنچنا مشکل تھا اور ممی اسے اجازت نہیں دے سکتی تھیں ان سے اجازت لینے کا م انہیں ساری بات بتلانا تھا جو نندنی کو ہرگز گوارا نہیں جبھی اس نے اس وقت کا انتخاب کیا تھا جب ممی اور خا طور پر ڈیو گھر پر نہ ہوں۔ ڈیو تو صحیح معنوں میں اس کا

بن جانا چاہتا تھا بہت محبت کا دعویٰ تھا دیو کو اس سے جبکہ وہ اسی قدر اس سے چڑتی تھی۔

"میم پلیز آپ یہیں رک کر دیوی جی سے پرارتھنا کرلیں۔ راستہ بہت......"

"تم شوفر ہو ہمارے شوفر ہی رہو۔ سمجھے؟"

نندنی نے ڈرائیور کو جھڑکا۔ نندنی دروازہ ایک جھٹکے سے بند کرکے آگے بڑھ گئی۔ راستہ دشوار گزار اور خطرناک تھا وہاں اکا دکا عقیدت مند نظر آرہے تھے ان میں بھی زیادہ تعداد مردوں کی تھی۔ نندنی بلیو جینز کے اوپر پنک کارڈیگن پہنے ہوئے تھی۔ اس کے لمبے ریشمی بال کیچر میں جکڑے ہوئے تھے جو ہلکی سی جنبش پہ بکھر بکھر کر سمٹتے تو اس پہ اٹھنے والی نگاہ ٹھٹک جاتی۔ وہ مشرق و مغربی حسن کا بے مثل شاہکار تھی۔ ساڑھے پانچ فٹ قد نازک سراپا اور بے تحاشا اجلی دودھیا رنگت اسے ہزاروں نہیں لاکھوں کے مجمع میں بھی ممتاز رکھاتی تھی اس پہ اس کی کم عمری اس حسن اور جاذبیت کو مزید بڑھا دیتی۔ یہ مندر شہر سے ہٹ کر تھا یہاں عموماً امیر فیملیز پراتنا کے لیے نہیں آیا کرتی تھیں یہ متوسط اور غریب قسم کے لوگوں کا مندر تھا۔ نندنی جیسی لڑکی کو وہاں موجود لوگوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا تھا۔ نندنی ایسی نگاہوں کی کسی حد تک عادی تھی۔ اس کا غیر معمولی حسن اس کو ہمیشہ مرکز نگاہ بناتا تھا۔ مگر ایسی جسم کے آر پار ہوتی نظریں نندنی کو ناگوار محسوس ہوئی تھیں۔ اسے اپنے اکیلے آنے کے فیصلے پہ ملال ہوا مگر یہ لمحاتی احساس تھا اگلے پل وہ اس جذبے سے سرشار پھر سیڑھیاں عبور کرنے لگی۔ راستہ میں پھسلن تھی وہ تین مرتبہ پھسلی اور چوتھی مرتبہ گرتے گرتے بچی تھی اور بالآخر جب اوپر مندر میں پہنچی تو اس سرد موسم میں بھی اس کی صبیح پیشانی پسینے کے ننھے منھے قطروں سے جگمگا رہی تھی اور سانس پھولی ہوئی تھی۔

مندر کا سارا ماحول نیم تاریک تھا۔ سامنے کالی ماتا کا بھیانک مجسمہ نصب تھا۔ جس پہ نگاہ پڑتے ہی اس کے اندر عقیدت واحترام کی بجائے گھن اور خوف کا احساس جاگا تھا مگر اس نے جھرجھری لے کر اپنے اس احساس کو اگلے ہی لمحے جھٹک دیا۔ وہاں موجود لوگوں کے انداز میں اس نے پرارتھنا کی تھی پھر دونوں ہاتھ پیشانی سے ٹیک کر صدق دل سے گویا ہوئی تھی۔

"میرے من کی مراد پوری ہو میں اسے پالوں جسے ڈھونڈنے کی خواہش میں میں نے خود کو گم کرڈالا ... بہت تھک گئی ہوں۔" جانے کتنی دیر تک وہ سسک سسک کر التجائیں اور روتی رہی۔ اسے احساس تک نہ ہوا کتنا وقت بیتا گیا آس پاس موجود لوگ کچھ حیرت کچھ عقیدت بھرے انداز میں اسے اتنی عاجزی سے پرارتھنا کرتے دیکھ رہے تھے جب چمکتی ہوئی ٹنڈ والے پنڈت جی نے آکر بہت شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

"کالی ماتا کے در پہ آکے کوئی خالی نہیں جاتا۔ سندری تو بھی من کی مراد پالے گی بس ایک تھوڑا سا صبر کرلے۔"

"کتنا صبر پنڈت جی؟ کتنا صبر...... تین سال ہو چکے ہیں اسے دیکھے اسے گنوائے۔" وہ کچھ اس طرح سے بکھر گئی تھی کہ زار و قطار رو پڑی۔ پنڈت نے بغور اسے دیکھا۔ بھنویں سکیڑ کر آنکھیں چندی کرکے کچھ گھمبیر آواز میں بولا۔

"اگر زیادہ جلدی چاہتی ہے تو کل کی ساری رات یہاں گزار دیوی ماتا کے چرن چوم کر وہ خوش ہوگی تو تیرا کام جلدی بن جائے گا۔" نندنی نے بہت چونک کر پنڈت کو دیکھا اس کا بے قرار دل ایک لمحے کو سمٹا۔

"واقعی آپ سچ کہہ رہے ہیں پنڈت جی؟"

"ہاں سندری سچ بولتے ہیں ہم......" پنڈت کی چمک دار نگاہوں نے بہت حریصانہ انداز میں نندنی کے شگرفی وجود کو تکا تھا نندنی ایک دم سے کچھ ٹھٹک گئی۔ اندر اٹھنے والا جوش یکلخت دھیما پڑ گیا۔ اس نے ہونٹ بھینچ کر سر کو اثبات میں جنبش دی تھی۔

"پھر تم آؤ گی نا سندری کسی رات کو؟" وہ پلٹی تو پنڈت نے سرعت سے سوال کیا تھا۔

"آج تو شاید نہیں میں کل ضرور حاضر ہوں گی پنڈت

جی۔" نندنی نے آہستگی سے کہا تھا اور بعجلت مندر سے نکل گئی۔ باہر فضا ابھی ہنوز دھندلی تھی مگر نندنی کو لگا تھا وہ جیسے برزخ سے نکل آئی ہو ایک لمحہ لگا تھا اسے پنڈت کی غلیظ نظروں کی ہوس پڑھنے میں۔ اس کے اٹھتے قدموں کی رفتار بڑھ گئی۔ اس کا دوبارہ لوٹ کر یہاں آنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔

❁......❁......❁

باتھ لے کر وہ باہر آیا تو بیڈ پہ لاپروائی سے پڑا ہوا اس کا سیل فون مسلسل وائبریٹ کررہا تھا۔ عباس نے تولیے سے گیلے بال خشک کرنے کا کام موقوف کیا اور ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھایا۔ عین اسی پل کال ڈسکنکٹ ہوگئی تھی۔ عباس نے مسڈ کالز چیک کیں۔ پچیس مسڈ کالز تھیں اور ساری کی ساری عریشہ کی۔ اس کے ہونٹوں کی تراش میں دل آویز مسکان بکھر گئی۔ عریشہ کا نمبر پش کرکے اس نے ہینڈز فری سیٹ کیا اور موبائل جینز کی پاکٹ میں ڈال لیا۔

"ہیلو جان عباس!" پہلی کے بعد دوسری کوشش پہ عریشہ نے کال پک کی تو عباس نے مسکرا کر بات کا آغاز کیا۔

"مجھ سے بات بھی مت کرو تم۔"

"ہائیں مگر وہ کیوں؟" وہ ٹھٹکا اور سخت احتجاجی انداز اپنا لیا۔

"کہاں تھے اب تک؟ فون کر کرکے پاگل ہوتی رہی مگر پروا نہیں تمہیں۔" وہ بے حد خفا تھی۔ عباس کو اس کی خفگی بھی پیاری لگتی تھی۔ صحیح معنوں میں جان دیتا تھا اس پر۔

"جان من نہا رہا تھا۔ اگر حکم ہو تو سیل وہاں بھی ساتھ لے جایا کروں؟" فدویانہ انداز بے حد متاثر کن تھا۔ عریشہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"عباس تم بھی نا......"

"صرف تم پہ مرتا ہوں۔" عباس فی الفور رومینٹک ہوا اور عریشہ حظ لے کر ہنسنے لگی۔

"اتنی دور رہ کر اتنی پیاری ہنسی ہنسو گی تو ہجر کی آگ میں جل کے خاک ہوجاؤں گا۔ کب مکمل طور پر ملو گی ظالم لڑکی۔" وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ عریشہ کی ہنسی زندگی کا احساس بن کر اس کی سماعتوں میں اتری۔

"اگر اتنی آسانی سے تمہارے ہاتھ آگئی تو پھر تمہاری محبتوں کی شدتوں اور گہرائیوں کا اندازہ کیسے ہوگا؟" اس کی بات سن کر عباس نے طویل تر سانس کھینچا تھا۔ پھر بدمزگی سے گویا ہوا۔

"یہ بھلا کیا بات ہوئی۔ محبت کی شدتوں کا اندازہ قربتوں سے بھی تو لگایا جاسکتا ہے۔"

"لیکن ہر پریڈ کا الگ چارم ہوتا ہے عباس۔" عریشہ اپنی منطق پہ ڈٹی رہی۔ پھر جیسے کچھ یاد آنے پہ چونک کر بولی۔

"عباس تم نے بتایا نہیں کیا فیصلہ کیا تم نے؟"

"کون سا فیصلہ؟" عباس اب ڈریسنگ ٹیبل سے ہٹ کر بیڈ تک آگیا تھا۔ بستر پر لیٹ کر اس نے ریموٹ سے ٹی وی آن کرلیا مگر اس کا دھیان اور توجہ عریشہ کی باتوں میں ہی تھی۔

"بس یہ اہمیت ہے تمہارے نزدیک میری باتوں کی، بھول بھی گئے۔" وہ فوراً ناراض ہوئی اور عباس حیدر کو اسے منانے کے لیے اگلے سات منٹ اس کی منت کرنا پڑی تھی۔ تب وہ احسان جتلاتے ہوئے مانی اور اٹھلا کر بولی تھی۔

"میں نے کہا تھا نا فلموں میں کام چھوڑ دو۔ عباس مجھے تمہارا غیر عورتوں کے نزدیک رہنا بالکل پسند نہیں

اعتذار

نازیہ کنول نازی ناسازی طبیعت کی باعث سے اس بار "جھیل، کنارہ، کنکر" نہ لکھ سکیں ہے۔ اس لیے اس ماہ اُن کا ناول شامل اشاعت نہیں ہے۔ ان شاءاللہ آئندہ ماہ آپ ناول پڑھ سکیں گی۔

ہے۔" عباس نے اس کی بات کو سنا اور زور سے ہنس پڑا۔
"جیلس ہو رہی ہو؟" وہ گویا اسے چھیڑ رہا تھا۔ عریشہ نے اعتراف میں تامل نہ کیا۔
"ہو رہی ہوں پھر......"
"گڈ! پھر یہ کہ میں آپ کے حکم کو سر آنکھوں پہ رکھتا ہوں مادام!"
"یعنی تم عباس تم واقعی سچ کہہ رہے ہو تم اب موویز میں کام نہیں کرو گے؟" عریشہ حیرت و خوشی سے جیسے بے قابو ہو کر چیخی تھی۔ عباس آہستگی سے مسکرا دیا۔
"اگر یقین نہیں آ رہا تو کل اخبار میں پڑھ لینا۔"
"تھینک یو عباس تھینکس فار دس آنر۔" عریشہ کی آنکھیں اس اہمیت اس محبت کے مظاہرے پہ بے اختیار چھلک اٹھیں۔

وہ ایک عام سی لڑکی تھی۔ جس میں کچھ بھی خاص نہیں تھا۔ نہ غیر معمولی حسن نہ دولت نہ ذہانت' نہ ہی تعلیم کچھ بھی تو ایسا خاص نہیں تھا کہ عباس حیدر جیسا خاص بے حد حسین اور شاندار لڑکا اس پہ اس انداز میں فریفتہ ہو جاتا' مگر ایسا ہوا تھا تو اس میں کمال عریشہ کے نصیب کا تھا۔ عباس سے اس کی ملاقات اپنی دوست کی برتھ ڈے پارٹی میں ہوئی تھی جو انہوں نے ایک ہوٹل میں سیلیبریٹ کی تھی۔ یہ ایک حادثاتی ملاقات تھی جس میں عباس کو جانے عریشہ میں ایسا کیا نظر آیا تھا کہ وہ اس سے محبت کر بیٹھا۔ عریشہ کی منگنی اپنے کزن سے ہو چکی تھی مگر جب عباس نے اس کے ہاں جا کر شادی کی خواہش ظاہر کی تو عریشہ کے ابا نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا تھا کہ عریشہ ان کے بھتیجے سے منسوب ہے۔ مگر عریشہ اور اس کی والدہ نے اس رشتے کو قبول کر لیا تھا' ایک بڑے جھگڑے کے بعد عریشہ کی امی نے عریشہ کا رشتہ اس کے چچا کے بیٹے سے توڑ کر عباس سے طے کر دیا تھا تو اس کے پیچھے عباس حیدر کی سحر انگیز شخصیت ہی نہیں اس کا مضبوط بیک گراؤنڈ اور شہرت و دولت اہم تھیں۔ عریشہ بھی ماں کی طرح مفاد پرست تھی

مگر اس کی ماں تو بے حد لالچی تھی وہ اس سنہرے موقع کو ہرگز گنوانے کے حق میں نہیں تھیں چاہے اس بڑھاپے میں انہوں نے شوہر سے منہ موڑ لیا تھا تو ان کے خیال میں وہ پھر بھی گھاٹے میں نہیں رہی تھیں اور یہ خیال ایسا غلط بھی نہیں تھا۔ وہ اب تک عریشہ کے ذریعے مال عباس سے حاصل کر چکی تھیں اور ابھی مزید حاصل کرنے کا ارادہ تھا۔ عباس حیدر کی آنکھوں پہ عریشہ کی محبت نے پٹی باندھ دی تھی وہ گویا سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھا تھا۔ اسے ہر سمت صرف عریشہ نظر آتی تھی۔ یا پھر عریشہ کی خوشی اسے عزیز تھی۔ عریشہ کے منہ سے نکلی بات چاہے وہ کیسی ہی ہو اس کے لیے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ یہی وہ کام تھا جس کی خاطر عباس نے اپنی فیملی کو چھوڑ دیا تھا اور اب عریشہ نے شوبز سے علیحدگی کا مطالبہ کیا تو عباس نے لمحے کی تاخیر کے بغیر فلموں میں بطور ہیرو کام کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اپنے عروج کے دور میں یہ فیصلہ اگر اس نے کیا تھا تو اس سے عریشہ کو جتلا رہا تھا کہ وہ اس کی محبت میں کس حد تک آگے چلا گیا تھا۔

عباس کے حوالے سے شائع ہونے والے اس بیان سے اخبارات اور ٹی وی پہ ایک ہلچل مچ گئی تھی۔ وجہ اور وضاحتیں پوچھی جا رہی تھیں مگر عباس کی طرف سے خاموشی تھی۔ اس کے لاکھوں شائقین بے قرار تھے ان کا اصرار تھا عباس حیدر کو ہرگز بھی یہ فیصلہ نہیں لینا چاہیے۔ عباس کی جو فلمیں ابھی تکمیل کے مراحل میں تھیں جنہیں وہ سائن کر چکا تھا ان کے ڈائریکٹر اور پروڈیوسر اس کے اس فیصلے کے بعد پریشان ہو گئے تھے مگر ان کے برعکس عریشہ بے حد مطمئن سرشار اور مغرور ہو گئی تھی۔

❁......❁......❁

ملکوال گاؤں کے گدی نشین پیر کرامت علی شاہ کی چار اولادیں ہیں۔ بڑا بیٹا وقاص حیدر جو خالصتاً جاگیردارانہ سوچ رکھنے والا ناک چڑھا مغرور اور فطرتاً اوباش انسان ہے۔ وقاص کے بعد ایک بیٹی ہے پھر عباس حیدر

جس کا بے تحاشا حسن اور شائستگی خاندان بھر میں بے مثل ہے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے وہ تین سال پہلے واپس ملکوال آیا تو بڑی کے بعد اس سے چھوٹی بہن کی شادی کی تیاریاں بھی عروج پہ تھیں۔ شادی کی اس تقریب میں عباس حیدر پہ یہ عقدہ کھلا کہ اس کے چچا عنایت علی شاہ کی بڑی بیٹی ایمان کی نسبت وقاص سے جبکہ منجھلی لاریب کی اس سے ان کے والدین نے ان کے بچپن میں ہی طے کر دی تھی۔ عباس حیدر کو یہ بات کچھ بھائی نہیں ہے جبکہ وقاص البتہ ایمان میں خوب دلچسپی لیتا ہے۔ شادی نپٹا کر عباس گاؤں سے شہر کا رخ کرتا ہے اور وہیں کی رنگینیاں اسے گرویدہ کر لیتی ہیں۔ عباس حیدر کی سحر انگیز و غیر معمولی وجاہت کی وجہ سے ہی اسے شوبز سے آفر ہوتی ہے جسے عباس اپنی خوش بختی تصور کرتا ہے اور شوبز کا حصہ بن جاتا ہے۔ عباس کی پہلی فلم ہی باکس آفس پہ سابقہ تمام فلموں کے کامیابی کے ریکارڈ توڑ کر شہرت حاصل کر لی ہے تو وہ ایک دم شہرت اور پسندیدگی کے بام عروج پہ جا پہنچتا ہے۔ یہ بات اس کے لیے جتنی خوشی اور فخر کا باعث بنتی ہے حویلی میں موجود گدی نشین پیر کرامت علی شاہ کے غیظ و غضب کو آواز دیتی ہے۔ پیر صاحب عباس کو انڈسٹری یا انہیں چھوڑنے کے آپشن دیتے ہیں اور عباس انڈسٹری کی بجائے انہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ پیر صاحب عالم جلال میں اسے عاق کرنے اور مرتے دم تک اس کی شکل نہ دیکھنے کا اعلان کرتے ہیں جس کے سب سے زیادہ اثرات لاریب اور عباس کی والدہ پر ہی ظاہر ہوتے ہیں یا پھر اس کی بہنوں پہ البتہ وقاص حیدر پر اس سے قطعی کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ وہ پیر صاحب کے اس فیصلے پہ دل میں ایک کمینی خوشی محسوس کرتا ہے۔
عباس کا فیصلہ لاریب کو توڑ کے رکھ دیتا ہے مگر وہ ہرگز ناامید نہیں ہے اس کی تمام دعاؤں میں عباس کو پانے کی التجا ہے اس کے لوٹ آنے کی گزارش ہے۔ وہ عشق کی حد تک اس کی محبت میں ڈوبی ہوئی ہے مگر عباس تک شاید اس کے جذبوں کی آنچ نہیں پہنچ پاتی جبھی وہ ہنوز اس سے بے نیاز اور لاتعلق ہے۔

❁......❁......❁

اگر یہ جان جاؤ تم......
کوئی کیسے اجڑتا ہے کوئی کیسے بکھرتا ہے
تو میرے پاس آنا تم
میری بنجر ہوتی آنکھوں میں جلتے خواب کو تکنا
اور ان کا مرثیہ سننا
اگر ایسے نہیں ممکن!
تو میری زندگی کی ڈائری کو کھول کر پڑھنا......!
کہ اس کے ہر ورق پہ آنسوؤں سے مات لکھی ہے
جو تم سے کہہ نہیں پائی وہی ہر بات لکھی ہے
تمہاری چاہتوں کے نام اپنی ذات لکھی ہے
اگر یہ ڈائری پڑھ کے بھی تم انجان رہتے ہو
تو اس کا ہے یہی
مطلب میری سب التجائیں بس ہواؤں میں معلق ہیں
ابھی کچھ وقت باقی ہے بدل جاؤ پگھل جاؤ
کہیں ایسا نہ ہو یہ وقت ہاتھوں سے پھسل جائے
رستہ ہی بدل جائے
ابھی بھی لوٹ آؤ تم
ابھی تیری وفاؤں پہ میرا ایقان زندہ ہے
یہی ایقان تو اب تک میرے جیون کا حاصل ہے
اگر یہ کھو گیا تو پھر سبھی کچھ چھوٹ جائے گا
مقدر روٹھ جائے گا
تو پھر تم جان جاؤ گے
کوئی کیسے اجڑتا ہے کوئی کیسے بکھرتا ہے!

ابھی کچھ دیر قبل اس کے سیل پر میسج ٹون بجی تھی۔ اس نے سیل اٹھا کر دیکھا کسی اجنبی نمبر سے بھیجی گئی یہ خوب صورت نظم تھی جسے وہ ایک ٹرانس کی کیفیت کے زیر اثر پڑھتی چلی گئی۔ مگر آخر میں بریکٹ میں لکھا ہوا دیو کا نام اسے بچھو کے ڈنگ کی طرح لگا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات یکلخت تبدیل ہوئے اور سیل فون اس نے اسی بدمزگی کے ساتھ بستر پہ پٹخ دیا۔ کچھ دیر ہونٹ بھینچے پڑی

رہی پھر کچھ سوچ کر اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ گلاس وال کے باہر سرسبز لان ہلکی دھند کے حصار میں گھرا دھندلا نظر آتا تھا۔ اس نے وہیں ٹھہر کر کچھ توقف کیا پھر لان کی سیڑھیاں اتر کر لان کے آخری حصے میں سنگی بینچ پہ ہاتھ میں کافی کا بھاپ اڑاتا مگ لیے گردوپیش سے لاتعلق نظر آتے دیو کے سامنے جا رکی۔ وہ چونکا اور اسے روبرو پا کے جیسے ایک دم خوشگواریت کے احساس میں گھر گیا۔

"نندنی......!"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم مجھے طیش مت دلایا کرو۔" وہ بھڑک کر زور سے چلائی۔ دیو ایک دم پزل ہو گیا۔

"سوری وہ پوئٹری مجھے پسند آئی تھی۔ تو......"

"تو اپنے تک رکھتے، مجھے اپنے سستے اور سطحی جذبات پہنچانے کی ضرورت نہیں، تمہیں اندازہ بھی ہے کہ میں تمہیں سخت ناپسند کرتی ہوں۔"

"نندنی پلیز! اس طرح سے میری توہین مت کیا کرو۔ جانتی ہونا ممی ہماری شادی کرنا چاہتی ہیں اور انہیں تمہاری نہیں میری ہاں کا انتظار ہے۔ میں اگر آج ہاں کردوں تو وہ کل ہی سگائی کردیں۔" دیو نے گویا اس پہ اس کی اوقات ظاہر کی تھی۔ نندنی کا صبیح چہرا ایک دم دھواں دھواں سا ہو گیا۔ توہین کے ساتھ بے مائیگی کا احساس بھی بے حد شدید تھا۔ جس نے اسے روہانسا کر دیا تھا۔ دیو نے اس کے چہرے کے اڑتے رنگوں کو دیکھا تو اپنے الفاظ کی سنگینی کا احساس اسے ہونٹ بھینچنے پر مجبور کر گیا۔ بلاشبہ اس کے سامنے کھڑی لڑکی اس کے لیے پوری زندگی میں سب سے اہم تھی۔ اس کا جی چاہا تھا وہ نندنی سے معذرت کرے مگر کچھ سوچ کر وہ دانستہ خاموش رہا تھا۔

"یہ تمہاری بھول ہے میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔ یاد رکھا کرو کہ ممی ہی نہیں میرے فادر بھی میرے سر پرست ہیں۔ ممی میری اور میرے ڈیڈ کی رضامندی کے بغیر ہرگز ایسا نہیں کرسکتیں۔" نندنی نے خود کو کمپوز کیا اور گویا اسے آئینہ دکھایا۔ دیو اس کی بات سن کر مسکرا دیا یہ مسکراہٹ ایسی ہی تھی جیسے کسی بچی کی کم عقلی کو پا کر پ... کی گئی ہو۔ نندنی کو مزید آگ لگ گئی۔

"اگر تمہیں یہ زعم ہے تو بہت غلط ہے نندنی۔ تمہارے ڈیڈ نے تمہیں ممی کے حوالے کر کے تمہارے بھائی کو ا... پاس رکھ لیا تھا اس کا مطلب کیا ہوا......؟" دیو نے ... توقف کیا نندنی کے چہرے کو دیکھا جو ہونٹ بھینچے جا... کتنا ضبط کیے کھڑی تھی اور پھر گویا ہوا۔

"ممی تمہاری زندگی کا فیصلہ کرتے ہوئے تمہارے ڈیڈ کی مجاز نہیں ہوں گی کیونکہ وہ تمہیں ان کے حوا... کر کے گویا تم سے تمہارے ہر فیصلے سے دستبردار ہو... ہیں اور......"

"مگر میں بالغ ہوں، میں اپنی زندگی کا خود فیصلہ کر... ہوں اور میرا یہ فیصلہ ہے کہ تم مجھے کسی بھی صورت قبو... نہیں ہو سمجھے۔" وہ ہذیانی انداز میں چلانے لگی۔ دیو... سٹپٹا کر کچھ ناگواری سے اسے دیکھا۔

"کیوں؟ کیا کمی ہے مجھ میں، بتاؤ کم صورت ہو... جاہل ہوں یا پھر بے کار؟ آرمی میں بہت اچھی پوس... رکھتا ہوں۔ خوش شکل ہوں، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور کیا چا... تمہیں اپنی ڈیمانڈ بتاؤ۔" دیو آج زندگی میں پہلی مر... نندنی سے اس انداز میں بات کر رہا تھا۔ نندنی... آنکھوں میں تپش اتر آئی۔ اس نے تیوری چڑھا کر... نظروں سے اسے گھورا۔

"اس کے باوجود تم مجھے پسند نہیں ہو۔ میں تم... شادی نہیں کرنا چاہتی۔" اس مرتبہ اس کا لہجہ دھیما... پرسکون تھا مگر دوسرے کو آگ لگا دینے والا۔ دیو کی رنگ... پھیکی پڑنے لگی۔

"تم کسی اور کو پسند کرتی ہو نندنی؟" وہ جیسے کسی... کے زیر اثر بولا تھا۔ نندنی چونکی اور سنبھل گئی۔ اس بات... بھنک بھی وہ گھر میں کسی کو پڑنے نہیں دینا چاہتی تھی۔

"تم جانتے ہو تم کتنے پرسنل ہونے کی کوشش کر ر... ہو دیو؟" اس نے ترشی سے سوال کیا تھا۔ دیو کو ایک بار... ہونٹ بھینچنے پڑے۔ نندنی نے اسے تیز اور... نظ... سے گھورا اور پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ دیو کی نگاہیں اس کے اٹھتے ہوئے قدموں میں الجھ کر رہ گئیں جو ہر لمحہ فاصلے بڑھا رہے تھے۔

❁......❁......❁

سریتا دیوی اور جارج کی پہلی ملاقات یونیورسٹی میں ہوئی تھی۔ جارج مقامی تھا جبکہ سریتا دیوی بغرض تعلیم وہاں گئی ہوئی تھیں۔ پہلے دونوں میں دوستی ہوئی تھی پھر محبت اور اس احساس نے دونوں کو ایک دوسرے کے نزدیک کر دیا۔ جارج بہت مضبوط بیک گراؤنڈ نہیں رکھتا تھا جبکہ سریتا دیوی کے پتا کی انڈیا میں کئی ملیں تھیں۔ جارج نے سریتا کے اصرار پہ اس کے ساتھ اس کا اپارٹمنٹ شیئر کیا تھا اس کے بعد دونوں نے باہم فیصلہ کیا کہ انہیں ایک ہو جانا چاہیے مگر بیچ میں مذہب دیوار بن کر کھڑا تھا۔ سریتا دیوی اگر ہرگز ہرگز اپنے مذہب کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھی تو جارج بھی اپنے مذہب پہ قائم رہنا چاہتا تھا۔ ادھر محبت کی شوریدہ سری تھی کہ دوریوں کو گوارا نہیں کرتی تھی۔ طے یہ پایا کہ دونوں اپنے اپنے مذہب کے پیروکار رہتے ہوئے شادی کے بندھن میں بندھیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ جارج نے سریتا کی تسلی کی خاطر منڈپ میں اس کے ساتھ پھیرے لیے جبکہ سریتا کو چرچ جا کے جارج کے ساتھ شادی کی رسومات ادا کرنا پڑیں۔ محبتوں کی شدتیں اپنی جگہ مگر سریتا دیوی کے والدین کی جانب سے اٹھائے جانے والے اعتراضات نے سریتا کو مضطرب کرنا شروع کر دیا۔ سریتا تذبذب کا شکار رہنے لگی۔ یہی وہ وقت تھا جب ان کے ہاں ایک بیٹے نے جنم لیا تھا اور یہاں پہلی بار دونوں کا اختلاف ہوا۔

جارج بیٹے کا نام اپنی پسند اور مذہب کے مطابق جان رکھنا چاہتا تھا جبکہ سریتا اسے ہندو بنانے پہ تلی ہوئی تھی۔ وہ اسے ارجن کا نام دینے پہ مصر تھی۔ خاصی بحث و تکرار کے بعد بالآخر یہ طے پایا کہ بچے کا نام جان ہوگا البتہ اگلے بچے کا نام رکھنے کا مکمل اختیار سریتا کو حاصل ہوگا۔ سریتا کو جارج سے محبت تھی جبھی وہ اس محبت کی وجہ سے یہ ناگوار کام کرنے پہ مجبور ہو گئی۔ مگر اس کے بعد تو گویا قدم قدم پہ ان کے جھگڑے بڑھنے لگے۔ تین سال بعد جب بچے کو اسکول میں ایڈمٹ کرانے کا مرحلہ آیا تو جارج نے ایک بار پھر اپنی چلائی۔ یہی نہیں بلکہ سریتا نے جب جان کو اپنے مذہب کے مطابق گیتا کی تعلیم دینا چاہی تو جارج ایک بار پھر دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا اصرار بلکہ ضد تھی کہ جان گیتا نہیں سیکھے گا البتہ وہ انجیل پڑھے گا اور چرچ بھی جائے گا۔ جارج کا یہ حکم سریتا کو آگ لگانے کے لیے کافی تھا۔ ایک بڑا جھگڑا ہوا مگر جارج اپنی جگہ سے ایک انچ بھی سرکنے کو تیار نہیں ہوا تھا۔ اس نے کہا سریتا اپنی دوسری اولاد کے معاملے میں ہر قسم کے فیصلے کی مجاز ہوگی۔ سریتا کو یہ فیصلہ پسند نہیں آیا مگر اسے ایک بار پھر چپ سادھنا پڑی تھی تو وجہ اب جارج کی محبت نہیں اپنے والدین کی بے اعتنائی تھی جنہوں نے اس سے ناراضگی کے اظہار کے طور پر قطع تعلق کر لیا تھا۔ ایک سال مزید گزر گیا۔ جان چار سال کا تھا جب سریتا ایک بار پھر پریگنینٹ ہوئی تو اس کی آنکھوں میں خواب سجنے لگے۔ اس کے دل پہ بہت بوجھ دھرا تھا۔ اس نے اپنے تئیں یہ سمجھ لیا تھا بھگوان اس سے روٹھ گیا ہے۔ وہ بھگوان کو منانا چاہتی تھی جبھی اپنے اگلے بچے کی دنیا میں آمد کی شدت سے منتظر تھی مگر اس وقت اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا جب بچی کی پیدائش پہ جارج اس سے کیے اپنے وعدے سے مکر گیا اور بڑے ٹھسے سے اس نے اپنی بیٹی کا نام کیتھرائن تجویز کیا۔ یہ ایسی بات ہرگز نہیں تھی کہ سریتا اسے برداشت کر لیتی۔ اس مرحلے پر اس نے اپنی زندگی کا دوسرا بڑا فیصلہ کیا اور جارج سے علیحدگی اختیار کر لی۔ جارج کا مسلط کر دینے والا اجارہ داری کا انداز سریتا کے اس فیصلے کی وجہ بنا تھا۔ وہ ہر صورت جارج سے اپنے بچے چھین لینا چاہتی تھی۔ جارج کی بھی یہی خواہش تھی۔ دونوں کے بیچ مذہب سے بڑھ کر انا آ گئی تھی وہ ایک دوسرے...

جان جارج کو جبکہ کیتھرائن یعنی نندنی سریتا کو مل گئی۔ سریتا نے اس کو غنیمت جانا یوں بھی پانچ سالہ جان سریتا سے زیادہ جارج سے اٹیچ تھا۔ سریتا تمام تعلق توڑ کر واپس انڈیا آ گئی۔ اپنے ماتا پتا کے سامنے رو دھو کر اس نے ان کا دل پسیجنے پر مجبور کر دیا وہ ان کی اکلوتی اولاد تھی۔ جبھی معافی ملنے میں بھی آسانی رہی۔ ماتا پتا نے اس کی شادی کر دی۔ کرن کو گھر داماد بنا لیا گیا۔ کرن پہلے سے شادی شدہ تھا ایک بیٹے (دیو) کا باپ۔ طے یہ پایا تھا کہ سریتا دیو کو جبکہ کرن نندنی کو قبول کرے گا یوں زندگی ایک نئے ڈھب پہ چل نکلی۔ ادھر جارج نے بھی دوسری شادی کر لی مگر اس نے سریتا کا سکون پھر بھی درہم برہم کیے رکھا۔ کورٹ آرڈر کے تحت وہ نندنی سے ملنے چلا آتا جو کرن کے علاوہ سریتا کے ماتا پتا کو بھی ناگوار گزرتا تھا۔ انہی تینوں افراد کے متفقہ فیصلے کے تحت جارج کو وہاں آنے سے روکنے کی غرض سے جب جارج کو نندنی سے ملنے کی خواہش ہوتی نندنی کو اس کے پاس امریکہ بھیج دیا جاتا۔ برس ہا برس اسی طرح بیت گئے وہ ٹین ایج میں تھی جب انہی یخ بستہ فضاؤں میں اس نے پہلی بار دیو مالائی کہانیوں کے سب سے حسین کردار اپالو جیسے اس اجنبی لڑکے کو دیکھا تھا جس کی مردانہ سحر انگیز پرسنالٹی صحیح معنوں میں نندنی سے اس کا چین قرار سب کچھ چرا کر لے گئی تھی۔ وہ کم عمر تھی مگر محبت کے معاملے میں بہت پختہ نکلی ایک نگاہ کے بدل میں اپنا سب کچھ وار دیا۔ پندرہ سے اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچتے اس نے کسی مندر کسی چرچ کو نہیں چھوڑا تھا جہاں اس نے اس اجنبی شخص سے ملاپ کی دعا نہ مانگی ہو۔

عشق آتش تھی دن رات جلاتی تھی سلگاتی تھی ہجر و نارسائی لمحہ لمحہ تڑپاتا مگر وصال رت کی بارش تھی کہ مائل بہ کرم نہ تھی۔ وہ اب مایوس ہونے لگی تھی نا امید اور شکستہ......! سوچتی تو خود حیران رہ جاتی بھلا یقین کرنے والی بات تھی بھی کہاں۔ محض ایک جھلک ایک نگاہ اور اپنا آپ گروی رکھ دیا۔

یہ پاگل پن نہیں تھا تو اور کیا تھا...... یہ دیوانگی نہیں تو اور کیا تھا...... وہ سراب کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ حماقت ہی تو کر رہی تھی ناممکن کو ممکن بنانا چاہتی تھی جبھی ہر چھے ماہ بعد اس کا اصرار باپ کے پاس جانے کا بڑھنے لگتا۔ کیا ضروری تھا کہ وہ دوبارہ وہاں مل ہی جاتا حالانکہ وہ اگلے دن اس سے بھی اگلے کئی دن اس جگہ نہیں پورے نیویارک میں قریہ قریہ بھٹک کر پاگلوں کی طرح اس کی شباہت کھوجتی رہی تھی مگر وہ نہیں ملا تھا اتنے دنوں بعد......! مگر اس کی وحشت تھی کہ سکون ہی نہ لینے دیتی۔

اس پہ ممی کا ارادہ جان کر اسے لگتا تھا کوئی اس کا دل سولی پہ چڑھا رہا ہو۔ وہ اپنے ڈیڈی کی طرح سے ضدی تھی ان کی طرح اپنی بات منوا کر دم لیتی۔ اس تین سال کے عرصے میں وہ آٹھ چکر امریکہ کے لگا آئی تھی۔ ہر بار وہاں سے دکھ سمیٹ کر واپس لوٹتی تھی۔ ڈیڈ کا رویہ اس کے ساتھ نارمل ہوتا مام کو اس کی سرے سے پروا نہیں تھی۔ صرف لزا (اس کی سوتیلی بہن) کے ناز اٹھاتی تھیں۔ جان سے بھی بے نیازی برتا کرتی تھیں۔ جان کو کہاں پروا تھی۔ وہ خود انہیں جوتے کی نوک پہ رکھتا تھا۔ نندنی اپنے بھائی کو دیکھتی تو انوکھی خوشی اور فخر محسوس کرتی۔ کتنا خوبرو تھا وہ۔ چھ فٹ قد مضبوط آہنی سراپا، تیکھے نقوش اور سبز گہری آنکھیں۔ لڑکیاں اس کی وجاہت پر مرتی تھیں مگر جان کو کبھی نندنی سے لگاؤ نہیں تھا حالانکہ نندنی نے کتنا چاہا تھا وہ اس کے نزدیک ہو اس سے باتیں کرے، دکھ سکھ بتلائے مگر جان کے پاس تو کبھی اس کے لیے وقت ہوتا ہی نہیں تھا جبکہ وہ تھی کہ آس بھری نگاہوں سے تکا کرتی۔

"جان تم نے کبھی محبت کی ہے......؟" ایک بار جب نندنی بہت افسردہ تھی اور اس کا جی چاہا تھا کہ کسی کے کاندھے پہ سر رکھ کے سارے آنسو بہا دے کہ اس اجنبی کی تلاش کی ناکامی نے اسے بہت نڈھال کر دیا تھا۔ رات گئے تک اکیلی لاؤنج میں پڑی روتی رہی تھی۔ برستے آسمان کی طرح چپ چاپ۔ تب جان پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ کھولتا اندر چلا آیا تھا اور نندنی کا جی چاہا تھا وہ بھاگ کر جائے اور اس کے کشادہ سینے پہ سر رکھ کے اندر کا سارا جمع شدہ غبار نکال دے مگر اس کی جان سے اتنی انڈر اسٹینڈنگ نہیں رہی تھی جبھی وہ جھجک کر وہیں بیٹھی رہ گئی تھی۔ جان کے جوتے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے تھے اور خوب صورت کارپٹ پہ اس کے جوتوں کے نشان ثبت ہو گئے تھے مگر وہ لاپروائی سے صوفے پہ گر کر سگریٹ کے کش لینے لگا جب اچانک نندنی نے اس سے سوال کیا تھا۔ جان چونکا اور سر اونچا کر کے اسے دیکھا بلکہ گھورا۔

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" اس کا لہجہ کڑا تھا وہ کسی حد تک بدمزاج بھی تھا۔ نندنی گڑبڑا گئی۔

"تم کیچڑ سے بھرے جوتے کارپٹ تک لے آئے ہو جان مام خفا ہو سکتی ہیں۔" اس نے دانستہ بات بدل دی تھی۔ جان کی کشادہ پیشانی پر ناگواری شکنوں کی صورت ابھر آئی۔

"یہ کارپٹ اس کے باپ نے یہاں نہیں بچھوایا اور میں کسی سے ڈرتا نہیں ہوں۔" نندنی کا رنگ مام کو دروازے پہ دیکھ کر پیلا پڑ گیا تھا۔ مام بداخلاق تھیں، وہ جان سے عاجز بھی تھیں اور اسے سوتن کی اولاد سمجھ کر سخت ناپسند ہی نہیں بلکہ نفرت بھی کرتی تھیں۔ اس وقت تو لڑائی کا بہانہ تھا سو وہ خوب چلائیں۔ انہیں مفت خورے اور بدتہذیب کہا وہ ایشین تھے اور ان کے نزدیک قابل نفرت۔ یہ جھگڑا کبھی ختم نہ ہوتا اگر ڈیڈ نہ بیچ میں کودتے کہ جان مام کو متواتر جواب دے رہا تھا۔

ڈیڈ نے جان کو ڈانٹا اور مام کو بازو کے حلقے میں سمو کر دھیرے سے سمجھاتے ہوئے کمرے سے چلے گئے۔ جاتے سمے جو فاتحانہ مسکراہٹ مام کی آنکھوں میں نظر آئی تھی اس نے جان کو آگ لگا دی تھی۔ وہ پیر پٹختا راہ میں آئی چیزوں کو ٹھوکریں مارتا اپنے کمرے میں جا گھسا تھا نندنی اپنی تمام نا آسودہ خواہشوں کے ساتھ وہاں ایک بار پھر تنہا رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

معصوم محبت کا بس اتنا فسانہ تھا
کاغذ کی حویلی ہے بارش کا زمانہ ہے
کیا شرطِ محبت ہے کیا شرطِ فسانہ ہے
آواز بھی زخمی ہے اور گیت بھی گانا ہے
اس پار اترنے کی امید بہت کم ہے
کشتی بھی پرانی ہے طوفان کو بھی آنا ہے
سمجھے یا نہ سمجھے وہ انداز محبت کا
اک شخص کو آنکھوں سے حالِ دل سنانا ہے
معصوم محبت کا بس اتنا فسانہ ہے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے
نازسلوش ذشے...... آزاد کشمیر

اس کے نام سے لفظوں میں چاند اترے ہیں
وہ ایک شخص کہ دیکھوں تو آنکھ بھر آئے
جو کھو چکے ہیں انہیں ڈھونڈنا تو ممکن ہے
جو جا چکے ہوں انہیں کوئی کس طرح لائے

لاریب اپنے سامنے کھلے میگزین پر نظریں گاڑے ساکت بیٹھی تھی۔

اس نے دھندلائی ہوئی نظروں سے تصویر کے نیچے موجود عبارت کو پڑھا اور پھر سے عباس کے پہلو میں ہنستی مسکراتی ہوئی اس لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پہ گویا دنیا فتح کر لینے کا احساس خمار بن کر چھایا نظر آتا تھا۔ اس کی آنکھوں کی جلن یکلخت بڑھ گئی اور دل خون ہونے لگا۔ شکست و توہین، بے مائیگی اور لاچاری۔ کتنے احساسات تھے جنہوں نے اسے مغلوب کر ڈالا تھا۔ ایک آس تھی جو ٹوٹی تھی، ایک انتظار تھا جو مایوسی کا شکار ہوا تھا۔ وہ تو اپنی ہتھیلیاں دعا کی چوکھٹ پہ ہر لمحہ رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ عباس کو کھونے کا احساس پاگل کر دینے کو کافی تھا۔ اس کے حواس جیسے جھنجنا اٹھے تھے۔ طیش کا ایک منہ زور ریلا اس کے اندر سے اٹھا اور اس نے میگزین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے جیسے آگ کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔

"تم نے مجھے رد کیا عباس! مجھے یعنی لاریب شاہ کو؟" اس نے سوچا تو تن بدن توہین کے احساس سے سلگ اٹھا۔

"آئی ہیٹ یو عباس! آئی ہیٹ یو! تم مجھے کیا ٹھکراؤ گے میں خود تمہیں ٹھکرا دوں گی۔ تم کیا سمجھتے ہو لاریب کو تم چھوڑ دو گے تو اسے کوئی نہیں اپنائے گا۔ میں تمہیں بتاؤں گی مسٹر عباس کہ لاریب کو بھی تمہاری ضرورت نہیں ہے۔" اس کی سوچیں تک سلگ اٹھی تھیں مگر دل کا ماتم اپنی جگہ تھا اور آنکھیں دل کے درد پہ ازلی وفاداری کا ثبوت فراہم کرتے چھما چھم برسنے لگیں۔ لاریب نے گالوں پہ نمی کا احساس پاکر انتہائی بے دردی سے گال اور آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

"میں تمہاری وجہ سے اپنی آنکھوں کو آنسو بہانے کی اجازت بھی نہیں دے سکتی عباس حیدر۔ یہ میری آنکھیں ہیں ان پہ تمہارا بھلا کیا حق اگر انہوں نے تمہارا غم منانے کی کوشش کی تو میں انہیں لمحے کی تاخیر کے بغیر پھوڑ ڈالوں گی......" وہ ہذیانی کیفیت میں مبتلا زور سے چیخی تھی۔ تبھی دروازے پہ مدھم سروں میں دستک ہوئی اور آہستگی سے دروازہ کھول کر سکندر نے اندر قدم رکھا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب وحشتوں کے دریا میں ڈوبتی ابھرتی لاریب نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

سرمئی کھدر کا عوامی سوٹ، سانولی رنگت، گھنے سیاہ بال، لمبا قد، نارمل نقوش مگر بے تحاشا کشش کی حامل بڑی بڑی سحر طراز آنکھیں۔ یہ تھا سکندر حویلی کا ملازم خاص، بابا سائیں کا چہیتا بلکہ وہ تو اسے ملازم کا درجہ دیتے ہی نہ تھے۔ وہ ان کا بے حد خاص بندہ تھا۔ وہ جانے کس خیال کے تحت اسے یک ٹک دیکھنے لگی۔

"بی بی جی! بابا سائیں کہہ رہے ہیں شہر سے آپ کو جو بھی چیزیں اپنی ضرورت کی منگوانی ہیں لسٹ بنا کر دے دیں۔" جھکا ہوا سر فرمانبردار سا انداز، وہ خود کو ہرگز بھی ملازم سے بڑھ کر اہمیت نہیں دیتا تھا۔ عجیب غریبانہ عاجزانہ سا انداز تھا۔

"بجو کہاں گم ہو گئی ہیں؟ سکندر کچھ کہہ رہا ہے آپ سے۔" امامہ اسی پل واش روم سے باہر نکلی تولیے میں بال لپیٹے ہوئے تھے۔ چہرے پہ پانی کی بوندیں گلاب پہ شبنم کے قطروں کی طرح ٹھہری بے حد بھلی لگ رہی تھیں۔ وہ جتنی پیاری تھی اس سے کہیں بڑھ کر معصومیت سے باعث اٹریکٹو لگا کرتی۔ لاریب نے چونک کر سر جھٹکا اور نخوت سے منہ پھیر لیا۔

"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے بابا سائیں سے کہہ دو۔" اس نے تنفر سے جواب دیا اور دھڑا دھڑ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلی گئی۔ امامہ نے ٹھنڈا سانس بھر کے سکندر کو دیکھا جس کے چہرے پہ عجیب سی بے چارگی تھی۔

"سکندر سوری! تم ایسا کرو پلیز بجو کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں منٹوں میں لسٹ بنا دیں گی۔ ویسے شہر تم جا رہے ہو نا؟ پلیز میرے لیے اشفاق احمد کی کوئی اچھی سی بک لے آنا اوکے۔" سکندر کو تاکید کرنے کے بعد امامہ نے گنگناتے ہوئے تولیہ ہٹا کر بال جھٹک کر موئسچرائزر کی بوتل اٹھائی اور اپنے ہاتھوں پہ لگانے لگی۔ سکندر واپسی کو پلٹا تو اس کے چہرے پہ ہی نہیں قدموں میں بھی واضح شکستگی تھی اور کون جانتا تھا یہ شکستگی کسی کی بے نیازی کے سبب تھی۔

❁......❁......❁

چہرے پہ میرے زلف بکھراؤ کسی دن
کیا اروز گرجتے ہو برس جاؤ کسی دن
دستک پہ میرے ہاتھ کی کھل جاؤ کسی دن
پھولوں کی طرح حسن کی بارش میں نہالوں
بادل کی طرح جھوم کے گھر آؤ کسی دن
خوشبو کی طرح گزرو میرے دل کی گلی سے
پھولوں کی طرح مجھ پہ بکھر جاؤ کسی دن
پھر ہاتھ کو خیرات ملے بند قبا کی
لطف شب وصل کو دہراؤ کسی دن
گزریں میرے گھر سے تو رک جائیں ستارے
اس طرح میری رات کو چمکاؤ کسی دن
میں اپنی ہر اک سانس اسی رات کو دے دوں
سر رکھ کے میرے سینے پہ سو جاؤ کسی دن

اس غزل کو پڑھتے ایمان کے چہرے پہ لمحوں میں کتنے ہی رنگ اترے تھے۔ خفیف سی خفگی، دھنک کی برسات، حیا آمیز مسکان، جھینپ اور گھبراہٹ ہر احساس اپنی جگہ اہم تھا وہ ہونٹ بھینچے مسکراہٹ ضبط کر رہی تھی جب اسی وقت اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا سیل فون وائبریٹ کرنے لگا۔ جلتی بجھتی اسکرین پہ شرجیل علوی کا نام جگمگا رہا تھا۔ ایمان یکدم سٹپٹا گئی۔ سیل فون ہاتھ میں دبوچے اس نے سب سے پہلے بھاگ کر دروازہ لاک کیا پھر آ کر بستر پہ بیٹھی تو سیل فون ہنوز وائبریٹ کر رہا تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے جیسے ہی کال پک کی شرجیل کی شرارتی کھنک دار آواز اس کی سماعت میں رس گھول گئی۔

"کیوں فون کیا ہے شرجی؟"

"یہ کیا سوال ہوا؟ کتنی مرتبہ کہا ہے مجھ سے اس طرح مت بلایا کرو۔" شرجیل کا موڈ بگڑا اور ایمان کی جان پہ بن گئی۔

"شرجیل پلیز! ابھی یونیورسٹی میں ہم ساتھ ہی تو تھے نا؟ پھر یہ فون کال، تمہیں پتا ہے نا میں پابندیوں میں جکڑی ہوئی ہوں اور......"

"یہ سب تمہیں پہلے بھی پتا تھا میری طرف بڑھنے سے قبل ان باریکیوں پہ کیوں غور نہیں کیا؟" وہ جانے کیوں بے تحاشا بھڑک اٹھا۔ ایمان ہونق ہونے لگی۔ شرجیل خود اس کی سمت مائل ہوا تھا۔ اور اس وقت تک جان نہیں چھوڑی تھی جب تک ایمان نے اس کی محبت کو قبول نہیں کر لیا۔ عجیب جنونی قسم کی محبت تھی، اس کی بے اعتنائی کو دیکھتے ہوئے اس روز سب کے سامنے شرجیل نے اپنی کلائی بلیڈ سے کاٹ لی تھی اور پتا نہیں ایمان نے اس کی محبت قبول کی تھی یا اس کی شدت کے سامنے خوفزدہ ہو کر گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ مگر وہ اس سے حقیقت نہیں چھپا سکی تھی۔ صاف بتا دیا تھا وہ اپنے تایازاد سے منسوب ہے لہٰذا وہ کوئی امید نہ پالے۔

"تم اسے پسند کرتی ہو؟" شرجیل نے تیوریاں چڑھا کر پوچھا تھا۔

"کسے؟" ایمان اس کے تاثرات سے خائف ہونے لگی۔

چلے آؤ

کسی بھی خوب صورت شام میں ملنے چلے آؤ
مجھے ایک نظم لکھنی ہے
سنہری دھوپ کے جیسا ترا رنگ روپ اجلا سا
دھلے بارش سے دیکھو تو حسیں پیارے نظارے ہیں
فلک کے استعارے ہیں
یہ تیری آنکھ جیسے ہیں
مجھے ایک نظم لکھنی ہے
تری زلفیں ہیں گہری جھولتی پھرتی گھٹاؤں سی
نشیلی آنکھ میں تیری شرابوں کی سی مستی ہے
تمہاری نرم پلکوں پر جو روشن سے ستارے ہیں
مجھے ان کو بھی چھونا ہے
تیرے ان بند ہونٹوں میں چھپی جو مسکراہٹ ہے
یہی تو شاعری ہے بس
مجھے ایک نظم لکھنی ہے
تری آنکھیں بہت کچھ بولتی ہیں
تیری باتیں شہد سا گھولتی ہیں
یہ پھولوں پر گری شبنم تیرے گالوں کے جیسی ہے
چمکتی چاندنی جیسی تری روشن جبیں پر بھی
مجھے ایک نظم لکھنی ہے
گھنی شاخوں کے پتوں میں چھپا وہ چاند پیارا سا
تیرے چہرے کے جیسا ہے
تیرے اس چاند چہرے پر
مجھے ایک نظم لکھنی ہے
کسی خوب صورت شام میں ملنے چلے آؤ

شاعر: ارشد ملک۔ پسند: صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

"اپنے تایازاد کو؟" شرجیل کی تیوری کے بل گہرے ہونے لگے تھے۔

"اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اسے پسند کیا جائے ایک نمبر کا لفنگا ہے ایک آنکھ نہیں بھاتا مجھے۔" ایمان نے ناک چڑھا کر اپنی رائے دی تھی مگر شرجیل پھر بھی مشکوک رہا تھا۔

"یہی سچ ہے نا ایمی؟" ایمان نے اسے دیکھا پھر ایکدم سے ہنس پڑی تھی۔

"تمہیں یقین کیوں نہیں آتا شرجیل' شاید اگر تم میری زندگی میں نہ آتے تو میں تب بھی اس جیسے اجڈ اور بدتمیز انسان سے شادی نہ کرتی۔" ایمان کے لہجے میں وقاص کے لیے جتنی تلخی اور نخوت تھی اس نے شرجیل کو مطمئن کر دیا تھا۔

"او کے فائن! آئندہ اس کا کوئی ذکر نہیں ہوگا تم بس میری بیوی بنو گی۔"

"مگر شرجیل...... ! بابا سائیں...... وہ شاید ایسا کبھی نہ ہونے دیں۔ یو نو ہمارے ہاں برادری سے باہر تو کیا خاندان سے باہر بھی شادیاں نہیں کی جاتیں۔ بہت سخت اصول ہیں ہمارے۔ میں تو پھر لڑکی ہوں' وہاں تو عباس جیسے ہر دل عزیز اور لاڈلے کے لیے بھی قوانین اور اصولوں میں ترمیم نہیں کی گئی۔" وہ خائف ہونے لگی تھی مگر شرجیل کے انداز میں اطمینان تھا جو قابل رشک تھا۔

"یہ تمہارا نہیں میرا ہیڈک ہے ایمان کہ مجھے تمہیں اگر حاصل کرنا ہے تو کیسے کرنا ہے۔" اس نے ایک فقرے میں معاملہ نپٹا دیا۔ پچھلے ایک سال میں ایمان اس سے اتنی اٹیچ ہوگئی تھی کہ اب اس کے لیے بھی جدائی کا تصور محال تھا۔ شرجیل کی طرف سے اسے اکثر خدشات گھیرنے لگتے۔

"شرجیل تم مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے نا؟" وہ وہمی نہیں تھی مگر محبت نے اسے وہمی بنا دیا تھا۔

"میں نے کہا نا میری جان عرف دھان پان کہ یہ میرا مسئلہ ہے۔ میں اپنی فیملی کو تمہارے گھر بھیجوں گا۔"

"اگر بابا سائیں نہ مانے تو......؟" وہ سہم جاتی۔ بھلا پہلے کبھی ایسا ہوا تھا پھر عباس کی مثال سامنے تھی وہ کس کھیت کی مولی تھی۔

"نہ مانے تو ہم کورٹ میرج کر لیں گے۔"

"بھاگ کر......؟" وہ ششدر ہونے لگتی۔ شرجیل کاندھے اچکا دیتا۔

"اور کوئی راستہ بھی تو نہیں ہوگا نا۔"

"لیکن بھاگی ہوئی لڑکی کا معاشرے میں مقام......"

"معاشرے پہ لعنت بھیجو۔ البتہ اپنی فیملی سے تمہاری عزت کروانا میری ذمہ داری ہے۔"

"خدا کرے بابا سائیں ہی مان جائیں۔ معجزہ ہو جائے۔" وہ دل کی تمام تر گہرائیوں سے دعا مانگا کرتی تھی۔

"شرجیل...... شرجیل......" لائن ڈس کنیکٹ ہوگئی تھی۔ شرجیل نے یقیناً غصے میں فون بند کر دیا تھا۔ ایمان نے فی الفور کال بیک کی بیل ہوتی رہی۔ کال پک نہیں کی گئی۔ ایمان نے اس کے نام ٹیکسٹ بھیجا۔

"شرجیل پلیز میرا فون پک کرو۔ پلیز۔" اس نے دوبارہ ٹرائی کیا اس مرتبہ پھر کال کاٹ دی گئی تھی۔ ایمان روہانسی ہونے لگی۔

شرجیل کا رویہ ہمیشہ بہت شدید ہوا کرتا تھا۔ اس کی چھوٹی سی خطا کو بھی وہ ناک سے لکیریں نکلوا کے معاف کیا کرتا تھا۔ ایمان نے ہونٹ کاٹ کر آنسو روکے اور پھر اس کا نمبر ٹرائی کیا۔ دوسری بیل پر کسی نے کال ریسو کر لی تھی۔

"ہیلو شرجیل میری بات......!"

"میں شرجیل نہیں فراز ہوں۔ آپ کون؟" دوسری جانب سے آتی آواز نے ایمان کے وجود میں برف بھر دی۔ اس نے آہستگی سے فون بند کر دیا۔ فراز نے بے جان ہو جانے والے سیل فون کو کاندھے اچکا کر گھورا اور واپس صوفے پہ اچھال دیا۔ تبھی شرجیل کچن سے چائے کا مگ اٹھائے باہر آیا تھا۔

"بھائی عیاشی اور اکیلے اکیلے......!" وہ جو للچائی نظریں اس کے بھاپ اڑاتے مگ پہ تھیں۔ شرجیل صاف نظر انداز کر گیا۔

"بھائی یہ ایمان صاحبہ کون ہیں؟" شرجیل کا ریموٹ سے ٹی وی آن کرتا ہاتھ اسی زاویے پہ چند لمحوں کو ساکن رہ گیا۔ مگر اگلے لمحے وہ نارمل تھا۔

"کہیں ہماری ہونے والی بھابی صاحبہ تو نہیں؟ ویسے آواز تو بہت متاثر کن ہے۔" وہ اس کے ساتھ جڑ کے بیٹھ گیا۔ شرجیل کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

"پیچھے ہٹو میں تمہاری گرل فرینڈ نہیں ہوں سمجھے۔" وہ بدمزاجی سے چیخا۔ فراز کھسیاہٹ کا شکار ہو کر رہ گیا۔

"میں نہ سہی مگر وہ ایمان صاحبہ تو گرل فرینڈ ہیں نا۔"

"بکومت فراز جاؤ یہاں سے۔" شرجیل کی پھنکار کا بھی اس پر اثر نہیں ہوا تھا۔

"مجھے اس کے بارے میں بتائیں نا۔"

"کس کے بارے میں؟" شرجیل نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔

"اپنی گرل فرینڈ ایمان کے بارے میں۔"

"وہ میری گرل فرینڈ نہیں ہے۔"

"تو پھر میری بھابی ہے کیا؟" فراز دانت نکوس کر بولا تو شرجیل غصے کے باوجود آہستگی سے مسکرا دیا۔

"ہاں، ہے تو نہیں بن جائے گی۔"

"واؤ...... ارادے تو بہت نیک ہیں مگر نظم آپ نے خاصی بے باک قسم کی نہیں بھیجی اسی پہ تو جھگڑا و گڑا نہیں ہو گیا وہ...... گرل اور آپ......"

"ہاں میں لچا لفنگا ہوں، ہے نا؟" وہ بھڑک کر چیخا۔ فراز نے کچھ حیرانی سے اس کا یہ شدید ردعمل دیکھا تھا۔

"میرا یہ مقصد تو نہیں تھا بھائی۔" وہ منمنایا۔

"تمہارا جو بھی مقصد ہو تم اٹھو یہاں سے۔" شرجیل نے بھرپور درشتی سے کہا تو فراز کا چہرا سرخ ہو کر رہ گیا۔ کچھ کہے بغیر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ شرجیل نے پہلے ہاتھ میں پکڑا مگ ٹیبل پہ رکھا پھر ریموٹ بھی پٹخ دیا اور سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گیا۔ اس کا اشتعال بڑھتا جا رہا تھا۔

❁......❁......❁

کوئی دیوار ہے نہ در سائیں
ہم فقیروں کا کیا ہے گھر سائیں
آبلے پڑ گئے ہیں پیروں میں
ختم ہوتا نہیں سفر سائیں
کون رہتا ہے اس خرابے میں
ڈھونڈتی ہے کسے نظر سائیں
اک قیامت گزر گئی مجھ پہ
اور مجھ کو نہیں خبر سائیں
اک بھٹکے ہوئے مسافر کو
اور رہنا ہے دربدر سائیں

بارش برس کے تھم چکی تھی۔ نیم پختہ اونچے نیچے فرش پہ جگہ جگہ پانی کھڑا تھا۔ جس میں چڑیاں پر پھڑ پھڑا کر نہانے میں مشغول تھیں۔ ان کی چہچہاہٹ ماحول میں دلفریب سا شور برپا کر چکی تھی دیوار سے لپٹی گلابی پھولوں کی بیل کے پتوں سے ابھی تک پانی قطرہ قطرہ ٹپک رہا تھا۔ جس پہ نگاہ جمائے بظاہر وہ کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔

لاریب کے کتنے مختلف اور دلنشین سے روپ اس کی نگاہوں میں آن سمائے تھے۔ وائٹ یونیفارم میں ملبوس دوپٹہ سلیقے سے شانوں پہ پھیلائے ناگن کی مانند بل کھاتی چوٹی سے نکلتی لٹوں کو جو گستاخانہ انداز میں گالوں کو بار بار چومتی تھیں سر کی ہلکی سی جنبش سے جھٹک کر دور ہٹاتی تو کانوں میں پڑے ٹاپس کا ڈائمنڈ جگمگا اٹھتا۔ سکندر کے لیے فیصلہ کرنا دشوار ہو جایا کرتا۔ زیادہ آب تاب اس کے ٹاپس کے ڈائمنڈ کی ہے یا اس کے صبیح چہرے کی خیرہ کر دینے والی چمک میں۔ کبھی جب وہ کسی بات پہ کھلکھلا کر ہنستی تو اس کی ہنسی کی جلترنگ کے ساتھ ساتھ موتی جیسے دانت کیسے حسین لگا کرتے تھے۔ وہ نرم و نازک سی گڑیا تھی۔ کرسٹل سے بنی بے حد حسین گڑیا جس کی پلکیں شنگرفی ہونٹ مومی سراپا کی خوب صورتی اور...

فاطمہ شہزادی

سویٹ سے قارئین آنچل! آپ سب کو میرا بھرپور سلام۔ کیسے کیسے مزاج ہیں آپ لوگوں کے؟ یقیناً اچھے ہوں گے۔ میرا نام فاطمہ نواز مغل ہے۔ بھی گھر والے خوشی سے غصے سے اور پیار سے فاطمہ ہی کہہ کر بلاتے ہیں میرا کوئی نک نیم نہیں ہے۔ پاکستان کے خوب صورت شہر لاہور میں پیدا ہوئی لیکن اب گوجرانوالہ میں رہتی ہوں' ہم چھ بہن بھائی ہیں دو بھائی اور چار بہنیں۔ سب ہی مجھ سے بڑے ہیں اور بہت پیار کرتے ہیں۔ میں نے 10th کلاس کے پیپر دیئے ہیں اور مجھے پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ 29 دسمبر کو اس خوب صورت اور پُر رونق دنیا میں قدم رکھا اس لحاظ سے میرا اسٹار جدی ہے' مجھے کائنات کی خوب صورتی بہت متاثر کرتی ہے مگر اس کائنات میں بسنے والے لوگوں کے حالاتِ زندگی دیکھ کر بہت دکھ اور رنج ہوتا ہے' میرا بس نہیں چلتا کہ سارے لوگوں کے دکھ سمیٹ کر اپنے دامن میں بھر لوں اور اپنے حصے کی تمام خوشیاں ان لوگوں کے نام کر دوں۔ اب آتے ہیں اپنی خوبیوں اور خامیوں کی جانب! خوبیاں یہ ہیں کہ کسی کی دل آزاری نہیں کرتی اور خوش اخلاق اور خوش مزاج ہوں۔ خامیوں میں بہت انا پرست ہوں اور اکثر اس انا کے ہاتھوں نقصان اٹھاتی ہوں' اپنا دکھ کسی سے شیئر نہیں کرتی۔ گھر کے کاموں میں بالکل دلچسپی نہیں' ہر ایک پر بہت جلد اعتبار کر لیتی ہوں یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہر کوئی قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ اب کچھ پسند و ناپسند کے بارے میں' مجھے شلوار قمیص' ساڑھی اور جینز بہت پسند ہے۔ کھانے میں دال چاول' بریانی اور بھنڈیاں پسند ہیں۔ رنگوں میں سرخ' کالا' گلابی اور سفید رنگ پسند ہے۔ مجھے تنہائی اچھی لگتی ہے' سردیوں کا موسم بہت متاثر کرتا ہے' برستی ہوئی بارش' ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور دھند دل کو لبھاتی ہے۔ سیر و تفریح کرنے کا بھی بہت شوق ہے' پسندیدہ ممالک میں پاکستان' سعودیہ عرب' دبئی ہیں۔ میرے دل کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں حج کروں اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروں۔ اللہ کرے سب کی یہ جائز اور نیک تمنا پوری ہو آمین۔ میری بیسٹ فرینڈ کا نام فرزانہ ہے جو بہت پیاری ہے۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف' آنچل تو میں نے 9th کلاس سے پڑھنا شروع کیا تھا اور اس مختصر سے عرصہ میں میں نے آنچل کو اپنے بے حد قریب پایا۔ اس میں بہت اچھی اچھی کہانیاں ہوتی ہیں' ہمارے گھر میں میری آپی عاصمہ بہت شوق سے پڑھتی ہیں۔ میں نے آنچل میں بہت ساری لڑکیوں کے تعارف پڑھے جیسا کہ مائرہ ملک' طاہرہ ملک' مدیحہ شاہ اور خصوصاً شمائلہ اکرام کے تعارف نے مجھے بہت متاثر کیا اس لیے میرا بھی دل چاہا کہ اپنا تعارف بھیجوں۔ آنچل کی وہ رائٹرز جن کی کہانیاں میرے دل کو چھو گئیں ان میں اقراء صغیر احمد' نازیہ کنول' سمیرا شریف' راحت وفا اور عفت سحر طاہر شامل ہیں۔ میرے پسندیدہ ناولز میں "یہ چاہتیں یہ شدتیں' بھیگی پلکوں پر' زندگی دھوپ تم گھنا سایہ' پتھروں کی پلکوں پر" اور "جانِ جاں تو جو کہے" شامل ہیں۔ سب رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں' مجھے بھی لکھنے کا بہت شوق ہے۔ میری زندگی بہت زیادہ خوشیوں میں گزر رہی ہے اس سے پہلے کہ آپ مجھ سے بور ہونے لگیں میں جلدی جلدی اپنا تعارف ختم کروں لیکن اپنا پیغام دینا چاہتی ہوں کہ ہمیں اپنی زندگی کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ یہ زندگی خدا کی طرف سے بہت بڑا اور حسین تحفہ ہے ہر انسان کے لیے۔ کبھی کسی کا دل مت دکھائیں' ہمیشہ سب کو خوش رکھنا چاہیے' مجھ سے ملاقات کر کے آپ لوگوں کو کیسا لگا رائے ضرور دیجیے گا' اللہ حافظ۔

ایسی تھی کہ نگاہ خیرہ ہو جائے۔ وہ جتنی حسین اور جاذب نظر تھی پتا نہیں اسی قدر بے حس مغرور اور بے نیاز کیوں تھی۔ سکندر نے زیادہ تر اسے سب سے خفا ہی دیکھا تھا اسے تو خاص طور پر کسی قابل نہیں سمجھتی تھی۔ اس احمق سے انسان کو جو شاید لڑکپن سے نوجوانی میں قدم رکھتے ہی اس کے حسن خوب صورتی اور معصومیت کا اسیر ہو گیا تھا۔ حالانکہ تب وہ کتنی چھوٹی تھی' پورے دس سال کا فرق تھا دونوں کی عمروں میں۔

سکندر نے میٹرک کا امتحان دے رکھا تھا' جب بابا اسے اپنے ساتھ حویلی لے آئے تھے۔ ان دنوں بابا کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی اور زمینوں کا حساب کتاب تو ضروری تھا نا تبھی ان کے حصے کا کام سکندر کو سنبھالنا پڑ گیا۔ اگرچہ اس کی تعلیم متاثر ہوئی مگر گھر کا چولہا بھی تو جلانا تھا نا۔ تب اس نے پہلی بار گلابی نیٹ کے فراک میں تتلیوں کے پیچھے بھاگتی اس بچی کو دیکھا تھا جو گر کر چوٹ لگوا بیٹھی تھی اور حلق پھاڑ پھاڑ کر روتے ہوئے اس نے بابا سائیں کو بوکھلا کے رکھ دیا تھا۔ سکندر نے جانا تھا وہ بابا سائیں کی لاڈلی ہی نہیں خاصی سر چڑھی بنی تھی۔ حالانکہ

اس سے چھوٹی تھی امامہ مگر اس کے مزاج میں بہت تحمل رسانیت اور ٹھہراؤ تھا جبکہ لاریب جذباتی غصیلی اور جلد باز تھی۔ انہی دنوں اماں (لاریب کی والدہ) کی وفات ہوگئی تھی اور بابا سائیں بچیوں کے معاملے میں کچھ زیادہ حساس ہورہے تھے۔ پھر جب بابا صحت مند ہوکے واپس اپنی ڈیوٹی پہ آگئے تب بھی بابا سائیں نے سکندر کو حویلی سے جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔

''سکندر ہمیں اپنی اولاد کی طرح سے عزیز ہے۔ احسان بخش' ہماری بچیوں کو بالکل بھائیوں کا سا پیار دیا ہے امامہ تو اس سے بہت ہل گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں سکندر ایسے ہی یہاں رہے۔'' بابا سائیں کی بات پہ بھلا بابا کو کیونکر انکار ہوسکتا تھا۔ سکندر کے وہاں رہنے کی سب سے زیادہ خوشی امامہ کو ہوئی تھی۔ امامہ اور ایمان سکندر سے واقعی بڑے بھائیوں کا سا رویہ رکھتی تھیں مگر سکندر خود کو اپنے مخصوص دائرے سے آگے نہیں بڑھنے دیتا تھا وہ جانتا تھا وہ ان کا بھائی نہیں بہرحال ملازم ہی ہے البتہ لاریب کا رویہ اس سے دھوپ چھاؤں جیسا ہوتا وہ اس سے صرف تب ہی بات کرتی تھی جب اس سے کام ہوتا' وہ ہر ایرے غیرے کو منہ لگانا پسند نہیں کرتی تھی جب ذرا بڑے ہونے پہ اس پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ عباس حیدر کا اس سے سنجوگ ہوچکا ہے' لاریب کا دماغ کچھ اور بھی عرش معلیٰ پر جا پہنچا تھا۔ عباس حیدر جیسا شاندار لڑکا ہی اس کا شریک حیات ہونے کا حقدار تھا جبکہ سکندر جو جانے کب لاریب کے معاملے میں دل کے ہاتھوں افسردہ تھا عباس حیدر سے اس کی نسبت کے متعلق جان کر کچھ اور بھی ملول رہنے لگا۔ گوکہ وہ جانتا تھا لاریب کو پانا دیوانے کے خواب کے مترادف تھا اس کے باوجود اسے کسی اور کے حوالے سے سوچنا بھی تو اذیت میں بڑھاوا دیتا تھا۔ سکندر جس کے رات دن اس کی سوچوں اور خیالات سے تابندہ تھے وہ اس کی سوچوں سے کتنی لاعلم تھی اور صحیح ہی تو تھا ورنہ وہ اس گستاخی پر سکندر کا حشر بگاڑنے سے بھی نہ چوکتی۔ محبت کرنے والے بھی عجیب ہوتے ہیں' لوگ یونہی انہیں دیوانے کا خطاب نہیں دیتے۔

لاریب کے حوالے سے عباس حیدر کی نسبت کی آگاہی تو تکلیف دہ امر تھا ہی مگر عباس حیدر کی کسی انجان لڑکی سے منگنی کی خبر پہ لاریب کے چہرے کے بجھے رنگ اور اذیتیں بھی تو سکندر کے دل میں پھانس بن کر گڑ گئی تھیں۔ کیسی انوکھی کیفیات کا نام ہے محبت بھی محبوب کی خوشی ہی سب کچھ لگتی ہے۔ وہ بھی اس کی اداسیوں پہ افسردہ تھا۔

''سکندرے! چائے لے۔'' ثانیہ کی آواز پہ وہ خیالات کی نگری سے چونک کر باہر آیا۔ ثانیہ اس کے سر پہ آ کھڑی ہوئی تھی۔ سبز کناری والی پیالی میں گرما گرم چائے تھی جس کی سنہری رنگت اور دلفریب خوشبو بہت خاص تھی۔

''شکریہ ثانیہ!'' اس نے پیالی تھام لی۔

''رسک لادوں ساتھ یا پراٹھا لوگے۔'' ثانیہ کی سوالیہ نگاہوں میں اس کے لیے کیسی انوکھی سی خوشی اور چاہت کا رنگ تھا۔ ایسا رنگ جو سکندر کو کبھی نظر نہیں آسکا تھا اور ثانیہ کے لبوں پہ حیا کے قفل پڑے رہتے تھے۔ یہ بھی عجیب بات تھی نا وہ اس بات پہ اکثر شاکی ہوا کرتا کیسے ممکن ہے اس کی محبتوں کی تپش لاریب تک نہ پہنچی ہو' اتنی چاہت اتنی محبت بے اثر کیسے ہوسکتی ہے؟ تو ثانیہ بھی ایسا ہی سوچتی تھی اس کے متعلق اس پہ ثانیہ کے جذبے اثر پذیر نہ ہوسکے تھے تو اس کے لاریب پہ اور لاریب کے عباس پہ۔ یہ تو ایک چین بن گئی تھی مگر اپنی جگہ ہر کوئی نا صرف خود کو مظلوم سمجھ رہا تھا بلکہ حق بجانب بھی۔ بس ایک عباس حیدر ہی تھا ایسا خوش بخت جس نے جو چاہا تھا پا بھی لیا تھا۔

''سکندرے کہاں کھو جاتا ہے تو بیٹھے بٹھائے۔'' ثانیہ کی آواز پہ سکندر نے گہرا سانس بھر کے اسے دیکھا پیالی واپس رکھ دی۔

''کہیں نہیں۔''

''میری سکھیاں کہتی ہیں سکندرے کی قریب کی نظر بہت کمزور ہے۔'' ثانیہ نے چاندی کا چھلا اپنی انگلی میں گھماتے ہوئے کسی قدر جرأت سے کہہ ڈالا۔ برسوں بیت گئے تھے اسے سکندرے کی طرف آس مندانہ نظروں سے تکتے مگر وہ ایسا جامد تھا کہ کبھی بھولے سے اشارہ نہ دیا تھا کسی بھی قسم کا حالانکہ اماں کی بھی دلی خواہش تھی کہ اس کا بیاہ سکندرے سے ہو پر اماں سکندرے سے زبردستی پہ ہرگز آمادہ نہ تھی۔

''کیا مطلب ہے اس بات کا؟'' سکندر نے اچنبھے میں گھر کر ثانیہ کی سانولی سلونی صورت دیکھی جس کی ملاحت دل موہتی تھی۔

''تجھے اس بات کا مطلب بھی نہیں پتا سکندرے۔'' ثانیہ کی نگاہوں کا شاکی پن کچھ اور بھی گہرا ہونے لگا مگر سکندر کا تحیر اپنی جگہ سلامت رہا۔

''اب میں تیری سکھیوں کی باتیں بھلا کیسے سمجھنے لگا؟ وہ سارا دن تیرے کانوں میں کھسر پھسر کرتی ہیں نہ کہ میرے اور نہ ہی مجھے کبھی کوئی الہام ہوا ہے۔'' سکندر نے کسی قدر جھلا کر کہا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ارادہ جانے کا تھا۔ ثانیہ بے تاب سی ہونے لگی۔

''بیٹھ نا...... اتنی جلدی کیوں رہتی ہے تجھے حویلی جانے کی؟''

''تجھے پتا ہے ثانیہ! لاریب اور امامہ بی بی کو مجھے ہی کالج چھوڑنے جانا ہوتا ہے۔ دیر مناسب نہیں۔'' (اور تجھے کیا پتا ثانیہ میرا کتنا جی چاہتا ہے میں ہمیشہ لاریب بی بی کو آنکھوں کی سامنے رکھوں مگر......)

''جا پھر......'' ثانیہ نے منہ پھلا لیا تو سکندر مسکرا دیا تھا اس کا سر تھپکا اور نرمی سے گویا ہوا۔

''میں نے تو تجھے بھی کہا تھا میٹرک کے پیپر دے لے میں تیاری کرادوں گا۔ اب تو بھی کالج جا رہی ہوتی' لاریب بی بی سے دو سال بڑی ہے تو یعنی ایمان بی بی کی ہم عمر مگر گھر بیٹھ گئی ہے ایمان بی بی یونیورسٹی میں پڑھتی ہیں۔''

''ہمارا غریبوں کا ان شاہوں سے کیا مقابلہ سکندرے! ہمیں تو ساری عمر چولہا چکی ہی کرنی ہے۔''

ثانیہ جانے کیوں افسردہ و غمگین نظر آنے لگی۔ سکندر نے ٹھنڈا سانس کھینچا تھا۔

''وہ کہتی تو ٹھیک ہے ثانیہ مگر یہ جو دل ہے نا یہ مرتبے اور مقام نہیں دیکھتا۔ اس کی ضد بھی عجیب اور فرمائش بھی......'' وہ جیسے کہیں دور کھو گیا ثانیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

''کیا مطلب؟'' وہ جیسے ہراساں ہوئی۔

''ہر بات کا مطلب مت پوچھا کرو۔ میں بھی کوئی اتنا عالم فاضل نہیں ہوں جو سمجھانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ دیکھا باتوں میں لگا کر دیر کرادی ابھی مجھے اماں سے دواؤں کا پرچا بھی لینا ہے شہر سے لیتا آؤں گا۔'' وہ کلائی پر بندھی گھڑی پہ نگاہ ڈالتے ہی بڑبڑایا اور تیز قدموں سے اندر چلا گیا ثانیہ گہرا سانس بھر کے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو یوں گھورنے لگی جیسے مستقبل میں جھانکنے کی کوشش کر رہی ہو۔

❁......❁......❁

ہاتھ بالوں میں پھیرے تو میں سو جاؤں گا
کوئی قصہ وہ سنائے تو میں سو جاؤں گا
اسے کہنا کہ مجھے نیند نہیں آتی ہے
اپنی بانہوں میں وہ سلائے تو میں سو جاؤں گا
میری پلکوں پہ سجے ہیں کئی راتوں کے دیئے
کوئی پلکوں سے بجھائے تو میں سو جاؤں گا
آخری سانس مجھے موقع دے یہ ذرا
میرا وعدہ ہے کہ وہ آئے تو میں سو جاؤں گا
بعد کی بعد میں دیکھیں گے ابھی اس سے کہو
آج کی رات نہ وہ جائے تو میں سو جاؤں گا

پچھلے دو گھنٹوں سے وہ مسلسل عرشیہ سے فون پہ محو گفتگو تھا۔ محبت کی ایسی شدت، اتنی چاہت اور اہمیت کبھی کبھی تو عرشیہ بے یقین سی ہو جاتی، اکثر مغرور رہتی مگر کبھی عباس کی یہ دیوانگی یہ والہانہ پن خوفزدہ کر دیا کرتا۔ اس وقت بھی وہ خائف ہو گئی تھی۔ جبھی عباس کو سونے کا مشورہ دیا تھا۔ جس کے جواب میں عباس نے اسے یہ غزل سنادی تھی۔

عرشیہ کچھ جھینپی اور کچھ تفاخر سے ہنستی چلی گئی۔ پھر جب اس کی یہ ہنسی تھمی تو بولی۔

''ایسا کیا ہے مجھ میں عباس کہ اتنا چاہتے ہو۔''

''یہی تو بتانا اور سمجھانا چاہتا ہوں، یار شادی تو ہونے دو۔'' وہ پھر پٹڑی سے اترنے لگا۔ عریشہ جھینپ گئی تھی۔

''مجھے تو سچ پوچھو تمہاری محبت خوفزدہ کرنے لگی ہے عباس۔'' وہ واقعی متاثر لگ رہی تھی۔ عباس ہنسنے لگا پھر وضاحت دینے کو بولا تھا۔

''عرشیہ تمہیں پتا ہے تم سے پہلے میں نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی تھی ماسوائے اپنی ذات کے اماں، بابا سائیں مجھے کسی سے بھی کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا جبھی تو میں نے اپنی خوشی کو اولیت دی اور بہت آسانی سے سب کچھ چھوڑ دیا وہ بہت خاص لڑکی بھی جسے بابا سائیں نے مجھ سے منسوب کیا تھا سب نے کتنا کہا تھا اس جیسی لڑکی مجھے دوبارہ نہیں مل سکتی مگر مجھے پروا نہیں رہی اب میرا جی چاہتا ہے تمہیں سب کے سامنے کھڑا کر کے کہوں دیکھو مجھے ویسی لڑکی ملی ہے جیسی میں چاہتا تھا۔'' وہ ایک ٹرانس میں بولتا چلا گیا تھا۔

''عباس کبھی کبھار مجھے بہت ڈر لگتا ہے، یونو ہم دونوں نے ہی ایک دوسرے کی خاطر اپنی اپنی نسبتیں توڑ ڈالی ہیں یعنی دو دلوں کا خون کیا ہے، عباس کہیں ہمیں اس کی سزا......''

''اللہ نہ کرے عریشہ۔ پلیز ایسی باتیں مت کرو۔'' عباس واقعی دہل گیا تھا اور کتنی دیر اسے سمجھاتا رہا جب فون بند کر کے وہ شاور لینے کے خیال سے اٹھا عین اسی پل ملازم نے اس کے دروازے پہ دستک دی تھی۔

''یس کم آن!'' عباس نے گردن موڑ کر دروازے کی جانب دیکھا جہاں فضل دین کھڑا تھا۔

''صاحب راجہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''اس وقت؟ انہیں کیا ضرورت بلکہ مصیبت آپڑی ہے صبح نہیں ہونی تھی کیا؟'' اس نے بارہ بجاتی گھڑی پہ ایک نگاہ ڈال کر بے حد آف موڈ کے ساتھ کہا۔

''صاحب میں نے بھی کہا تھا وہ صبح آجائیں مگر کہنے لگے صبح آپ کے صاحب ہمیں دستیاب نہیں ہوتے۔'' فضل دین کی وضاحت پہ اس کا مزاج کچھ اور برہم ہو گیا۔

''انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ آتا ہوں میں۔ اور سنو چائے بھی بنا کر لے جاؤ۔''

''جی صاحب!'' فضل دین مستعدی سے پلٹ گیا تو عباس نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے خود کو کمپوز کیا۔ وہ راجہ صاحب کی آمد کے مقصد سے بخوبی آگاہ تھا۔ کچھ سوچا پھر ڈرائنگ روم میں آگیا۔ راجہ صاحب بہت تپاک اور گرمجوشی سے اس سے اٹھ کر بغلگیر ہوئے۔ ایسا تپاک اور گرمجوشی جس میں چاپلوسی اور غرض پوشیدہ تھی۔ حالانکہ وہ ملک کے جانے مانے ڈائریکٹروں میں شمار ہوتے تھے۔

''بیٹھے راجہ صاحب!'' عباس نے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے انہیں مخاطب کیا۔

''معذرت چاہتا ہوں عباس صاحب اس وقت زحمت دینے پہ مگر......''

''اٹس او کے فرمائیے کس سلسلے میں زحمت فرمائی۔'' عباس کا انداز لیا دیا تھا۔ وہ عام ایکٹرز کی طرح پروڈیوسر اور ڈائریکٹرز کے آگے پیچھے نہیں پھرا کرتا تھا۔ اس کا مزاج شاہانہ، بے نیازی لیے ہوئے تھا۔ ایسے فلم میں کام کرنے کی آفر ہوئی تھی تو اس نے شوق اور تجسس میں کام کر لیا تھا مگر فلم کی مقبولیت دیکھ کر تمام فلم میکرز خود اس کے پیچھے پھرنے پہ مجبور ہو گئے تھے اور اب عباس کا یہ اچانک فیصلہ تمام فلم بینوں کو متفکر و پریشان کر گیا تھا۔ اس وقت راجہ صاحب کی آمد بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

''آپ کو معلوم تو ہے عباس صاحب ہم آپ کے فیصلے سے کتنے اپ سیٹ ہو گئے ہیں۔ لاکھوں کا سرمایہ لگایا ہے جس فلم پہ کیا وہ ڈوب جائے گا؟'' ان کے انداز میں منمناہٹ تھی عباس کو خفت نے آن لیا۔

''مجھے افسوس ہے راجہ صاحب آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کا ایڈوانس آپ کو واپس کر دوں گا۔''

''ارے کیسی بیگانوں والی باتیں کرتے ہیں جناب! بس آپ معاہدے کے مطابق ان فلموں کی شوٹ تو کمپلیٹ کرائیں نا۔ ویسے ایسی کون سی وجہ ہے آپ کے اس اتنے بڑے فیصلے کے پیچھے؟'' وہ اب کے لجاجت سے بولے تو عباس نے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

''میں نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے کہ میں آئندہ کیا کروں گا۔ ویسے آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کی دونوں موویز کی شوٹ جو رہتی ہے کمپلیٹ کرادوں گا۔'' عباس کو ایک دم ہی ان پر ترس آگیا تھا۔ عریشہ کو وہ کسی نہ کسی طریقے سے منا لے گا۔ آخر اصول بھی کسی چڑیا کا نام تھا۔

''اوہ رئیلی عباس صاحب! جیوندے رہو سوہنٹریو۔ رب لمبی حیاتی دے۔'' راجہ صاحب کو تو گویا ہفت اقلیم کی

غزل

خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے
کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے
خطاوار سمجھے گی دنیا تجھے
اب اتنی زیادہ صفائی نہ دے
ہنسو آج اتنا کہ اس شور سے
صدا سسکیوں کی سنائی نہ دے
غلامی کو برکت سمجھنے لگیں
اسیروں کو ایسی رہائی نہ دے
ابھی تو بدن میں لہو ہے بہت
قلم چھین لے روشنائی نہ دے
مجھے ایسی جنت نہیں چاہیے
جہاں سے مدینہ دکھائی نہ دے
خدا ایسے احساس کا نام ہے
رہے سامنے اور دکھائی نہ دے

کامران خان......کوہاٹ KPK

دولت مل گئی۔ بے ساختہ دانت نکوس کرزبردستی عباس سے معانقہ کرنے میں مشغول ہوگئے عباس کھسیا کر مسکرا دیا۔

"چائے تو پی لیں راجہ صاحب۔" انہیں جانے کو تیار دیکھ کر عباس نے ٹوکا اسی وقت فضل دین چائے لے کر آیا تھا۔

"ارے نہ جی نہ اب چائے پی تو رات کو الو بن کر جاگوں گا۔ اب چلتا ہوں رب راکھا! بس ذرا اپنے وعدے کو یاد رکھنا عباس صاحب۔" راجہ صاحب اس سے ایک والہانہ سا مصافحہ کر کے رخصت ہوگئے۔ تو فضل دین نے بے بسی سے ہاتھ میں پکڑی چائے کی ٹرے کو دیکھ کر عباس کو دیکھا تھا۔

"اب چائے کا کیا ہوگا صاحب!"

"تم پی لو فضل دین اگر رات کو جاگنا ہے تو۔" وہ مسکرا کر کہتا ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔ فضل دین منہ لٹکا کر ٹرے سمیت کچن کی طرف جا رہا تھا۔

❁......❁......❁

گاڑی سبک رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی جبکہ اس کا ذہن جیسے ماضی میں الجھا ہوا تھا۔ چار سال قبل جب وہ اعلیٰ ڈگریوں سمیت واپس حویلی آیا تھا تو لاریب نے ہوش سنبھالنے کے بعد پہلی مرتبہ اسے بغور دیکھا تھا۔ کتنا حسین تھا وہ' کتنا چارمنگ کہ دیکھو تو دھڑکنیں زیروزبر ہونے لگیں۔ وہ ایک سنہرا خواب بن کر اس کی آنکھوں میں بس گیا تھا۔ اس کا لمبا قد اس کا کسرتی وجود اس کی غضب کی اسمارٹنیس' اس کے مغرور تیکھے نقوش' پورے چہرے پہ حکمرانی کرتی سحر طراز گہری جادو اثر آنکھیں وہ جتنا حسین اور خوبرو تھا اس سے بڑھ کر مغرور تھا۔ کتنی وضاحت کتنی فرصت سے سوچنے لگی تھی وہ اسے۔ جی چاہتا سارا کام چھوڑ کر بس اسے ہی سوچتی جائے اور دل تھا کہ بھرتا ہی نہ تھا۔ پھر آپا کی شادی کی تقریب میں بارہا اس کا عباس سے سامنا ہوا تھا۔ وہ جتنی مقناطیسی کشش کے تحت اس کی جانب کھنچتی عباس اسی قدر لاتعلق نظر آتا تھا وہ مایوں کی رات تھی جب لاریب نے اورینج کلر کا بہت خوب صورت سوٹ پہنا ہوا تھا آپا کو جانے کیا سوجھی تھی کہ عباس کے حوالے سے اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ وہ بیر بہوٹی کی طرح سے سرخ پڑ گئی تھی۔ پھر اس کی یہی شرماہٹ جھینپ اور چہرے کے حسین رنگوں کو دیکھتے ہوئے ہی آپا کے ساتھ باقی لڑکیاں بھی مل گئی تھیں اور چھیڑ چھیڑ کر لاریب کا ناک میں دم کر چھوڑا تھا۔ یہی وہ موقع تھا جب عباس کسی کام کی غرض سے وہاں چلا آیا تھا۔

"اس بات کو چھوڑو عباس یہاں بیٹھو لاریب کے پاس۔" اس کی بات کے جواب میں آپا نے عباس کا ہاتھ پکڑ کر ایک انوکھی فرمائش کی تھی۔

"یہاں بیٹھنے کے لیے کیا یہ ضروری شرط ہے؟" وہ لاریب کے بجائے آپا کے مقابل بیٹھ گیا تھا۔ لاریب کے چہرے پہ ایک خفیف سا سایہ لہرا گیا۔ پتا نہیں وہ کیا تھا لڑکے تو ایسے بہانے ڈھونڈا کرتے ہیں۔

"بھئی وہ منگیتر ہے تمہاری! ہم دیکھنا چاہتے ہیں وہ تمہارے ساتھ کیسی لگتی ہے؟" آپا کی وضاحت پہ جہاں لاریب سرخ پڑ گئی تھی عباس ایک دم بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"آپا پلیز آپ اتنی سی بچی کے سامنے اس قسم کی باتیں مت کریں۔"

"اتنی سی بچی پورے پندرہ سال کی ہے۔ ہوسکتا ہے سال ڈیڑھ سال میں بابا جان تمہاری شادی کرادیں۔" آپا نے جیسے اس پہ حقیقت آشکار کی مگر وہ جھنجلا گیا تھا۔

"خوامخواہ ہی' مجھے نہیں کرنی اتنی جلدی شادی۔ اور پلیز اس ٹاپک کو فی الحال کلوز کریں میں نے کہا ہے ناں لاریب کی ابھی عمر ہی کیا ہے؟"

"ہمارے ہاں چھوٹی عمر میں ہی شادیاں ہوتی ہیں عباس۔" آپا نے جیسے باور کرایا تھا۔

"مگر میں خود پہ ایسے تجربے نہیں ہونے دوں گا۔ لاریب مجھ سے بہت چھوٹی ہے اور......"

"اور کیا؟" آپا اس کے ہونٹ بھینچ جانے پہ چونکی

انداز میں بولیں۔ باقی سب بھی خاموش اور فکر مند نظر آتی تھیں مگر لاریب کا چہرا تو دھواں ہو رہا تھا۔

"اور کچھ نہیں......" وہ اٹھ کر وہاں سے چلا گیا مگر لاریب کے اندر تو خدشے اور واہمے در آئے تھے۔ چھوٹی سی عمر' کچی محبت کا نوخیز سا احساس اس پہ بھی فکر مندی اور تفکرات کی کڑی دھوپ وہ تو جیسے کملا کے رہ گئی۔ وہ ولیمے کی تقریب تھی جب وہ تیار ہو کر بڑی حویلی آئی تو سب سے پہلا سامنا عباس سے ہی ہوا تھا۔ حویلی میں بھی غیر معمولی خاموشی تھی وہ کچھ گھبرا سی گئی۔

"سب لوگ کہاں ہیں؟ مجھے تیاری میں کچھ دیر ہوگئی تھی بجو نے کہا تھا میں یہاں آجاؤں اکٹھے چلیں گے مگر لگتا ہے وہ مجھے چھوڑ گئیں۔" وہ آن کی آن میں روہانسی ہوگئی تھی۔ عباس جو اسے بغور دیکھ رہا تھا' آہستگی سے مسکرا دیا' پھر اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"چھوڑ کر وہ واقعی چلی گئی ہیں مگر میری وجہ سے' وہ چاہتی ہیں کہ تم میرے ساتھ وہاں آؤ۔" وہ اپنی بات کہہ کر سوالیہ نگاہوں سے اسے تکنے لگا۔ لاریب کے دل کی حالت غیر ہوگئی' دھڑکنیں کیسے شور مچانے لگی تھیں مگر انا نے اسے مسکرانے خوش ہونے کی اجازت نہیں دی۔

"میرے کچھ چاہنے سے کیا ہوتا ہے بات تو آپ کے چاہنے سے بنتی ہے۔" وہ منہ پھلا کر روٹھے پن سے بولی تو عباس نے چونک کر بغور اسے دیکھا۔ وہ کم عمر تھی۔ اس عمر کا مخصوص بانکپن نوخیزی اور معصومیت اس کے چہرے پہ ملاحت کی صورت بکھری تھی مگر وہ اپنی عمر سے کچھ آگے نظر آرہی تھی زرق برق لباس' میک اپ اور جیولری کے بے تحاشا استعمال کی وجہ سے۔

"اس دن جو باتیں آپا نے کہیں شاید تم نے ان کا برا مانا ہے لاریب؟"

"ان کی نہیں آپ کی باتوں کا مانا ہے اور مجھے ماننا بھی چاہیے۔" وہ خاصی خفگی سے جتلا رہی تھی۔ عباس نے ٹھنڈا سانس کھینچ لیا۔

"یہ ایسی باتیں نہیں ہیں کہ تم کرو یا سنو۔ یونو ابھی تم چھوٹی ہو......ایسی عمر......"

"میں کوئی چھوٹی نہیں ہوں۔ میں نے میٹرک کے ایگزام کلیئر کرلیے ہیں۔"

"اچھا میں سمجھا تم ماسٹرز کر چکی ہو۔" عباس نے آنکھیں پھیلا کر مسکراہٹ ضبط کی تو لاریب کا پارہ ہائی ہونے لگا تھا۔

"آپ میرا مذاق نہیں اڑا سکتے سمجھے آپ۔" وہ بد مزاجی سے چیخ پڑی تھی مگر عباس کی مسکراہٹ بدستور اس کے ہونٹوں پہ لہرا رہی تھی۔ لاریب ایک نظم یاد آئی ہے مجھے سناؤں؟ تمہارے حسب حال ہے۔" پھر اس کی اجازت ملنے سے قبل ہی وہ بہت دھیمے اور پرتاثیر لہجے میں سنانے لگا تھا۔

سنو اے چاندسی لڑکی!
ابھی تم تتلیاں پکڑو......!
یا پھر گڑیوں سے کھیلو!
یا پھر معصوم سی آنکھوں سے ڈھیروں خوابوں کو دیکھو

حمد شریف

دل مغموم کو مسرور کردے
دل بے نور کو پُرنور کردے
فروزاں دل میں شمع طور کردے
یہ گوشہ نور سے معمور کردے
مرا ظاہر سنور جائے الٰہی
میرے باطن کی ظلمت دور کردے
مئے وحدت پلا مخمور کردے
محبت کے نشے میں چُور کردے
نہ دل مائل ہو میرا ان کی جانب
جنہیں تیری ادا مغرور کردے
ہے میری گھات میں خود نفس میرا
خدایا اس کو بے مقدور کردے

مدیحہ شبیر......شاہ نکڈر

فراز و فائزہ محسن کی کتابیں مت ابھی پڑھنا!
یہ سب لفظوں کے ساحر ہیں تمہیں الجھا کے رکھ دیں گے
تمہیں معلوم ہی کب ہے!
محبت کے لبادے میں ہوس اور حرص ہوتی ہے
یہ انسانوں کی دنیا ہے
مگر اس سے کہیں بڑھ کر یہاں وحشی درندے ہیں
وہ وحشی جن کی آنکھوں میں......!
مچلتے پیار کے پیچھے ہوس اور حرص ہوتی ہے
ابھی کچی کلی ہو تم ابھی کانٹوں سے مت کھیلو
ابھی اپنی ہتھیلی پہ کسی کا نام مت لکھو
ابھی اپنی کتابوں میں گلابی پھول مت رکھو
ابھی تم تتلیاں پکڑو!
ابھی گڑیوں سے کھیلو تم!

"یہ نصیحت ہے یا حکم؟" وہ جیسے ہی خاموش ہوا لاریب نے کسی قدر تیکھے چتونوں سے اسے دیکھ کر سوال داغا۔ عباس آہستگی سے مسکرایا تھا۔

"حکم کیوں دوں گا' نصیحت سمجھ سکتی ہو۔" لاریب بے دردی سے ہونٹ کچلنے لگی۔

"آپ مجھے پسند نہیں کرتے ہیں نا' وہاں امریکہ میں کوئی......"

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے لاریب!" وہ عاجز ہو گیا۔

"تو پھر......!" لاریب کی آنکھیں چھلکنے کو بے تاب ہونے لگی تھیں۔

"ہم اس موضوع پہ پھر کبھی بات کریں گے ابھی اٹھو تم دیر ہو رہی ہے۔" عباس نے جیسے اسے ٹال دیا تھا۔ لاریب نے سمجھ' جانا اور دکھی ہو گئی۔

"تب شاید آپ کے پاس وقت نہیں ہوگا۔" اس نے شکوہ ضروری سمجھا مگر عباس دانستہ نظر انداز کر گیا۔ آج واقعی وہ وقت تھا وہ بڑی ہو گئی تھی اور کہنے والا اپنی بات بھلا کر اپنے راستے منتخب کر چکا تھا مگر وہ کیا کرتی کہاں جاتی اس کا دل دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ گاڑی حویلی کا گیٹ کراس کر کے گیراج میں آ کر رکی تب وہ چونکی تھی اور اپنا بیگ سنبھالتی دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ امامہ کے ہمراہ جب وہ لان عبور کر کے برآمدے میں آئی تو جانے کس سمت سے نکل کر وقاص ایک دم اس کے راستے میں آ گیا۔ اگر وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں اپنا بڑھا ہوا قدم پیچھے نہ ہٹا لیتی تو یقیناً اس سے ٹکراؤ ہو چکا ہوتا۔ اسے اونچے پورے گرانڈیل وجود سمیت مونچھوں کو تاؤ دیتا ہو خباثت زدہ مسکان لیے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اور ان نگاہوں میں ایسا کیا ہوتا تھا جو لاریب کی ساری بہادری ساری بولڈنیس ہوا کر دیا کرتا تھا۔ اسے آج تک سمجھ نہ آ سکی تھی۔ وہ ایمان کا منگیتر تھا اس کی یہ نظریں اگر ایمان کے لیے ہوتیں تو وجہ سمجھ بھی آتی وہ ایمان کے ساتھ لاریب پہ ایسی نظریں کیوں ڈالتا تھا' وہ ہمیشہ سمجھنے سے قاصر رہی۔ جتلاتی ہوئی طنز آمیز نگاہیں جن میں عجیب سی تپش ہوتی اور ایسا تب سے ہوتا تھا جب سے عباس نے ہمیشہ کے لیے حویلی کو چھوڑا تھا۔

کیا یہ مجھے مفت کا مال سمجھتا ہے؟ لاریب نے کئی بار سلگ کر یہ بات سوچی تھی اور بہت کڑھتی تھی عباس کے حوالے سے۔ تلخی اور نفرت اس پل بڑھتی ہوئی محسوس ہونے لگتی۔

"میں کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گی عباس۔" اس پل بھی وہ وقاص کو گالیاں دینے کے بعد ایک بار پھر عباس کے تصور سے مخاطب ہوئی تھی۔ اور اپنے کمرے میں آ کر بیگ اور چادر اتار کر صوفے پہ پھینک دی۔

"گھٹیا' ذلیل' کمینہ انسان' جی چاہتا ہے آنکھیں ہی پھوڑ ڈالوں۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے فریج کھول کر پانی کی بوتل نکالی کر منہ سے لگالی معاً اپنے علاوہ کسی اور کی موجودگی کے احساس کو پا کر اس نے بے ساختہ نظر گھمائی ہیٹر کے پاس ہاتھ میں کوئی اوزار پکڑے سکندر کھڑا تھا۔ گم صم مبہوت' اس نے پہلی مرتبہ لاریب کو یوں بغیر دوپٹے کے دیکھا تھا۔ وہ تو صحیح معنوں میں ہوش گنوا بیٹھا تھا' اس کے حسن کی آب تاب کے آگے۔

"تم کیا کر رہے ہو یہاں؟" وہ تیوری چڑھا کر بولی تو

سکندر ہڑبڑا سا گیا۔

"وہ بی بی جی ہیٹر خراب ہے بابا سائیں نے کہا تھا چیک کر لوں تو......"

"ہاں میں نے ہی کہا تھا انہیں کرو تم اپنا کام۔" لاریب نے کچھ نخوت کچھ بے نیازی سے کہا اور غٹاغٹ پانی پینے لگی۔ سکندر نے سکھ کا سانس بھرا کجا اسے خوامخواہ ڈانٹ نہیں دیا۔ پتا نہیں لاریب سے سخت سست سن کر اسے اچھا کیوں نہیں لگتا تھا۔ دل دیوانہ نادان پاگل شیدائی کیوں اس سے نرمی رسان اور شاید محبت کا طلبگار تھا۔ چچ چچ محبت! اس کا جی چاہا خود اپنا مذاق اڑا کر ہنسے مگر اتنی تاب کہاں تھی۔ وہ دل مسوس کر رہ گیا۔

"اگر تمہیں اس کی رمز سمجھ نہ آئے سکندر تو شہر سے مکینک بلوا لینا گاؤں کی سردی ناقابل برداشت ہے۔ کل ساری رات مجھے نیند نہیں آ سکی مارے ٹھنڈ کے۔" خالی بوتل لاپروائی سے کارپٹ پہ لڑھکا کر وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔ ارادہ بال سلجھانے کا تھا اس نے چوٹی کے بل کھولے تو سیاہ مخملیں بالوں کا آبشار پوری پشت پہ بکھر گیا۔ سکندر کن اکھیوں سے اسے تکتا رہا۔ وہ کتنی بے نیاز تھی اس کی موجودگی سے۔ گویا اس کا ہونا نہ ہونا ایک برابر تھا۔ کیا وہ ایک بھرپور جوان مرد نہیں تھا یا پھر لاریب کے نزدیک اس کی اہمیت ہی نہیں تھی۔ دوسری بات صحیح تھی جس نے سکندر کو کچھ اتنا ذہنی طور پہ اپ سیٹ کیا کہ وہ وہاں مزید ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکا تھا۔

"کیا ہو گیا ٹھیک؟" لاریب نے قدرے چونک کر اسے باہر جاتے دیکھا۔

"نہیں......" وہ مختصراً بولا تھا۔

"پھر......؟"

"میں مکینک کو بلواؤں گا۔" سکندر کی آواز ایک دم بھاری ہونے لگی۔ پتا نہیں کیوں۔

"او کے فائن! تم سکھاں سے کہہ کر مجھے چائے بھجوا دینا۔" لاریب نے کاندھے جھٹک کر کہا تھا سکندر تیزی سے نکلتا چلا گیا۔

❁......❁......❁

ہماری کشتیاں تو بے یقینی کے بھنور میں ہیں محسن!
چلو اچھا کیا ہم سے کنارہ کر لیا تم نے......!

"شرجیل پلیز!" وہ اس کی بے اعتنائی کو سہتی روہانسی ہو گئی تھی۔ صبح سے مجال ہے جو ایک کلاس بھی اٹینڈ کی ہو پہلے اس کی تلاش میں مارے مارے پھر کے وقت برباد کیا اب اسے منا منا کر ہاری تھی تو جیسے ضبط کھو بیٹھی۔

"آخر کہا کیا تھا میں نے تم سے جو تم نے اتنا برا مانا لیا۔" شرجیل نے چپ کا روزہ توڑ دیا تھا۔ ایمان کی کچھ کچھ سانسیں بحال ہوئیں۔

"آئی ایم سوری...... رئیلی سو سوری شرجیل۔" اس نے باقاعدہ دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔ شرجیل کچھ دیر اسے یونہی دیکھتا رہا پھر اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

"او کے فائن' میں اس سوری کو ایکسیپٹ کر لیتا ہوں مگر ایک میری بھی ایک شرط ہے بولو مان لو گی؟"

"کیا شرط......؟" وہ خائف ہونے لگی' کچھ کچھ جانتی بھی تو تھی نا۔

"اگر تمہارے بابا سائیں نہ مانے تو ہم بھاگ کر شادی کر لیں گے۔" شرجیل کے منہ سے نکلنے والی بات نے ایمان کا چہرا تاریک کر ڈالا۔

(باقی ان شاءاللہ آئندہ ماہ)

قسط نمبر 20

بِھیگی پلکوں پر

اقرأ صغیر احمد

وحشتِ سفر ٹھہرا پھر میرے سفینے کا
میں نے خواب دیکھا تھا برف پگھلنے کا
دھوپ کی تمازت تھی موم کے مکانوں پر
اور تم بھی لے آئے سائبان شیشے کا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

پری شہریار کو اپنے سامنے پاکر نہ صرف حیران ہوتی ہے بلکہ اس کے عجیب وغریب سوالوں پر سخت کبیدہ خاطر ہو جاتی ہے جب کہ وہ اس سے کچھ دیر باتیں کرنے کا خواہاں ہوتا ہے مگر وہ مسلسل نظر انداز کرتی ہے اور صباحت بیگم کو اندر آتے دیکھ کر وہاں سے جانے میں ہی عافیت سمجھتی ہے۔ عادلہ صباحت بیگم کے کہنے پر بہت سے لوازمات لیے شیری کے سامنے آتی ہے تو صباحت بیگم اپنی بیٹی کے سلیقہ شعاری کے قصے لے کر بیٹھ جاتی ہیں اور دوسری طرف پری کے انتہائی ست ہونے کا ذکر کرتی ہیں۔ عادلہ شیری سے زیادہ اس کی جائیداد کے اکلوتے وارث ہونے کا سن کر متاثر ہوتی ہے جب کہ فیاض صاحب شیری سے ملاقات نہ ہونے پر افسوس کرتے اپنے ماضی کے دھندلکوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ ماہ رخ اپنی زندگی کے نئے سفر پر گامزن ہے اور اس سفر میں اپنوں سے بہت دور نکل جاتی ہے۔ ساحرا سے ٹھیرے رکھتا ہے، عرب کے صحرائی راستوں سے ہوتے ہوئے ایک طویل تھکا دینے والے سفر کے بعد وہ ایک محل نما عمارت کے سامنے رکتے ہیں، وہ وہاں کی تزئین وآرائش سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی لیکن ساحر کے ڈیڈ سے پہلی بار ملنے پر وہ کچھ مضطرب بھی ہوتی ہے۔

فیاض صاحب بھی طغرل کے ہمراہ فراز صاحب کے پاس جانے کی خواہش کا ارادہ کرتے ہے لیکن طغرل دادی کا ذکر کرتے ہوئے انہیں یہیں رہنے کا کہتا ہے۔ شیری اپنے نظر انداز کیے جانے پر سخت برہم ہوتا ہے، گھر آ کر وہ خود کو کمرے میں بند کر لیتا ہے۔ مسز عابدی مضطرب ہو کر اندر آتی ہیں تو وہاں عجیب سی بو محسوس کرتی ہیں۔ اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر ان کا دل عجیب کرب کا شکار ہوتا ہے، ان کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ کر شیری پریشان ہو جاتا ہے، جب ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ماں پچھلے ایک سال سے عارضہ قلب میں مبتلا ہیں۔ دوسری طرف طغرل باہر جانے سے پہلے دادی سے ملنے کے لیے ان کے پاس جاتا ہے تو ٹیرس پر پری کو دیکھ کر رک جاتا ہے، وہ اس سے اپنے حوالے سے کچھ بات کرنا چاہتا ہے لیکن پری کی سرد مہری دیکھتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر وہاں سے لے جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁ .... ❁ .... ❁

"یہ...... یہ کیا حرکت ہے؟" اس نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا وہ اس کو روم میں لے آیا تھا۔

"ریلیکس یار! چیخو مت......"

"میں چیخوں گی' آپ مجھے زبردستی لائے ہیں۔"

"تو چیخو! پرابلم تمہیں ہوگی مجھے نہیں' فکر تمہیں ہوتی ہے' ڈر تمہیں لگتا ہے کچھ لوگوں سے۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے کھڑا اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"آپ کو خوف محسوس نہیں ہوتا؟" پری کے سخت لہجے میں کچھ حیرانی بھی شامل تھی۔

"آپ ممی کی نیچر کو اچھی طرح جان گئے ہیں میری رسوائی ان کے لیے تسکین کا باعث ہوتی ہے۔"

"مجھے خوف محسوس نہیں ہوتا ہے کسی سے بھی خواہ وہ صباحت آنٹی ہوں یا کوئی اور ذہنی مریض۔ جو صرف اور صرف اپنی خود غرضی کے سبب دوسروں کو تکلیف دینے میں اپنی گھٹیا خوشیاں تلاش کرتے ہوں۔"

"آپ کے کہنے سے کیا ہوتا ہے' جو جیسا ہے وہ ویسا ہی رہے گا۔ یہ بتائیں آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟" وہ کسی حد تک اپنے غصے پر قابو پا کر گویا ہوئی۔

"تمہیں معلوم ہے' میں جا رہا ہوں۔"

"ہوں۔" اس کے انداز میں بے پروائی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم وہاں مجھے کتنا عرصہ لگتا ہے۔ بہت جلد آ جاؤں میں' شاید مجھے ٹائم بھی لگ جائے۔" وہ بے ربط بول رہا تھا۔ جو کہنا چاہ رہا تھا وہ کہہ نہیں پا رہا تھا اس کے وجیہہ چہرے پر عجیب سے احساسات تھے اس کی نگاہوں میں کوئی چمک تھی' کوئی پیغام تھا وہ اس سے دل کی بات کہنا چاہ رہا تھا' بدلتے ہوئے جذبات' احساسات' خیالات شیئر کرنا چاہتا تھا لیکن سیاہ شال کے ہالے میں چمکتے پری کے خوب صورت چہرے پر بہت سرد و سپاٹ تاثرات تھے' ہمیشہ کی طرح اس کے انداز میں بے گانگی و لاتعلقی نمایاں تھی جو مقابل کو کچھ کہنا تو درکنار نگاہ بھر کر دیکھنے کا موقع بھی نہیں دیتی تھی۔ اس لمحے ایسا ہی ہوا تھا وہ دل کی بات دل میں ہی دبا بیٹھا تھا۔

"یہ سب آپ مجھے کیوں بتا رہے ہیں؟" اس کی سوچوں سے بے خبر وہ شانے اچکا کر گویا ہوئی تھی۔ "آپ کے واپس آنے یا نہ آنے سے مجھے کیا لینا دینا؟" پل بھر کو اس کا دل ساکت سا ہوا تھا وہ کھڑا کا کھڑا رہ گیا تھا۔ وہ اس قدر کٹھور و بے حس ہوگی' دل مانا نہ تھا۔

"طغرل صاحب! کل تک آپ بھی ایسے ہی بے حس و کٹھور تھے دل کتنا نازک ہوتا ہے اور محبت کتنی حساس' آپ کو معلوم نہ تھا' آپ کے جذبے بدلے ہیں تو احساسات بھی تبدیل ہو گئے ہیں۔ ابھی دوسری طرف معاملہ گڑبڑ ہے۔ انقلابی تبدیلی آپ کے اندر برپا ہو چکی ہے شاید دوسری طرف برپا ہونے خاصا وقت لگے۔ بہتر یہی ہے آپ ابھی اپنی "نوزائیدہ محبت" کی کیئر کرو اور جذبوں کے اظہار کے لیے کسی اچھے وقت کا انتظار۔" اس نے اپنے دل میں تسلی دی تھی۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو' تمہیں بھلا میرے واپس آنے یا نہ آنے سے کیا لینا دینا؟ تم خود سے بے خبر رہتی ہو' تمہیں خبر نہیں۔ خیر میں تم سے معذرت کرتا ہوں ایک عرصہ تک میں تمہارے بیڈ روم پر قبضہ جمائے رہا ہوں' یہ لاسٹ نائٹ ہے کل سے تمہیں تمہارا روم مل جائے گا۔" دلی احساسات کو چھپائے اس نے خوب صورتی سے بات بدل دی تھی۔

"بنڈل آف تھینکس پارس! شدید ناپسندیدگی کے باوجود تم نے بے حد تعاون کیا ہے میرے ساتھ' خیال رکھا ہے

"ایسی کوئی بات نہیں ہے میں نے اسپیشلی آپ کے لیے کچھ نہیں کیا' گھر میں موجود تمام لوگوں کا خیال رکھنا میرا فرض ہے اس میں مہربانی کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی ہے۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی تھی' دونوں ہی کھڑے ہوئے تھے۔

"دادی جان کا بے حد خیال رکھنا پارس! وہ بہت کمزور ہو گئی ہیں' میں نے محسوس کیا ہے وہ پریشان ہیں مگر بتاتی نہیں ہیں۔"

"جی میں خیال رکھوں گی۔" وہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل گئی اور وہ وہیں کھڑا اس کی خوشبو کو محسوس کرتا رہا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁
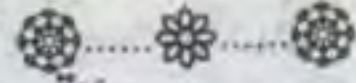
وہ حبشی عورت اس کو ایک بے حد شان دار کمرے میں لے آئی تھی' بھاری پردوں سے ڈھکا' بیش قیمت قالین اور فرنیچر سے آراستہ اس کمرے میں نامعلوم کون کون سی خوشبوئیں مہک رہی تھیں' وہ مبہوت نگاہوں سے ہر شے کو تک رہی تھی۔ ہر چیز پر خواب کا گمان ہو رہا تھا وہ عورت بہت نرم انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹیچڈ باتھ روم کی طرف لے گئی تھی' ملازمہ کو اس کا ہاتھ پکڑ کر باتھ روم تک اس لیے لانا پڑا کہ وہ پارکنگ لاٹ سے یہاں بیڈ روم تک آنے میں کافی وقت ضائع کر چکی تھی اور ہر جگہ کو اس نے رک رک کر خوابناک نظروں سے دیکھا تھا پھر اس بیڈ روم میں آ کر اس کی حیرتیں انتہا کو پہنچ گئی تھیں اگر ملازمہ اس کو ہاتھ پکڑ کر باتھ روم تک نہ لاتی تو ممکن تھا' حیرت کی زیادتی سے وہ بے ہوش ہو جاتی' ہر سمت خوشبوئیں اور روشنیاں بکھری ہوئی تھیں۔ نیم گرم مہکتے پانی سے اس نے باتھ لیا تھا۔ وہ نکلی تو ملازمہ نے اس کو سنوارنا شروع کر دیا تھا' آف وہائٹ جھلملاتے سوٹ میں گولڈ جیولری میں اس کے حسن کی کہکشاں بکھر رہی تھی' ملازمہ نے گویا اس کا انگ انگ سنوارا تھا۔

"اوہ گاڈ! یہ میں ہوں...... اتنی حسین...... اس قدر خوب صورت! آج میرے چہرے پر میری نگاہیں نہیں ٹک رہی ہیں۔ میں خود کو ہی نگاہ بھر کر نہیں دیکھ پا رہی ہوں تو...... آج ساحر کا کیا حال ہوگا؟ وہ کس طرح خود کو میرے حسن کے سحر سے بچا پائے گا۔" ملازمہ کے جانے کے بعد وہ قد آور آئینے کے سامنے کھڑی اپنا جائزہ لیتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ وہ بے حد خوش تھی مسرت سے اس کے ہونٹ کھلے جا رہے تھے۔ دل بھر کر اس نے اپنا روپ دیکھا تھا پھر دور تک پھیلی ہوئی میکسی کو ہاتھوں سے پکڑ کر وہ اٹھی اور دھیرے دھیرے چلتی ہوئی بیڈ پر جا پہنچی اسی دم ملازمہ ٹرالی میں کھانے کی مختلف ڈشیں لے آئی تھی' کھانا اس کے لیے نیا مگر بے حد مزے دار تھا اس نے سیر ہو کر کھایا تھا پھر نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے کرتے وہ بے سدھ ہو کر وہیں گر گئی تھی۔

بے ہوشی کا وہ سلسلہ نامعلوم کتنے عرصے پر محیط رہا تھا اس نے آنکھیں کھولیں تو ذہن بیدار نہ تھا عجیب سی جسم و جاں کی کیفیت تھی وہ ساکت نظروں سے کئی لمحوں تک چھت پر آویزاں بیش قیمت فانوس کو تکتی رہی جو اس وقت روشنیوں سے محروم تھا۔ خاصی دیر تک فانوس کو تکنے کے بعد آہستہ آہستہ اپنے بے حس و حرکت وجود کو حرکت دی تھی اور آہستگی سے گردن گھما کر برابر میں رکھے تکیے کو دیکھا تھا۔ وہ اس وقت وہاں نہیں تھا البتہ چادر کی شکنیں اور تکیے کا معمولی سا بے ترتیب انداز بتا رہا تھا کچھ دیر قبل وہ یہاں موجود تھا۔ اس کے ذہن میں بیداری نے دستک دینی شروع کر دی تھی۔ گزرے وقت کی کچھ پرچھائیاں اس کے ذہن میں گڈمڈ ہونے لگی تھی' نامعلوم کیا ہوا تھا؟ کیسی نیند اس پر طاری ہوئی تھی کہ بہت یاد کرنے پر بھی کچھ واضح نہیں ہو رہا تھا۔ گزرے وقت میں ساحر اس کے قریب تھا مگر...... وہ کیسی اندھی قربت تھی جو اس کی سانسوں میں اپنا لمس تک نہ چھوڑ سکی تھی۔

❁ .... ❁ .... ❁

مسز عابدی حساس عورت تھیں وہ جوان و اکلوتے بیٹے کی بگڑی روش و ہٹ دھرمی برداشت نہ کر پائی تھیں ایک ہفتے سے وہ بیڈ پر تھیں عابدی ان سے از حد محبت کرتے تھے وہ ان کی خاطر آفس سے بھی غافل ہو گئے تھے اور ہر وقت ان

کے پاس موجود تھے شیری بھی گاہے بگاہے ان کے پاس آتا رہتا تھا۔ دونوں بیٹیاں بھی روز ہی ان کی عیادت کو آ رہی تھیں' مسز عابدی کی مسرت و دکھ سے آنکھیں بھیگ بھیگ جاتی تھیں جب وہ دیکھتی کہ اکلوتے بیٹے سے زیادہ ان پر بیٹیاں ان پر جان چھڑکتی تھیں اور شیری کے وہ ہی معمولات تھے۔ کھڑے کھڑے ان کے کمرے میں خیریت دریافت کرنے آتا تھا پھر وہ بیڈ روم میں بند ہو جاتا یا کار لے کر لانگ ڈرائیو پر نکل جاتا تھا۔

"میں پہلے سے بہتر ہوں عابدی! بہت جلد ٹھیک ہو جاؤں گی' آپ آفس چھوڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں کیوں اتنی فکر کر رہے ہیں میری؟" وہ تکیوں کے سہارے نیم دراز ان سے کہہ رہی تھیں۔

"تم بزنس کی پروا مت کرو' میں تمہیں صحت مند دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ میگزین کا مطالعہ کرتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں گویا ہوئے۔

"میں ٹھیک ہو گئی ہوں' بس کچھ کمزوری محسوس ہو رہی ہے' یہ بھی آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گی۔" وہ آہستگی سے کہہ رہی تھیں۔

"ضرور ختم ہو جائے گی' اب تم کو کوئی اسٹریس لینے کی ضرورت نہیں ہے' شیری کو اس کی مرضی پر چھوڑ دو' وہ کیا کرتا ہے کیوں کرتا ہے؟ تمہیں پروا نہیں کرنا چاہیے' وہ بچہ نہیں ہے جس کو انگلی پکڑ کر ہم چلنا سکھائیں گے' سمجھائیں گے۔ آگ کو نہ چھوئے جل جائے گا۔" وہ ان کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔

"بچہ ہے وہ ابھی...... ایک عرصہ ہم سے دور بھی رہا ہے۔"

"اس کی بہتری کے لیے ہوا ہے یہ سب اور وہ جوان ہو چکا ہے۔ میں یہ نیکسٹ ٹائم کسی صورت برداشت نہیں کروں گا' تم بے وجہ باتوں میں الجھ کر بیمار پڑ جاؤ اور میری زندگی بے رنگ ہونے لگے' میں ہر رشتے سے بڑھ کر چاہتا ہوں تمہیں۔"

"مجھے آپ کی محبت پر شک نہیں ہے مگر......"

"اگر مگر میں نہیں جانتا۔" انہوں نے قریب بیٹھتے ہوئے محبت سے کہا تھا۔

❀......❀......❀

طغرل اور مذنہ کے آنے پر جتنی گھر میں رونق اور چہل پہل تھی ان کے جانے پر گھر میں اتنی ہی اداسی و خاموشی پھیل گئی تھی۔ دادی کی نمازوں میں رکوع و سجود طویل ہو گئے تھے' وہ دادی جان کے لیے چائے بنا کر لائی تو وہ گویا ہوئیں۔

"فیاض آیا تھا ابھی میرے پاس۔"

"کیا کہہ رہے تھے پاپا؟" وہ چائے ان کو دینے کے بعد اپنی چائے کا مگ لے کر ان کے قریب ہی بیٹھ کر گویا ہوئی۔

"بتا رہا تھا عابدی کی بیوی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اب طبیعت بہتر ہوئی ہے عابدی اور اس کی بیوی چاہتی ہے ہم لوگ آج رات کو کھانا ان کے گھر کھائیں۔"

"اچھا پھر آپ نے کیا کہا' پاپا کو دادی جان؟"

"میں نے تو منع کر دیا کہ میں کہاں جا پاؤں گی' گھٹنوں میں درد کی وجہ سے گھر میں ہی چلنا پھرنا دشوار ہو گیا ہے' میری دیکھ بھال کے لیے پری گھر میں رہے گی۔" اس کے چہرے پر بے اختیار ہی آسودگی پھیلی تھی وہ مسکرا کر بولی۔

"پھر پاپا مان گئے ہوں گے آپ کی تکلیف کا سن کر۔"

"نہیں۔" دادی اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوئی تھیں۔ "وہ کہنے لگا اماں زیادہ ٹائم نہیں لگے گا وہاں پر عابدی بھائی' بھابی نے بہت محبت سے کھانے پر بلایا ہے' ان کو انکار کرنا مناسب نہیں ہے اور انہوں نے خصوصی طور پر مجھے بلوایا ہے۔

"اوہ! لیکن دادی میں تو نہیں جاؤں گی وہاں پر۔" اس کے لہجے میں قطعیت تھی دادی نے چائے کا سپ لیتے ہوئے غور سے اس کی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ کھلی کتاب کی مانند تھا اور جس پر ہر تحریر نمایاں تھی۔ اس کے انکار کے کیا معنی تھے یہ وہ بخوبی جانتی تھیں۔

"اچھا مت جانا ایسا کرو اپنی نانو کو فون کر کے کہو وہ ڈرائیور کو بھیجے تم وہاں چلی جاؤ ابھی' میں فیاض سے خود بات کر لوں گی۔"

"میں تمہیں گھر میں تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتی میری بچی! ویسے بھی تم مذنہ اور طغرل کی وجہ سے بہت کم گئی ہو اپنی نانو کے پاس اسی بہانے وہاں رہ کر آ جاؤ گی' کچھ آرام بھی ملے گا تم کو۔"

"میں جانتی ہوں آپ ابھی طغرل بھائی کو بے حد یاد کر رہی ہیں' ابھی ان کو گئے ہوئے ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا اور آپ......"

"تم ہو میرے پاس پھر بھلا میں کسی کو اتنا یاد کیوں کروں گی۔ رہی بات طغرل کی تو وہ روز فون پر بات کرتا ہے' کل تو مجھ سے فراز نے بھی بات کی تھی۔" وہ اس کی بات قطع کر کے بولیں۔

"فراز تاؤ سے آپ کی بات ہوئی' میں کہاں تھی اس وقت؟"

"تم سو گئی تھیں اور میں دوسرے کمرے میں تھی اس لیے نہ تم تک آواز آئی اور نہ میں تمہیں اٹھا سکی تھی۔"

"کیا کیا باتیں ہوئیں تاؤ سے؟" وہ دادی کی طرف غور سے دیکھ رہی تھی اس جستجو میں کہیں ان کو فراز کی خرابی طبیعت کا معلوم تو نہیں ہو گیا ہے؟

"دعا سلام اور خیر خیریت ہی معلوم ہو سکی' سانس بہت پھول رہا تھا اس کا فوراً طغرل نے فون لے لیا تھا اپنے باپ سے' میں نے اس سے پوچھا بھی تو کہنے لگا ڈیڈی جاگنگ سے آئے ہیں تو اس وجہ سے ان کا سانس پھول رہا ہے آپ پریشان مت ہوں۔"

"ہوں...... یہ بات تو ہے تاؤ جوگنگ بہت کرتے ہیں۔"

"مجھے اس کی آواز میں بہت کمزوری محسوس ہو رہی تھی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی مجھے شاید مجھ سے کچھ چھپایا جا رہا ہے پری۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بے چارگی سے بولی تھیں۔ پری نے ان کے ہاتھ سے خالی مگ لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا پھر ان کے قریب بیٹھ کر اپنائیت بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے دادی جان! آپ کو سب اتنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں جانتی ہوں میں' تم تیاری کرو اور ساتھ میں میرا ابھی کوئی سوٹ نکال دو' رات کو بدل کر جانے کے لیے فیاض نے کبھی بھی اس طرح اصرار نہیں کیا کہیں لے جانے کے لیے' جس طرح عابدی کے ہاں جانے کے لیے کر رہا ہے مجھے تو لگتا ہے جیسے......"

"کیا لگتا ہے آپ کو دادی جان؟" ان کے کچھ کہتے کہتے خاموش ہونے پر وہ پریشانی سے گویا ہوئی۔

"فیاض عابدی سے دبا دبا رہنے لگا ہے حالاں کہ دونوں کا کاروبار میں برابر کا حصہ ہے پھر نہ جانے کیوں فیاض عابدی کو بہت زیادہ اہمیت دینے لگا ہے گویا وہ اس کا محکوم بن گیا ہو۔"

"دراصل دادی جان! پاپا کے مزاج میں عجز اور انکساری حد درجہ بڑھ گئی ہے آپ کو اس وجہ سے ایسا محسوس ہوا ہو گا۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو' میرے خدشے بے بنیاد ثابت ہوں سب۔" اس نے صدق دل سے آمین کہا تھا اور اٹھ کر وارڈ روب سے دادی اماں کا سوٹ نکالا تو سوٹ کے ساتھ ہی ایک وہائٹ لفافہ اس کے ہاتھ آیا تھا اس نے حیرت سے

اس کو دیکھا تو اس پر لکھا تھا۔

"سویٹ دادی جان کے لیے۔" نیچے طغرل فراز کے سائن تھے وہ بھاری لفافہ لے کر ان کے پاس چلی آئی تھی۔

"دادی! یہ آپ کے کپڑوں کے درمیان سے نکلا ہے۔"

"کس کا ہے اور کیا ہے اس میں؟" ان کو اچنبھا ہوا تھا۔

"طغرل بھائی کے سائن ہیں اس پر اور یہ آپ کے لیے ہے۔" اس نے ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا' دادی نے لفافے پر اپنا نام دیکھا اور واپس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"کیا ہے اس میں ذرا کھول کر تو دیکھ پری۔" پری نے لفافہ کھولا تو پانچ پانچ ہزار کے نوٹوں کی گڈی اس کے ہاتھ میں در آئی تھی وہ حیرت سے ان نوٹوں کو دیکھ رہی تھی۔

"ارے اتنے سارے نوٹ! طغرل نے یہ کیا حرکت کی بھلا؟" پری نے نوٹوں کی گڈی ان کے ہاتھ پر رکھی تو وہ ہکا بکا انداز میں گویا ہوئی تھیں' وہ رقم لاکھوں میں تھی۔

"میں نے تو کبھی اس پر ظاہر ہی نہ ہونے دیا کہ...... تنگدستی کے سائے کس طرح سے ہم کو جکڑے ہوئے ہیں ہمیشہ اس کے اور مذنہ کے سامنے بھرم قائم رکھے ہوئے تھی اور پھر بھی دیکھ ذرا میرے بچے کس طرح میرے حال سے باخبر ہو جاتے ہیں۔ یا اللہ تیرا شکر و احسان ہے جو تُو نے ایسی صالح و نیک اولاد اور اس کی اولاد عطا کی ہے۔"

❁......❁......❁
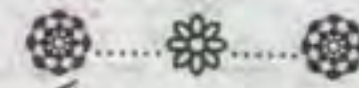
ان کو اور ثمنی کو رشتہ ازدواج میں بندھے بیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا تھا اتنے عرصہ میں انہوں نے کبھی بھی ثمنی کے درد کو جاننے کی سعی نہ کی تھی بلکہ وہ کبھی بے دھیانی میں پری کو یاد کرتیں یا اس کا نام لے لیتیں تو ان کے اندر کا روایتی مرد بیدار ہو جاتا تھا۔ وہ سنگدلی سے جو منہ میں آتا وہ ان کو سنایا کرتے تھے اور ثمنی چپ ہو جاتی تھی' تنہائیوں میں جا کر سسک سسک کر روتی تھیں' آج وہ آنسو ان کی آنکھوں میں تھے۔ آج وہ درد ان کے دل میں اتر گیا تھا۔ آج وہ تنہائی میں بیٹھے سسک رہے تھے' تڑپ رہے تھے۔ اولاد کا دکھ کیا ہوتا ہے' کس طرح درد بن کر آنکھوں سے بہنے لگتا ہے اس سے آشنائی حاصل ہوئی تھی ان کو۔ موسم میں خنکی تھی وہ لیونگ روم میں بیٹھے تھے پری کے حوالے سے ثمنی پر کی گئی ایک ایک زیادتی ذہن سے نکل کر کسی تازیانے کی طرح ان کی روح پر لگ رہی تھی۔ ان کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا اور آنکھیں ابھی بھی جل تھل ہو رہی تھیں' ان کی نظروں سے اوجھل ثمنی بھی اپنے بیڈروم میں جاگ رہی تھیں' صفدر جمال انہوں نے بیڈ سے اٹھتے دیکھ کر آنکھیں بند کرلی تھیں' وہ ان کو سوتا ہوا سمجھ کر مطمئن ہو کر کمرے سے چلے گئے تھے اور وہ بھی جاگ رہی تھیں کہ درد تو دونوں کا مشترکہ تھا۔

سعود ان کا بھی بیٹا تھا پری سے جدائی کے دکھ کو انہوں نے بیٹے کی موجودگی' اس کی ذات میں گم ہو کر بھولنے کی کوشش کی تھی مگر یہ سہارا بھی عارضی ثابت ہوا تھا۔ صفدر جمال نے پرائمری کلاسز کے بعد ہی اس کو امریکہ شفٹ کر دیا اور خود بھی چند سال تو اس کے ساتھ وہاں رہے پھر بزنس کی وجہ سے انہیں واپس آنا پڑا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ فاصلے بھی طویل تر ہوتے چلے گئے اور سعود اس آزاد اور رنگین دنیا کا باسی بنتا ہی چلا گیا تھا۔ اتنی سخت ریاضت برداشت سے کیا حاصل ہوا تھا؟ اب جب کہ صفدر جمال کو بیٹے کی ضرورت تھی۔ ان کو سہارا چاہیے تھا ایسے وقت میں ان کی محبت پر پانی پھیر گیا تھا ایک لڑکی کی بے وفائی سے وہ اپنے ساتھ ان کی زندگیوں کو بھی تباہ کرنے کے لیے تیار اس کو نہ اپنی پروا رہی تھی نہ ان دونوں کی۔ انہوں نے چہرہ صاف کرتے ہوئے گرم شال اوڑھی اور کچن کی طرف بڑھ گئیں کافی میکر میں کافی تیار کر کے وہ صفدر جمال کے پاس آ گئیں۔

"ارے تم سوئی نہیں تھیں؟" ان کو دیکھ کر وہ چونکے پھر بھیگی آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے استفسار کرنے لگے۔

"آپ جاگ رہے ہوں تو میں کس طرح سو سکتی ہوں صفدر؟" کافی کا مگ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ نرمی سے گویا ہوئی تھیں۔

"اب ان آنکھوں میں نیند کہاں ثمنی! میری خاطر کب تک جاگو گی؟"

"آپ تو بہت بہادر ہیں صفدر! مجھے یقین نہیں آ رہا آپ اتنی جلدی ہمت ہار رہے ہیں' وہ بھی ایک کمسن اور بے وقوف بچے کی خاطر جس میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ...... وہ اچھے اور بُرے کی تمیز کر سکے یا اپنی ہی بھلائی سوچ سکے۔"

"میں سعود کی طرف سے بدگمان رہا ہوں' میں سوچ رہا تھا نامعلوم کس گناہ کی پاداش میں سعود جیسی اولاد مجھے ملی ہے لیکن ماضی بے نقاب ہو کر میرے سامنے کھڑا ہو گیا اور اب سمجھ آئی ہے مجھے مکافات عمل کی زد میں ہوں میں۔" وہ ثمنی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئے تھے۔

"وقت ہمیں آزماتا ہے طاقت و اختیار دے کر اور اس آزمائش میں' بہت کم لوگ ہی کھرے اترتے ہوں گے' ورنہ زیادہ تر تو مجھ جیسے کھوٹے سکے اپنی کم ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوں گے' کل جو گزر گیا اس کل میں' میں نے تم پر بے حد ظلم کیا تھا تم کو پری سے دور کر کے اور آج وقت نے مجھے اس کرب و درد میں مبتلا کر دیا ہے' ہم جو بوتے ہیں وہ ہی کاٹتے ہیں یہ وقت نے مجھے ایسا سبق دیا ہے' جو مرتے دم تک میں نہیں بھولوں گا۔"

❁......❁......❁

اس نے بال برش کیے پرفیوم کی بوتل خوب فراخدلی سے خود پر اسپرے کی چند لمحے مزید کھڑے ہو کر اس نے اپنے چہرے اور سراپا کا جائزہ لیا' بلیک ڈنر سوٹ میں اجلی رنگت نمایاں تھی اس کی' وہ کمرے سے باہر نکلا تو مسز عابدی نے بیٹے کی وجاہت دیکھ کر دل ہی دل میں اس کی بلائیں لیں اور قل پڑھ کر پھونکے تھے۔

"اوہو! بابا آپ تو اس طرح تیار ہوئے ہیں گویا برات چڑھ رہی ہے آپ کی۔" شازمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"ماشاء اللہ تو کہہ دو' کہیں نظر نہ لگ جائے بابا کو' عجیب بہن ہو آپ بھائی کو اس طرح منہ پھاڑ کر کہہ دیتے ہیں کیا؟" شازمہ سے چھوٹی شمع نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"ڈونٹ وری سسٹرز! کچھ نہیں ہوگا مجھے' بائی دی وے آپی نے بارات والی بات' بہت کیوٹ کی ہے' مجھے پسند آئی۔" وہ آج کچھ زیادہ ہی ترنگ میں تھا' بہت خوش دکھائی دے رہا تھا۔ تینوں ماں بیٹیوں میں پرتجسس نگاہوں کا تبادلہ ہوا تھا۔

"اس کا مطلب ہے بڑے نیک ارادے ہیں آج کل آپ کے۔" شمع نے اس کے قریب بیٹھ کر شوخی سے کہا۔

"ہوں' ایسا ہی ہے کچھ۔" اس نے بھی شوخ لہجے میں کہا پھر ایک دم رسٹ واچ دیکھتا ہوا کھڑا ہو کر مسز عابدی سے گویا ہوا۔

"ممی! کس ٹائم آئیں گے وہ لوگ؟ ٹائم زیادہ ہو گیا ہے۔"

"ڈنر پر انوائیٹ کیا ہے ان کی فیملی کو' ابھی شام ہو رہی ہے' ٹائم لگے گا ان کو آنے میں ابھی۔" وہ حیران تھیں۔

"صرف ڈنر پر کیوں بلایا ہے آپ نے ان کو؟ اس ٹائم چائے پر بھی بلا لیتیں آپ ان کو اب تک آ جاتے وہ۔" اس کا خوشگوار موڈ ایک دم ہی بگڑنے لگا اور اس کا موڈ دیکھ کر وہ تینوں حیران تھیں۔

"چائے کی بھی دعوت دی تھی ان کو۔"

"دی تھی تو وہ لوگ آئے کیوں نہیں؟"

"چائے کی دعوت انہوں نے قبول نہیں کی۔"

"آپ اتنا ٹینس کیوں ہو رہے ہو بابا! وہ ابھی آئیں یا بعد میں آپ کو کیا لینا دینا ہے اس سے......؟" شازمہ نے حیرانگی سے کہا تو اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا' وہ تینوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"یہ بابا کیوں اتنے اداس ہو گئے ہیں؟"

"ابھی تو موڈ بہت اچھا تھا یہ پل بھر میں بدل کیوں گیا؟" دونوں بہنوں کو از حد حیرت ہو رہی تھی۔

"یہی موڈ لے کر آئے ہیں بابا امریکہ سے پل میں تولہ پل میں ماشہ۔ کبھی اتنے شوخ و شریر ہو جائیں گے کہ بات بے بات قہقہے لگاتے ہیں اور کبھی اتنا موڈ آف ہو گا کہ ہنسنے والی بات پر بھی مسکراتے تک نہیں ہیں۔" مسز عابدی گہری سانس لے کر آزردگی بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں' دونوں بہنوں کے چہروں پر بھی سنجیدگی چھا گئی تھی۔

❁.......❁.......❁

اس نے کاٹن کا ایمبرائیڈری والا سوٹ زیب تن کیا تھا' بالوں کو کلپ کر کے وہ لان کی طرف جا رہی تھی تا کہ معلوم ہو سکے نانو کا ڈرائیور آیا ہے یا نہیں وہ ابھی لان سے دور تھی جب بالوں میں رولر لگاتی ہوئی صباحت تیزی سے اس کی طرف آئی تھیں۔

"واہ بھئی واہ! تم سب سے پہلے تیار ہو گئی ہو' تیار ہونے سے پہلے یہ پوچھ لیا ہوتا تم جا رہی ہو یا نہیں؟" وہ قریب آ کر تیوری چڑھا کر گویا ہوئی تھیں۔

"ممی! میں آپ کے ساتھ......"

"خاموش رہو' تمہاری ماں نے میرا حق مارا تھا اور تم میری بیٹیوں کا حق مارنا چاہتی ہو؟ مگر یاد رکھو میں ایسا ہونے نہیں دوں گی' اپنی بیٹیوں کی راہ میں آنے والی ہر شے کو میں مٹی میں ملا دوں گی۔" وہ قہر آلود نگاہوں سے اس کو دیکھتے ہوئے پھنکار رہی تھیں۔

"میں آپ کے ساتھ نہیں جا رہی ہوں ممی!"

"اچھا میرے ساتھ نہیں جا رہی ہو تو پھر یہ تیاری کس کے لیے کی ہے؟"

"میں نانو کے ہاں جا رہی ہوں' شوفر کو دیکھنے آئی تھی وہ آیا یا نہیں۔" ان کا انداز ان کے تیور نئے تو نہ تھے وہ اس کو اسی طرح حقارت سے مخاطب کرنے کی عادی تھیں اور جہاں بات ان کی بیٹیوں کی اور ان کے مستقبل کی آتی تھی وہاں وہ زخمی ناگن کی طرح خطرناک و غضب ناک ہو جاتی تھیں اور اسی موڑ پر اس کے حوصلے پست ہو جاتے تھے۔ اپنا بن ماں کے ہونے کا احساس شدت پکڑ جاتا تھا۔

"فون کر کے بلاؤ اس حرام خور کو اور فیاض کے آفس سے آنے سے پہلے یہاں سے دفع ہو جاؤ تو بہتر ہے تمہارے لیے۔" وہ اس کو دھمکاتی ہوئیں وہاں سے عادلہ اور عائزہ کے کمرے میں آئی تھیں' جہاں وہ تیار ہو رہی تھیں' پورا کمرہ بے ترتیب تھا۔

"ابھی تک تم لوگ تیار نہیں ہوئی ہو' تمہارے پاپا آنے ہی والے ہیں۔"

"پاپا کے آنے سے قبل ہم تیار ہو جائیں گے' آپ بھی تیار ہو جائیں۔" عائزہ نے آئی لائنر مہارت سے لگاتے ہوئے مشورہ دیا۔

"جا رہی ہوں میری تیاری میں کہاں ٹائم لگتا ہے بھئی۔"

❁.......❁.......❁
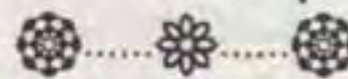
اس نے اٹھ کر اپنے بکھرے بے ترتیب بالوں کو سمیٹا تھا پھر نائٹ گاؤن کی ڈوریاں باندھتی بیڈ سے اٹھ گئی تھی مسکراتی نگاہوں سے اس نے واش روم کی طرف دیکھا چہرے پر رنگ تھے روشنیاں تھیں جو اس نے چاہا وہ پالیا تھا دنیا میں ایسے کم ہی خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں' خواہشیں جن کی جھولی میں آن گرتی ہیں' ان خوش نصیبوں میں ایک وہ بھی تھی۔ واش روم کا دروازہ وا ہوا تھا۔ اس کی نگاہیں جو فورِ شوق سے لو دے رہی تھیں' ساحر کے بجائے واش روم سے برآمد ہونے والے کسی اجنبی شخص کو دیکھ کر اس کی آنکھوں کی مستی' چہرے کے تاثرات لمحے کے ہزارویں حصے میں تبدیل ہوئے تھے' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس ادھیڑ عمر کے شخص کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی رنگت صاف وشفاف تھی وہ ایک وجیہہ آور شخص تھا مگر اس کے چہرے کے عضلات میں سختی وکھردراپن نمایاں تھا۔

"گڈ مارننگ ڈارلنگ!" اس نے ایک نگاہ اس کی شاکڈ حالت پر ڈالی اور ہیئر ڈرائر سے بالوں کو خشک کرتے ہوئے سپاٹ و بارعب لہجے میں مخاطب ہوا۔ لمحے بھر میں اس کی دل کی دنیا زیروزبر ہوچکی تھی دل کی دھڑکنیں مدھم ہونے لگی تھیں یہ کمرہ...... بلکہ پورا محل اس پر گر گیا تھا' وہ دب گئی تھی۔

اس کی روح...... اس کا وجود...... کچھ بھی تو سلامت نہ رہا تھا۔ سب ریزہ ریزہ ہوگیا تھا۔

ساحر کہاں تھا......؟ یہ شخص کون تھا؟ جس کے انداز سے حکمرانی جھلکتی تھی' جو بڑے استحقاق سے اس کو ڈارلنگ کہہ رہا تھا۔

"آ...... آ...... آپ...... کک...... کو...... کون...... ہیں......؟"

"تمہارا خریدار۔" ازحد کروفر سے جواب آیا تھا۔

❁......❁......❁
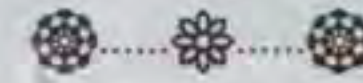
اسے معلوم ہی کب ہے
کہ اس کی اضطرابی سے
بہت بے چین رہتا ہوں
ادھورے خواب بنتا ہوں

وصل کے لمحے کتنے کٹھن ہوتے ہیں کیسی اذیت ہوتی ہے ان کو اس طرح جھیلنے میں کہ کسی پل قرار ہی نہیں ملتا۔ بن جل مچھلی کی مانند تڑپ کر بے چین ہوکر اس نے گزارے تھے وہ لان میں بیٹھا گیٹ کو تک رہا تھا۔ جب اس کی برداشت جھنجلاہٹ اور غصے میں بدلنے ہی والی تھی کہ گیٹ وا ہوا اور فیاض صاحب کار لے کر اندر آئے تھے' شیری کے وجیہہ چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ فوراً وہ چیئر سے اٹھا تھا' دل تو چاہ رہا تھا کہ بھاگ کر جائے اور کار کا دروازہ کھول کر پری کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آئے مگر اس کی نگاہ کچھ دور موجود ماں اور بہنوں کے ساتھ ڈیڈی کو دیکھ کر دل کی خواہش دل میں ہی دبانی پڑی۔ پُروقار انداز میں وہ کار کی طرف بڑھا' فیاض اور صباحت باہر آگئے تھے' صباحت مسز عابدی سے ملنے لگی تھیں' فیاض بیک ڈور کھول کر اماں کو باہر آنے میں مدد دے رہے تھے۔ مسز عابدی بھی تیزی سے اماں جان کی طرف بڑھی تھیں جب کہ عادلہ اور عائزہ بھی کار سے نکل آئی تھیں' عادلہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی مگر وہ کہیں اور دیکھ رہا تھا' اس کی نگاہیں خالی کار کو دیکھ رہی تھیں جہاں وہ ہستی موجود نہ تھی' جس کا اس نے پل پل انتظار کیا تھا' جس کی خاطر ڈنر کا پروگرام بنایا تھا' اس کے اندر آندھی سی چلنے لگی تھی۔ وہ سب ایک دوسرے سے علیک سلیک میں مصروف تھے' شیری قدم بڑھا نہ سکا تھا دل کی حالت ہی بدل گئی تھی۔

"بھابی! پری کیوں نہیں آئی آپ لوگوں کے ساتھ؟" اس کے دل میں مچلنے والا سوال اس کی مما کے لبوں سے

ہو گیا تھا اور جواب سننے کے لیے اس کا وجود سماعت بن گیا تھا۔

"میں نے تو بے حد اصرار کیا تھا پری سے لیکن وہ ہمارے یہاں آنے سے پہلے اپنی نانو کے گھر چلی گئی۔" صباحت نے اماں جان کی موجودگی کی وجہ سے نرمی سے جواب دیا۔

"کل چلی جاتی وہ اپنی نانی کے ہاں میرا دل بہت بے تاب تھا پری سے ملنے کے لیے' مجھے وہ بچی بے حد پسند ہے۔" شیری کی نگاہیں بے ساختہ ماں کی طرف اٹھی تھیں اس لمحے اس کو اپنی ماں پر بہت پیار آیا تھا' جو ہو بہو اس کے دل کی بے کل دھڑکنوں کی ترجمانی بالکل درست انداز میں کررہی تھیں۔

"شیری بیٹا! آپ وہاں رک کیوں گئے' انکل سے نہیں ملیں گے؟" عابدی فیاض کو لے کر اس کے قریب چلے آئے تھے۔

"آپ کیسے ہیں انکل؟" وہ ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے گویا ہوا۔

"میں ٹھیک ہوں اور آپ؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ ان کے ساتھ ہی اندر لیونگ روم میں آ گیا تھا' جہاں تمام لوگ موجود تھے وہ صباحت کو سلام کرتا ہوا سامنے صوفے پر بڑے طمطراق سے براجمان دادی جان کی طرف بڑھا' جن کی بارعب پُروقار شخصیت میں کچھ ایسا دبدبہ تھا کہ اس جیسا بے پروا و بددماغ شخص بڑے ادب بھرے لہجے میں ان سے مخاطب ہوا تھا۔

"السلام علیکم گرینڈ مدر! کیسی ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام! سدا خوش رہو' اچھا تو تم ہو عابدی کے بیٹے جو امریکہ سے پڑھ کر آئے ہو۔" دادی نے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے نرم انداز میں پوچھا' ساتھ ہی اس کے سر پر ہاتھ بھی پھیرا تھا۔

"جی ہاں' اماں جان! یہ شیری ہیں شہریار۔" مسز عابدی شال لپیٹے ان کے قریب آکر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"مما آپ کی بے حد تعریف کرتی ہیں اور آپ سے ملنے کے بعد مجھے فیل ہوا' واقعی آپ بہت اچھی ہیں گرینڈ مدر!" وہ ان کے قریب بیٹھ گیا اس کے لہجے میں ستائش تھی۔

"تعریفیں تو سب اللہ کے لیے ہوتی ہیں بیٹا! میں تو اس کی گناہ گار بندی ہوں' تمہاری مما کو میں اس لیے اچھی لگتی ہوں کہ یہ خود بہت اچھی ہیں اور اچھے لوگوں کو دوسروں میں بھی اچھائیاں دکھائی دیتی ہیں اور تم مجھے انگریزی میں مت پکارو' سیدھے سادے طریقے سے دادی جان کہو جیسے میرے سب بچے مجھے دادی جان کہتے ہیں۔" انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ صباحت اور عائزہ' عادلہ دادی کے اس بے تکلف انداز پر گھبرا کر شیری اور مسز عابدی کی طرف دیکھنے لگی تھیں لیکن ان کے چہروں پر ایسی کوئی ناگواری نہ ابھری تھی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ انہوں نے اماں کے اس انداز کو مائنڈ کیا ہو۔

"سوری دادی جان! اب میں آپ کو دادی جان ہی کہا کروں گا۔" شیری نے جھجکتے ہوئے کہا تھا۔ ملازمہ وہاں مشروبات کے گلاس لے کر آئی اور سب میں سرو کرنے لگی تھی۔ عائزہ اور عادلہ شمع اور شازمہ کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھیں۔

"شمع آپی! مائنڈ مت کیجیے گا' ہماری دادی جان کی عادت ایسی ہی ہے جو چاہتی ہیں بول دیتی ہیں۔" عائزہ نے کہا۔

"اسی وجہ سے ہم لوگ دادی جان کو پارٹیز میں لے کر نہیں جاتے۔ یہ اسی طرح سے سب کی انسلٹ کرتی ہیں' یہاں لانے کے لیے آنٹی نے بے حد اصرار کیا تھا' اس لیے لانا پڑا ورنہ......"

"ڈونٹ وری عادلہ ڈیئر! بزرگ تو گھر کی رونق ہوتے ہیں' دادی جان کی کوئی بھی بات مائنڈ کرنے والی نہیں ہے۔" شازمہ نے خلوص بھرے لہجے میں کہا تھا۔

”بلکہ ہمیں تو خوشی ہے کوئی ایسا بھی ہے جو شیری کے کان کھینچ سکتا ہے ورنہ...... یہ مما ڈیڈی کے بھی قابو میں آنے والی ہستی نہیں ہے اب دیکھو کس طرح سے گردن جھکائے کسی اچھے بچے کی مانند بیٹھا ہے۔“ شمع نے سامنے سعادت مندی سے بیٹھے شیری کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ وہ سب باتوں میں مصروف تھے۔

فیاض صاحب اور عابدی کامن روم میں اسنوکر کھیلنے میں مگن تھے عادلہ کی نگاہیں بار بار شیری کی جانب اٹھ رہی تھیں جو یہاں ہوتے ہوئے بھی ذہنی طور پر غیر حاضر تھا اور ایسا کیوں تھا وہ وجہ جان چکی تھی کہ کار سے نکلتے ہوئے اس کی نگاہوں کے شوق کو دھواں دھواں ہوتے ہوئے اس نے دیکھا تھا۔

❁......❁......❁
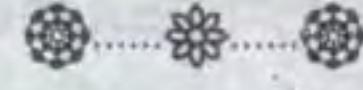
عشرت جہاں نے پری کو سینے سے لگالیا اور خاصی دیر اسے سینے سے لپٹائے رکھا ان کے انداز میں بڑی محبت وشفقت تھی۔

”میری جان! آپ نے تو اپنی صورت سے ترسا دیا تھا دن گن گن کر گزارے ہیں میں نے آپ کے انتظار میں۔ مثنیٰ الگ آپ کو یاد کرتی رہتی ہے۔“ وہ آ کر لاؤنج میں بیٹھ گئی تھیں۔

”طغرل بھائی اور مذنہ آنٹی کی وجہ سے ٹائم گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا نانو! حالاں کہ دادی جان نے تو مجھے بار بار کہا میں آپ کے پاس آتی جاتی رہوں پر مجھے ہی اچھا نہیں لگا کہ میں ان کو چھوڑ کر آجاؤں ملازمائیں گھر اچھی طرح نہیں سنبھالتی ہیں۔“ وہ مسکراتے ہوئے ذمہ دارانہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

”آپ ہی کیوں کیئر ٹیکر بنی ہوئی ہیں وہاں کی؟ یہ سب ذمہ داریاں فیاض کی بیوی اور بیٹیوں کی ہیں وہ ڈیزرو کرتی ہیں۔“

”وہ تو پوری کوشش کرتی ہیں اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی مگر دادی جان کو آپ جانتی ہیں بہت نفاست پسند طبیعت ہے ان کی ان کو اپنی مرضی و پسند کے مطابق کام نہیں ملتا تو وہ خود ہی کام کرنے کی سعی کرتی ہیں اور میں ایسا نہیں چاہتی ہوں۔“

”اچھی بات ہے یہ آپ اپنی اسٹیپ مدر اور سسٹرز کی بڑی خوب صورتی سے سائیڈ لے رہی ہیں یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی کی مثال ہے اور وہ لوگ کتنا ظرف رکھتے اس کا اندازہ مجھے ہے۔“ ان کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی تھی پری بھی نانو کی ذہنی فطرت سے واقف تھی اس کے کچھ نہ بتانے کے باوجود بھی وہ بہت کچھ جان جاتی تھیں اس لیے وہ وہاں کی باتیں بہت کم اور بے حد محتاط انداز میں کرتی تھی۔

”آج ڈنر میں کیا ہے؟“ اس نے موضوع چینج کیا۔

”آج ہم ڈنر کرنے کسی بہترین سے ریسٹورنٹ جائیں گے۔“

”واؤ، ٹھیک ہے۔ بہت عرصہ ہوگیا ہے باہر کھانا کھائے ہوئے میں واپسی میں اپنی پسند کی آئس کریم بھی کھاؤں گی مما آئیں گی ہمارے ساتھ؟“ ایک عرصے بعد اس کا موڈ بدلا تھا۔

”مثنیٰ آج کل بہت پریشان ہے بلکہ صفدر جمال بھی۔“

”سب ٹھیک تو ہے نا؟ ممی اور انکل کیوں پریشان ہیں؟“ نانو کی افسردہ آواز نے اسے پریشان کردیا تھا۔

”سعود نے امریکہ میں کسی غیر مسلم لڑکی سے شادی کرلی تھی اس شادی کے لیے مثنیٰ مان نہیں رہی تھی صفدر تو پھر رضامند تھا مگر مثنیٰ کی ”نہ“ نے سعود کو اتنا فرسٹریٹ کیا کہ اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی وہ تو بھلا ہو اس کے فرینڈز کا جنہوں نے بروقت اس کو اسپتال پہنچایا اور یہاں صفدر کو خبر دی اور صفدر نے مثنیٰ سے یہ خبر چھپائی اور امریکہ چلا گیا وہاں

سعود کی حالت بہتر ہوئی تو اس نے پھر خودکشی کرنے کی کوشش کی بروقت طبی امداد سے اس کو اللہ نے دوسری زندگی دی لیکن وہ اس ہندو لڑکی پوجا کی محبت میں اتنا آگے جاچکا تھا کہ اس نے صفدر سے دوٹوک انداز میں کہہ دیا اس کی شادی پوجا سے ہوگی یا وہ موت کو گلے لگا کر رہے گا۔“ وہ دم بخود سی ان کی گفتگو سن رہی تھی۔

”صفدر کی سمجھ میں آگئی اور اس نے اس سرپھرے لڑکے کی ہٹ دھرمی قبول کرلی اور خاموشی سے ان کی شادی کے بعد وہ پاکستان آگیا۔“

”ممی مان گئی تھیں؟“

”نہیں! جب اس کو معلوم ہوا تو اس نے ایک ہنگامہ کھڑا کردیا اور صفدر کو چھوڑ کر میرے پاس آگئی۔“

”صفدر انکل کو چھوڑ کر؟“ وہ ان کی بات اچک کر گویا ہوئی۔

”نانو! ممی کے لیے سب کو چھوڑ دینا اتنا ایزی کیوں ہے؟ پہلے انہوں نے پاپا کو چھوڑا پھر مجھے اور اب صفدر انکل کو بھی چھوڑنا ان کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔“ اس کے طنزیہ لہجے میں دکھ کی سلگتی ہوئی آنچ بھی تھی۔ جس کو محسوس کرکے چند لمحے عشرت جہاں کچھ کہہ نہ سکیں پھر خود کو سنبھالتی ہوئی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئیں۔

”ایسی بدگمانی اچھی نہیں ہوتی ہے پری۔“

”یہ بدگمانی نہیں ہے نانو جان! یہ وہ حقیقت ہے جس کا میں بھی ایک حصہ ہوں آپ اس درد کو محسوس نہیں کرسکتیں جو درد میں اس وقت محسوس کرتی ہوں جب صباحت مما عادلہ اور عائزہ کی بڑی سے بڑی غلطیوں کو نظر انداز کرتی ہیں اور میری معمولی سی کوتاہی کو وہ بہت بڑا ایشو بنا ڈالتی ہیں اور مجھے ٹیز کرتی ہیں۔“ اس کی خوب صورت آنکھوں میں گھٹا سی امڈنے لگی تھی۔

”میں واقف ہوں اور محسوس کرتی ہوں آپ کے دکھ کو آپ کی ان تمام تکلیفوں کو جو آپ مثنیٰ کی غیر موجودگی میں سہتی ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سب کی ذمہ دار تنہا مثنیٰ ہے اس نے ہر ممکن کوشش کی تھی فیاض کے ساتھ بندھے تعلق کو نبھانے کی آپ کو خود سے جدا نہ کرنے کی۔“

”اگر ممی ذمہ دار نہیں ہیں تو پھر کون ہے نانو! یہاں آپ پاپا کو مجرم کہتی ہیں وہاں سب ممی کو قصوروار گردانتے ہیں۔ مجھے معلوم تو ہو اصل میں کس نے کس کو چھوڑا؟ ابتداء کس کی جانب سے ہوئی اور انتہا کس نے کی آخر؟“ اچانک ہی اس کی دکھتی رگ پھڑ پھڑا اٹھی تھی۔

”اتنے عرصے بعد آئی ہو بیٹا! اور کیسی باتیں شروع کردی ہیں یہ وہ داغ ہیں جو دل کو لگ چکے ہیں اور گزرتے وقت نے ان کو خراب کردیا ہے صاف ہونے کے قابل نہیں رہے ہیں لیکن بے فکر رہیں آپ میں آپ کو سب بتاؤں گی۔“

❁......❁......❁

ڈنر کے بعد وہ سب لیونگ روم میں براجمان تھے مسز عابدی نے ملازمہ کو گرین ٹی لانے کی ہدایت کی اور وہ سب باتوں میں مصروف ہوگئے تھے یہاں وہ سب لوگ اماں جان کے گرویدہ ہوگئے تھے اماں جان ہرفن مولا قسم کی خاتون تھیں کھانا پکانا سلائی کڑھائی بنائی میں وہ طاق تھیں دنیا جہاں کے کھانوں کی تراکیب اور گھریلو ٹوٹکے انہیں ازبر تھے مسز عابدی اور ان کی بیٹیاں اماں کو گھیرے بیٹھی تھیں عابدی صاحب بھی اپنے بڑھتے ہوئے پیٹ کے لیے کوئی ٹوٹکا معلوم کرنے کے لیے اماں کے قریب بیٹھے تھے۔ فیاض صاحب کے چہرے پر اطمینان و مسرت تھی اپنی اماں کی اتنی شاندار پذیرائی پر جب کہ صباحت اور دونوں بیٹیاں سخت بور ہو رہی تھیں عادلہ کی نگاہیں تو آتے ہی یہاں شیری کے سحر انگیز سراپا کی نگرانی پر مرکوز تھیں اس کی حرکات و سکنات پر ان کی گہری نظر تھی۔ وہ کھانے کی ٹیبل تک جبراً ان کے

ساتھ رہا اور کھانا کھاتے ہی وہاں سے چلا گیا اور اس کے جاتے ہی عادلہ کو بے کلی لگ گئی تھی صباحت نے بھی نوٹ کیا تھا آج عادلہ فیروزی و سنہری رنگ کے اسٹون ورک سوٹ میں بہترین میک اپ اور جیولری میں بے حد کیوٹ لگ رہی تھی وہ سوچ رہی تھی آج شیری عادلہ کے حسن کو ضرور سراہے گا مگر اس کا لیا دیا کچھ کچھ بے زار کن انداز ان کا بھی دل مضطرب کر گیا۔

"منہ مت پھلا کر بیٹھو اس طرح کرنے سے تمہارا چہرہ دگنا ہو جاتا ہے۔" انہوں نے موقع دیکھتے ہی عادلہ سے سرگوشی میں کہا۔

"پھر کیا ممی...... آپ دیکھ رہی ہیں نا سب کیا ہو رہا ہے؟" اس نے فوراً ہی چہرے کو نارمل کرتے ہوئے اسی طرح سرگوشی کی۔

"ہاں دیکھ رہی ہوں ایک تو بڑھیا ہر جگہ اپنی مشوروں کی دکان چمکانے بیٹھ جاتی ہے ذرا عقل نہیں ہے کس کو اور کیا بتا رہی ہوں۔"

"انہیں کرنے دیں جو وہ کر رہی ہیں آپ کے کڑھنے سے وہ باز نہیں آئیں گی آپ یہ بتائیں شیری کو کس طرح شیشے میں اتارا جا سکتا ہے وہ تو ماش کی دال کی طرح اکڑا ہوا ہے۔"

"شاید وہ اپنے بیڈ روم میں ہے تم وہاں جاؤ۔"

"لیکن...... میں وہاں جا کر کیا کروں گی اس کا موڈ آف ہے۔"

"پری کے نہ آنے کے باعث اس کا موڈ آف ہوا ہے اور تمہیں بے حد ہوشیاری سے اس کو پری سے اس حد تک بدظن کرنا ہے کہ وہ خواب میں بھی اس کو دیکھنا پسند نہ کرے۔"

"مگر دادی اور پاپا میری غیر موجودگی کو یہاں محسوس کریں گے اور......"

"تم جاؤ بے فکر ہو کر اماں جان کی باتوں میں ایسا جادو ہوتا ہے لوگ محو ہو جاتے ہیں کسی نے پوچھا بھی تو میں سنبھال لوں گی۔" ماں کی سپورٹ اس کو حاصل تھی وہ بے حد اعتماد بھرے انداز میں وہاں سے اٹھی تھی اس وقت عائزہ سے اس کی نگاہیں ملی تھیں۔

"میری تمام نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں وش یو گڈ لک۔" عائزہ نے مسکراتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سرگوشی کی اس کا انداز سو فیصد تمسخرانہ و چڑانے والا تھا۔

عادلہ کو سخت ترین توہین کا احساس ہوا مگر اس وقت اس سے الجھنے کا ٹائم نہیں تھا وہ اسے گھورتی ہوئی وہاں سے باہر نکل آئی لیونگ روم سے باہر کامن تھا اور کامن سے دو راستے نکلتے تھے ایک طرف سیڑھیاں تھیں جو اوپر جا رہی تھیں دوسری طرف بھی سیڑھیاں تھیں جو نیچے جا رہی تھیں کیونکہ وہ لوگ بیک ڈور سے اندر آئے تھے اور اس راستے سے اس نے شیری کو یہاں آتے ہوئے دیکھا تھا۔

"بی بی صاحبہ! کس چیز کی ضرورت ہے آپ کو؟" وہ کھڑی سوچ رہی تھی کہاں جائے اوپر یا نیچے تب ہی عقب سے ایک دروازہ کھلا اور ملازم نے مودبانہ لہجے میں اس سے پوچھا۔

"وہ...... شیری صاحب کا روم کہاں ہے؟"

"جی آیئے میں آپ کو بابا کے روم تک چھوڑ آتا ہوں۔"

"شیری اپنے روم میں ہی ہیں۔" وہ اس ملازم کے پیچھے قدم بڑھاتی ہوئی استفسار کرنے لگی۔

"جی بابا اپنے روم میں ہیں۔" وہ ملازم کے پیچھے چلتی ہوئی اوپر آ گئی تھی سیڑھیوں سے لے کر کوریڈور پورا ہی

کارپٹ سے ڈھکا ہوا تھا انڈور پلانٹس بڑے مہارت سے سجائے گئے تھے اس پورشن کی ڈیکوریشن بے حد خوب صورت تھی۔

"یہ بابا کا روم ہے بی بی صاحبہ!" ملازم ایک دروازے کے پاس رک کر بولا۔

"او کے تم جاؤ۔" اس نے نخوت بھرے انداز میں کہا ملازم کسی روبوٹ کی مانند واپس چلا گیا اور اس نے پرس کھول کر شیشہ نکالا اور اپنا میک اپ ڈارک کرنے لگی۔

❁......❁......❁

پری کو ان لوگوں کے ساتھ نہ پا کر اس پر سخت ترین بددلی چھائی تھی جیسے تیسے ڈنر تک وہ ان کے ساتھ رہا تھا پھر ڈنر کے بعد معذرت کرتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آ گیا اور جوتوں سمیت بیڈ پر اس طرح لیٹا تھا گویا کوئی کچی مٹی کی دیوار اپنے ہی بوجھ سے ڈھے جائے۔ اس کی نگاہوں میں پری کا دلکش چہرہ تھا۔ پری کے فوٹو گراف مس ہو گئے تھے مگر اس کے دل کی البم میں اس کی تمام تصاویر موجود تھیں اور وہ تنہائی میں آنکھیں بند کرتا تو وہ تصاویر مجسم ہو کر سرسرانے لگتی تھیں اس کے اردگرد۔

"میں جانتا ہوں تم جان بوجھ کر اپنی نانو کے ہاں گئی ہو پری! کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا؟ کیوں مجھ سے بھاگتی ہو تم؟ کیوں اتنا تڑپا رہی ہو مجھ کو کیا چاہتی ہو...... کیا چاہتی ہو تم؟" وہ سر ادھر اُدھر پٹختے ہوئے جنونی انداز میں بڑبڑا رہا تھا۔ معاً دروازے پر اس کو دستک محسوس ہوئی تھی اور وقفے وقفے سے ہو رہی تھی دستک بہت دھیرے دھیرے ہو رہی تھی۔ اس نے خونخوار نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا اور اٹھ کر دروازہ وا کیا تھا غصے سے سامنے کھڑی عادلہ کو دیکھ کر اس کا اٹھا ہوا ہاتھ اٹھا ہی رہ گیا تھا سامنے کھڑی عادلہ کا رنگ بھی پھیکا پڑ گیا تھا شیری کو اس خونخوار انداز میں دروازہ کھولتے دیکھ کر وہ سخت نروس تھی۔

"اوہ آپ! کم ان مس عادلہ!" وہ اعتماد سے گویا ہوا۔

"سوری شاید میں نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا ہے؟" اس کے راستہ دینے پر وہ اندر آتے ہوئے شرمندہ لہجے میں بولی۔

"ہوں ڈسٹرب تو کیا ہے آپ نے۔"

"میں واپس چلی جاتی ہوں۔" اس کی صاف گوئی اس کو بوکھلا گئی۔

"اب ڈسٹرب تو کر دیا ہے آپ نے بیٹھ جایئے کوئی بات نہیں ویسے بھی آپ ہماری مہمان ہیں اور مہمان سے اچھا برتاؤ کرنا ہمارے مینرز ہیں۔" اس نے بولتے ہوئے مسکرا کر عادلہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر خوف اور شرمندگی تھی وہ اندر آ کر بیٹھی نہیں تھی۔

"شکریہ! میں نے سوچا آپ کی طبیعت پوچھ لوں۔"

"پلیز آپ بیٹھیے تو سہی۔" اس نے دل فریبی سے مسکراتے ہوئے کہا وہ صوفے پر بیٹھی تو وہ بھی اس کے مقابل بیٹھ گیا تھا۔

"اس لیے میں ملازم سے پوچھ کر یہاں تک آئی ہوں۔"

"میری طبیعت پوچھنے؟ لیکن میں ٹھیک ہوں کس نے کہا میں بیمار ہوں؟"

"مجھے تو آپ کی طبیعت ٹھیک محسوس نہیں ہو رہی ہے جب سے میں آئی ہوں آپ کو مسلسل پریشان دیکھ رہی ہوں آپ نے ڈنر بھی ڈھنگ سے نہیں کیا میں سب نوٹ کر رہی تھی۔" عادلہ اس کو نارمل دیکھ کر خود کو سنبھال چکی تھی اور

بڑے اپنائیت بھرے لہجے میں اس سے مخاطب تھی۔

"آپ نوٹ کر رہی تھیں، خیر آپ میرے لیے کیوں اتنی ہمبل ہو رہی ہیں؟" وہ تعجب خیز لہجے میں گویا ہوا۔

"یہ آپ مجھ سے ابھی نہ پوچھیں تو بہتر ہے شیری! میں جواب نہ دے پاؤں گی۔" اس نے اس کی طرف دیکھ کر لگاوٹ بھرے لہجے میں کہا تھا۔ شیری ان نگاہوں کا مفہوم اچھی طرح جانتا تھا' یہ کھیل کھیلنے میں وہ ماہر کھلاڑی تھا مگر ابھی اس کا قطعی موڈ نہیں تھا کھیلنے کے لیے۔

"اوکے' میں آپ کو پریشرائز نہیں کروں گا' دراصل میں کسی پر بھی اپنی مرضی لاگو کرنا پسند نہیں کرتا۔"

افوہ! یہ تو ہاتھوں سے چکنی مچھلی کی طرح پھسلے جا رہا ہے' کیا کروں؟ کس طرح اس کو قابو میں لاؤں؟

"آپ تو خاموش ہو گئی ہیں میری بات مائنڈ تو نہیں کی آپ نے؟" اس کو خاموش دیکھ کر شیری کو کہنا پڑا۔

"ارے نہیں' ہماری مما نے ہم سسٹرز کی ایسی پرورش کی ہے ہم کسی بھی بات کا بُرا نہیں مانتے' بہت کھلے دل کے ہیں ہم لوگ۔ پری میں اور ہم میں بے حد ڈیفرنس ہے اس میں بالکل بھی برداشت نہیں ہے۔" پری کے نام پر اس کے اندر کی دنیا ایک دم ہی بدلی تھی اور وہ جو عادلہ کو وہاں سے بھگانے کے چکر میں تھا آرام سے بیٹھ گیا تھا۔ پری کے نام پر اس کی آنکھوں کی روشنی دیکھ کر عادلہ بجھ کر رہ گئی۔

"رئیلی! تم میں اور پری میں بہت ڈیفرنس ہے تم پہلی ملاقات میں ہی سیدھی میری بیڈ روم میں بنا بلائے چلی آئی ہو اور ایک وہ ہے جو میری طرف دیکھنا تو درکنار مجھ سے سیدھے منہ بات تک کرنے کی روادار نہیں ہے۔ یہی فرق ہے تم میں اور اس میں۔"

"آئیں انکل' آنٹی کے پاس چلتے ہیں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

❁ ❁ ❁
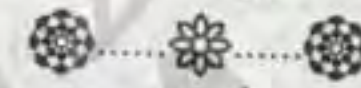
ماہ رخ جو کل تک ایک سبزی فروش کی بیٹی تھی عصمت کی چادر اس کا حصار کیے ہوئے تھی اور جب اس نے خوابوں کو پالینے کی ضد کی اور تمام اخلاقی وسماجی بندھنوں کو توڑ کر' ماں باپ کے پیار اور اعتبار کو ریزہ ریزہ کر کے اپنی خواہشوں کے سنگ چل پڑی تو وہ ہی ہوا اس کے ساتھ جو دھوکے باز' بداحساس اور اعتماد کو کرچی کرچی کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس نے قدم قدم پر گھر والوں کو دھوکے دیئے تھے اور وقت نے اس کا کیا ہوا اس پر لوٹا دیا تھا۔ دھوکے باز کو دھوکہ مل گیا تھا۔ جس آسمان کو چھونے کے لیے اس نے سالوں تک ریاضت کی تھی' ہزاروں جھوٹ بولے تھے ایک رات میں فقط ایک رات میں وہ عرش کی بلندیوں سے پاتال کی تاریکیوں میں جا گری تھی۔

ساحر خان وہ کھوٹا سکہ تھا جس پر سونے کی پالش تھی وہ بھی اس کی جھوٹی چمک دمک پر اپنا سب کچھ وار بیٹھی تھی اپنی نظر میں وہ ساحر کو دھوکا دے کر اپنی من پسند زندگی حاصل کر رہی تھی۔ جو ہوا اور جس طرح کی آفت اس پر گزری تھی اس نے حواس مختل کر دیئے تھے' دل و دماغ بے قابو ہو گئے تھے' حقیقت کا ادراک ہوتے ہی اس نے پاگلوں کی طرح حارث کرمانی پر حملہ کر دیا تھا۔ مگر اس جیسے بھاری بھرکم و بیدار دماغ آدمی کے سامنے اس کے نازک سراپا کی جارحیت کوئی اثر نہ دکھا سکی تھی۔

"یو......؟" اس نے ایک ہاتھ میں اس کے دونوں ہاتھ دبوچ کر دوسرے ہاتھ کا تھپڑ اس کے رخسار پر جڑتے ہوئے مغلظات سے نوازا تھا وہ سخت بے حس و بے رحم آدمی تھا۔ وہ پہلے ہی صدموں کے زیر اثر تھی مستزاد اس بھرپور تھپڑ نے اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیئے تھے وہ بے ہوش ہو کر گر گئی تھی' حارث کرمانی نے ایک فاتحانہ نگاہ اس پر ڈالی اور بڑے کروفر سے اس کو پھلانگ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

ماہ رخ کی جب آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں پایا تھا گویا اسے زندہ ہی قبر میں اتار دیا گیا تھا وہ بے حس و حرکت لیٹی رہی تھی' باہر سے زیادہ سناٹے و وحشت اس کے اندر اتر گئی تھی کل رات وہ محل میں تھی اور آج رات اس حبس زدہ بوسیدہ کوٹھری کے ٹھنڈے و کھردرے فرش پر' وہ نرم گرم بستر کانٹوں کی سیج بن گیا تھا جہاں صرف اس کا جسم ہی نہیں روح بھی گھائل کی گئی تھی۔ وہ کیچڑ میں کھلنے والا کنول تھی' بہت عجیب ہوا تھا اس کے ساتھ جب تک غربت کے کیچڑ میں رہی تھی صاف و شفاف پاکیزہ تھی۔ دولت کے گلابوں میں آئی تو پوری ہستی ہی کیچڑ بن گئی تھی۔ ایک تعفن تھا جو اس کو اپنے وجود سے اٹھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک سڑاندھ تھی جو اس کو بے دم کیے جا رہی تھی۔ ساری رات روتے ہوئے گزر گئی تھی۔ رونے سے تقدیر بدلتی ہے اور نہ وقت اور جو کچھ وہ کر کے آئی تھی اس کو بدلنے کے لیے دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے اور دعائیں مانگنے کے لیے اپنے پیاروں کی' جن میں سرفہرست ماں باپ ہوتے ہیں' جن کے لبوں سے نکلی بددعا تو ایک وقت میں قبول نہیں ہوتی مگر دعا تو ہر وقت میں قبول ہوتی ہے اور وہ اس قابل کہاں رہی تھی اس نے ماں باپ کو اس قابل کہاں چھوڑا تھا۔

❁ ❁ ❁

عشرت جہاں نے مثنٰی کو کال پر پری کے آنے کی اطلاع دی تو ان کے ساتھ صفدر جمال بھی چلے آئے تھے' پہلی بار وہ پری سے بے حد اپنائیت سے ملے' دعائیں دیں سر پر ہاتھ رکھ کر ساتھ اس کے لیے جیولری سیٹ تھا جس میں ننھے ننھے ڈائمنڈز جگمگا رہے تھے۔ وہ ان سے گفٹ لینے کو راضی نہ تھی' عشرت جہاں نے سمجھایا مثنٰی نے اصرار کیا تو اس کو مجبوراً گفٹ لینا پڑا۔

"ممی! انکل کو کہہ دیں مجھ کو یہ صدقہ و خیرات قبول نہیں ہے۔" صفدر جمال کے جانے کے بعد وہ جیولری بکس ان کے قریب رکھتی ہوئی بے حد ترش لہجے میں گویا ہوئی۔

"صدقہ خیرات! یہ کون سا انداز ہے بات کرنے کا پری؟" مثنٰی جیولری بکس ہاتھ میں تھامے دکھ بھرے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ٹھیک انداز ہے ممی! سعود نے آپ لوگوں کو چھوڑ دیا تو آپ کو اور انکل کو محسوس ہوا میں بھی اس دنیا میں موجود ہوں' ورنہ میں تو کسی کو نظر کہاں آنے والی تھی۔" وہ سخت متنفر تھی ان سے۔

"ممی! دیکھ رہی ہیں آپ؟" ان کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"ہاں...... دیکھ رہی ہوں میں' یہ سب میری ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے میری انا کی خاطر کتنی زندگیاں اپنی خوشیوں سے محروم ہو گئی ہیں۔" عشرت جہاں کے لہجے میں لرزش نمایاں تھیں۔

"بہت محبت ہے پری مجھے آپ سے اتنی محبت ہے کہ شاید ہی کسی ماں کو اپنی بیٹی سے ہو......!"

"اتنی شدید محبت کہ آپ نے رشتا توڑتے ہوئے میری فکر ہی نہ کی' میں کیسے رہوں گی؟ میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا اس کا احساس نہیں ہوا آپ کو؟" وہ ان کی بات کاٹ کر طنز سے بولی۔

"یہ کیسی محبت تھی ممی! آپ نے گھر بسا لیا۔ ادھر پاپا دوسری وائف لے آئے یہاں آپ سعود کو پا کر مجھے بھلا بیٹھیں اور وہاں پاپا تین بیٹیوں کے باپ بن کر بھول گئے کہ ایک بیٹی اور ہے ان کی۔" بہت سعی کے باوجود وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکی۔

"روؤ نہیں میری بیٹی۔" نانو نے بڑھ کر اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"آج آپ کے سامنے جو لاچار و تنہا بوڑھی نانو موجود ہے یہ سب وقت کے تھپیڑوں نے اس منزل پر لا کھڑا کیا

ہے جہاں اپنے ہی کیے گئے فیصلوں نے مجھے تنہا اور دکھی کرڈالا ہے۔ آج مجھے اپنا کوئی پرسان حال نہیں ملتا صرف اپنوں کی اور بے جا کی گئی زیادتیوں سے اذیت میں مبتلا ہوگئی ہوں میں۔ جہاں صرف درد ہی درد ہے درد ہی درد۔“

”ایسا آپ نے کیا کیا تھا نانو؟ کوئی تو بات ہوگی ایسی جس نے آپ کو مجبور کیا وہ کیا فیصلے تھے کیسی ضرورتیں درپیش تھیں؟“ وہ یہاں آنے سے قبل عزم کرکے آئی تھی اس بار نانو سے یہ حقیقت معلوم کرکے رہے گی۔ اس کے پاپا اور ممی کی ڈائیورس کیوں ہوئی وہاں کوئی حقیقت بتانے کو تیار نہ تھا وہ تو صرف اس کی ممی کو ہی الزام دیتے تھے اور برے برے ناموں سے پکارتے تھے جو اس کو ممی کی طرف سے بدگمان کیے ہوئے تھے حقیقت کیا تھی وہ صرف نانو ہی آشکار کرسکتی تھیں سو وہ اس لمحے کو پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

”ہمارا گھرانہ جدی پشتی رئیسوں میں شمار ہوتا ہے دولت کو لوگ ہمارے گھر کی لونڈی کہتے تھے میں نے بھی جب ہوش سنبھالا تو خود کو شہزادیوں کی طرح پایا اور جب شادی ہوئی تو آپ کے نانا بھی نواب فیملی سے تعلق رکھتے تھے میں نے دولت ہی دولت دیکھی تھی اپنے سے کم حیثیت لوگوں کو میں بات کرنے کے بھی لائق نہ سمجھتی تھی دولت نے میرے دماغ کو مغرور کرڈالا تھا منیر اور ثمنیٰ کی پیدائش اور پھر ان کی پرورش میں وقت گزرتا ہی چلا گیا۔ ثمنیٰ تعلیم کے مراحل طے کرتی ہوئی یونیورسٹی جا پہنچی تھی اور وہاں جاکر نا معلوم کس طرح یہ فیاض کی محبت میں گرفتار ہوگئی اور محبت ہمیشہ اندھی ہوتی ہے۔“ ثمنیٰ نے گہری سانس لی اور صوفے کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

”ثمنیٰ کو نا اپنا اسٹیٹس یاد رہا اور نہ فیاض کی مڈل کلاس فیملی نظر آئی۔ فیاض سے شادی کرنے کے لیے اس نے ویسی ہی بغاوت کردی جس طرح اپنی من پسند چیزیں حاصل کرنے کے لیے گھر میں ہڑتال کردیا کرتی تھی۔ میری بڑی بہن صفدر کی ماما کو جب یہ بات معلوم ہوئے تو وہ فوراً میرے پاس آئیں اور ارادہ ظاہر کیا اکلوتے بیٹے صفدر سے ثمنیٰ کی شادی کا' میری بھی یہی خواہش تھی مگر ثمنیٰ نے ہمارے ارادوں پر پانی پھیر دیا یہ کسی طور فیاض کی محبت سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھی ان کا ساتھ آپ کے نانا جان نے دیا وہ آزادی نسواں کے قائل تھے ان کے کہنے پر فیاض اپنی ماں اور بہنوں کو لے آیا تھا۔ ان کے موڈ بھی بگڑے ہوئے تھے۔ جس طرح میں غریب لوگوں میں بیٹی دینے کی قائل نا تھی اسی طرح وہ بھی بڑے گھر سے امیر بہو لانے پر خوش نہ دکھائی دے رہی تھیں اور ان کی ناپسندیدگی دیکھ کر مجھے اندازہ ہوگیا ثمنیٰ اور فیاض کی شادی کی عمر زیادہ لمبی نہ ہوگی آہ...... کاش...... میں اس وقت بیٹی کے گھر اجاڑنے کے بجائے بسانے کی کوشش کرتی تو ایسا کچھ نہیں ہوتا جواب ہم اس دکھ میں مبتلا ہیں۔“ وہ ایک سرد آہ بھر کر بھیگی آنکھوں کو صاف کرنے لگی تھیں۔

”مما! ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجائی جاتی' یہاں آپ اس رشتے سے ناخوش تھیں اور وہاں فیاض کی اماں اور بہنیں قسم کھائے بیٹھی تھیں کہ وہ فیاض کی دوسری شادی کروائے بنا سکون سے نہ بیٹھیں گی۔ شادی کے شروع دنوں میں ہی انہوں نے پروپیگنڈہ شروع کردیا تھا۔ فیاض نے ان کا بے حد مقابلہ کیا کئی ماہ تک وہ ان کے آگے ڈٹے رہا تھا مگر...... کب تک وہ مقابلہ کرسکتا تھا؟ ایک سیدھا سادا مرد کسی ایک عورت کی مکاری کے وار برداشت نہیں کرسکتا کہ وہاں تین عورتیں تھیں وہ کب تک لڑسکتا تھا؟“

❀......❀......❀
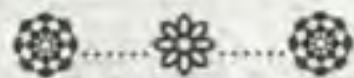
عادلہ نے پری کا نام کسی دوسرے مقصد کے لیے لیا اور شیری کے اس کی یاد سے ہمکتے دل پر کسی اور انداز سے اثر ہوا تھا۔ اس کا نام وہ بے کل ہوکر اٹھا تھا اور عادلہ کو لے کر لیونگ روم میں آ گیا مقصد اس سے پیچھا چھڑانا تھا چند لمحوں بعد ہی وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ عادلہ وہاں سے لوٹی تو بڑی بددل و افسردہ تھی۔ اس رات اس کی آنکھوں سے

اوجھل تھی۔ عائزہ سوچکی تھی گھر کی لائٹس آف تھیں سب بے خبر سورہے تھے باہر موسم سرد تھا ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ ہیٹر آن ہونے کی وجہ سے روم میں گرمائی تھی۔ وہ آئینے کے سامنے بیٹھی تھی تمام لائٹس آن تھیں۔ ان روشنیوں میں وہ چہرے کے ایک ایک نقش کو غور سے چھو چھو کر دیکھ رہی تھی۔

گوری رنگت...... غلافی آنکھیں...... ستواں ناک...... بھرے بھرے ہونٹ اور ہونٹوں کے نیچے سیاہ تل جو اس کی خوب صورتی میں اضافہ کرتا تھا وہ خوب صورت اور مکمل لڑکی تھی۔

"میرا یہ حسن و جمال کیوں کسی کو دکھائی نہیں دیتا ہے؟ میں اس سے زیادہ حسین نہیں ہوں تو اس سے کم بھی نہیں ہوں۔ پھر کیوں وہ ہی سب کی نگاہوں کا مرکز بنتی ہے؟ کیوں اسی کے دیوانے ہوجاتے ہیں لوگ؟ پہلے طغرل اس کی محبت میں دیوانہ ہوا پھر وہ شیری مرا جارہا ہے پری کو پانے کی خاطر...... میں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ پہلے طغرل کی چاہ میں دیوانی ہوئی اور اب شیری کے حصول کے لیے بھی اپنی عزت نفس کو مجروح کرکے اس کے بیڈ روم تک پہنچ گئی اور نامراد ہی رہی ایسا کب تک ہوگا پری کی خاطر میں ساری زندگی اسی طرح ٹھکرائی جاتی رہوں گی؟ اللہ کرے پری مرجائے اس کے حسین چہرے پر کوئی تیزاب پھینک دے اور وہ ہمیشہ کے لیے بدصورت ہوجائے۔" اس نے دل سے پری کے لیے بددعا کی تھی۔ عائزہ نے کروٹ لی اور لائٹس آن دیکھ کر غصے سے بولی۔

"کب تک سوگ مناؤ گی خود کو ریجیکٹ کیے جانے کا؟ خدا کے لیے سوجاؤ اور مجھے بھی سکون کی نیند سونے دو۔"

"ہونہہ، تم تو سدا اسی طرح بکواس کرتی رہنا ایڈیٹ۔"

❀ ❀ ❀
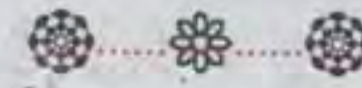
کوٹھری میں قید ہوئے اسے تین دن گزر چکے تھے۔ یہ قید اسے حارث کرمانی کی حکم عدولی کی پاداش میں ہوئی تھی۔ ایک بار انجانے میں وہ اس کی ہوس کا شکار بن گئی تھی اور ہوش میں آنے کے بعد اس نے اس کی بات ماننے سے انکار کردیا تھا پھر حارث کرمانی نے اسے اپنی دسترس میں لانے کے لیے سزا کے طور پر تہہ خانے میں موجود کوٹھریوں میں سے ایک میں قید کروادیا تھا۔ وہ حبشی ملازمہ صبح و شام اس کے لیے کھانا لاتی تھی۔ آج تیسرا دن تھا اس نے کھانے کو ہاتھ نہ لگایا تھا ملازمہ کھانے کی ٹرے لائی تھی گرم و تازہ کھانے کی اشتہا انگیز خوش بو اس کی بھوک سے بے دم ہوتے وجود کے لیے بڑی فرحت انگیز تھی۔ دل چاہا بھاگ کر جائے اور کھانے پر ٹوٹ پڑے لیکن اسے یاد آیا ان کھانے کی قیمت کس طرح چکانی ہوگی ایسے کھانا کھانے سے بہتر بھوک سے مرجانا تھا۔ تین دن سے وہ بھوکی پیاسی تھی نقاہت کے مارے ہلنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی اس نے کرب سے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ حبشی ملازمہ غور سے اسے دیکھ رہی تھی اس کے انداز میں لحاظ و مروت نہ تھی وہ کھڑی بے رحم انداز میں اس کو دیکھتی رہی اور وہاں سے چلی گئی اس کا کام یہی تھا وہ اسی طرح کھانا لاتی تھی۔ کھڑی ہوکر کچھ دیر اسے دیکھتی اور چلی جاتی شام میں وہ پھر کھانا لے کر آتی تو صبح والے کھانے کی ٹرے جوں کی توں رکھی ہوتی تھی اٹھا کرلے جاتی تھی۔ پیاس سے حلق میں خشکی کے باعث کانٹے سے چبھنے لگے تھے اس کے پیٹ میں الگ عجیب سی اینٹھن بھوک کے مارے شروع ہوچکی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی بھوک سے جلد ہی اس کا دم نکل جائے گا۔ لیکن مرنا اتنا آسان تو نا تھا جس شخص نے اس کو خریدا تھا وہ اتنی آسانی سے اسے مرنے نہیں دیتا۔ اس بات سے ماہ رخ ناواقف تھی۔

اس کی خواہشوں کا طوفان تھم چکا تھا۔ دریا اتر گیا تھا اور منہ زور جذبوں کی آندھی دم توڑ چکی تھی ان تین دنوں میں اس نے اتنے آنسو بہائے تھے کہ آنسو ختم ہوگئے تھے آنکھیں سوج گئی تھیں اسے احساس ہوا جو اس نے کیا وہ اسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا جو راستا اس نے اپنے لیے منتخب کیا تھا اس پر اب چلنا ہی تھا خواہ انجام جو ہوتا۔

اسے لگا اس تنگ و تاریک کوٹھری میں ہی نہیں وہ پوری دنیا میں ہی تنہا رہ گئی ہے اس کا کوئی بھی نہیں ہے کوئی بھی نہیں۔

❀ ❀ ❀
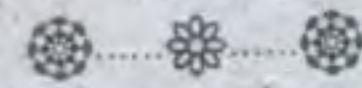
"دادی جان! کیسی ہیں آپ؟ طبیعت کیسی ہے آپ کی؟" پری نے ان کو فون کیا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں بیٹا! تم تو ٹھیک ہو نا وہاں پر؟"

"جی ہاں دادی جان! میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"ہوں، کل رات کو طغرل کا فون آیا تھا۔ تم سے بات کرنے کا کہہ رہا تھا۔ میں نے بتایا تم گئی ہوئی ہو تو خفا ہو رہا تھا کہ تم کو کیوں جانے دیا میں نے؟ اس طرح میں تنہا ہوگئی ہوں۔" وہ بڑے پیار بھرے انداز میں بتا رہی تھیں۔

"پھر آپ نے کیا کہا؟"

"بول دیا میں نے تم کہاں جا رہی تھیں۔ میں نے خود ہی زبردستی بھیجا ہے۔"

"ٹھیک ہے، طغرل بھائی کچھ زیادہ ہی مجھ پر رعب جمانے والے ہوگئے ہیں ان کو کہیں حد میں رہیں اپنی۔" اتنی دور جاکر بھی اس کو طغرل کا رعب ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"ارے باؤلی ہوگئی ہے پری! وہ بچہ تو میری محبت میں کہہ رہا تھا۔ تم تو اس کے خلاف ہی رہنا ہر وقت لو بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی اس کو ہمیشہ میری فکر رہتی ہے۔ وہ ہی خیال کرتا ہے میرا۔" دادی کو بھی اس کے پرطیش لہجے نے پتنگے لگادیے تھے۔

"ان کو اگر آپ کی فکر ہوتی تو کیوں جاتے چھوڑ کر؟"

"آجائے گا کچھ دنوں کے بعد کوئی ہمیشہ کے لیے نہیں گیا ہے وہ۔"

"دادی جان! میں نے آپ کو کال اس لیے کی ہے آپ مجھے کسی کی حمایت میں بلاوجہ ڈانٹیں۔" وہ شکایتی لہجے میں ان سے مخاطب ہوئی تھی۔

"لو بھئی یہ تو وہ ہی مثال ہوگئی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ غلطی بھی خود کی طغرل کو برا بھلا خود کہہ رہی ہو اور مجھے ہی پھر قصوروار قرار دے رہی ہو۔" خلاف معمول دادی ہنس پڑی تھیں۔ دادی کی ہنسی نے اس کا موڈ بھی خوش گوار کردیا تھا ان سے کچھ دیر باتیں کرکے وہ کمرے سے باہر آئی تھی جہاں نانو تیار کھڑی تھیں۔

"کہاں کی تیاری ہے نانو جان؟" قریب آکر استفسار کیا۔

"شاپنگ کرنے چل رہے ہیں۔"

"او کے۔ میں ابھی شال لے کر آتی ہوں۔" نانو کو اس عمر میں بھی شاپنگ کا کریز تھا وہ بے حساب شاپنگ کررہی تھیں۔ وہ ایک کراکری کی شاپ پر تھیں۔ جب وہ ان سے کہہ کر جیولری شاپ پر آئی تھی وہاں خاصا رش تھا وہ ملٹی شیڈ میں بینگلز دیکھ رہی تھی معاً اسے کسی کی نگاہوں کی تپش کا احساس ہوا تھا۔ اس نے سرسری طور پر دیکھا تھا۔ اردگرد کوئی بھی موجود نہیں تھا اس نے جلدی جلدی بینگلز لے کر رقم ادا کی اور ابھی چند قدم آگے ہی بڑھی تھی اچانک اس سے نگاہوں کا تصادم ہوا تھا...... اور وہ دم بخود کھڑی رہ گئی۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

تم میری کون ہو

رشک حبیبہ

ہم دوہری اذیت کے گرفتار مسافر
پاؤں بھی ہیں شل شوقِ سفر بھی نہیں جاتا
دل کو تری چاہت پہ بھروسہ بھی بہت ہے
اور تجھ سے بچھڑ جانے کا ڈر بھی نہیں جاتا

کسی مانوس سی آہٹ کا اشارہ پاکر
دھیان کے طاق میں سجتے ہیں پری خانے سے
خواہشیں دل میں کھلاتی ہیں ستارے کیا کیا
آنکھوں میں خواب کا اک چاند اُتر آنے سے

دوپہر رفتہ رفتہ سہ پہر میں ڈھل رہی تھی۔ ٹھنڈی ہَوا کی سرسراہٹ اور دوڑتی بھاگتی موجوں کا شور سمندر کے اضطراب کا ترجمان تھا۔ مگر میرے آس پاس جیسے ویرانی رقصاں تھی۔ لوگ بہت دور سے نقطوں کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ سمندر کے آخری سرے پر نظریں جمائے میں دنیا کی چہل پہل سے دور نکل آیا تھا۔

"کل میں سمندر کے اس طرف اسی سورج کی طرح غروب ہوجاؤں گا۔"

روح میں شور برپا تھا، نارسائی کا کرب دل کو مٹھیوں میں لیے بھینچ رہا تھا۔ سمندر کے پانی پر سورج کی کرنوں نے گویا آگ لگا رکھی تھی۔ سنہرا پانی اور اس میں لہروں کی سطح پر بنتا جھاگ بالکل میری وحشتوں کی ترجمانی کررہا تھا۔ میں نے ہَوا سے بکھرتے بالوں پر ہاتھ پھیرا اور جیب سے وائرلیس سیل فون نکال لیا۔ سیف کا میسج تھا۔ میں پڑھے بنا ریپلائی پر چلا گیا۔ اور ٹائپنگ شروع کردی۔ بے خودی حدِ کمال پر تھی۔

تم کسی دھند میں لپٹی ہوئی تنہائی ہو
میری وحشت ہو، دعا ہو، میری رسوائی ہو
گنگناتی ہو تو محسوس یہ ہوتا ہے مجھے
جیسے دریاؤں کے ساحل سے صدا آتی ہو
بات کرتی ہو کبھی چپ میں بکھر جاتی ہو
کیوں میری روح کے گوشوں پر ستم ڈھاتی ہو
تم میری کون ہو تم سے ہے تعلق کیسا
تم میری کون ہو تم سے ہے تعلق کیسا

بہت بے اختیار ہوکر یہ پیغام میں نے اس تک پہنچانے کے لیے ہَوا کے سپرد کیا۔ ڈوبتا سورج بھی میری طرح ملول اور اُداس تھا۔ میسج بھیج کر میں نے سیل فون واپس جیب میں ڈالنا چاہا۔ جب سیل فون کی بجتی مدھری دھن پر میرے ہاتھ تھمے میں نے دیکھا بنا فون آن کر کے کان سے لگالیا۔

"پپ...... پلیز...... پلیز مجھے یہاں سے لے جایئے یہاں بہت شور ہے۔ فائرنگ...... فائرنگ ہورہی ہے یہاں...... میں...... کسی کا فون نہیں لگ رہا پلیز مجھے......!" اس طرف وہی تھی۔ گھبرائی ہوئی، سسکتی، ڈری سہمی، میں پریشان ہو اٹھا۔ اگلی طرف بہت شور تھا گاڑیوں کے ہارن کا، بھاگ دوڑ کا اور گولیوں کی گونج۔

"کیا ہوا ہے...... کہاں ہو تم؟" میں گھبرا اٹھا اور گاڑی کی طرف بڑھا۔

"میں سپر اسٹور کے سامنے...... مجھے نہیں پتا کیا ہوا ہے؟" وہ حد سے زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے کسی طرح مجھے وہاں کی لوکیشن سمجھائی اور میں گاڑی فل اسپیڈ سے دوڑانے لگا۔

❖❖❖......❖❖❖

روشن صبح نے دریچے پر دستک دی۔ پرندوں کی گنگناہٹ میں رات نے اپنی کالی چادر سمیٹ کر جاتے ہوئے طلوع ہوتے ہوئے سورج کو خوش آمدید کہا اور مغرب کی وادیوں میں ڈھل گئی۔ کچھ پل میں کھڑکی سے آتی سنہری کرنوں نے کمرے کی چیزوں کو بھی سنہرا کردیا۔ اسی تازہ کرن نے میری پلکوں کے در کھٹکھٹائے تو میں نے کسمساتے ہوئے ادھ کھلی آنکھوں کے ساتھ کروٹ لی اور خوب صورت خواب کے باعث مسکراتے لبوں کے ساتھ پھر سے پلکوں کو جوڑ لیا۔ لیکن اگلے ہی لمحے آنکھیں پٹ سے کھول دیں۔

"آج کالج کا پہلا دن ہے۔" اسی خیال کے ساتھ میں ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔ دیوار گیر گھڑی نے ساڑھے سات کا وقت بتایا تو میں نے پُرسکون سانس لی۔ بکھرے بالوں کو دونوں ہاتھ سے سمیٹتے ہوئے اور آنکھیں ملتی ہوئی واش روم میں بند ہوگئی۔

میں تیار ہو کر نیچے ڈائننگ روم میں پہنچی تو بابا اور فری ناشتا کر چکے تھے۔ مما کچن میں تھیں۔ بابا اخبار کی خبروں پر نظریں دوڑا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ فری وہیں بیٹھی چائے پیتے ہوئے غالباً کچھ پڑھ رہی تھی۔ میں نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے جوس کے جگ کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ مما کچن سے انڈے پراٹھے کا ناشتا لیے چلی آئیں۔ انہوں نے ٹرے میرے سامنے دھری تو میں نے پیٹ میں پڑتے بلوں کی گنتی شروع کردی۔

"السلام علیکم!" مجھ سمیت سب نے ہی دروازے کی سمت دیکھا جہاں ترو تازہ اور نک سک سے تیار ابدال ماموں کھڑے تھے۔

"آؤ ابدال ناشتا کرو۔" مما نے بابا کے سامنے جھکا کر پیار لیتے ابدال ماموں کو ناشتا آفر کیا۔

"نہیں آپا! گھر سے چائے پی کر نکلا ہوں، ناشتے کی خواہش نہیں تھی اس لیے نہیں کیا۔ آفس میں تھوڑی دیر سے کچھ لے لوں گا۔" انہوں نے تفصیل سے کہتے کلائی الٹ کر گھڑی دیکھی۔

"چلو اب تم دونوں اٹھو فٹافٹ، ابدال کو دیر ہو جائے گی۔" مما نے مجھے بے دلی سے لقمہ توڑتے دیکھ کر گھورا۔ میں منہ بسورنے لگی۔

"نہیں مجھے دیر نہیں ہو رہی تم ناشتا کرلو میں دس منٹ انتظار کرسکتا ہوں۔" وہ مزے سے کہہ کر بابا کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہوئے۔ میں نے بہ مشکل آدھا پراٹھا ختم کرکے ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

پھر ہم تینوں ساتھ ہی نکلے تھے۔ فری کا انسٹیٹیوٹ گھر سے دس منٹ کے فاصلے پر تھا۔ اس کے آگے چالیس منٹ کی مسافت پر میرا کالج اور غالباً بیس منٹ کا راستہ ابدال ماموں کے آفس کا تھا۔ ویسے تو ہم اسکول کے زمانے سے ساتھ رہے ہیں مگر فری کے انسٹیٹیوٹ اور ابدال ماموں کے آفس جانے کی وجہ سے بھی ہماری روٹین میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ پہلے ہم وین سے آتے جاتے تھے اور جب سے ابدال ماموں نے گاڑی لی تب سے وہ ہمیں ڈراپ کرنے کی ذمہ داری بخوبی نبھا رہے تھے۔

فری کا انسٹیٹیوٹ آنے پر وہ چلی گئی اور میں فرنٹ سیٹ پر آگئی۔

"بہت ایکسائٹڈ ہو؟" ابدال ماموں گیئر بدلتے ہوئے مسکرائے۔

"ایسی ویسی، اسکول کی بورنگ لائف ختم ہوئی تھینک گاڈ۔" میں نے چہکتے ہوئے لاابالی انداز اپنایا۔

"ہاں! لیکن اسکول لائف بورنگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایزی بھی ہوتی ہے۔ کالج کی ٹف لائف کا اندازہ نہیں ابھی تمہیں۔" انہوں نے مجھے ڈرایا۔

"اسی ٹف لائف میں تو مزہ ہے تھرل ہے۔" میں پھر چہکی۔

"مجھے لگ رہا ہے تم کچھ زیادہ ہی بڑی ہوگئی ہو۔" وہ متعجب ہوئے۔

"جی جناب! میں اب بڑی ہو چکی ہوں۔ پتا ہے آج میں بہت خوش ہوں۔" میں نے آنکھیں میچ کر کہا۔ "اب کچھ نیا ہوگا مجھے تبدیلی مزہ دیتی ہے۔ روٹین میں، رشتوں میں، دوستی میں اور...... اور شاید زندگی میں بھی۔" میں نے مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھا وہ مجھے ہی دیکھ رہے تھے۔ ایسے جیسے پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔ چمکتی روشن آنکھیں اور فراخ پیشانی ان کی اُجلی رنگت دمک رہی تھی اور وجود نکھرا ستھرا ہلکا پھلکا سا تھا۔

"ماموں کیا ہوا؟" میں نے بغور ان کا جائزہ لیا پھر انہیں چونکا دیا۔ وہ سیدھے ہوئے۔

"میں سوچ رہا ہوں تم کتنی میچور ہوگئی ہو، کتنی بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہو۔" وہ جھینپ کے مسکرائے۔ مجھے لگا انہوں نے بات بدلی ہو۔

"ابھی کل تک تمہاری باتیں ہوم ورک سے شروع ہو کر ٹیسٹ، ایگزام، پریکٹیکلز، پارٹیز پر ختم ہو جاتی تھیں اور آج تمہاری گفتگو میں رشتے ناتے اور روٹین لائف کی تبدیلیاں در آئی ہیں۔"

اپنی بات کے اختتام پر وہ ہولے سے ہنسے اور ان کے ساتھ میں بھی مسکرائی۔

❖❖❖......❖❖❖

میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے ارد گرد رشتوں کی بہتات دیکھی۔ فلاں پھوپی، فلاں خالہ، وہ چچا، یہ نانا۔ اسی حساب سے کزنز بھی ملے۔ لیکن اگر سگے رشتوں کی گنتی کروں تو انگلیوں کی پوریں خالی رہ جائیں گی۔

مما اور بابا دونوں اپنے والدین کے اکلوتے تھے۔ بابا کی امی یعنی میری دادی، بابا کے بچپن میں ہی انتقال کر گئی تھیں۔ دادا ابا بقید حیات تھے، جو بیرونِ شہر اپنے بھائی کے ساتھ رہتے تھے۔ مما کے والدین کا ذکر کروں تو مما کے والدین حادثاتی طور پر انتقال کر گئے جب مما کی عمر پندرہ، سولہ برس ہوگی۔ میرے نانا اور دادی امی دونوں بہن بھائی تھے۔ لہٰذا نانا، نانی کی وفات کے بعد دادا ابا مما کو اپنے بیٹے یعنی میرے بابا سے منسوب کرکے اپنے گھر لے آئے۔ مما بتاتی ہیں کہ کچھ سال بعد جب مما اور بابا کو کاروبار کی وجہ سے لاہور سے کراچی منتقل ہونے کا مسئلہ

درپیش ہوا تو دادا ابا نے ساتھ آنے سے انکار کر دیا اور وہیں مقیم اپنے بھائی کے ساتھ رہائش اختیار کر کے مما، بابا کو جانے کی اجازت دے دی۔

کراچی شہر میں نئی جگہ، انجان لوگ اور اجنبی محلے میں جو اپنوں کی طرح پیش آیا وہ تھیں سکینہ بی، جو سامنے والی کوٹھی میں اپنے نواسے ابدال مصطفیٰ کے ساتھ رہتی تھیں۔ ان کا ایک ہی بیٹا تھا۔ جو تعلیم کی غرض سے ملک سے باہر گیا اور اپنے باپ کی وفات پر انجینئر بننے کے ساتھ ساتھ ایک بیٹے کا باپ بھی بن کر لوٹا۔ بیوی بیٹے کو جنم دے کر بے وفائی کا زخم بھی دے گئی۔ سو انہوں نے اپنے بیٹے کو ماں کے حوالے کیا اور واپس پردیس سدھار گئے۔

سکینہ بی رشتے میں تو ابدال مصطفیٰ کی دادی تھیں۔ مگر ابدال مصطفیٰ نے ہوش سنبھالتے انہیں دادی کے بجائے امی پکارا تھا۔

یوں تو سارا محلہ انہیں سکینہ بی کے نام سے جانتا تھا۔ مگر میری بڑی بہن فری کی پیدائش کے وقت مما کے پاس کسی بزرگ خاتون کے نہ ہونے کے باعث انہوں نے جس طرح مما کا دھیان رکھا وہ کوئی ماں اپنی اولاد کا ہی رکھ سکتی ہے۔ مما نے انہیں اپنی "ماں" بنا لیا اور انہوں نے بھی اس رشتے کا پاس رکھا۔ فری کے دو سال بعد میں، یعنی بیلا فاروق نے اس دنیا میں آنکھ کھولی تو سگے تو نہیں پر سگوں جیسے ہی نانی امی اور ابدال ماموں کو گھر کے فرد کی حیثیت میں پایا۔ عمر کی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے ہم تینوں زندگی کی دوڑ میں شامل ہو گئے۔ کھیل کود، کھانا پینا، پڑھنا لکھنا سارے کام یا تو ہمارے گھر یا نانی امی کے گھر لیکن تینوں ساتھ ہی کرتے تھے۔

وقت گزرتا گیا۔ ابدال ماموں اسٹوڈنٹ لائف سے پریکٹیکل لائف میں چلے گئے۔ فری انسٹیٹیوٹ تک آ گئی اور میں نے کالج میں قدم رکھ دیا۔ لیکن آج بھی ہماری مثلث ویسے ہی تھی۔ بیٹھک میں اب بھی ڈسکس کی جاتی تھیں، اب بھی کالج کے قصے، اسکول کی یادیں، بچپن کی نادانیاں زیر تذکرہ آتی تھیں۔ وقت کی ناؤ میں زندگی کی کشتی رواں دواں تھی لیکن آنے والے دن تبدیلیاں لاتے ہیں۔ رشتوں میں، رویوں میں، احساسات میں، جذبات میں، لوگوں میں اور...... اور زندگی میں۔

❖❖❖......❖❖❖

میں نے بند آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا۔ ابدال ماموں سامنے کے صوفے پر بیٹھے لیپ ٹاپ پر مصروف تھے۔ میں نے پھر سے پلکیں موند کر نانی امی کے ہاتھوں کی مالش سے اپنے سر میں اترنے والے سکون کو محسوس کیا۔ آج اتوار کا دن تھا۔ میں اور فری صبح سے یہیں تھے۔ ناشتا بھی ہم دونوں نے مل کر تیار کیا تھا۔ ناشتے کے بعد بابا اپنے دوستوں سے ملنے چلے گئے اور مما ماسی سے گھر اپنی نگرانی میں صاف کروانے جا چکی تھیں۔ فری کچن میں برتن صاف کر رہی تھی اور میں بڑے مزے سے نانی امی کے قدموں میں بیٹھی اپنے سر میں مالش کروا رہی تھی۔ ساتھ ہی ٹی وی بھی آن کر رکھا تھا۔ ابدال ماموں بھی کبھی کبھار سر اٹھا کر ٹی وی کی جانب دیکھ لیتے۔ چینل بدلتے ہوئے میرے ہاتھ تھمے۔

"میں تمہاری ماں نہیں دوست ہوں بیٹا، تم مجھ سے اپنی ساری باتیں ڈسکس کر سکتے ہو۔"

ایک ڈرامے کا سین تھا۔

"جیسے کہہ دینے سے دوست بن ہی جائیں گی نا۔" استہزائیہ ہنسی۔

"کیا کہہ رہی ہو؟" ابدال ماموں نے غالباً کام ختم کر لیا تھا۔ جبھی دونوں ہاتھ کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر مروڑیں اور لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

"مجھے کیا کہنا ہے؟ ان فلموں ڈراموں نے کسی رشتے کو اس کے اپنے فلیور کا تو چھوڑا ہی نہیں ہے۔ ہر رشتے میں دوستی کا تڑکا لگا دیا۔

ہر ڈرامے، ہر فلم میں یہی ڈائیلاگ کہ "ہمارا آپس میں فلاں رشتہ بعد میں ہے، ہم پہلے دوست ہیں۔"

چڑ کر کہتے ہوئے میں نے آخری جملہ ہو بہو ادا انداز میں کہا۔ جس میں ایک شوہر اپنی بیوی سے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھتے ہوئے بڑے ہی دل گیر انداز میں یہی کہہ رہا تھا۔ میرے انداز پر نانی امی اور ابدال ماموں مسکرا دیے۔

"ہاں! تو ایسی بھی کیا برائی ہے اس بات میں؟ اگر ہم رشتوں سے دوستی کر لیں تو شاید اپنی بات زیادہ آسانی سے ان تک پہنچا سکتے ہیں، انہیں بتا سکتے ہیں۔" فری کچن سے چائے کے لوازمات سے بھری ٹرے کے ساتھ برآمد ہوئی۔

"کیوں؟ کیا ماں، باپ، بھائی، بہن یا شوہر کا رشتہ خود اپنے آپ میں اتنا معتبر، اتنا مضبوط نہیں ہے کہ اس سے اپنی پرابلمز، اپنی الجھن شیئر کرنے کے لیے اسے دوستی کی بیساکھی پکڑانی پڑے۔" میں نے کہتے ہوئے کپ اٹھایا۔

"میرا تو خیال ہے کہ رشتوں کو کھو دینے سے بہتر ہے کہ انہیں نئے روپ میں ڈھال لیا جائے۔ بعض اوقات وقت گزرنے کے ساتھ رشتوں کے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ خصوصاً ان رشتوں کے جو خود ساختہ ہوں۔" نانی امی نے مصروف انداز میں بڑے پتے کی بات کی تھی۔ پھر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"تم لوگ باتیں کرو، میں ذرا دوپہر کے کھانے کا انتظام کروں۔"

"کم آن بیلا! ابدال ماموں سے بھی تو ہم اتنے فرینک ہیں بالکل دوستوں کی طرح۔" فری نے سلسلۂ کلام وہیں سے جوڑا۔

"جی نہیں۔" میرے قطعی انداز پر فری کے ساتھ ساتھ ابدال ماموں بھی مجھے چونک کر دیکھنے لگے۔

"ہماری آپس کی بے تکلفی کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ابدال ماموں ہمارے ماموں ہیں۔"

"تمہاری تو اپنی ہی منطق ہے۔" فری چڑ گئی۔ ابدال ماموں خاموشی سے ہماری بحث سن رہے تھے۔ میں نے روئے سخن ان کی طرف موڑا۔

"اچھا ماموں آپ بتائیے ویسے تو ہمیں معلوم ہے، مگر پھر بھی ایک مرتبہ اور اپنی یادداشت کھنگالیے اور بتائیے آپ نے کبھی کسی لڑکی سے دوستی کی ہے؟" میں نے انہیں درمیان میں گھسیٹا وہ توپ کا رخ اپنی طرف دیکھ کر گڑبڑا گئے۔

"اس میں میرا کیا ذکر ہے بھئی؟" وہ خجل ہو کر مسکرائے۔

"یعنی آپ کی بھی لڑکیوں سے دوستی ہے۔" میں نے ان کے جھینپنے پر مزہ لیتے ہوئے "لڑکیوں" پر زور دیا۔

"لاحول ولا قوۃ......! بیلا تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا؟" وہ "لڑکیوں" کہنے پر بلبلا اٹھے۔

"دیکھا...... دیکھا۔" میں نے فری کو متوجہ کیا۔ "ماموں ہمیں اپنا دوست نہیں بھانجیاں سمجھتے ہیں جبھی تو ہم سے اپنی فی میل دوستوں کی باتیں شیئر نہیں کرتے۔" میں مزید شوخ ہوئی۔

"تم غالباً مجھ سے پٹنا چاہتی ہو۔" انہوں نے مصنوعی خفگی دکھائی، فری ہنس پڑی۔

"مان لو فری بی بی کہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی کے درمیان سارے رشتے ہو سکتے ہیں سوائے دوستی کے۔" میں نے ماہر تجزیہ نگار کی طرح نگاہیں خلا میں مرکوز کیں اور دھیمے اور پراسرار لہجے میں کہا تو ابدال ماموں اور فری دونوں بے ساختہ ہنسنے لگے۔ ساتھ میری بھی ہنسی چھوٹ گئی۔

"کون سا لطیفہ ہے ذرا میں بھی تو سنوں؟" سیف ستار کی چہکتی آواز پر میری ہنسی کو بریک لگے۔ ماموں نہایت گرم جوشی سے اس سے معانقہ کرنے بڑھے فری ٹرے میں کپ اکٹھے کرنے لگی۔

"بڑے دنوں بعد آئے یار کہاں مصروف رہے؟" ماموں نے ان کے ہمراہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ فری انہیں سلام کر کے جا چکی تھیں اور میں ٹی وی کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئی۔ بدمزگی سے میرے منہ کے زاویے بگڑنے لگے۔

عجیب لسوڑی شخصیت کا مالک تھا۔ ماموں کا کزن ہونے کے ساتھ ان کے گہرے دوستوں میں شامل ہونے کا اعزاز بھی رکھتا تھا۔ اکثر واسطہ پڑ جاتا تھا اس سے مگر جب بھی سامنا ہوتا پتا نہیں کیوں میرا پارہ ہائی ہوجاتا جیسے ابھی......!

''یار ابدال تمہارے یہاں سلام دعا کا رواج نہیں ہے کیا؟'' اس کی شوخ سی آواز نے میرا حلق تک کڑوا کردیا۔

''بیلا۔'' ماموں نے تنبیہی پکارا۔ زچ ہوکر دل ہی دل میں اسے صلواتیں سناتے ہوئے میں نے رُخ ان کی طرف موڑا۔ وہ جی جان سے متوجہ تھا۔

''السلام علیکم۔ کیسے ہیں انکل آپ؟'' میں نے چڑانے والے انداز میں خاصی لگاوٹ سے کہا۔

''کیا؟ کون......؟'' وہ یک دم کھڑا ہوکر اپنے دائیں بائیں اور پلٹ کر دیکھنے لگا۔ ''کون انکل۔'' وہ ہونقوں کی طرح مجھ سے پوچھ رہا تھا۔

''آپ اور کون؟'' میں نے محظوظ ہوکر کہا۔ وہ یوں شاکڈ تھا گویا گہرا صدمہ پہنچا ہو۔ ماموں نے لبوں میں مسکراہٹ دبائی۔

''ارے بھئی ماموں کے دوست ہیں۔ ان کے کزن بھی ہیں تو میرے تو انکل ہی ہوئے نا۔'' میں نے ناصحانہ انداز میں کہا اور ان کی ناسمجھی پر مصنوعی تاسف سے سر جھٹکتی ہوئی باہر نکل آئی۔ البتہ اپنے پیچھے ماموں کا چھت پھاڑ قہقہہ سنا۔

❖❖❖......❖❖❖

میں نے قلم چلاتے ہوئے ہاتھ روک کر گھڑی پر نظر کی ساڑھے چار کا وقت بتاتی وہ مجھے فکر مند کرگئی۔ میں نے دوسری نظر ٹیبل پر ڈھیر کی صورت دھری فائلوں پر ڈالی اور سر ہاتھوں میں گرا دیا۔ پانچ بجے مجھے بیلا اور فری کو شاپنگ کے لیے لے کر جانا تھا لیکن جس حساب سے کام کا بوجھ تھا مجھے لگ رہا تھا کہ پروگرام کینسل کرنا پڑے گا ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ ہما ادریس کا مسکراتا تروتازہ چہرہ نظر آیا۔ میں سیدھا ہوگیا۔

''سب ٹھیک تو ہے نا۔ کوئی مسئلہ؟'' وہ مجھے تھکے ہارے انداز میں دیکھ کر بولی۔

''کچھ نہیں، آپ کہیے کیسے آنا ہوا؟'' میں نے زبردستی چہرے پر بشاشت سجائی۔

''نہیں خیر کوئی بات تو ہے آپ بتانا نہ چاہیں تو اور بات ہے؟'' وہ بضد ہوئی۔

''دراصل مجھے ضروری کام سے پانچ بجے تک جانا تھا۔ مگر آج کچھ زیادہ کام نکل آئے ہیں سو بس وہی ٹینشن ہے۔'' میں نے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے کہا۔

''تو جناب اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ مجھے بتادیں میں کردیتی ہوں۔ آخر دوست ہی مشکل وقت میں کام آتے ہیں۔''

''نہیں آپ......!'' میں نے انکار کرنا چاہا۔

''کم آن ابدال کن تکلفات میں پڑ رہے ہیں آپ۔'' وہ ازخود بڑھ کے فائلز اکھٹی کرنے لگی۔

''آپ آرام سے جائیے میں سب سنبھال لوں گی۔'' وہ فائلز سمیٹ کر جانے لگی۔

''ہما!'' وہ میری پکار پر رکی۔

''تھینکس......!'' میرے کہنے پر وہ مسکرائی۔

''ایک لڑکے اور لڑکی کے درمیان سارے رشتے ہوسکتے ہیں سوائے دوستی کے۔'' بیلا کی بات سماعتوں میں تازہ ہوئی تو لبوں کے گوشوں میں مسروری مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہما ادریس آفس میں دو مہینے پہلے ہی آئی تھی۔ تجربہ نہ ہونے کے باعث اسے میری مدد کی بارہا ضرورت پڑتی تھی اور اسی ضرورت نے ہمارے درمیان دوستانہ فضا قائم کردی تھی۔

''بیلا بی بی کی تو منطق ہی الگ ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا اور گنگناتے ہوئے کار کی چابی اٹھاتا باہر نکل آیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اگنیشن میں چابی گھمائی ہی تھی کہ میرا سیل فون بج اٹھا۔ بیلا کے گھر کا نمبر تھا۔ میں نے فون آن کرکے کان سے لگایا۔

"ماموں...... ماموں بابا کا......!" بیلا کی گھبرائی ہوئی آواز نے مجھے پریشان کردیا۔

"بیلا کیا ہوا ہے؟ پلیز بولو کیا ہوا ہے؟"

"بابا کا...... بابا کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ فری اور مما اسپتال گئی ہیں۔" وہ رو رہی تھی۔ میں نے گاڑی ریورس کی۔

"کون سے اسپتال؟" میرے پوچھنے پر اس نے اسپتال کا نام بتا کر فون بند کیا۔

میں اسپتال پہنچا تو فری اور آپا مجھے I.C.U کے باہر ملیں۔

"ابدال...... ڈاکٹر...... ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کنڈیشن بہت سیریس ہے۔" آپا مجھے بتاتے ہوئے رو پڑیں۔ فری کی حالت بھی ابتر تھی۔ میرے حواس بھی جواب دینے لگے۔ فاروق بھائی نے غیر محسوس طریقے سے پپا کی جگہ لے رکھی تھی۔ پہلے کبھی تو نہیں لیکن اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ میری زندگی میں کیا مقام رکھتے ہیں میں نے آپا اور فری دونوں کو تسلی دی لیکن اس موقع پر دلاسے تسلیاں کب کام آتے ہیں۔

"بیلا کہاں ہے؟" مجھے بیلا کا خیال آیا۔

"گھر میں نانی امی ہیں اس کے پاس۔" فری نے بھیگی آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا۔

"آپ دونوں گھر جائیں میں ہوں یہاں......!" میں نے بہ یک وقت ان دونوں سے کہا۔

"ابدال پلیز، میں کہیں نہیں جاؤں گی تم فری کو گھر چھوڑ دو۔" آپا نے بے چینی سے کہا۔

"ٹھیک ہے میں فری کو چھوڑ کر آتا ہوں۔" میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کو چلنے کا اشارہ کیا۔

"ماموں......!" میں اور فری گھر میں داخل ہوئے تو بیلا ہماری طرف لپکی الجھے بال، متورم سرخ چہرہ میرے سامنے سوالیہ نشان بنا۔

"کیا ہوا؟ بابا کو نہیں لائے، وہ ٹھیک ہیں نا؟" وہ مضطرب تھی رخساروں پر ٹوٹتے آنسو اس کے درد کا پتا دے رہے تھے۔

"بیلا تم۔" میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ فری چپ چاپ کھڑی آنسو ضبط کر رہی تھی۔

"کیا ہوا......؟" اس نے بے تابی سے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا وہ لرز رہی تھی کسی انہونی کے خوف سے۔

"دعا کرو بیلا۔" میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھوں کو تھپتھپایا تو وہ میرے ہاتھوں پر سر ٹکا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"کچھ نہیں ہوگا بیلا! بابا کو کچھ نہیں ہوگا۔" فری نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا۔ وہ دونوں بہنیں سسک رہی تھیں۔ میں نے آنکھوں کے کنارے سے ٹپکتے آنسو کے قطرے کو انگلی سے جھٹکا اور وہاں سے نکل آیا۔

بالآخر رات بھر کے صبر آزما انتظار کے بعد فجر کے وقت فاروق بھائی کو ہوش آیا۔ صبح انہیں روم میں شفٹ کرتے ہوئے خطرے سے باہر بتایا گیا۔ گیارہ بجے تک فاروق بھائی کچھ بہتر اور ہوش کی دنیا میں تھے۔ بیلا اور فری نے امی کے ساتھ اسپتال آنے کے بعد کے جذباتی منظر نے میری آنکھیں بھی نم کردیں۔ بیلا اور فری خاصی دیر تک فاروق بھائی کے سینے سے لپٹی آنسو بہاتی رہیں۔ بالآخر آپا نے ہی دونوں کو الگ کرتے ہوئے ان کے آنسو پونچھے۔

"بس کرو بیٹا، ابھی فاروق کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تم لوگ اس طرح کرو گی تو وہ پریشان ہوگا۔"

"بیلا بچے حوصلہ رکھو۔" بیلا کے مسلسل بہتے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے امی نے اسے خود سے لگا کر تھپکا وہ مزید رونے لگی تھی۔ انہوں نے مجھے پکارتے ہوئے اسے وہاں سے لے جانے کا اشارہ کیا۔

"بیلا میرے ساتھ آؤ۔" میں نے اسے پکارا تو وہ امی سے الگ ہوتی میرے پیچھے چلی آئی۔ "وہ اب ٹھیک ہیں بیلا! تم رو کر انہیں پریشان کر رہی ہو۔" ہولے ہولے سسکتی وہ سامنے کھڑی تھی۔ سر جھکائے انگلیاں

مضطرب سی۔

"میں یہ سوچتی ہوں تو میری روح لرز جاتی ہے کہ خدا نخواستہ بابا کو......!" اتنا کہتے ہوئے اس کی بھیگی آنکھوں سے پھر آنسوؤں کی جھڑی لگی۔

"مجھے اندازہ ہے بیلا! جس نے ساری زندگی باپ کے ہوتے ہوئے یتیمی جیسا کرب سہا ہو اس سے بہتر باپ کی قدر کسے معلوم ہوگی۔" میں نے رات بھر جاگنے کے باعث سرخ ہوئی آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔ پھر استہزائیہ ہنس پڑا۔ "خیر، تم اب اپنی حالت درست کرو۔ رو رو کر آنکھیں سجا لی ہیں۔" میں نے اس کا دھیان بٹانے کو بات بدل دی۔

"اب ٹھیک ہے۔" چند لمحوں بعد وہ منہ دھو کر میرے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

دھلا دھلا نکھرا چہرہ، متورم سنہری آنکھوں میں سرخ ڈورے اور ان آنکھوں پہ بھیگی پلکوں کا پہرہ، وہ دانستہ مسکرا رہی تھی اور میرا دل...... میرا دل جیسے پستیوں میں ڈوبنے لگا تھا۔ دھڑکن اتھل پتھل ہونے لگی تھی۔

بھیگی آنکھوں والی لڑکی

میری طرف جب دیکھتی ہے تو......!

پتا نہیں کب نظروں کا زاویہ بدل گیا۔ کب میری دانستہ نظر نے بے خودی کا جام نوش کیا کہ مجھے زمان و مکاں بھول گئے۔ میں بھول گیا کہ میں کون ہوں، وہ کون ہے، یاد رہی تو بس بے اختیاری اور شاید اسی بے اختیاری کے سبب میں اپنا آپ بھولنے لگا تھا۔ وہ اب بھی مسکرا رہی تھی۔ میرا دل اس کی مسکراہٹ کے اسرار میں کھونے لگا۔ اس نے کچھ کہا تھا شاید مگر ہوش کسے تھا۔ اس کا پس منظر میری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تھا۔ دکھائی دے رہی تھی تو بس وہ۔ وہ مسکرا کر کچھ کہتی ہوئی اندر کمرے میں جا رہی تھی اور یکدم ہی مجھے اپنا پہلو سونا محسوس ہونے لگا تھا۔

کیا محبت یوں ہی اچانک وارد ہو کر پل بھر میں انسان کو بے خود کر جاتی ہے؟ خود سے یہ سوال کرتے میں نے پلکیں آپس میں میچ لیں۔ آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئیں۔ میں نے خود کو سرزنش کی، دھڑکن چپ تھی۔ اب کوئی سوال نہیں۔ کوئی جواب نہیں قیامت آ چکی ہے۔ محبت کا نزول ہو چکا تھا۔ اب کوئی راہِ فرار نہیں، چہار اطراف بس ایک ہی بازگشت تھی۔

بھیگی آنکھوں والی لڑکی
میری طرف جب دیکھتی ہے تو
من میں جل تھل کر جاتی ہے
مجھ کو پاگل کر جاتی ہے

❖❖❖......❖❖❖

میری زندگی میں بہت کم لوگ تھے جو میرے دل کے قریب تھے۔ شاید بخشنے والے نے میرے نصیب میں مخلص پیار بہت کم رکھا تھا۔ ہوش سنبھالا تو اپنے سامنے صرف دادی کو پایا۔ مما کہاں تھیں اور اب تھیں بھی یا نہیں یہ مجھ سمیت کسی کو نہیں معلوم تھا۔ حتیٰ کہ پپا کو بھی نہیں۔ انہوں نے میری پیدائش کے بعد پپا سے علیحدگی اختیار کرلی پھر اس کے بعد نہ انہوں نے کبھی مجھ سے ملنے کی خواہش کی نہ پپا نے۔ انہوں نے مجھے دادی کے حوالے کر کے پلٹ کر کبھی میرا حال پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا اور پردیس کے ہو رہے۔ میرے اور دادی کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ ہر ماہ میرے اخراجات بھجوا دیتے، اس سے کم از کم یہ احساس تو زندہ تھا کہ انہیں یاد ہے کہ پاکستان میں ان کا بیٹا اور ماں بھی رہتے ہیں۔ بہت مہربان ہوتے تو سال چھ مہینے میں ایک آدھ فون کر کے خیریت بھی پوچھ لیتے۔

انہوں نے مجھے کس جرم کی سزا دی، اپنے سایہ سے محروم رکھ کے یہ سوال میں ان سے پوچھنا چاہتا تھا۔ مگر جب شعور کی دنیا میں قدم رکھا تو اس معصوم سے سوال نے انا کا لبادہ اوڑھ لیا اور میں نے ان سے خود ساختہ ناراضگی مول لی۔ بولنا سیکھا تو دادی کو امی کہنا ہی شروع کیا اور انہوں نے بھی ہمیشہ مجھے بیٹا ہی سمجھا۔ یوں ہوش سنبھالتے دادی کا پیار ہی محسوس کیا۔ چھٹے سال کی چوکھٹ پر قدم رکھا تو چند اور خوب صورت رشتوں سے روشناس

ہوا۔ فاروق بھائی اور ثمینہ آپا سامنے والی کوٹھی میں شفٹ ہوئے تھے۔ امی اور ثمینہ آپا کی گاڑھی چھننے لگی۔ ثمینہ آپا، امی کو اپنی ماں کی جگہ سمجھتی تھیں۔ اس حوالے سے میری آپا ٹھہریں اور جب دو سال کے وقفے سے فری اور بیلا اس دنیا میں آئیں تو مجھے لگا قدرت نے میرا اکیلا پن دور کردیا۔ ہم ساتھ کھیلے تھے اور ساتھ ہی پلے بڑھے تھے۔ اسی حوالے سے ہمارے درمیان دوستی اور بے تکلفی کا رشتہ ساتھ ساتھ پروان چڑھا۔ انہوں نے اپنی توتلی زبان سے مجھے ماموں کہنا شروع کیا تو میں جو رشتوں کا ترسا ہوا تھا۔ ہواؤں میں اڑنے لگا۔ عمر کی منازل طے کرتے ہم تینوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے بچپن کی وادی سے نکل آئے۔ وہ دونوں مجھ سے ہر بات شیئر کیا کرتی تھیں۔ نصابی غیر نصابی معاملات۔ جونہی دن گزرتے گئے وقت کا دھارا بہتا رہا۔ گزرتے دنوں نے ہم تینوں کو شعور کی دنیا میں لا کھڑا کیا تھا اور شاید شعور کے سبب ادراک پا کر رشتے خود بخود نئے معنوں میں ڈھل جاتے ہیں۔

❖❖❖......❖❖❖

گنگناتے ہوئے جذبات کی آہٹ پا کر
روح میں جاگنے والی ہے کوئی سرگوشی
آ کسی خوف میں اتریں کسی غم کو اوڑھیں
کسی اجڑے ہوئے لمحے میں سجائیں خود کو
تھام کر ریشمی ہاتھوں میں ہوا کی چادر
روح میں گھول لیں تاروں کا حسیں تاج محل
جی میں آتا ہے لپٹ جائیں کسی چاند کے ساتھ
بے یقینی کے سمندر کا کنارہ لے کر
ہم نکل جائیں کسی خدشے کی انگلی تھامے
تیری یادوں کے تلے درد کے سائے سائے

آدھ کھلی کھڑکی میں کھڑا لان کے پھول پودوں اور چاندنی پر نظریں جمائے میں اپنے آپ سے نبرد آزما تھا۔ دل کو کسی ننھے بچے کی طرح سمجھانے بہلانے میں مصروف، لیکن بے سود، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں منہ چھپاتا پھرتا بیلا سے، اپنے آپ سے، اپنے دل سے، اپنے جذبوں سے لیکن میں نے محبت سے ضد باندھ لی تھی۔

پہلے جو دن میں ایک دو بار اس سے سامنا ہوتا تھا۔ اب میں دانستہ زیادہ وقت اس کے سامنے رہنے لگا۔ اس کے سامنے محبت کی نفی کرتا۔ اپنے آپ کو جھڑکتا، خود کو پابند کرتا۔ دل کی بے تابی نظر انداز کرنے کے لیے خوب بولتا، قہقہے لگاتا اور کچھ فاصلے پر ٹھہری بے خودی و بے اختیاری میرا منہ چڑاتی۔ دن بھر روح میں برپا شور کو دبانے کے لیے خود کو مصروف رکھتا اور رات کی تاریکی میں مصروفیت کے خالی ہاتھوں میں سوائے اسے یاد کرنے اسے سوچنے کے کوئی کام نہ رہ جاتا۔ نیند تو در سے آہستہ سے گزرتی کے پلکوں پر آہٹ بھی محسوس نہ ہوتی اور بے شکن بستر پر براجمان بے خوابی میری بے بسی سے حظ اٹھاتی۔

"ابدال!" امی نے پکارا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، میرے کمرے میں کھڑی تھیں۔ "بیٹا سوئے نہیں ابھی تک؟" انہوں نے کہتے ہوئے گھڑی کی طرف دیکھا جو رات کے ڈھائی بجا رہی تھی۔

"جی بس یونہی نیند نہیں آ رہی تھی۔" میں دانستہ مسکرا دیا۔

"نیند کیوں نہیں آ رہی طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" وہ میرے نزدیک آ گئیں اور پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ارے امی آپ پریشان مت ہوں، بس یونہی نیند نہیں آ رہی۔" میں نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ مگر وہ میری تاویلوں سے کہاں ماننے والی تھیں۔

"ابدال! کوئی پریشانی ہے بیٹا؟" وہ مجھ سے یوں پوچھ رہی تھیں جیسے بچپن میں پوچھتی تھیں۔ "ابدال! کسی سے لڑائی ہوئی ہے بیٹا؟" اور میں ان کے پیار بھرے لہجے پر سب کہتا چلا جاتا۔ آج بھی دل چاہا کہ سب کہہ ڈالوں مگر پھر دماغ نے سرزنش کی کہ وہ کیا سوچیں گی۔

"ابدال۔" انہوں نے پھر پکارا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟" میری گمبھیر سوچ کا غماز چہرہ انہیں تشویش میں مبتلا کر گیا تھا۔

"ہوں......! کچھ نہیں۔ آپ کیوں نہیں سوئیں ابھی تک؟"

"فون آیا تھا اصغر کا۔" میری پیشانی پر شکن پڑی۔

"ابھی پچھلے مہینے ہی فون کیا تھا نا کچھ جلدی یاد نہیں آ گئی انہیں آپ کی؟" میرا لہجہ زہر خند ہوا۔

"ابدال! وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے بیٹا وہ شرمند ہے۔"

"لیکن اب نہ مجھے ان سے بات کرنے کی خواہش ہے نہ ان کی ضرورت۔" میں رکا۔ "اور پتا ہے امی مجھے تو ان کی شکل بھی یاد نہیں۔ کتنی عجیب بات ہے نا۔ میں کتنا احسان فراموش ہوں۔ جو لوگ مجھے دنیا میں لانے کا سبب بنے میں انہیں ہی بھول گیا۔ لیکن اس میں میرا تو قصور نہیں ہے نا امی؟ وہ خود مجھے اس ظالم دنیا میں پھینک کر بھول گئے تھے۔" میں حد سے زیادہ جذباتی ہوا تھا۔

"ابدال بیٹا! کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں نے کچھ کمی کردی کیا۔ کیا تم مجھے اپنی ماں نہیں سمجھتے؟" انہوں نے میرا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔ مجھے یک دم افسوس ہوا کہ میں نے خوامخواہ اپنی بھڑاس امی کے سامنے نکالی۔

"میں نے ایسا کب کہا؟ آپ ہی سے تو یہ احساس ہے کہ میں کسی کے لیے اہم ہوں کسی کو میری ضرورت ہے۔" میں نے ان کے شانوں پر بازو پھیلائے۔

"تم جب آئے تو مجھے لگا اصغر واپس آ گیا۔ میں نے تمہیں ابدال نہیں اصغر سمجھا بیٹا، لیکن بہر حال ماں باپ کی کمی تو پوری نہیں کرسکتی تھی نا۔" ان کا گلا رندھ گیا تو میں نے انہیں خود سے لگا لیا۔ یک لخت ہی اپنے سخت لفظوں پر تاسف نے گھیر لیا تھا۔

"ابدال! وہ پشیمان ہے بیٹا! تمہیں یاد کرتا ہے اس سے بات کرلو۔" وہ آبدیدہ ہوگئیں۔

"اوہو! آپ کی طبیعت خراب ہوجائے گی امی پلیز۔" میں نے ان کے آنسو پونچھے۔ "چلیں چھوڑیں یہ باتیں دوا لے لی آپ نے؟" میں نے ماحول بدلنے کے لیے بات بدلی تو انہوں نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"اب آپ جا کر سو جائیں مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔" میں نے ان کے ہاتھ تھپتھپائے تو انہوں نے میرے بکھرے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور پیشانی پر بوسہ ثبت کرتی چلی گئیں۔

میرے بستر پر دراز بے خوابی مسکرائی اور کروٹوں نے بانہیں وا کیں تو میں بے کلی کی چادر تانے بے بسی کی آغوش میں پلکیں موند گیا۔

❖❖❖......❖❖❖

"نانی امی! نانی امی!" بیلا آوازیں دیتی اندر آئی تھی۔ میں جو لاؤنج میں لیٹا اس کے تصور سے پیچھا چھڑانے کی سعی میں مصروف تھا وہ بالکل میرے سامنے آ ٹھہری۔

"ماموں۔" میں نے آنکھیں کھولیں۔ بلیک عبا پہنے وائٹ اسکارف میں لپٹا چہرہ میرے سامنے تھا میں اٹھ بیٹھا۔ "ارے آپ تیار نہیں ہوئے ابھی تک۔ جانا نہیں ہے کیا؟" کاجل سے سجی سنہری آنکھیں سراپا سوال ہوئیں۔ میں نے نظریں چرائیں۔

"طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔" میں نے سستی سے کہا۔

"ارے، ابھی صبح تک تو آپ ٹھیک تھے اب کیا ہوگیا؟" اس نے میری شب بے داری کی غماز آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور مجھے لگا وہ میرے اندر کا بھید جان لے گی۔ سوچ چیخ اٹھا۔

"بیلا پلیز! میرے سر میں بہت درد ہے ناؤ کیپ کوائٹ اینڈ گیٹ لاسٹ۔" میں نے دہاڑ کر کہا۔ وہ سہم کر پیچھے ہوئی۔ میں نے اپنے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑا اور آنکھیں میچ لیں پھر سر اٹھایا۔

"بیلا...... میں۔ آئی ایم سوری......!" کاجل سے سجی سنہری آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ وہ واپس پلٹی اور دوڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں بے بسی سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ دل میں تاسف کی اک لہر اٹھی۔

"ابدال! بیلا آئی تھی۔ چلی گئی کیا؟" امی اپنے

کمرے سے اپنے شانوں پر شال درست کرتی باہر آئی تھیں۔ مصروف سے انداز میں پوچھا گیا۔

''ہوں وہ......!''میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ کچھ لفظ ہی نہ سوجھے مگر انہوں نے غور نہ کیا۔ جلدی کے باعث۔

''چلو ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں کہا تو تھا تمہیں چلنے کو مگر خیر طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہاری۔ دوا لے آنا اپنی، ٹھیک ہے کھانا بھی کھا لینا یہ نہ ہو کہ صرف چائے کے ساتھ دوا لے لو۔'' وہ مجھے ہدایتیں دے کر چلی گئیں میں آنکھوں پر بازو رکھے دراز ہو گیا۔ جلتی آنکھوں کے اس طرف وہی چہرہ روشن تھا۔

''یہاں کوئی ابدال صاحب رہتے ہیں؟'' دستک کے ساتھ سیف کی آواز سنائی دی۔ میں نے داخلی دروازے کی طرف دیکھا وہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میں اٹھ بیٹھا۔ ''آپ کون ہیں؟'' وہ شرارتی انداز میں مجھ سے پوچھ رہا تھا۔ میں پھیکے پن سے مسکرایا۔ ''شکل سے تو مجنوں کے ماما لگ رہے ہیں۔'' وہ مزید شوخ ہوا۔ میں ہنوز خاموش۔

''ابے کسی نے تیری زبان تو نہیں کاٹ دی؟'' اس نے کہا اور میں بے ساختہ ہنس پڑا۔

''تیری بکواس ختم ہو گئی ہو تو میں کچھ کہوں؟''

''نہیں ابھی بکواس باقی ہے۔'' جواب حاضر تھا۔

''اچھا چل کہہ دے تو بھی کیا یاد کرے گا، بول۔'' میرے گھورنے پر احسانِ عظیم کرتے ہوئے اجازت دی گئی۔

''سیف باز آ جا۔'' میں نے تنبیہ کی۔

''پہلے تو بتا کہاں ہوتا ہے آج کل۔ کتنے دنوں سے نہ فون نہ ملاقات۔'' اس نے ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی آن کیا۔

''وجہ کون ہے اس بے خبری کی؟'' اس نے ٹی وی آف کر دیا۔ میں نے سر جھکایا چند لمحے خاموشی گنگنائی۔

''بیلا۔'' میرے انکشاف پر وہ چونک اٹھا۔ کئی دنوں سے دل و دماغ پر پڑا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے مجھے سیف سے بہتر کوئی نظر نہ آیا اور میں نے اس کے سامنے اپنا آپ کھول کر رکھ دیا۔

''تجھے پتا ہے اس کا انجام کیا ہوگا؟'' وہ فکرمند ہوا۔

''مجھے صرف یہ پتا ہے کہ میں اپنے بس میں نہیں ہوں۔'' میں نے بے بسی سے کہا۔

''ابدال یہ بے اختیاری تجھے برے دن دکھائے گی۔'' وہ میرے نزدیکی دوستوں میں سے ایک تھا جو میرے بارے میں تقریباً سب کچھ جانتے تھے۔ میرے اور بیلا کے رشتے کی نوعیت بھی۔

''محبت میں کب کسی نے اچھے دن دیکھے ہیں۔ سب کو ہی واجبات ادا کرنے پڑتے ہیں۔ مجھے بھی کرنے پڑیں گے۔'' میں پوری طرح تیار تھا۔

''تو پھر اب؟'' وہ میرا لائحہ عمل جاننا چاہ رہا تھا۔

''ابھی کچھ نہیں پتا۔'' میں ہنوز بے بس تھا۔

''آنٹی کہاں ہیں؟'' اس نے امی کی غیر موجودگی محسوس کی۔

''وہ فاروق بھائی اور آپا کے ساتھ ان کے ایک عزیز کے گھر گئی ہیں۔ فری کے رشتے کی بات چل رہی ہے ان کے بیٹے سے اسی سلسلے میں۔'' میں تفصیل سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''کہاں؟'' میرے کھڑے ہونے پر اس نے پوچھا۔

''کپڑے تبدیل کر کے آتا ہوں۔ کھانا باہر کھانے ہیں۔'' میں کہتا ہوا اپنے کمرے میں چلا آیا۔

❖❖❖......❖❖❖

''کچھ زیادہ وقت نہیں لگا دیا آپ لوگوں نے وہاں۔'' میں کچن سے کافی لے کر نکل رہا تھا جب امی گھر میں داخل ہوئیں۔

''ہاں دیر ہو گئی تھوڑی ہمیں۔ فاروق کے پرانے جان پہچان کے لوگ تھے۔ خاصی بے تکلفی رہی، پھر یہاں بھی بیلا اور فری دونوں تھے۔ تو ہم اطمینان سے ورنہ فری اکیلی ہوتی تو فکر رہتی۔ ویسے لڑکا بہت اچھا ہے ہماری فری بہت خوش رہے گی۔ گھرانہ بھی طور طریقے والا ہے۔'' وہ کہتے ہوئے میرے قریب آ گئیں۔ ''تمہاری طبیعت کیسی ہے اب؟ کھانا کھایا تھا؟ دوا لی یا نہیں؟''

انہوں نے بہ یک وقت دو تین باتیں پوچھی تھیں۔

میں نے بے دھیانی سے اثبات میں سر ہلایا۔ ذہن اسی بات میں الجھ گیا۔ ''فری اور بیلا دونوں تھیں۔'' کیا وہ میری وجہ سے نہیں گئی۔

''بیلا کیوں نہیں گئی؟ وہ تو تیار تھی نا!'' میں نے سرسری سا استفسار کیا۔

''تیار تو تھی لیکن میں جب گئی تو آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اس کی مجھے کہنے لگی نانی امی سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔ تو ثمینہ نے اسے گھر میں ٹھہرنے کا ہی کہہ دیا۔'' وہ کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف غالباً چینج کرنے کی نیت سے چل دیں۔ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کافی کا مگ وہیں کاؤنٹر پر دھرا اور گھر سے نکل آیا۔

رات دن کے شانوں پر اپنے گیسو بکھرانے کو تھی۔ خنک ہوا چہار اطراف رقصاں تھی۔ میں نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے اور بیلا کے گھر کی طرف چل دیا۔

لان کی سیڑھیوں پر بیٹھی وہ اضطراب سے اپنی قمیص کا دامن اپنے ہاتھ کی انگلی پر لپیٹتی کھولتی میری آنکھوں کو سیراب کر گئی۔ گہری سوچ کا غماز، تھوڑا پھولا پھولا ناراض سا چہرہ دل میں ہلچل مچا گیا۔ کہیں احساس کے دامن میں بے کلی سمٹنے لگی۔

چند لمحے اسے چپ چاپ تکتے سرک گئے۔ معاً وہ چونک سی گئی غالباً میری پُرشوق نگاہوں کی حدت نے اسے خبردار کیا تھا۔ اس کی متلاشی نگاہیں مجھ سے ملیں۔ کچھ پل وہ مجھے یوں دیکھتی رہی جیسے میرے اندر کا بھید جان لے گی یا شاید جان چکی ہے۔ میں اس کی جتاتی نگاہوں کے اسرار میں گم تھا جب اس نے روٹھے انداز میں منہ پھیرتے ہوئے ماحول کا طلسم توڑ دیا۔ میں نے ہوش کی وادی میں لوٹتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرا پھر کچھ سوچ کر گلاب کی شاخ پر سجی ادھ کھلی گلابی کلی توڑ لی۔

''آئی ایم سوری۔'' میں نے کلی اس کے سامنے کی۔ اس نے بولتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کچھ کہے بنا کلی تھام لی۔ میں منتظر رہا کہ وہ کچھ کہے گی۔ مگر وہ خاموش رہی۔

''خفا ہو؟'' اس کی مسلسل خاموشی سے اکتا کر پوچھا۔

''نہیں۔'' میں اس کے برابر کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

''کیا ہو گیا تھا تمہیں؟ امی بتا رہی تھیں کہ تم گئی نہیں؟'' میں نے سلسلۂ تکلم دراز کیا۔

''آپ کے سر کا درد ٹھیک ہو گیا؟'' اس نے میری بات نظر انداز کر دی۔

''ہاں ٹیبلیٹ لے لی تھی۔'' میں نے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑے۔ خاموشی پھر ہمارے درمیان آ بیٹھی۔ ''تم نے بتایا نہیں۔'' میں سراپا سوال ہوا۔

''کیا؟'' وہ کلی کی پتیوں کے سرے پر انگلیاں پھیر رہی تھی۔

''گئیں کیوں نہیں؟'' دل بہت خوش فہم تھا۔

''کیا سننا چاہ رہے ہیں۔'' اس کی خاموشی نے دستِ سوال دراز کیا۔

''وہی جو تم کہنا نہیں چاہ رہی۔'' میری خاموشی بضد تھی۔

''آپ نے ڈانٹا تھا مجھے بہت رونا آ رہا تھا اس لیے نہیں گئی۔'' آخر معصومیت بھرا انداز مجھے کھل کر مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

''ایک بار پھر سوری میں کچھ پریشان تھا۔ اپنی جھنجلاہٹ تم پر نکال بیٹھا۔'' میں نے پشیمانی سے کہا۔

''کیوں پریشان تھے؟'' اس نے میری طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ جی میں آئی اپنا آپ اس پر کھول دوں۔ اس بے درد محبت کی جلن میں اکیلا ہی کیوں سہوں۔ مگر اس کی خمار بھری آنکھوں میں رت جگوں کا عذاب سمونے کی مجھ میں سکت نہیں تھی۔

''تھی کچھ پریشانی تم جانے دو۔'' میں نے اسے ٹالا۔ مجھ نادان کو کیا خبر کہ یہ عشق آتش بھڑکتی نہیں سلگتی ہے اور اس کی تپش میں بھی اتنی شدت ہے کہ فریقین محبت اس کی آنچ میں تاعمر سلگتے ہیں۔

"مجھ سے کیا چھپا رہے ہیں؟ مجھے معلوم ہے آپ کچھ دنوں سے پریشان ہیں اور کیوں پریشان ہیں میں یہ بھی جانتی ہوں۔"
اس کی جھکی جھکی نگاہوں میں نہ جانے کیا راز پنہاں تھا میں حیران رہ گیا۔
"کیسے.....؟ کیسے جانتی ہو تم؟ میں نے تو کبھی تم سے کچھ نہیں کہا۔"
"آپ کو کیا لگا آپ کہیں گے نہیں تو مجھے کچھ معلوم نہیں ہوگا؟" اس نے اپنی بوجھل پلکیں اٹھائیں میں ششدر رہ گیا۔ "لیکن یوں پریشان ہونا تو مسئلے کا حل نہیں ہے نا؟" آپ کو ان کا سامنا تو بہرحال کرنا ہی پڑے گا۔" وہ مزید گویا تھی۔
"کیا؟ کن کا سامنا؟" میں نے الجھ کر اسے دیکھا۔
"اپنے پپا اور کن کا؟" نانی امی بتا رہی تھیں کہ وہ پاکستان آرہے ہیں اور آپ ان کی وجہ سے پریشان ہیں۔" وہ روانی سے کہہ گئی۔
اور میں سوچ رہا تھا کہ وہ انجان ہی رہے تو اچھا ہے۔ میں نے گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا۔
"تم ٹھیک کہتی ہو، پریشان ہونا مسئلے کا حل نہیں۔ میں اب پریشان نہیں ہوں گا۔ اوکے۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس کی بات سے حظ اٹھایا۔ میں کیا سمجھا تھا بات کیا نکلی۔
عجیب کیفیت ہوئی تھی میری میں پرسکون بھی تھا بے چین بھی۔ اپنی حالت پر خود ہی مسکراتے ہوئے اٹھا۔
"مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔" میں جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس سے دور ہوتا چلا گیا اور پیچھے اس نے آنکھیں بند کرکے اپنے تصور کو ابدال مصطفیٰ کی شبیہہ سے آراستہ کیا۔ کہیں دل کے اندر کی نم زمین پر محبت کی پہلی کونپل پھوٹی۔
کہتے ہیں محبت مشک کی مانند پھیلتی ہے۔ محسوس ہوتی ہے اور محبت کرنے والوں کے دل ازل سے ملے ہوئے ہوتے ہیں اور احساسات صرف لمحۂ ادراک کے منتظر رہتے ہیں۔ کسی کے ساتھ ایک عمر گزار کر بھی وہ اجنبی ہی رہتا ہے اور کوئی ایک لمحہ میں رگ جاں کے قریب بس جاتا ہے۔ آگہی کا در وا ہوتے ہی احساسات کی دنیا تہہ و بالا ہونے لگتی ہے اور تبدیلی کا آغاز توڑ پھوڑ سے ہوتا ہے۔ اس کے اندر بھی توڑ پھوڑ کا عمل شروع ہوچکا تھا۔ شاید یوں کہ ابدال مصطفیٰ کے لہجے میں مہکتی محبت کی خوشبو اسرار پا چکی تھی اور یک دم ہی اس کے احساسات نے اک نیا پیراہن اوڑھ لیا۔ دل کے ایوان میں سجی مورت اس شخص کی تھی جو ہمیشہ اس کے پاس رہا۔ اس کا اپنا رہا لیکن اب محسوس ہو رہا تھا کہ وہ قریب نہیں روح میں بستا ہے اور جہاں تک اپنا ہونے کی بات ہے تو وہ اپنا ہو کر بھی اپنا نہیں اور پرایا ہو کر بھی پرایا نہیں۔ شاید اسی بے مطلب رشتے کو محبت کہتے ہیں۔

❖❖❖......❖❖❖

"السلام علیکم!" میں اور فری بابا کے دائیں بائیں بیٹھے تھے جب ابدال مصطفیٰ نے لاؤنج میں قدم رکھا۔
"وعلیکم السلام! جیتے رہو بیٹے سکینہ آپا کہاں ہیں؟ انہیں بلایا تھا میں نے۔" بابا نے ان کے جھکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نانی امی کی بابت پوچھا۔
"وہ آرہی ہیں۔ کوئی خاص بات ہے کیا؟" انہوں نے سینٹرل ٹیبل پر پڑا اخبار اٹھا لیا۔
"جی ہاں خاص نہیں، بہت خاص بات ہے۔" بابا کے بجائے جواب دیتے ہوئے میں نے فری کو چھیڑا۔ وہ جھینپ گئی۔ بابا نے میرے سر پر چپت لگائی۔
"فری کے رشتے کے سلسلے میں گئے تھے نا تمہیں تو معلوم ہے۔ ان لوگوں نے ہاں کہہ دی ہے۔ ہم لوگ بھی تقریباً راضی ہیں۔ اب ان کو مثبت جواب دے کر منگنی کی رسم کرلیتے ہیں۔" مما نے کہتے ہوئے ان کے آگے شامی کباب کی پلیٹ بڑھائی۔
"یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔ پھر شادی کا ارادہ کب تک ہے؟" نانی امی کہتی ہوئی آئی تھیں۔ غالباً انہوں نے

کی بات سن لی تھی۔
"بس سکینہ آپا جیسے ہی بیلا کا مناسب رشتہ ملتا ہے دونوں کی اکٹھے کردیں گے۔" بابا نے ہم دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ابدال مصطفیٰ نے بے چینی سے رخ تبدیل کیا۔
"اصغر کب آرہا ہے؟ اس کی آمد کے بعد ہی پروگرام رکھتے ہیں کیا خیال ہے؟" بابا نے مما کی طرف دیکھا تو انہوں نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔
"ان شاء اللہ کل پہنچ جائے گا۔" نانی امی نے کہتے ہوئے ابدال ماموں کی طرف دیکھا۔ وہ لب بھینچے ہوئے خاموش تھے۔ یک دم اٹھ کھڑے ہوئے سب کی سوالیہ نظریں اٹھیں۔
"میں لان میں ہوں بیلا مجھے چائے وہاں پہنچا دینا۔" وہ کہتے ہوئے چلے گئے تو نانی امی نے تاسف سے سر جھٹکا۔
"سنبھل جائے گا سکینہ آپا پریشان نہ ہو، باپ بیٹا ہیں دونوں، کب تک ناراض رہیں گے۔ اسے آلینے دیں اپنے بیٹے کو خود منائے گا۔" بابا نانی امی کو تسلیاں دینے لگے۔ فون بجنے لگا تو فری فون ریسیو کرنے اٹھی۔
"جاؤ تم دونوں اپنی چائے وہیں لے جاؤ۔" مما نے ٹرے مجھے تھمائی اور میں فری کو آوازیں دیتی لان کی طرف چلی آئی۔

❖❖❖......❖❖❖

اگلی صبح گھر میں عجیب افراتفری کا عالم تھا۔ اتوار کا دن تھا۔ زوردار اٹھا پٹخ سے آنکھ کھلی۔ دو مرتبہ کانوں میں انگلی ڈال کر شور سے چھٹکارا پانا چاہا۔ کئی دفعہ تکیے میں سر دیا مگر بے سود۔ جھنجلا کر اٹھ بیٹھا بلیک ٹراؤزر پر بلیک ہی بنیان پہنے میں اسی حلیے میں بکھرے بالوں میں انگلیاں چلاتا باہر نکل آیا۔ آگے کے منظر نے مجھے ٹھٹکنے پر مجبور کردیا۔ پورا گھر بے ترتیب ہو رہا تھا۔ فری اور بیلا ماسی کے ساتھ ماسی بنی دھول مٹی سے اٹی پوری طرح کام میں مگن تھیں۔ میں آگے بڑھا۔
"کیا کر رہے ہو تم لوگ؟" میں نے دہاڑ کر کہا۔ وہ تینوں ایک ساتھ اچھلی تھی۔ بیلا کے ہاتھ میں موجود شو پیس قدم بوس ہوا اور ساتھ اس کی چیخ بلند ہوئی۔
"کیا ہوگیا؟" امی باورچی خانے سے باہر نکلی تھیں۔ میں گھبرا کر بیلا کی طرف بڑھا۔ جو اپنا پاؤں تھام کر وہیں بیٹھ گئی۔ چہرے پر کرب رقم تھا۔
"دکھاؤ مجھے!" میں نے اس کے مقابل بیٹھ کر اس کے ہاتھوں میں دبا اس کا دایاں پاؤں تھاما اس کی آنکھوں میں شدت درد سے آنسو آگئے تھے۔ لکڑی کا ہیوی سا ڈیکوریشن پیس تھا۔ جو پاؤں پر گرا تھا۔ فری بام لے آئی تھی۔ امی نے اسے اٹھا کر صوفے پر بٹھایا اور اس کے پاؤں پر بام لگانے لگیں۔ میں پشیماں سا ایک طرف ہٹ گیا۔
"ہوا کیا تھا آخر؟" امی نے پوچھا۔ میں نے بیلا کی طرف دیکھا وہ خاموش تھی۔
"وہ جی.....!" غالباً کام والی کچھ کہنے کا ارادہ رکھتی تھی۔
"میرے ہاتھوں سے یہ پھسل گیا تھا۔" بیلا نے اس کی بات کاٹ دی۔
"چلو اب تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے آرام کرو۔" امی نے اس کا پاؤں سیدھا کیا۔
"ارے واہ! ایسے کیسے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی کچن کا بھی اتنا کام ہے میں کرواؤں گی۔" بیلا بضد تھی۔
"نانی امی اس کے پاؤں میں چوٹ لگی ہے یا دماغ میں۔" فری نے چھیڑنے والے انداز میں کہا۔
"محترمہ بیلا فاروق خود کہہ رہی ہیں کہ مجھے کام کرنا ہے۔ اللہ خیر کرے۔" فری اسے چڑا رہی تھی۔ وہ ٹھنکی۔
"نانی امی سمجھا لیں اسے۔" دھمکی آمیز جملہ بیلا کی طرف سے آیا۔
"بس کرو فری میری بیٹی کو پریشان مت کرو۔ ابدال وہاں کیوں کھڑے ہو، میں ناشتا لاتی ہوں ٹیبل پر چلو۔"

وہ بہ یک وقت مجھ سے اور فری سے مخاطب ہوئیں۔
"کمرے میں بھیج دیں۔" ان سے کہتا ہوا میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔
تھوڑی دیر بعد دستک ہوئی۔ میری اجازت ملتے ہی بیلا ہاتھ میں ٹرے تھامے اندر چلی آئی۔
"تم کیوں لائیں پیر میں تکلیف ہوگی۔ آرام کرو۔" میں نے جوگرز پہنتے ہوئے کہا۔
"بھئی آج نہیں کل آرام کروں گی۔ آج تو نانی امی کے خصوصی مہمان آرہے ہیں اور کام بھی بہت ہیں نانی امی اکیلے کریں گی۔ آرام کرنا اچھا لگے گا کیا؟" وہ جوس گلاس میں انڈیل رہی تھی۔
"ہونہہ......! مہمان نہیں مالک ہیں وہ اس گھر کے۔" میں استہزائیہ ہنسا اور گلاس اٹھالیا۔
"او...... ہاں...... وہی......!" ویسے آپ کہیں جا رہے ہیں کیا؟" وہ مجھے تیار دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔
"ہوں۔" میں نے جوس کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔
"کب تک آئیں گے؟" پھر سوال آیا۔
"رات میں۔" میں جانتا تھا وہ کیوں پوچھ رہی ہے۔
"جلدی آجایئے گا۔" وہ سرسری کہہ رہی تھی لیکن مجھے معلوم تھا اسے امی نے کہا ہوگا۔
"کیوں، کوئی خاص کام ہے؟" میں تلخ ہوا۔
"آپ کو پتا تو ہے انکل وغیرہ آجائیں گے دوپہر تک۔" وہ متذبذب تھی۔
"ان کے آنے اور جانے کا مجھ سے نہ کبھی کوئی تعلق تھا، نہ ہے۔" وہ کچھ کہنے لگی تھی میں سنے بنا گھر سے نکل آیا۔

❖❖❖......❖❖❖

سارا دن سیف کے ساتھ اس کے گھر گزارنے کے بعد میں اس کے بہت زور دینے پر ہی گھر جانے کے لیے نکلا تھا۔ مگر جانے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ عجیب سے احساسات تھے۔ میں نے گاڑی کا رخ ساحل کی طرف موڑ دیا۔ بے فکرے لوگوں کا ہجوم ساحل کو رونق بخش رہا تھا۔ میں نے گاڑی ساحل سے کچھ دور کھڑی کی اور جوگرز گاڑی میں ہی اتار دیے۔ ننگے پاؤں چلتا ہوا نسبتاً پرسکون گوشے میں ایک پتھر پر ٹک گیا۔ رات کے پھیلتے اندھیرے میں تاحد نظر سمندر کے آخری سرے پر لہروں کا جھاگ اپنی طرف بڑھتا ہوا خاصا ڈراؤنا لگ رہا تھا۔ آخری تاریخوں کا چاند مجھے اپنی طرح اداسی اور تنہائی کی چادر میں لپٹا نظر آیا۔
نہ جانے کتنے لمحے وقت کی آغوش میں دم توڑ گئے۔ جب میں نے لہروں کی گنتی سے اکتا کر آس پاس پھیلے سناٹے کو محسوس کیا۔ گھڑی دیکھنے کے لیے کلائی الٹی تھی۔ رات کے دوسرے پہر کا احساس دلاتی وہ مجھے اٹھنے پر مجبور کرگئی۔
جس وقت میں گھر میں داخل ہوا پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ احساسات بیان سے باہر تھے۔ جس شخص کا میں خون تھا اور جسے میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد صرف پرانی تصویروں میں دیکھا تھا اس کا سامنا کرنے کا خیال نہ مجھے خوشی دے رہا تھا نہ غم۔ ہاں شاید میں ناراض تھا اور یہی ناراضگی خوشی اور غمی دونوں پر غالب تھی۔ میں نے لاؤنج کی لائٹ آن کی اور تھکے ہارے انداز میں صوفے پر ڈھیر ہوا۔ لیکن دوسرے صوفے پر نظر پڑتے میں چونک کر سیدھا ہوا۔
وہ کوئی سولہ سترہ سال کی لڑکی ہوگی۔ پیر موڑے صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر وہ وہیں سو چکی تھی۔ گلابی رنگ کے کپڑوں میں تیکھے نقوش والی وہ لڑکی معصوم سی لگی۔ معاً اس کی پیشانی پر شکن پڑی، بند آنکھوں پر پلکیں خمیدہ ہوگئے غالباً اسے نظروں کی تپش محسوس ہوئی تھی۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اسے اٹھاؤں یا نہیں تب تک وہ خود ہی کسمساتی اٹھ بیٹھی اور اس کے ساتھ ہی ایسا لگا کسی نے اسے چابی دے دی ہے۔
"ارے آپ آگئے؟ کتنی دیر کردی۔ میں کب سے آپ کا انتظار کررہی تھی۔ حالانکہ سفر کی تھکان بھی کم نہ تھی لیکن ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ سے ملے بغیر سو جاتی، ویسے آپ اب تک کہاں تھے؟ آپ کو معلوم نہیں تھا کہ میں آنے والی ہوں۔ میں نے دادو کو بھی سونے بھیج دیا کہ آپ سے کھانے وغیرہ کا میں پوچھ لوں گی۔ اب میں کوئی مہمان تو ہوں نہیں جو جاکر آرام سے سو جاؤں اور چار دن کے بعد اپنے گھر چلی جاؤں۔ اب تو میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔ ویسے آپ اب تک یہیں کیوں کھڑے ہیں جایئے فریش ہوکر آجایئے۔ لیکن اس سے پہلے یہ بتایئے کھانا کھائیں گے نا؟ میں اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ آپ کھا کے آئے ہوں، میری بات سمجھ رہے ہیں نا؟ سمجھ ہی رہے ہوں گے ورنہ یوں چپ چاپ کھڑے سن تھوڑی رہے ہوتے مجھے ٹوک چکے ہوتے، ہے نا؟ مگر آپ شاید کم بولتے ہیں ویسے آپس کی بات ہے خاموشی کا زمانہ نہیں ہے۔ انسان کو بولنا چا......!"
"چپ......! بالکل چپ۔" میں جو پل دو پل کو پرسکون ہوا تھا اس کی بنا فل اسٹاپ اور کومے کی گفتگو سے دماغ کی اوپری منزل جھنجھنا اٹھی۔ وہ مجھے اس گڑیا کی طرح لگی جسے سلا دو تو آنکھیں بند کیے چپ چاپ پڑی رہتی ہے اور چابی بھر دو تو بنا رکے چلتی جاتی ہے۔ اپنی تین منٹ کی تیز گام جیسی تیز رفتار گفتگو میں اس نے مجھ سے متعدد سوالات پوچھے تھے لیکن مجھے جواب کا موقع دیے بنا آگے بڑھتی رہی تھی۔
"کون ہو تم؟" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا اتنا تو میں سمجھ گیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ہی آئی ہے۔
"ارے مجھے نہیں جانتے آپ؟ کوئی بات نہیں میں تو آپ کو اچھی طرح جانتی ہوں آپ محترم ابدال مصطفیٰ ہیں۔ بیلا اور فری نے مجھے آپ کے بارے میں سب کچھ بتادیا ہے۔" وہ پھر سے شروع ہوچکی تھی۔ "لیکن ان کے بتانے سے پہلے بھی میں آپ کو جانتی تھی۔ ہاں اس بات کا مجھے دکھ ہے کہ آپ مجھے نہیں جانتے۔" وہ کہتے کہتے آخر میں رنجیدہ ہوگئی میں نے اسے دیکھا۔ "خیر کوئی بات نہیں اب میں آگئی ہوں اب ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح جان لیں گے۔" وہ ایک دم واپس اپنے ٹریک پر آئی۔ میں ہونق کھڑا اس دھوپ چھاؤں سی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ جس کا چہرہ مجھے پرانی تصویروں میں نظر آنے والی صورت کی شبیہ سمیٹے ہوئے لگا تھا۔ اس نے اپنی پونی ٹیل کو دونوں ہاتھوں سے کسا اور میری طرف ہاتھ بڑھادیا۔

بسم اللہ

جب بسم اللہ نازل ہوئی تو بادل مشرق کی سمت دوڑے، ہوائیں ساکن ہوگئیں، سمندر جوش میں آگیا اور شیطانوں کو آسمان سے پتھر مارے گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: "مجھے میرے عزت وجلال کی قسم! جس شے پر بسم اللہ پڑھی جائے گی اس میں برکت دوں گا۔"
سبحان اللہ!

عائشہ سلیم...... فیصل آباد

"ہیلو! مجھ سے ملیے میں ہوں نگارش مصطفیٰ آپ جناب کی چھوٹی معصوم اور بھولی بھالی بہن ہونے کا شرف رکھتی ہوں۔ نائس ٹو میٹ یو۔" مسکرا کر معصومیت سے کہتی وہ مجھے چونکا گئی اور تب مجھے یقین ہوگیا کہ اس کے چہرے میں کس کی شباہت ہے۔ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا ردعمل ظاہر کروں۔ دل گداز ہو رہا تھا اور دماغ اَنا کے بھنور میں جکڑا تھا۔ میں نے ایک نظر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا۔ پھر رخ پھیر کر اپنے روم کی طرف چل دیا۔
"ابدال بھائی!" اس نے ہمارے درمیان کے خوب صورت رشتے کو نام دیا تو مجھے اسے نظر انداز کرنا مشکل ہوگیا۔ میں ٹھہر گیا۔ وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی میری پشت پر آرکی۔
"آپ ناراض ہوں گے۔ یہ ممی پاپا کو لگتا ہے۔ آپ ان سے بات نہیں کریں گے ان سے ملیں گے بھی نہیں یہ بھی ممی پاپا کو لگتا ہے لیکن مجھے ایسا نہیں لگا تھا کبھی بھی۔ میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ جو کچھ ہوا اس میں نہ آپ کا

قصور تھا نہ میرا پھر ہمارے درمیان ناراضگی کی دیوار کیوں بننے لگی؟ جب مجھے پتا چلا کہ ہم پاکستان جارہے ہیں تو میرے لیے خوشی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہاں میرا ایک بھائی ہے۔ جو یقیناً میرا منتظر ہوگا۔ مجھے اپنے سامنے دیکھ کر خوش ہوگا مگر...... مگر شاید ممی پاپا کو ٹھیک لگتا تھا۔''

وہ لڑکی جو ابھی پانچ منٹ پہلے چہک رہی تھی اب دھیمے لہجے میں کہتی ہوئی مجھے اپنے بدصورت رویے پر پشیمان کرگئی۔ میں اس کی طرف پلٹا وہ سر جھکائے ہاتھ مسلتی غالباً آنسو پی رہی تھی۔ مجھے افسوس ہوا۔

''تم خود کو میری بہن کہتی ہو، ایک بات بتاؤ مجھے۔'' میں سنجیدہ تھا وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگی۔ ''کبھی چار جملوں سے کم پر بات کی ہے تم نے؟'' میں متبسم ہوا وہ الجھ گئی۔ میں نے اس کے قریب ہوکر راز داری سے پوچھا۔ ''تمہیں بولنے کی بیماری کیسے لگی؟'' وہ ہونق سی مجھے بہت پیاری لگی۔

''ابدال بھائی......!'' سمجھ آنے پر وہ ٹھنک کر لاڈ سے میرے شانے سے لگی اور ہم دونوں ایک ساتھ ہنسنے لگے۔ کمرے سے نکلتے ہوئے امی نے یہ منظر دیکھا تو خوش امیدی سے مسکراتے ہوئے خدا کا شکر ادا کرنے لگیں۔

❖❖❖......❖❖❖

فاروق وِلا میں گہما گہمی اپنے عروج پر تھی۔ افراتفری اور ہڑ بونگ میں بیلا اور نگارش بولائی بولائی پھر رہی تھیں۔ مہمان آچکے تھے لیکن دونوں ابھی تک برے حلیے میں کام نمٹاتی اِدھر اُدھر پھر رہی تھیں۔ میں فاروق بھائی کے کمرے سے باہر نکلا تو لاؤنج میں بیٹھی خواتین میں سے دو چار سر گھما کر مجھے دیکھنے لگیں۔ میں نے بیلا یا نگارش کی تلاش میں نظریں گھمائیں تو نگارش مجھے کچن سے گلاس ٹرے میں رکھے لے کر نکلتی نظر آئی۔ مسلے کپڑے کاندھے سے بے ترتیبی سے جھولتا دوپٹا اور الجھے بکھرے بال وہ مجھے ایک دم گھریلو سی لڑکی لگی۔ اس کے بولنے اور عادات واطوار سے بھی محسوس نہیں ہو تھا کہ وہ پاکستان سے باہر پلی بڑھی ہے۔ میں اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ وہ گلاس مطلوبہ جگہ پہنچا کر میرے قریب آگئی۔

''کیوں بھائی! اکیلے اکیلے کیوں مسکرا رہے ہیں؟ ویسے میں نے سنا ہے کہ......!'' وہ حسب عادت شروع ہوچکی تھی۔

''تمہیں امی بلا رہی ہیں۔'' میں نے اسے بریک لگایا۔

''ہائے دادو سے یاد آیا کہ آپ کو بتا دوں کہ آج دادو نے آپ کے لیے لڑکی پسند کرلیں گی۔ لیکن آپ فکر نہ کریں آپ کو دکھانے کی ذمہ داری میری ہے ویسے......!'' وہ رازداری سے میرے قریب ہوئی۔

''آپ کو کوئی اور پسند ہے تو مجھے بتادیں۔ میں سب سنبھال لوں گی۔ کیا سمجھے۔'' میں اس کی بات پر محض مسکرا رہا تھا۔

''بہت خوشی ہورہی ہے اپنے لیے لڑکی پسند ہونے پر؟'' وہ چڑ گئی۔

''ابھی جب تمہیں زبردست قسم کی جھاڑ پڑے گی تب مجھے اور زیادہ خوشی ہوگی۔'' میرے کہنے پر وہ ... نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ ''فری کے سسرال والے ... چکے ہیں گھر سے اگلے بیس منٹ میں وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔'' میں نے کہتے ہوئے اس کے حلیے کی طرف اشارہ کیا اور چڑانے والے انداز میں مسکرایا۔

''ابدال بھائی! میں اب آپ سے بات نہیں کروں گی۔ یہ بات پہلے نہیں کہہ سکتے تھے۔'' وہ نروٹھے ... میں کہتی الٹے پاؤں اندر کی طرف بھاگی اور میری مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

اور وہ جو گھنٹہ بھر پہلے نعرۂ ناراضگی بلند کرکے گئی تھی گھنٹے بعد پھر میرے پہلو میں کھڑی نت نئی لڑکیاں دکھا رہی تھی۔ وہ پروین خالہ کی لڑکی، وہ نسیمہ پھوپو ... دیور کی بیٹی، وہ فلاں کی نواسی، وہ فلاں کی پوتی۔ میں ... کی سنتا، دیکھ صرف اسے ہی رہا تھا جو فری کے برابر فیروزی لباس میں ملبوس آسمان سے اتری اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے خوب صورت چہرے کا غرور اس کے حسن کو مزید جلا بخش رہا تھا۔ فری کا ہاتھ تھامے ہوئے وہ کسی بات پر مسکرا رہی تھی اور میری نگاہیں اس پر سے ہٹنے سے انکاری ہوئیں۔ میں یک ٹک دل کی بے کلی محسوس کرتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''آہم...... آہم...... آہم......!'' میں چونک گیا میرے برابر کھڑی نگارش نے میری محویت محسوس کرلی۔ وہ دانستہ معنی خیزی سے کھنکاری میں نے خجل ہوتے ہوئے سر کھجایا تو وہ مسکرادی۔

''کیا ہوگیا ہے؟'' میں اس کی معنی خیز چپ سے چڑ گیا۔

''نہیں، نہیں کوئی پریشانی کی بات ہے بھلا یہ بیلا...... اف، مجھے پہلے کیوں نہ خیال آیا۔ میں ابھی دادو سے کہتی ہوں وہ یوں سب سیٹ کردیں گی۔'' اس نے چٹکی بجائی۔

''فری کے ساتھ میں آپ کی منگنی بھی ابھی ہوجائے تو کتنا اچھا ہو آپ ٹھہریں میں ابھی آئی......!'' وہ مزید کہتی ہوئی جارہی تھی جب میں نے اسے کلائی تھام کر روکا۔

''کہاں جارہی ہو؟'' دماغ درست ہے تمہارا؟'' میں نے عجلت میں بھی آواز دھیمی ہی رکھی۔

''لو بھلا اس سے دماغ کی درستی کا کیا تعلق؟ آپ کو بیلا پسند ہے، میں ابھی دادو سے کہتی ہوں۔ رشتہ دے دیتے ہیں۔ سب سیٹ! مسئلہ کیا ہے؟'' وہ کہتی ہوئی پھر بڑھی میں نے سرعت سے اسے روکا۔

''تم پاگل ہوگئی ہو آؤ میرے ساتھ۔'' میں اسے کھینچتا ہوا کمرے میں لے آیا۔

''یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔ تمہیں معلوم نہیں ہے وہ مجھے بچپن سے کسی اور رشتے سے دیکھ رہی ہے۔ نگارش! میں اس کی نظر سے گرنا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے بارے میں منفی انداز سے سوچے، میں نے ہمیشہ اس کا احترام کیا ہے لیکن اس بات کے کھلتے ہی سب کے ساتھ سب کے ساتھ ساتھ اس کے احساسات کو بھی ٹھیس پہنچے گی۔'' میں رنجیدہ تھا۔

''کیا مطلب؟ وہ آپ کی سگی بھانجی نہیں ہے جو آپ اتنے تذبذب میں پڑے ہیں وہ صرف آپ کو ماموں سمجھتی ہے تو سمجھنے کا کیا؟ یہ فرضی رشتہ کوئی پتھر پر لکیر نہیں ہے۔ ٹھوس اور مضبوط رشتہ تو وہ ہوگا جو جائز اور مذہبی اعتبار سے بھی مضبوط ہو اور ویسے بھی رشتہ بدلے تو احساسات خود بخود بدل جائیں گے۔ آپ مجھے بات تو کرنے دیں۔'' وہ سنجیدگی سے کہتی ہوئی واپس اپنے انداز میں لوٹ آئی۔

''میں دادو سے کہتی ہوں کل پرسوں تک باقاعدہ رشتہ بھیج دیتے ہیں۔''

وہ اس آسانی سے کہہ رہی تھی کہ میں نے سر تھام لیا۔

''نگارش! تم سمجھ نہیں رہی ہو...... وہ......!''

''سمجھ آپ نہیں رہے، بات کرنے میں کیا حرج

گزارش

ستو!
تم سے اک بات کہنی ہے
جب ساون کی رم جھم بارش میں
تم زلف بکھرائے آنچل لہرائے
کاجل لگائے چوڑی کھنکائے
جب جھولے پر اڑان بھرو
تو صرف اتنی سی گزارش ہے کہ......
اپنے چنچل شوخ لمحوں سے
چند پل میرے نام کرنا
ایسے دلکش موسم میں
جاناں!
صرف مجھے تم یاد کرنا
پلیز......!
صرف مجھے تم یاد کرنا

شمع مسکان...... جام پور

ہے؟ دیکھ لیجیے گا دادو بھی معترض نہیں ہوں گی۔ آپ نے کیوں ٹینشن لے رکھی ہے ایک چھوٹی سی بات کی۔'' وہ مسکرائی چند لمحے بنا کچھ کہے گزر گئے۔

''ابدال بھائی!'' میں جو سوچ میں ڈوبا تھا، چونک گیا۔

''ہوں......!'' میں نے اسے دیکھا وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔

''ممی پپا دو دن بعد واپس جارہے ہیں۔'' میں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

جہاں تک میرا خیال تھا وہ پاکستان ہمیشہ کے لیے شفٹ ہوئے تھے اور اسی وجہ سے میں نے بالا ہی بالا یہ گھر چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ انہیں یہاں رہتے ہوئے ایک ہفتہ ہوچکا تھا لیکن میں نے انہیں ابھی تک خود سے بات کرنے کا موقع نہیں دیا تھا اور اب یہ واپسی کی خبر......!

''انہیں لگتا ہے کہ آپ ان کے یہاں رہنے کی وجہ سے ڈسٹرب ہورہے ہیں اور وہ آپ کو مزید تکلیف پہنچانا نہیں چاہتے۔'' وہ میرے چہرے پر کچھ کھوجتی نظریں جمائے ہوئے تھی۔

''اور تم؟ تمہیں بھی یہی لگتا ہے؟'' وہ میرے پوچھنے پر مسکرائی۔

''نہیں! مجھے لگتا ہے کہ آپ کی ناراضگی ایک بھربھری ریت کی دیوار ہے۔ ذرا سی ٹھیس سے زمین بوس ہوجائے گی۔''

میں نے اسے متاثر کن نظروں سے دیکھا وہ مجھے کتنا جاننے لگی ہے۔

''تمہاری اردو اتنی شستہ کیسے ہوئی نگارش؟'' میں نے دانستہ بات بدلی۔

''ممّا پپا کی وجہ سے انہوں نے گھر میں اردو بولنے کا قانون لاگو کر رکھا تھا۔ سو مجھے اردو اچھی طرح آتی ہے۔'' وہ فخریہ مسکرائی۔

''نگارش!'' بیلا نے دروازے سے جھانکا۔ میں اور نگارش دونوں اس طرف متوجہ ہوئے۔

''تم یہاں ہو، سارا گھر چھان مارا اور یہاں بھائی بہن کے راز و نیاز ختم ہونے میں نہیں آرہے۔ چلو فٹافٹ، وہاں میں اکیلی گھن چکر بن گئی ہوں۔'' وہ تیز تیز بولتی ہوئی اندر آ کر نگارش کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ کھینچتی ہوئی لے گئی اور میں کمرے کی کھڑکی میں آ کھڑا ہوا۔ جہاں سے لان کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔

❖❖❖......❖❖❖

ابھی چند لمحے پہلے نگارش مجھے جو کچھ بتا کر گئی ہے میں اس کے لیے گو کہ پہلے سے تیار تھا مگر پھر بھی نارسائی کی آگ میں سلگتا دل بے کل تھا۔ روح پر عجب بے بسی سی طاری تھی جیسے ہر شے کا اختیار ہوتے ہوئے بھی ہاتھ پاؤں بندھے ہوں۔ میں بیڈ پر آڑھا ترچھا لیٹا تھا۔ بند آنکھوں کے ادھر وہی تھی۔ نگارش کی باتیں سماعتوں میں گونج رہی تھیں۔ وہ باتیں جو پہلے ہی متوقع تھیں۔

''ایسا کس طرح ہوسکتا ہے؟ بیلا اور ابدال اس طرح ایک دوسرے کو قبول کریں گے؟'' فاروق بھائی معترض تھے۔

''لوگ سو سو باتیں بنائیں گے۔ ہم کس کس کو وضاحت دیتے پھریں گے۔'' آپا نے بھی نیا نکتہ اٹھایا تھا۔

''ہم نے ابدال پر بھروسا کیا، اسے اپنے گھر کا فرد سمجھا ہے اور خدانخواستہ ابدال میں کوئی کمی بھی نہیں ہے۔ لیکن معاف کرنا اصغر یہ ممکن نہیں ہے۔'' بالآخر فاروق بھائی نے پپا سے معذرت کی تھی۔

سینے میں اٹھتی ٹیس سے نڈھال میں نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں بال پھنسائے۔ معاً دروازے پر دستک ہوئی۔

''آجاؤ نگارش۔'' امی کو میرے کمرے میں آنے کے لیے دستک کے تکلف کی ضرورت نہیں تھی اور میرے کمرے میں نگارش کے علاوہ کون آسکتا تھا۔ سو میں نے اس کا نام لیا لیکن غیر متوقع شخصیت کو اندر آتے دیکھ میں نے دانستہ رخ پھیر لیا۔ وہ میرے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ میں نے ایک نظر دیکھا۔

''ہوسکے تو مجھے معاف کردینا۔ میں نے ہمیشہ تمہیں خود سے دور رکھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ میں تم میں تمہاری ماں کو دیکھتا تھا اور اس کی بے وفائی کی سزا میں نے تم سے لاتعلقی اختیار کرکے تمہیں دی اور آج احساس ہورہا ہے اس کی سزا نادانستہ طور پر اپنے آپ کو دی۔ اس باپ کی بدنصیبی کا اندازہ کرلو کہ اس کا جوان بیٹا اسے اپنا باپ ماننے سے انکاری ہے۔ جب تک مجھے احساس ہوا تم مجھ سے متنفر ہوگئے۔''

میں خاموشی سے ان کی وضاحت سن رہا تھا جس کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی، لیکن سامنے کھڑا تھکا تھکا سا شخص بہرحال میرا باپ تھا اور شاید میرے اندر بھی کہیں نہ کہیں۔ ان کے سینے سے لگنے کی خواہش پنپ رہی تھی۔ مجھے بھی کاندھا درکار تھا جس پر سر رکھ کر میں اپنے آنسو، درد اور اذیتیں بہا کے پرسکون ہوجاتا۔ وہ پلٹے اور چلتے ہوئے کھڑکی میں جا کھڑے ہوئے میں نے سر اٹھا کر

عذرا خان

السلام علیکم! آنچل کے تمام اسٹاف فیملی ممبرز اور قارئین کو میرا محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ نام تو آپ نے اوپر پڑھ لیا ہوگا مگر پھر بھی بتا دیتی ہوں مابدولت کا پورا نام عذرا خان ہے۔ 30 جولائی 1996ء کو کراچی کے علاقے اعظم ٹاؤن میں جنم لیا۔ اس لحاظ سے میرا اسٹار لیو ہے۔ جس کی تمام خوبیاں و خامیاں مجھ میں موجود ہیں۔ کھانے میں بریانی بے حد پسند ہے اس کے علاوہ آلو اور چاول جب بھی ملیں کھانے سے انکار نہیں کرتی۔ سبزیاں بے حد ناپسند ہیں اس لیے میری خوراک صرف چاول، گوشت، دال اور انڈوں پر مشتمل ہے۔ کلرز تو تقریباً تمام پسند ہیں مگر بلیک اور پرپل کلرز تو میرے موسٹ فیورٹ ہیں۔ جی تو اب آتے ہیں اپنی خوبیوں اور خامیوں کی طرف ویسے جب میں نے اس حوالے سے اپنی بہن سے پوچھا تو اس نے کہا کہ خامیاں ہی خامیاں ہیں۔ میری سب سے پہلی خامی تو یہ ہے کہ میں وقت بے وقت مذاق کرتی اور ہنستی رہتی ہوں اکثر مذاق میں منہ سے ایسی بات نکل جاتی ہے جس پر بعد میں پچھتانا بھی بہت پڑتا ہے اور اسکول ٹیچرز سے اس بات پر ڈانٹ بھی بہت کھانی پڑتی ہے۔ دوسری خامی یہ ہے کہ کسی کو بھی جواب دیے بغیر چھوڑ دینا اپنی توہین سمجھتی ہوں (استغفر اللہ) اور اگر کسی کو ڈر کے مارے جواب نہ بھی دوں تو ہفتے تک اس سے بدلہ لینے کا سوچ سوچ کر ہلکان رہتی ہوں کام چور ہوں تھوڑی بدتمیز بھی مگر تھوڑی سی زیادہ مت سمجھیے گا۔ ویسے میری فرینڈز کا کہنا ہے کہ عذرا تم بہت بدتمیز ہو۔ خوبیاں تو تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں مگر مجھے اپنی ایک خوبی بہت پسند ہے کہ میں کسی کو خود سے ناراض نہیں دیکھ سکتی اگر کوئی ناراض ہو بھی جائے تو اس وقت تک اس کے پیچھے پڑی رہتی ہوں جب تک وہ راضی نہ ہوجائے۔ بچوں سے بہت پیار کرتی ہوں۔ ایف ایم سننا اور ڈائجسٹ پڑھنا بے حد پسند ہے۔ رات کے وقت جب سب سو رہے ہوں تو ساڑھے تین سے پہلے ایف ایم چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر چار پانچ بن جائیں تو بہت ہی اچھا ہے۔ اس کے علاوہ RJ بننے کا بہت شوق ہے اسکول میں بھی میں اور میری فرینڈ کرن گل RJ بنتے ہیں۔ RJ میں میرے سب سے پہلے موسٹ فیورٹ منہاج علی اصغری اس کے علاوہ FM 103 کے زیب اور شیف بھی بہت پسند ہیں۔ جب بھی دل بہت زیادہ اداس ہو تو دکھی اشعار اور غزلیں پڑھ پڑھ کر دل کا بوجھ ہلکا کردیتی ہوں۔ شاعروں میں مجھے ایک ہی شاعر حد سے زیادہ پسند ہے اور وہ ہیں وصی شاہ! بارش جنون کی حد تک پسند ہے مگر یہ الگ کہانی کہ نہاتی نہیں ہوں۔ مجھے نئی دوستیاں کرنے میں بہت مزہ آتا ہے کہیں شادی پر بھی جاؤں تو دو تین تو لازمی بناتی ہوں (یہ الگ بات ہے کہ بعد میں وہ یاد بھی نہیں رہتیں)۔ میری بہت ساری فرینڈز ہیں مگر میری ایک دوست ایسی ہے جس کے لیے میں کچھ بھی کرسکتی ہوں اور اس دوست کا نام ہے عمبرین۔ مگر میں اسے مینا ہی کہتی ہوں وہ بھی آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہے اس لیے میں اسے آنچل کے توسط سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مینا تم میری زندگی ہو میری جان ہو I Have You So Much اس کے علاوہ ندا، کرن، رمشاء، ثوبیہ، نسیم، نوشین، عنبل، ثناء بھی بہت اچھی فرینڈز ہیں۔ جی جناب میرے خیال سے تعارف بہت طویل ہوگیا اس لیے اب اجازت چاہتی ہوں اگلے ماہ آپ کے تبصرے کا انتظار رہے گا اللہ حافظ۔

انہیں دیکھا۔ وہ خاموش تھے۔

"تمہیں امی کے حوالے کر کے میں واپس گیا تو بہت مایوس تھا۔ زندگی گزارنے کا مقصد صرف زندہ رہنا باقی رہ گیا تھا۔ پھر میری زندگی میں زوہا آئی۔ زوہا حالات کی ستائی ہوئی پاکستانی لڑکی تھی۔ اس نے ان نازک حالات میں مجھے سنبھالا اور پھر ہم شادی جیسے خوب صورت بندھن میں بندھ گئے۔ زندگی خوب صورت ہوگئی۔"

وہ کھڑکی میں کھڑے باہر یوں دیکھ رہے تھے جیسے اپنی گزری ہوئی زندگی کو دہرا رہے ہوں۔ میں چپ چاپ ان کے بالوں میں اتری دھوپ پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔ نگارش نے اس خوب صورتی کو چار چاند لگادیے اور جب مجھے بیٹے کی کمی محسوس ہوئی تو مجھے یاد آیا کہ پاکستان میں میرا ایک بیٹا ہے اور جب تک مجھے تم یاد آئے تم مجھے بھول گئے۔"

وہ میری طرف مڑے میں انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ پھر سے میرے سامنے آٹھہرے۔

"جانے سے پہلے ایک مرتبہ تم سے روبرو اپنے کیے ہوئے ناروا سلوک کی معافی مانگنا چاہتا تھا۔ ہاں میں مانتا ہوں میں تمہاری ماں سے نفرت کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا لیکن ایک بات یاد رکھنا ابدال! محبت تو ہم ہر کسی کے لیے محسوس کرلیتے ہیں اور بہت آسانی سے محبت کرلیتے ہیں۔ لیکن نفرت اور بے انتہا نفرت ہم بہت خاص شخصیت سے کرتے ہیں۔"

ان کی آنکھوں میں چمکتا پانی مجھے حیران کر گیا۔ انہوں نے افسردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ آنکھوں پر لگا چشمہ نکال کر دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے نم آنکھوں پر دباؤ ڈالا، پھر دوبارہ چشمہ لگا کر سر اٹھایا۔

"میں اور زوہا کل واپس جارہے ہیں۔ جاتے ہوئے سوچا تھا کہ تم نے ہمیشہ محبتوں کی کمی محسوس کی ہے تو تمہیں تمہاری محبت کی صورت ایک پیارا سا رشتہ دے جاؤں لیکن شاید قدرت تمہیں میرے ہاتھوں کوئی خوشی نہیں دینا چاہتی۔" وہ رنجیدہ تھے۔ "تم اپنی جگہ حق بجانب ہو لیکن پھر بھی مجھے معاف کردینا اور نگارش کا خیال رکھنا اسے یہیں چھوڑے جارہا ہوں۔ امید ہے تم اسے میرے کیے کی سزا نہیں دوگے۔" وہ میرا شانہ تھپتھپا کے آگے بڑھ گئے۔ میں چپ چاپ کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

"پپا!" یک دم من میں نجانے کیا سمائی کہ انہیں پکار بیٹھا۔ دماغ نے جیسے کسی فیصلے پر مہر لگادی۔ میں راہ فرار کی تلاش میں تھا تو وہی راہ میرے سامنے روشن ہوگئی۔

میرے ہونٹوں کی جنبش پر جاتے قدم تھم گئے۔ وہ حیرانی سے پلٹے تھے۔

"پپا میں کچھ دنوں کے لیے آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔" میں نے تیزی سے جملہ مکمل کیا اور وہ ہکا بکا مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر آگے بڑھے۔

"ابدال...... ابدال بیٹے...... تم!" فرط مسرت سے ان کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ وہ روتی آنکھوں سے مسکرارہے تھے۔ میں بے ساختہ ان کے سینے سے جا لگا آنکھیں اشک بار ہوئیں۔ انہوں نے مجھے بھینچ کر گلے لگایا۔

"تمہارے کاغذات بنوانے اور دوسری کارروائیوں میں کچھ دن لگیں گے۔ میں اپنی سیٹ کینسل کروا رہا ہوں۔ ہم تینوں ساتھ چلیں گے۔ نگارش کو فی الحال زوہا کے پاس ہی رہنے دیتے ہیں۔" وہ مجھے خود سے لگائے آگے کے پروگرام بنا رہے تھے اور میں ان کی پدرانہ شفقت کی حدت محسوس کرتا خود کو پرسکون کر رہا تھا۔

❖❖❖......❖❖❖

میں نے وجود پر لپٹی چادر سمیٹ کر پرے کی اور اٹھ بیٹھی سائیڈ ٹیبل کا لیمپ آن کیا فری برابر میں لیٹی گہری نیند میں تھی۔ اس کے پرسکون چہرے پر نرم سی مسکراہٹ بھلی معلوم ہورہی تھی۔ میں اس کی پرسکون نیند پر رشک کرتی اٹھ کھڑی ہوگئی۔ مزید بے خواب بستر پر کروٹیں بدلنے کی ہمت نہیں تھی مجھ میں۔ لیمپ کی مدھم روشنی میں کمرے کی ہر چیز پراسرار نظر آرہی تھی۔ میں کھڑکی تک چلی آئی۔ گرمیوں کے دن تھے کچھ موسم بھی حبس کا تھا کچھ گھٹن روح میں تھی۔ میں نے آنکھیں موند کر گہری سانس لی۔

یہ کیسا راستہ ہے جس کا کوئی اختتام نہیں۔ منزل کا نام و نشان نہیں ہے۔ واپسی کا بھی امکان نہیں۔ کئی مرتبہ فری سے شیئر کرنا چاہا لیکن پھر اسے کیا منہ دکھاتی کہ میں کیسی سوچ رکھتی ہوں کہ ان کے اور اپنے درمیان رشتے کا تقدس برقرار نہیں رکھ سکی۔ بند آنکھوں کے پیچھے سے پلکوں کے درمیان راستہ بناتا نمکین پانی رخساروں کی وادی سیراب کرنے لگا۔ میں وہیں دیوار سے لگ کر بیٹھ گئی۔ پیر موڑے اور اس کے گرد بازو لپیٹ کر سر گھٹنوں پر ٹکا دیا۔ خیال نے پھر اڑان بھری۔ دو دن سے ابدال مصطفیٰ مجھ سے بھاگ رہے تھے نہ گھر پر ملتے نہ یہاں آتے اور آج نگارش نے بتایا کہ "وہ جانے کی تیاریوں میں ہیں۔"

میں جواب تک بے آواز رو رہی تھی، بے ارادہ سسک اٹھی۔

"کیا بیلا فاروق کی ان کے نزدیک اتنی سی بھی وقعت نہیں کہ کم از کم مجھے بتانا ہی گوارا کرلیتے۔ وہ سمجھتے ہیں ان کی پرشوق نگاہوں کی حدت مجھے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اقرار نہیں کیا تو میں انجان ہوں وہ سمجھتے ہیں وہ مجھ سے چھپتے پھریں گے تو میں انہیں بھول جاؤں گی۔؟ وہ غلط سمجھتے ہیں، وہ بالکل غلط سمجھتے ہیں۔" میری بڑبڑاہٹ اونچی ہوگئی لیکن مجھے احساس نہیں ہوا۔

"بیلا......!" فری جاگ کر میرے برابر میں آبیٹھی۔ اس نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مجھے پکارا، میں اپنی جگہ ساکت ہوگئی۔

"بیلا!" اس نے پھر پکارا میں نے جھکا سر مزید جھکا لیا۔ آنسو ابھی بھی روانی سے بہہ رہے تھے۔

"بیلا! پلیز یوں سر جھکانے سے کچھ نہیں ہوگا، حقیقت کو فیس کرو۔" میں نے بھیگا چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا اور میرا بھیگا چہرہ دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ میں اس کے گلے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" فری میری پشت تھپک رہی تھی۔ اس نے غالباً میری بڑبڑاہٹ پوری طرح سن لی تھی۔

"کیا بتاتی؟" فری لاجواب ہوئی۔

"اب تو رونا دھونا بند کرو، میں بات کرتی ہوں امی بابا سے۔" اس نے مجھے خود سے الگ کرکے میرے بکھرے بال اپنے ہاتھوں سے سنوارے۔

"اب کچھ نہیں ہوسکتا وہ ملک سے باہر جارہے ہیں۔" میں نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

"وہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بس امی بابا کو تھوڑا قائل کرنا پڑے گا۔ تم پریشان مت ہو، میں کل بات کرتی ہوں۔" وہ مجھے حوصلہ دے رہی تھی۔

"اب چلو چل کر سو جاؤ یوں جاگ جاگ کر رونے سے طبیعت خراب ہوجائے گی۔ چلو اٹھو۔" اور پھر واقعی اس نے اگلی صبح ناشتے کی میز پر ہی یہ بحث چھیڑ دی۔

"فری! فضول باتیں مت کرو۔" مما نے اسے ٹوکا۔ وہ پاپا کی طرف متوجہ ہوئی۔

"بابا! آپ بتائیے اس میں غلط کیا ہے؟ ابدال ماموں میں کوئی برائی نہیں ہے، بیلا کے لحاظ سے جوڑ اچھا ہے پھر انکار کی وجہ۔" فری رسان سے گویا تھی بیلا نے بیگ اٹھایا اور اللہ حافظ کہتی گھر سے نکل آئی۔

"انکار کی وجہ تم نے خود بتادی۔ تم نے اور بیلا نے بچپن سے اسے جس رشتے میں پہچانا ہے اس طرح اب ایک دم سے نوعیت بدلنے سے بیلا کو مشکل ہوگی بیٹا۔"

"اگر اس کی کسی اور جگہ کسی انجان شخص سے شادی ہوتی ہے تو بھی اسے پریشانی ہوگی بابا۔"

"فری! کیوں گڑے مردے اکھاڑ رہی ہو، جو کرنا تھا ہم نے کردیا۔ اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔" مما بھی ہمارے ساتھ آبیٹھیں۔

"آپ کو پتا ہے ابدال ماموں کل اصغر انکل کے ساتھ جارہے ہیں۔ آپ کو نہیں لگتا ہم ایک بے مطلب

کی بات کو جواز بنا کر آپس کے تعلقات خراب کر رہے ہیں۔"

"یہ بے مطلب کی بات نہیں ہے فری! ہم ہمارے ملنے جلنے والے دوست، احباب، رشتہ دار کس کس کو سمجھائیں گے کہ یہ غلط نہیں ہے۔ کس کس کو وضاحت دیں گے۔"

"مما! یہ تمام ملنے جلنے والے ان منہ بولے رشتوں کی اصلیت سے واقف ہیں۔ منہ بولے رشتے اتنے مضبوط نہیں ہوتے کہ بدلے نہ جاسکیں۔ آپ نے بیلا سے بھی پوچھا۔ ہوسکتا ہے اس سب میں ابدال ماموں اور بیلا کی رضا مندی شامل ہو، پھر کیا انہیں اس فیصلے سے تکلیف نہ ہوگی؟" فری نے اپنی جانب سے ان دونوں کا مقدمہ پیش کردیا تھا۔ پھر وہ اٹھ گئی اور وہ دونوں نفوس ساکت رہ گئے۔

❖❖❖......❖❖❖

میں ڈرائیو کرتے ہوئے سب کے سیل فونز ٹرائی کر رہا تھا۔ کسی کا نیٹ ورک بلاک تھا، کہیں انگیج ٹون۔ گھر کے نمبرز پر بھی نو رسپانس۔ میں بے انتہا پریشان ہوا تھا۔ اسی دم مجھے سیف کا میسج موصول ہوا۔ حالات ایک دم بگڑ گئے تھے۔ مین روڈ پر ٹریفک بلاک ہر طرف فائرنگ۔ میں نے گاڑی گلیوں سے نکالنی شروع کی نتیجتاً مطلوبہ جگہ پہنچنے میں دیر ہوگئی۔ وہاں ابھی بھی ہنگامہ آرائی جاری تھی۔ میں نے متلاشی نگاہیں دوڑائیں وہ مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔ میں نے گاڑی گلی کے کونے پر کھڑی کی اور گاڑی سے نکل آیا۔ میں بیلا کی بتائی ہوئی جگہ پر کھڑا تھا مگر وہ کہیں نہیں تھی۔ وقفے وقفے سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ میں سپر اسٹور کے قریب چلا آیا۔ میں اسے کال کر رہا تھا مگر نو رسپانس۔ دس منٹ کی مزید کوشش کے بعد کہیں کال مل سکی۔ میں نے کلمہ شکر پڑھا وہ اسٹور کے اندر تھی۔ میں نے اسے باہر آنے کا کہا۔

چند لمحوں بعد ہم دونوں گاڑی کی طرف رواں تھے۔ جب اچانک فائرنگ شروع ہوگئی۔ میں اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچتا ہوا وہاں کھڑی گاڑی کی اوٹ میں ہوا۔ وہ کانوں پر ہاتھ رکھے پلکیں بھینچے میرے پہلو میں گاڑی کے پیچھے جھکی ہوئی تھی۔ بھیگی پلکیں لرز رہی تھیں اور خیر کی دعائیں کانپتے ہونٹوں کے سرے چوم رہی تھیں۔ میں نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما تو اس نے سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا۔ بھیگی آنکھیں خوف کی چادر لپیٹے مجھے تک رہی تھیں۔ میں نے اس کا ہاتھ دبا کر اسے حوصلہ دیا۔ گولیوں کی آواز کم ہوگئی تھی۔

"چلو۔" میں نے سرگوشی کی۔ اس نے میرے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ ہم دونوں تقریباً بھاگتے ہوئے گاڑی تک پہنچے تھے گو کہ ہم اب مین روڈ پر نہیں تھے لیکن گولیوں کی گونج یہاں بھی سنائی دے رہی تھی۔ میں نے عجلت میں گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے پہلے اسے بٹھایا اور گھوم کر دوسری طرف کا دروازہ کھول کر بیٹھنے کو جھکا۔

"ٹھاہ۔" کی آواز کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ کے دروازے کا شیشہ چھناکے سے ٹوٹا اور بیلا کی چیخ بلند ہوئی۔ میں جو بیٹھنے کے لیے تھوڑا سا جھکا تھا مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے سینے میں سیخ اتار دی ہو۔ شدت کرب سے میں نے جبڑے بھینچ لیے۔ تھوڑی سی دقت سے میں گاڑی میں بیٹھنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے دروازہ بند کیا۔ بیلا کے اوسان خطا ہوگئے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس جگہ ہاتھ رکھا جہاں سے خون ابلتا میری ٹی شرٹ کو بھگو رہا تھا۔

"بیلا...... بیلا میں......!" میں حواس کھونے لگا۔ خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ اس نے حواس باختہ ہو کر اپنی چادر گولی لگنے کے مقام پر رکھ کر خون روکنے کی ناکام کوشش کی۔ وہ بے تحاشا رو رہی تھی۔

"یہ...... یہ لو فون...... فون کرو۔" میں نے غنودگی میں جاتے جاتے اسے اپنا سیل فون تھمایا۔ اس نے ایک ہاتھ سے میرے سینے پر رکھی اپنی چادر تھامی اور دوسرے ہاتھ سے سیل فون میں نمبر پریس کرنے لگی۔

"عب...... عباس...... عباس کو فون۔" آخری ربط جملہ جو میں نے بے ہوشی کی دنیا میں قدم رکھتے ہوئے کہا وہ یہی تھا اس کے بعد میں ہوش و خرد سے بے گانہ ہوگیا۔

❖❖❖......❖❖❖

نیم تاریک کمرے کی ملگجی روشنی میں میری آنکھ کھلی چند لمحوں تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ دماغ ماؤف تھا۔ بالکل خالی سیٹ کی مانند چند لمحے چپ چاپ چت لیٹے چھت کو گھورتے گزر گئے۔ معاً ذہن کی اسکرین پر گزرے واقعات فلم کی طرح چلنے لگے ایک ایک کر کے ہر منظر روشن ہوتا پھر محو ہوجاتا۔ گولیاں چلنا، ابدال مصطفیٰ کو کال کرنا، پھر انہیں گولی لگنا۔ اس خیال کے آتے ہی میں تڑپ کر اٹھ بیٹھی۔ بہت کچھ ایک دم یاد آ گیا۔

میں سیل فون کے فون بک میں نمبر سرچ کر رہی تھی جب انہوں نے عباس کا نام لے کر اسے کال کرنے کا کہا تھا۔ میں نے اسی نمبر پر کال کی دوسری طرف سے فوراً کال ریسیو ہوئی یوں لگا جیسے وہ منتظر تھا۔

"ہیلو ابدال...... آر یو آل رائٹ؟" آواز میں تشویش تھی۔

"انہیں گولی لگی ہے۔" سسکتی آواز میں میں نے بس اتنا ہی کہا تھا۔

"او...... نو۔" وہ بے اختیار چیخا۔

انہیں سچویشن معلوم تھی غالباً ابدال مصطفیٰ نے انہیں پہلے ہی بتا دیا تھا۔

"ڈونٹ وری میں پانچ منٹ میں پہنچتا ہوں۔ اسی ایریے میں ہوں۔ بس پانچ منٹ...... گاڑی سے باہر مت نکلنا۔"

وہ تیز تیز بول رہا تھا اور میں بے جان ہوتے ہاتھوں سے ابدال مصطفیٰ کے بازو پر رکھی اپنی چادر اپنے وجود کے گرد لپیٹنے لگی۔ پانچ منٹ بعد ہم عباس کی گاڑی میں سوار جانے کہاں کہاں سے گھومتے اسپتال کی جانب رواں تھے پھر ہزاروں دقتوں کے بعد اسپتال پہنچنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ ابدال مصطفیٰ کو فوراً ہی بیش تر

آپریشن تھیٹر میں لے گئے اور میں ہوش وخرد سے بے گانہ ہوتی وہیں زمیں بوس ہوئی تھی۔ اس کے بعد ابھی ہوش آیا تھا نجانے کتنا وقت بیت گیا تھا۔

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اردگرد کا جائزہ لیا تو احساس ہوا اسپتال کا کمرہ ہے میں اٹھی اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ سامنے کھڑی فری اور مما مجھے دیکھتے ہی میری طرف بڑھیں۔

"بیلا۔" مما نے مجھے گلے سے لگایا فری اشک بار تھی۔ میری آنکھیں بھی برسنے لگیں۔ یک دم مجھے انہونی کا احساس ہوا۔

"وہ کہاں ہیں؟" میں مما سے الگ ہوتے ہوئے ابدال مصطفیٰ کے بارے میں پوچھنے لگی۔

"بیلا...... وہ ڈاکٹر...... ڈاکٹر نے......!" مما اور فری بے تحاشہ رو رہی تھیں۔

"کیا کہا ڈاکٹر نے؟" میں نے فری کو جھنجوڑا۔

"پانچ گھنٹوں کا وقت دے دیا ہے۔" فری سسکتی ہوئی بول رہی تھی۔

"کہاں ہیں وہ؟" میں کہتے ہوئے آگے بڑھی۔

"بیلا...... بیلا بیٹا تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے کہاں جارہی ہو۔" مما نے مجھے روکنے کی کوشش کی تھی۔ میں ان سنی کرتی آئی سی یو تک چلی آئی۔

آئی سی یو کے باہر اصغر انکل اور بابا کھڑے تھے میں نے دروازے میں لگے شیشے سے اندر جھانکا۔ وہ مشینوں میں جکڑے بے سدھ پڑے تھے۔ میری آنکھیں بھر آئیں۔ میں واپس پلٹی تو نگارش کو بھی وہیں دیکھا۔ وہ میرے نزدیک آگئی۔ پھر مجھے خود سے بھینچ کر رو پڑی۔ حوصلہ، تسلی، دلاسا جیسے لفظ ہیچ معلوم ہونے لگے۔ بابا ہمارے قریب آگئے۔

"دعا کرو بیٹا...... دعا کرو...... اللہ رحم کرنے والا ہے۔" انہوں نے مجھے اور نگارش کو الگ کردیا۔

اگلے چار گھنٹے سب کی جان لبوں پر اٹکی رہی۔ اصغر انکل کے کہنے پر میں فری اور مما گھر چلے آئے تھے۔ نانی امی اور زوہا آنٹی کے پاس۔ وقت تھا کہ رینگ رہا تھا۔ دو بوتل خون دینے کے باعث نگارش زرد ہورہی تھی۔ لیکن اس نے گھر آنے سے انکار کردیا تھا۔ چار گھنٹے مزید جاں کنی کے عذاب سے گزرنے کے بعد ابدال مصطفیٰ نے بالآخر موت کو شکست دے کر زندگی کی پناہوں میں آنکھ کھولی۔

"وہ اب خطرے سے باہر ہیں۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے اطلاع دی تو سب نے بے اختیار کلمہ شکر پڑھا۔ رات بارہ بجے کے قریب انہیں روم میں شفٹ کیا گیا گو کہ وہ ہوش میں نہیں تھے لیکن بقیدِ حیات تھے اور بہر حال اتنا سب کے لیے بہت تھا۔

❖❖❖......❖❖❖

صبح کی روشن چمکیلی اور تازگی سے بھرپور کرن نے پلکوں پر دستک دی۔ میں نے چندھیائی ہوئی آنکھیں رفتہ رفتہ کھولیں۔ پوری آنکھیں کھول کر پھر سے بند کرلیں۔ اک گہری سانس لے کر صبح کی تازہ ہوا خود میں سموئی۔

"مسٹر ابدال! ہاؤ آر یو؟" دوبارہ آنکھیں کھول کر بائیں طرف دیکھا۔ ڈاکٹر نے تروتازہ مسکراہٹ کے ساتھ پکارا تھا۔

"فائن۔" میں آہستگی سے کہتے ہوئے مسکرایا۔

"گڈ۔" وہ روٹین چیک اپ کررہے تھے جب سب لوگ کمرے میں داخل ہوئے۔

"یہ اب خطرے سے پوری طرح سے باہر ہیں۔ خون بہت زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے کمزوری ہوگئی ہے۔ زیادہ سے زیدہ بیڈ ریسٹ مفید ہے ابھی زیادہ بات چیت کرنا منع ہے۔ آپ لوگ پندرہ بیس منٹ مل لیں پھر انہیں سکون آور انجکشن دینا ہے۔"

ڈاکٹر پیشہ ورانہ انداز میں ہدایت دیتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ سب میرے بیڈ کے اردگرد کھڑے تھے گھر کے سب ہی لوگ تھے۔ صرف وہ نہیں نظر آرہی تھی۔ مجھے بے چینی ہونے لگی۔ آخری مرتبہ جب میں نے اسے دیکھا تھا ڈری سہمی روتی ہوئی خوف زدہ سی میں نے سر جھٹک کر پھر متلاشی نظریں گھمائیں وہ اب بھی نہیں نظر آئی لیکن کسی پرشوق نظر کی تپش مجھے اپنے چہرے پر محسوس ہورہی تھی۔ وہ سب آپس میں باتیں کررہے تھے۔ میں محض مسکرا رہا تھا۔ پھر نگارش نے اسے مخاطب کیا تھا میں چونک گیا وہ میرے سرہانے بیٹھی امی کے پیچھے ان کے شانوں پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ دل نے کہا اسے پکاروں لیکن آج پہلی بار میں اسے پکارنے میں جھجک رہا تھا۔ سرہانے بیٹھی امی نے میرے چہرے سے میری خواہش پڑھ لی تھی۔ جبھی انہوں نے اپنے شانے پر دھرا بیلا کا ہاتھ پکڑ کے اسے سامنے لا کھڑا کیا۔

"بیلا۔" لبوں نے بے آواز جنبش کی۔ پتا نہیں سب کیا کہہ رہے تھے۔ مجھے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اتنا اندازہ ضرور ہورہا تھا کہ سب خوش ہیں۔ میں یک ٹک ادھ کھلی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ جھینپتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ میری نظریں اسے دروازے تک چھوڑ کے پلٹیں تو پپا اور فاروق بھائی کو بغل گیر ہوتے دیکھا۔ امی نے میری پیشانی چومی۔ وہ بے انتہا خوش تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سب مبارک باد کس چیز کی دے رہے ہیں۔ اسی دم نگارش میرے قریب چلی آئی۔

"مبارک ہو۔" وہ میرے نزدیک جھکی۔

"کس بات کی؟" میں نے آہستگی سے پوچھا تھا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"آپ کے بالکل ٹھیک ہونے کی۔ آپ کی منگنی محترمہ بیلا فاروقی سے ہونا قرار پائی ہے۔ آپ کی شرکت اس تقریب سعید میں ہمارے لیے باعث مسرت وافتخار ہوگی۔"

اس کی چہکار میرے من آنگن میں سُرور بن کر اتر رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ پلکوں کے پیچھے بیلا کی جھینپی جھینپی سی شبیہہ روشن ہوئی۔

❖❖❖

ساحر لدھیانوی کہہ گئے کہ

تعارف روگ بن جائے تو اس کا بھولنا بہتر
اور تعلق بوجھ بن جائے تو اس کا توڑنا اچھا

ان کی بات سے تھوڑا سا اختلاف رکھتے ہوئے اسی تعارف اور تعلق کو بھولنے اور توڑنے کے بجائے تبدیل کردیا جائے تو شاید زندگی جس میں پہلے ہی پرخلوص محبتوں کی کمی ہے، محبتوں کی مزید کمی واقع نہ ہو۔ ہم رشتے ناتے زندگی میں رنگ بھرنے کے لیے اسے خوب صورت بنانے کے لیے استوار کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہی رشتے وقت کے ساتھ ساتھ دل راز بننے لگیں۔ دلوں کی دوریوں کا سبب بنیں۔ تو پرانے رشتے بھول کر نئے رشتے استوار کرنا ہی دانش مندی کا تقاضا ہے جو رشتوں کو کھودینے سے کم از کم بہتر ہے۔

آج ابدال مصطفیٰ کی منگنی بیلا فاروق کے ساتھ تھی۔ سب ہی خوش تھے اور سب ہی نے اس نئے رشتے کو خلوص دل سے قبول کرلیا تھا۔

پہلو میں براجمان بیلا کی مخروطی انگلی میں اپنے نام کی سنہری انگوٹھی بیلا کی انگلی میں سجاتے ہوئے ابدال مصطفیٰ نے تھوڑا سا جھک کر سرگوشی کی۔

تنہا کہیں ملو تو بیاں آرزو کریں
ہم اتنی بھیڑ بھاڑ میں کیا گفتگو کریں

نتیجتاً اس کی نیم باز نگاہیں مزید بوجھل ہوگئیں۔
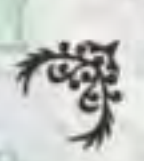
اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

> بچھڑے ہوئے احباب جو مل جاتے ہیں
> چاکِ دلِ افسردہ بھی سِل جاتے ہیں
> پی کر جو نکل جاتا ہوں میں سُوئے چمن
> غنچے مری تعظیم میں کھل جاتے ہیں

زندگی بے ربط ہو کر رہ گئی اور اس کے ساتھ عجیب کھیل کھیل رہی تھی اور وہ اس راہ پر چلتے چلتے تھکنے لگی تھی۔ وہ اسے مایوس کر رہا تھا اور اس کی ہر کوشش کو رائیگاں کر رہا تھا۔ ایسے میں کیا جواز بچتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کی آرزو کرتی۔ محبت کی طرز اچھی نہیں ہوتی جب محبت ہزار الجھاوے رکھتی ہے تو پھر یک طرفہ محبت سے کسی کرم کی امید کیونکر کی جا سکتی ہے؟ محبت کے کرم جب اتنے جاں لیوا ہو سکتے ہیں تو ستم کتنے جاں گزیدہ ہوں گے؟ وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی' اگلے دن تک اس شخص سے کوئی بات نہیں کی تھی' اس کے قریب نہیں گئی تھی۔ وہ ملا تھا تو اسے سرسری انداز میں دیکھ رہا تھا۔ وہ سر جھکا کر مصروف نظر آنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

''کیا ہوا؟ تم بہت خاموش ہو؟'' انائیہ ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تو معارج تغلق اس کے سامنے بیٹھ گیا اور خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا' انائیہ کے لیے اسے نظرانداز کرنا ممکن نہیں رہا تھا' سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

''کچھ چاہیے آپ کو؟'' وہ پوچھے بنا نہیں رہی تھی۔ معارج تغلق اسے نظریں جمائے دیکھ رہا تھا اس کے پوچھنے پر سر ہلا دیا تھا۔

''کیا؟'' وہ حیرت سے بولی تھی۔

''تمہاری توجہ۔'' عجیب گزارش تھی مگر وہ اس کے کھیل کو مزید بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔

''میں مسٹر ایلکس کے ایونٹ پر کام کر رہی ہوں' مجھے بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے' کیا ہم بعد میں بات کر سکتے ہیں؟'' وہ اس کی سمت سے توجہ ہٹا کر فائل دیکھتے ہوئے بولی۔ معارج تغلق نے اس کے سامنے سے فائل اٹھا لی۔

''کہاں تک پہنچا کام؟'' اس نے فائل کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ انائیہ ملک اسے خاموشی سے دیکھتی رہی۔

''معارج تغلق مجھے ایک ضروری بات کرنا تھی' ایک اہم قدم لینا تھا مگر فی الحال میں اس پر بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔'' وہ بات کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے بولی تھی۔ معارج تغلق اس کی سمت دیکھ کر ملائمت سے مسکرا دیا تھا۔

''اگر تمہیں کسی مدد کی ضرورت ہے تو میں حاضر ہوں۔ کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟'' وہ کسی اور زاویے سے ہوا اسے اپنی مدد کی بھرپور آفر کر رہا تھا مگر انائیہ ملک نے سر نفی میں ہلا دیا۔

''مجھے کوئی مدد نہیں چاہیے' میں اپنے پیروں پر کھڑی ہوں' فی الحال مجھے کسی اضافی سہارے کی ضرورت نہیں

میرے قدم مضبوطی سے زمین پر جمے ہوئے ہیں اور میرے لیے یہ بات بہت اعتماد دینے والی ہے۔'' وہ بہت مدھم لہجے میں بول رہی تھی جیسے وہ اپنے طور پر کسی نہج پر پہنچ چکی تھی یا پھر پہنچنے کی سعی کر رہی تھی اگر اس کے دماغ میں کچھ چل رہا تو اس سے قطعی واقف نہ تھا۔

''ایلکس کی شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچیں؟'' وہ پوچھ رہا تھا' اس نے سر ہلا دیا تھا۔

''شادی سمندر کنارے ہوگی شام چار بجے سب ریڈی ہوگا۔ مجھے امید ہے سب پلان کے مطابق ہوگا اور شادی ایک یادگار ایونٹ ہوگا۔'' وہ ذمہ دارانہ لہجے میں بولی پر نگاہ فائل پر ہی تھی یا پھر وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

''شہر کے تمام روسا شامل ہونے والے ہیں' خیال رکھنا کوئی بلنڈر نہ ہو۔'' وہ اسے تلقین کر رہا تھا۔ انائیا ملک نے سر ہلا دیا تھا۔ کمرے میں ایک طویل خاموشی تھی' وہ خاموشی جو کسی طوفان کی پیش خیماں تھی وہ نہیں جانتی تھی۔

❀ ...... ☆ ...... ❀
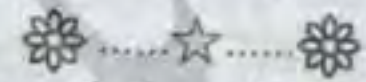
پارسا خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی۔ وقت پر سب کچھ چھوڑ دینا بھی کبھی کبھی اتنا آسان حل نہیں ہوتا۔ وہ اپنے آپ کو فکروں سے آزاد کر دینا چاہتی تھی مگر اس کے باوجود اگر کوئی بے کلی اندر تھی تو اس کا کیا کر سکتی تھی۔ عدن بیگ سے بات کرنے کا جیسے کوئی فائدہ ہی نہیں تھا' وہ اپنے طریقے سے سوچتا تھا' وہ تمام تر محفوظ رکھتے ہوئے بھی اپنے طور پر چیزوں کو اخذ کر رہا تھا اور اگر ایسا تھا تو وہ اسے اپنے طریقے سے سوچنے پر مائل نہیں کر سکتی تھی۔ وہ بہت الجھی ہوئی سی بیٹھی تھی' جب قدموں کی چاپ اس تک آ کر رکی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو عدن بیگ وہاں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کافی کے کپ تھے جس میں سے ایک اس کی طرف بڑھا دیا اور ساتھ ہی مائل سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ نگاہ کرم کرنے والی تھی یا ستم۔ وہ نہیں جانتی تھی مگر ان نظروں میں دیکھتی تھی تو بندھنے لگتی تھی اور اس سے آگے اس سے کچھ نہ سوچا جاتا تھا' اس ایک نقطے سے آگے جیسے راستے بند تھے۔

''کیا ہوا...... تم اس طرح کیوں بیٹھی ہو' خود کو فکروں سے آزاد کر دو پارسا! میں تمہیں کبھی بھی کسی مشکل میں نہیں دیکھ سکتا۔'' وہ جیسے اس کا سب سے بڑا خیر خواہ تھا۔ وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا' اور کافی کا سپ لینے لگا' وہ سر جھکائے کپ گھورتی رہی تھی' عدن بیگ اسے بغور دیکھ رہا تھا' وہ اسے سزا نہیں دینا چاہتا تھا' تبھی صاف گوئی سے بولا۔

''پارسا! مجھے اچھا نہیں لگتا جب تم فکروں میں گھری رہو' میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''کیا کر سکتے ہو تم میری خوشی کے لیے؟'' اس نے سر اٹھا کر پوچھا تو وہ مسکرا دیا تھا' وہ غصے میں تھی اور وہ وجہ جانتا تھا۔

''تم کیا چاہتی ہو میں کیا کروں؟'' الٹا اس سے پوچھ ڈالا تھا۔

''مجھے مار دو' اس قصے کو ہی ختم کر دو۔ اس سے بہتر تو اور کوئی حل نہیں ہوگا۔ سب کے لیے میں ہی مشکل ابھار رہی ہوں تو پھر مجھے ہی ختم کر دو۔ نہ میں رہوں گی نا کوئی معاملہ باقی بچے گا۔'' وہ بھرپور غصے کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔

''تمہیں مار دوں گا تو جیوں گا کیسے؟'' وہ مسکراتا ہوا بولا' پتا نہیں وہ سیریس تھا یا مذاق کر رہا تھا' وہ جان نہیں پائی تھی۔ عدن بیگ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''پارسا! میں تمہارے خلاف نہیں جا سکتا مگر تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری زندگی میں دخل اندازی نہیں کر سکتا یہ کہ میں خود کی خوشیوں سے زیادہ تمہاری پروا کرتا ہوں اگر مجھے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو مجھے اس کی کوئی فکر نہیں' تمہارے فائدے اور خوشی کے لیے میں اس کے لیے تیار ہوں۔''

''اور میرا فائدہ کس میں ہے' تم اپنے طور پر اخذ کیے بیٹھے ہو؟'' وہ اس کی بات کاٹتی ہوئی بولی تو وہ مسکرا دیا۔

اسے تکتے ہوئے اس کے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو ہاتھ بڑھا کر پیچھے ہٹایا۔

''اچھی لگتی ہو جب اس طرح غصے میں ''تم'' بلاتی ہو' بہت اپنی لگتی ہو' غصہ کبھی کبھی اچھا ہوتا ہے بے گانگی کی تہہ میں دراڑ ڈال دیتا ہے تو چھپی دراڑوں سے روشنی جیسے چھن کر آنے لگتی ہے۔ تاریکیوں میں کچھ دکھائی دینے لگتا ہے' منظر غیر واضح ہی سہی مگر کچھ تو دکھائی دیتا ہے۔'' عدن بیگ مدھم لہجے میں بول رہا تھا۔

''اگر تاریکیوں میں کچھ دکھائی دیتا ہے تو پھر اس طرح مجھے دھکیل کیوں رہے ہو؟ جب منظر چاہے غیر واضح ہی سہی کچھ دکھائی دیتا ہے تو پھر سمجھ میں کچھ کیوں نہیں آتا؟'' وہ احتجاج کرتی ہوئی بولی تو وہ پرسکون انداز سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

''کیونکہ میں خود پر تمہیں ترجیح دیتا ہوں' سو میں ان مناظر پر نگاہ نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ شانے اچکا کر بے فکری سے بولا۔

''اور چاہے اس سے کوئی نقصان ہو جائے؟'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی۔ عدن بیگ نے اس کی سمت دیکھا تبھی اس کا فون بجا تھا' اس نے کال اٹھائی تھی دوسری طرف یلماز کمال تھا۔

''بولو یلماز کمال! میں تمہاری کال کا انتظار کر رہا تھا' ابھی ہم تمہارا ہی ذکر کر رہے تھے۔'' عدن بیگ پارسا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ پارسا غصے سے اٹھنے لگی تو عدن نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھنے سے روک دیا۔

''تمہیں کب ملنا ہے' آج شام؟ تم آج شام کے لیے وقت نکال سکتے ہو تو ٹھیک ہے کیونکہ کل میری کراچی کی فلائٹ ہے اور میں پھر شاید تم سے نہیں مل پاؤں گا۔'' عدن بیگ جلد سے جلد فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ پارسا چوہدری پلٹ کر عدن بیگ کی سمت دیکھنے لگی اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس لمس سے کوئی خوش کن احساس نہیں نکال پائی تھی۔ اس ہاتھ سے اس کا ناتا جلد ختم ہو جاتا تھا' یلماز کمال کو وہ جانتی تھی وہ اپنی خوشی کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا تھا' وہ اسے پانا چاہتا تھا اور وہ جانتی تھی وہ اس رشتے کو ختم کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا اور اس رشتے کو ختم تو ہو ہی جانا تھا مگر اس نے ٹھان لی تھی کہ وہ یلماز کمال کی طرف پھر بھی نہیں جائے گی' عدن بیگ یلماز کمال سے کہہ رہا تھا۔

''تو ٹھیک ہے میں تھوڑی دیر میں وہاں پہنچتا ہوں' تم چاہتے ہو پارسا بھی میرے ساتھ آئے؟'' وہ یلماز کمال کو اتنی رعایت دے رہا تھا پارسا چوہدری کو شدید غصہ آ رہا تھا۔ وہ اس کے نکاح میں تھی' اس کی منکوحہ اور وہ اس کو کسی اور کے لیے وقف کر رہا تھا' پارسا نے ایک جھٹکے سے ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑایا تھا اور اس کی جانب دیکھے بنا وہاں سے نکل گئی تھی' عدن بیگ اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

❀ ...... ☆ ...... ❀
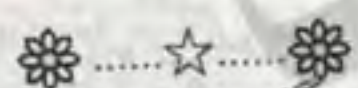
''انایتا! تم اچانک سے اتنا بڑا فیصلہ کر کے بیٹھ گئیں' مجھے یقین نہیں ہو رہا تم ہم سے اتنی دور چلی جاؤ گی' میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے سجانے اور اگلے گھر رخصت کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ تم نے یہ کیا ٹھان لی' مجھے بہت غصہ آ رہا ہے انایتا تم نے سارا پلان غارت کر دیا۔'' ممی نے اسے لتاڑا تھا۔ وہ بہت پرسکون انداز میں ضروری ای میل کر رہی تھی۔

''ممی! یہ اتنا بڑا فیصلہ نہیں ہے' بڑا فیصلہ تو تب ہوگا اگر میں کسی سے اپنی مرضی سے شادی کا ارادہ کرتی اور آپ کو انفارم ہی نہ کرتی۔'' انایتا بیگ بے فکری سے بولی تھی۔

''تم ایسا کیوں کر رہی ہو...... کیا تمہارے ڈیڈی کی تمہیں پوری سپورٹ حاصل ہے؟'' مسز بیگ نے پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

''ممی آپ کو کیوں لگتا ہے کہ شادی دنیا کی سب سے بڑی چیز ہے' آپ کو اچھا نہیں لگے گا اگر آپ کی بیٹی وہ کرے

جو ہمارے ملک کی 10 فیصد لڑکیاں کرتی ہیں...... تعلیم حاصل کرے آپ کا نام روشن کرے؟‘‘ اس نے ماں کو قائل کرنا چاہا اور پھر اٹھ کر ماں کو گلے لگایا تھا۔

’’زیادہ دور تو نہیں جارہی ہوں‘ لندن کتنی دور ہے‘ جب چاہیں آ کر مل لیں۔ یہ مت سمجھیں کہ شادی نہیں کروں گی آپ اچھا سا لڑکا ڈھونڈنے کی مہم اسٹارٹ کریں میں ہاں کرنے میں ایک پل کی بھی دیر نہیں لگاؤں گی۔‘‘ ماں کا موڈ بحال کرنا چاہا تھا‘ مسز بیگ مسکرادی تھیں۔

’’ہاں جانتی ہوں تمہیں‘ کتنی دیر کروگی‘ سب شادی سے بھاگنے کے بہانے ہیں۔‘‘

’’کہاں بھاگ رہی ہوں ممی! مجھے ہائیر اسٹڈی کرنے دیں پھر جہاں کہیں گی شادی کرلوں گی اور آپ کو بہت مس کروں گی ممی‘ ڈیڈی اور عدن کو بھی‘ ان فیکٹ میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا آپ سب کے بنا جیوں گی۔‘‘ ممی نے اس کے چہرے کو ہاتھ میں لیا اور افسردگی سے بولیں۔

’’میں جانتی ہوں یہ سب کس لیے ہے انا! اگر تم اس راستے سے بھاگنا چاہتی ہو تو اس کے لیے فرار کی راہیں ڈھونڈنا بھی سودمند نہیں ہوگا۔ میں چاہتی ہوں تم اپنے زندگی کے فیصلے کسی خوف سے بھاگنے کے لیے کرو بلکہ اپنے دل کی خوشی کے لیے کرو۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ اس سب سے بھاگنا کوئی حل ہے؟‘‘ مسز بیگ نے پوچھا تو انابیتا بیگ نظریں چرا گئی تھی۔

’’میں کسی سے نہیں بھاگ رہی ممی! میں واقعی ہائیر اسٹڈی کے لیے جانا چاہتی ہوں اور یہ کسی راستے سے فرار نہیں ہے۔‘‘ وہ خود کی اور سب کی نفی کررہی تھی‘ ممی نے اسے خاموشی سے دیکھا پھر بولیں۔

’’کسی کو معاف کرنا اتنا مشکل ہوتا ہے؟‘‘ انابیتا بیگ کچھ لمحوں تک کچھ بول نہیں پائی تھی پھر نظریں چرا گئی۔

’’بات معاف کرنے کی نہیں ہے ممی! میں بھول نہیں پائی کہ میری عزت کو کسی نے کس طرح روندا اگر میں معاف کر بھی دوں تو شاید مجھے وہ احساس سکون نہ لینے دے کہ لمحہ لمحہ کسی نے مجھے نیچا دکھایا‘ سب کچھ بھلایا جاسکتا ہے لیکن اپنی تذلیل نہیں مگر یہاں بات اس کی بھی نہیں ہورہی‘ میں اپنی زندگی کے فیصلے کسی کے خوف کے باعث نہیں کررہی۔ میں معاف کررہی ہوں مگر بھول نہیں سکتی۔‘‘ وہ قطعی لہجے میں بولی تو ممی اسے دیکھتی رہ گئیں۔

❁......☆......❁

انابیتا اپنے لیے کافی بنارہی تھی جب پیچھے کھٹکا ہوا تھا‘ اس نے پلٹ کر دیکھا تھا جہاں للی میک کھڑی تھی‘ اس کے پلٹ کر دیکھنے پر مسکرادی۔

’’صبح میری فلائٹ ہے تو سوچا تم سے ملتی جاؤں‘ یوں تو تمہیں لندن ہی آنا ہے اور ملنا ملانا بھی رہے گا اور......‘‘ للی کو وضاحت دینا عجیب لگ رہا تھا‘ انابیتا اس کی کیفیت سمجھ رہی تھی دوستانہ انداز میں مسکرائی اور کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا۔

’’ابھی میں تمہیں ہی یاد کررہی تھی‘ تم نے اچھا کیا آ گئیں‘ میرے پاس تمہارا لندن کا کوئی کونٹیکٹ نمبر نہیں تھا‘ ایسے میں تمہیں وہاں تلاش کرنا مجھے کچھ مشکل لگتا‘ اچھا کیا تم خود چلی آئیں۔ دو چار دن اور رک جاتیں تو ہم ساتھ چلتے۔‘‘ اس کی مروت پر اسے شرمندہ نہیں دیکھ سکتی تھی تبھی مسکراتے ہوئے بولی تو للی بھی مسکرادی۔

’’کب کی فلائٹ ہے تمہاری؟‘‘

’’تم اپنی فلائٹ ڈیلے کروانے کے بارے میں سوچ رہی ہو؟‘‘ انابیتا نے مسکراتے ہوئے کہا تو للی میک مسکرائی پھر کافی کا سپ لیتے ہوئے اس کی سمت دیکھا۔

’’رات دامیان سوری سے ملاقات ہوئی تھی‘ بہت ڈسٹرب لگ رہا تھا‘ کافی تیز بخار تھا شاید ٹھنڈ لگ گئی ہے‘ میں نے مشورہ دیا تھا کیئر لیس نہ بنے ڈاکٹر کو دکھائے مگر وہ آمادہ نہیں ہے۔ جیسے وہ خود کو کوئی سزا دے رہا ہو‘ مجھے اچھا نہیں لگا شاید جنہیں ہم چاہتے ہیں انہیں کسی معمولی تکلیف میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ مگر میں اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتی‘ اس معاملے میں خود کو بے بس پاتی ہوں۔‘‘ انابیتا کچھ بول نہیں پائی تھی‘ اس کی سمت سے نگاہ ہٹا گئی اور پلٹ کر یوں ہی کیبنٹ میں کچھ تلاشنے لگی۔ للی میک نے اس کی پشت کو دیکھا تھا۔

’’انابیتا! میں رشتوں کے بارے میں اتنا تجربہ نہیں رکھتی مگر میں ایک ایسی ہستی کو جانتی ہوں جن سے ملنے کے بعد میں نے زندگی کو بہت قریب سے جانا ہے اور مجھے ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع بھی ملا ہے۔ شاید یہ سب میری آنے والی زندگی میں مجھے مدد کرے۔‘‘

’’کون؟‘‘ انابیتا بیگ بولی تھی۔

’’مسز زائرہ ملک۔‘‘

’’زائرہ پھوپو؟ تم ان سے کب ملیں؟ وہ تو میری بہت عزیز پھوپو ہیں۔‘‘

’’وہ میرے ڈیڈ کی وائف بھی ہیں۔‘‘ للی نے بہت سکون سے مطلع کیا تھا‘ انابیتا کو بے انتہا شاک لگا تھا۔

چمن تم سے عبارت ہے

۱) سالگرہ نمبر میں آپ آنچل میں کون کون سی تبدیلیاں دیکھا پسند کریں گی؟

۲) سالگرہ نمبر میں آپ کیا کیا چیزیں دیکھنا یا پڑھنا پسند کریں گی؟

۳) آنچل میں اپریل ۲۰۱۲ء سے فروری ۲۰۱۳ء کے دوران شائع ہونے والی تحریروں میں کس رائٹر اور کس کہانی نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا اور کیوں؟

۴) آنچل اور آپ کا ساتھ کتنے عرصے پر محیط ہے اور اس دوران آپ نے آنچل کو کیسا پایا اور کیا سیکھا؟

۵) آنچل کے کس ناول کے کردار میں آپ کو اپنی ذات یا اپنا عکس نظر آیا؟

۶) کوئی ایسا تحفۂ خاص جو آپ اپنی سالگرہ کے موقع پر دوسروں سے حاصل کرنا چاہیں یا کسی اپنے کو اس کی سالگرہ کے موقع پر دینا پسند کریں؟

آپ ان سوالات کے جوابات مختصر تحریر کرکے 25 فروری تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کرسکتی ہیں۔

email:-info@aanchal.com.pk

''وہاٹ......؟ تمہارے ڈیڈ کی وائف...... تم جہانگیر انکل......'' انابیتا حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی' للی میک بہت سکون سے مسکرادی۔

''کچھ رشتے مرضی سے نہیں جوڑے جاتے' یہ رشتہ ان چاہے رشتوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ جو کسی ضرورت کے تحت باندھا گیا تھا شاید' مگر اس رشتے نے کئی الجھاوؤں کو راستوں میں لا کھڑا کیا' ہم سب جو مختلف سمتوں کے لوگ تھے ایک راہ پر کھڑے ہونے پر مجبور ہوگئے۔ یہ کوئی بہت بڑا راز نہیں ہے اور اگر راز تھا بھی تو اب کھل چکا ہے' یہ رشتہ ناپسندیدہ مگر قبول کرنا ناگزیر ہے۔ زائرہ ملک عظیم خاتون ہیں' میں نے ان سے صبر کرنا' دوسروں کا خیال کرنا' رواداری برتنا دوسروں کی مدد کرنا اور بے غرضی سے رویوں میں نرمی لانا سیکھا ہے' وہ سب سیکھا جو شاید میں اپنی ماں سے بھی نہیں سیکھ سکتی تھی اگر آج میری پرسنالٹی میں کوئی تبدیلی دکھائی دے رہی ہے تو اس کا مظہر زائرہ ملک ہیں۔ میں برداشت کرنا نہیں جانتی تھی شاید میں کسی رشتے کو اپنے ہاتھوں کسی اور کو سونپنے کا حوصلہ بھی نہیں رکھتی تھی مگر میں نے سیکھا کہ یہ اتنا ناممکن نہیں ہے اور میں نے دیکھا سب کٹھن ہو رہا ہے جب میں نے کسی کی خوشی کو اہم جانا تو میرے لیے مشکل آسان ہونے لگیں۔'' وہ مدھم لہجے میں بول رہی تھی' انابیتا اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ زائرہ پھوپو کے ساتھ اتنا سب کچھ ہوتا رہا' اتنا سب کچھ جبر کیا انہوں نے اور کبھی کسی بات کی خبر بھی نہیں ہونے دی تھی۔

''یہ بات زائرہ پھوپو کے علاوہ کوئی نہیں جانتا؟'' انابیتا حیرت سے بول رہی تھی۔ للی میک نے شانے اچکا دیئے تھے۔

''نہیں جانتی مگر زائرہ ممی نے مجھے بہت دل سے قبول کیا ہے' کسی کو قبول کرنا اور وہ بھی کسی کڑوی سچائی کے ساتھ اتنا آسان نہیں ہوتا شاید زائرہ ممی سے پتا چلا کہ معاف کیسے کیا جاتا ہے۔ کسی کے گناہ اور ثواب کو کیسے دل میں جگہ دی جاتی ہے' اس کا پتا مجھے پہلے نہیں تھا' آج میں دیکھتی ہوں کہ زائرہ ملک جہانگیر کے ساتھ زندگی گزار رہی ہیں تو مجھے ان کا دل بہت کشادہ لگتا ہے۔ محبت کا دل شاید اتنا ہی کشادہ ہوتا ہے نا؟'' للی میک اسے بہت سی سچائیوں کی راہ دے رہی تھی۔ انابیتا ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ سکتی تھی درحقیقت وہ اسے کیا سمجھا رہی ہے' وہ اسے زائرہ ملک کے واقعہ کی خبر دے رہی تھی مگر درحقیقت اس میں ایک میسج تھا۔

''تمہیں بھی لگتا ہے کہ میں کچھ غلط کر رہی ہوں للی میک؟'' انابیتا نے پوچھا تو للی میک نے شانے اچکا دیئے۔

''ہر ایک کو یہ کیوں لگ رہا ہے کہ میں کچھ بہت غلط کر رہی ہوں اور مجھے ہر ایک کو اس کی وضاحتیں دینا کیوں پڑ رہی ہے' میں سب کے سامنے جواب دہ کیوں ہوں؟'' وہ الجھ کر بولی تو للی دھیمے سے مسکرادی۔

''تم یہ مت دیکھو کہ تم سب کے سامنے کیوں جواب دہ ہو' ضرورت اس بات کو سمجھنے کی ہے کہ کوئی تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہے۔ ہم سب تمہارا بھلا چاہتے ہیں' ہار اور جیت سے بالاتر ہو کر سوچو' اگر ایک قدم آگے لینے سے کوئی خوشی ہاتھ آسکتی ہے تو وہ اس پچھتاوے سے کہیں بہتر ہے جو عمر کو رائیگاں کردے۔'' للی میک اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی جیسے وہ دنیا کی سب سے ناسمجھ لڑکی ہو اور اسے کسی بات کی خبر نہیں تھی' ہر کسی کو وہ غلط دکھائی دے رہی تھی کیا واقعی وہ اتنی غلط تھی؟ للی میک جیسے اس کی سوچیں پڑھ رہی تھی تبھی ملائمت سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور مسکرائی۔

''تم اگر چاہتی ہو تو ہر طرف سے کان اور آنکھیں بند کرلو مگر اس کے بعد اگر کچھ باقی بچے اور جس آواز کو تم سننا چاہو تو وہ تمہارے دل کی آواز ہونا چاہیے مگر اپنے اندر کی آواز کو نظر انداز مت کرو' میں یہ نہیں کہتی میں بہت بڑی دانا ہوں' میں چاہتی ہوں تم خوش رہو۔ تمہاری خوشی تمہارے لیے سب سے زیادہ اہم ہونا چاہیے۔'' اس نے کہہ کر بیگ سے ایک کارڈ نکالا اور انابیتا بیگ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ ''میں چاہتی ہوں اس کی ضرورت تمہیں کبھی نہ پڑے مگر پھر بھی تم جب

انگلینڈ آؤ تو تم مجھ سے مل سکتی ہو۔'' مسکراتے ہوئے اسے دیکھا پھر اپنے ساتھ لگایا تھا۔ وہ نئے رشتوں کو بنتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ کیا یہ تبدیلی وقت نے اس کو کوئی رعایت دینے کے لیے کی تھی یا پھر یہ واقعی وقت کی کوئی دستک تھی جو اس کے لیے موسموں کی پیش گوئی کر رہی تھی۔

❀......☆......❀
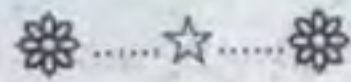
بادلوں کا مزاج رکھتی
پانیوں کی کہانی سی
محبت رائیگانی سی
اس کے میرے درمیان
راستے بناتی
تاویلیں اٹھاتی
الجھی الجھی کچھ سلجھی سی محبت
ہاتھ میں آئے پانی جیسی
بادلوں پر گھر بناتی
بارشوں کی سرگوشی میں
ساعتوں کے کواڑ کھولے
بند آنکھوں سے خواب چنتی
دل میں دبے پاؤں چلتی
محبت پارہ صفت
ہل چل مچاتی
ساری جان کو مٹھی میں بھینچ کر
شور مچاتی اور دیکھتے ہی دیکھتے اجنبی بن جاتی
محبت پارہ صفت
پانیوں کی کہانی سی
محبت رائیگانی سی

وہ الماری کے سامنے کھڑی خالی نظروں سے ڈریس منتخب کرنے کا سوچ رہی تھی اسے خبر نہیں ہوئی کب معارج تغلق شاور لے کر نکلا اور اس کے پیچھے کھڑا ہوا۔ معارج تغلق کو بھی شاید اپنے لیے شرٹ منتخب کرنا مطلوب تھا تبھی اسے کلائی سے تھاما تو وہ اس لمس پر چونکی اور مڑ کر اسے حیرت سے دیکھنے لگی' وہ اسے ہراساں دیکھ کر مسکرادیا' پھر چہرہ اس کے قریب کر کے اپنے سر کو دائیں بائیں ہلا کر پانی کے کئی قطرے اس کے چہرے پر گرادیئے تھے۔ وہ شاید اس کے ''انجان بنے'' رویئے کو توڑنا چاہتا تھا۔ مگر وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی تھی' وہ اس وقت بنا شرٹ کے تھا اس کا کسرتی جسم بہت نمایاں دکھائی دے رہا تھا۔ انا ئیا ملک کا دل بہت بھرا ہوا تھا' وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر جیسے بہت سا رونا چاہتی تھی مگر وہ اپنے اندر کی ہر ایک خواہش کو مارتی ہوئی اس کی سمت سے نظریں چرا گئی تھی۔

''واٹس رانگ؟'' وہ اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔ ''تم اس طرح اجنبی کیوں بن رہی ہو؟ بیوی ہو میری' مسز انائیا

معارج تغلق! مجھ پر بلا شرکت غیرے حق ہے تمہارا' جائز ناجائز سب سلوک روا رکھ سکتی ہو۔ مگر یہ ہر لمحہ دیوار اٹھانا
ضروری ہے کیا؟" وہ الماری میں سے شرٹ منتخب کرنے لگا تھا۔ انائیا ملک اس کے سرسری انداز کو سنتے ہوئے اس کی
پشت کو دیکھ رہی تھی۔ دل چاہا تھا سب بھول کر اس لمحے اس کے شانے پر سر رکھ دے' کچھ نہ کہے' کچھ نہ سنے' بس
خاموشیوں کو بولنے دے مگر وہ اپنی خواہشوں کا گلا گھونٹ رہی تھی۔ جان دگر گوں تھی وہ لمحہ لمحہ مشکل میں گھری ہوئی تھی مگر
معارج تغلق کے بارے میں اپنے دل کو وکیل کر کے سب جبراً نہیں سہہ سکتی تھی۔ وہ شرٹ لے کر پلٹا تھا' جب وہ اس
کشمکش میں الٹے قدم چلتی ہوئی اس سے دور ہٹنے کی کوشش کرنے کی لگن میں بیڈ پر گر گئی تھی۔ اس نے نہیں جانا تھا اس
کے قدموں کے اختتام پر بیڈ ہے۔ معارج تغلق نے فوراً پیش قدمی کی تھی۔

"یو او کے؟" اس پر جھک کر پوچھا۔ وہ خالی خالی آنکھوں سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ معارج تغلق نے اس
کے چہرے کو بغور دیکھا اس کی آنکھوں میں الجھنوں کا ڈیرا تھا۔ وہ بہت ڈسٹرب دکھائی دے رہی تھی' کیا یہ اس کے
سبب تھا؟ اگر تھا تو وہ اس کا تدارک بھی کر سکتا تھا۔ سدباب مشکل نہ تھا مگر وہ اس گھڑی جیسے کسی کرم پر مائل نہیں تھا۔ اپنا
ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا' مضبوط ہاتھ' سہارا دینے کو کافی تھا۔ وہ اسے اٹھنے میں مدد دینا چاہتا تھا' انائیا ملک نے اس
پھیلے ہوئے ہاتھ کو دیکھا پھر بنا اس کا سہارا لیے اسے بھرپور طریقے سے نظر انداز کرتی ہوئی اٹھ گئی۔ معارج تغلق کو اپنا
نظر انداز کیا جانا اچھا نہیں لگا شاید تبھی ہاتھ میں پکڑی شرٹ ایک طرف بیڈ پر ڈالی اور اس کی کلائی تھام کر اسے اپنی
طرف کھینچ لیا۔ وہ کچی ڈور سے بندھی اس کے سینے سے جا ٹکرائی تھی۔ اتنی قربت تھی کہ وہ معارج تغلق کے دل کے شور
کو صاف سن رہی تھی' مگر وہ اس کے ساتھ اپنے دل کے شور کو بھی دبا نہیں پائی تھی' معارج تغلق نے اس کے چہرے کو
تھام کر ساری توجہ اپنے ساتھ باندھ لی اور مدھم لہجے میں بولا۔

"اگر سب اتنا معمول پر ہے تو یہ دھڑکنوں میں ایک تلاطم سا کیوں ہے؟" معارج تغلق کی نظریں اسے بغور دیکھ
رہی تھیں۔ وہ اس کی سمت دیکھنے سے مکمل گریزاں تھی۔ لبوں پر چپ کے تالے تھے' وہ بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔

"اب کیا پرابلم ہے؟ تم ہر وقت خدشوں کا شکار کیوں رہتی ہو؟" وہ اسے شانوں سے تھام کر پوچھ رہا تھا' پوری توجہ
اس پر تھی۔ انائیا ملک ذرا سی ہمدردی پا کر جیسے پگھل گئی تھی۔ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے' وہ جیسے کسی طوفان کے
دہانے پر تھی۔ وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا' وہ اس کی جانب بنا دیکھے جیسے کسی نتیجے پر پہنچ رہی تھی' سر نفی میں ہلاتے ہوئے اس
کے ہاتھوں کو شانوں پر سے ہٹا دینا چاہا تھا' مگر معارج تغلق اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا' ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو
اپنی طرف موڑا اور براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔

"میری آنکھوں میں دیکھو انائیا۔" مدھم لہجے میں کہا تھا' مگر انائیا ملک نے اس کی سمت ایک نگاہ ڈال کر توجہ
پھیر لی تھی۔

"میں فیصلے پر پہنچ رہی ہوں معارج تغلق!" وہ ٹھان کر بولی تھی۔

"کیسا فیصلہ؟" وہ چونکا تھا۔

"مجھے یقین ہے سب کچھ ایک وجہ کے لیے ہوتا ہے اگر ہم یہاں آئے اور ایک دوسرے کو سمجھا' پرکھا تو یہ اچھے کے
لیے ہوا اور یوں بھی یہ سب تو ختم ہونا ہی تھا' کبھی نہ کبھی اس کا اختتام تو یقینی تھا۔ ہم دونوں ہی یہ بات جانتے تھے۔ میں
تھک گئی ہوں معارج تغلق! میرا دم گھٹ رہا ہے' مجھے سانس لینے دو' میں مر جاؤں گی' مجھے اس سب سے آزاد ہونا ہے۔
میں اور جبر نہیں سہہ سکتی' میں لمحہ لمحہ خوف و اذیت میں ہوں' میں جانتی ہوں اس سب سے تمہارا کوئی سروکار نہیں ہے۔
میں جیتی ہوں یا مرتی ہوں تمہیں اس سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے۔ ہمارے رشتوں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

دن سے جانتے تھے ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں ہیں اور یہی سچ بھی تھا۔ مجھے کوئی پچھتاوا نہیں ہوگا' معارج تغلق میں بہت سادہ ہوں' جو بھی کرتی ہوں بہت ایمان داری اور صاف دل سے کرتی ہوں۔ میں بزدل نہیں ہوں' جو محسوس کرتی ہوں کہہ سکتی ہوں۔ کم از کم یہ خود کو اور دوسروں کو دھوکہ دینے سے بہتر ہے۔ ہم یہاں سے واپس لوٹیں گے تو میں اس رشتے کا کوئی بوجھ اپنے کاندھوں پر لادے رکھنا نہیں چاہتی۔ مجھے اس سے آزاد ہونا ہے' میں واپس لوٹ کر خود ڈیڈ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ بہت رسانیت سے بتا رہی تھی' معارج تغلق اسے بہت سکون سے دیکھ رہا تھا۔ انا یہ ملک نے اس کی سمت دیکھا پھر اس کے ہاتھ اپنے شانوں پر سے ہٹائے اور پلٹ کر کمرے سے نکل گئی' معارج تغلق اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

❁ ......☆...... ❁

زائرہ اور جہانگیر ملک' للی کو ائر پورٹ پر سی آف کر کے لوٹ رہے تھے' گاڑی میں خاموشی تھی' دونوں ایک دوسرے سے بات کرنے سے گریزاں تھے' جہانگیر ملک نے ان کی سمت نگاہ ڈالی تھی۔

''تمہیں اچھا نہیں لگا نا للی کے واپس جانے کا؟'' مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا' مقصد جیسے صرف اس خاموشی کو توڑنا تھا۔ زائرہ ملک نے ایک نگاہ اس کی سمت ڈالی اور بولی۔

''تم جانے کیا سوچ رہے ہو مگر مجھے واقعی للی کو خود سے جدا کر کے اچھا نہیں لگ رہا۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے اپنے وجود کے کسی حصے کو خود سے الگ کر کے آئی ہوں' کوئی کچھ دنوں میں اتنا اپنا کیسے لگ سکتا ہے؟ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مجھے وہ کبھی اجنبی لگی ہی نہیں۔'' وہ صاف گوئی سے بولی تو جہانگیر ملک کچھ شرمندہ ہو گیا تھا۔

''تم میں رشتوں کو قبول کرنے کی فطری صلاحیت ہے زائرہ! تم اپنے اندر بہت گنجائش رکھتی ہو' مجھے یہ جان کر حیرت نہیں ہوتی اگر تم للی کے لیے کچھ خاص محسوس کرتی ہو' اگر تم مجھے قبول کر سکتی ہو تو اس کے بعد سب ممکن ہے۔'' وہ اس کی فراخدلی پر حیران تھا۔

''میں یہ سب عظیم بننے کے لیے نہیں کر رہی جہانگیر ملک! نا مجھے کوئی ستائش چاہیے' مجھے رشتوں کو توڑنے کی عادت نہیں' شاید میں آسانی سے معاف کر سکتی ہوں مگر ایسا نہیں ہے کہ میں کسی سے کچھ توقع نہیں رکھتی یا مجھے کسی بات کی تکلیف نہیں ہوتی۔'' وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

''جانتا ہوں میں تمہیں کبھی دانستہ تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا زائرہ ملک! تم میری زندگی کا سب سے خاص حصہ ہو' تم میری محبت ہو' تم سے دور جا کر مکمل نہیں رہا' بھٹکتا رہا' ادھورا رہا' مجھے احساس تھا تمہارا مجرم ہوں اسی لیے تمہیں مزید تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا تمہاری طرف لوٹنے کا ارادہ بناتا اور توڑتا رہا۔ صرف اس لیے کہ تمہیں تکلیف نہ ہو مگر سچ یہ ہے کہ میں تمہاری کمی تمام عمر محسوس کرتا رہا' جو سکون تمہارے پاس آ کر ملا ہے اس کا کوئی احساس پہلے نہیں تھا۔ یہ راحت عظیم ہے زائرہ جو تمہارے وجود سے ہے۔ احساس ہوتا ہے کہ میں زندہ ہوں اور ابھی جینے کے لیے بہت سے راستے باقی ہیں اور زندگی اتنی بری نہیں ہے' یہ احساس تم دلاتی ہو زائرہ! اور تمہارے علاوہ یہ احساس کوئی اور دلا نہیں سکتا۔ مجھے اس کا یقین تھا اور ہے۔'' جہانگیر ملک مدھم لہجے میں اس کی سمت نگاہ ڈالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس ہاتھ کی حدت محسوس کر رہی تھی' جہانگیر ملک کی آنکھوں میں حدت تھی اور وہ جانے کیوں کچھ کہہ نہیں سکتی تھی' اس کی سمت سے نگاہ ہٹا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

❁ ......☆...... ❁
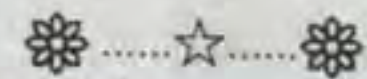
سخت سردی میں اس نے گاڑی ''سوری ہاؤس'' کے سامنے روکی تو وہ خود جان نہیں پائی تھی وہ وہاں کیوں آئی یا پھر قسمت نے اسے یہاں دھکیلا ہے۔ کتنی ہی حیرت سے وہ سوری ہاؤس کو دیکھتی رہی پھر جانے کیا سوچ کر گاڑی سے باہر آئی اور تھکے تھکے سے قدموں سے چلتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ مسز سوری سیڑھیوں کے پاس کھڑی اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں' اسے تھام کر محبت سے ساتھ لگایا تھا' پیشانی پر پیار کیا۔

''میری بچی! کتنے دنوں بعد چکر لگایا تم نے' میں تمہارے انکل سوری سے کہہ رہی تھی کل چکر لگائیں گے اگر تم ملنے نہیں آ سکتیں تو ہم تو ملنے جا سکتے ہیں نا؟'' وہ مسکرا رہی تھیں۔ وہ مروتاً بھی مسکرا نہیں سکی۔

''تم ٹھیک تو ہو؟ اتنا پریشاں کیوں نظر آ رہی ہو؟ للی نے بتایا تھا کہ تم ہائیر اسٹڈی کے لیے انگلینڈ جا رہی ہو' مجھے اچھا لگا کہ تم اپنی زندگی کے فیصلے خود اعتمادی سے لے کر خود کو آگے بڑھا رہی ہو۔ فیصلے ہمیشہ دل سے لینا چاہئیں جو خوشی دیں اور اگر کوئی فیصلہ دل سے کیا جائے تو پھر کوئی پچھتاوا نہیں ستاتا۔'' وہ بہت نرمی سے کہہ رہی تھیں۔

''جی' ٹھیک کہا آپ نے۔'' وہ مروتاً مسکرائی تھی۔ ''میں نے سنا تھا دامیان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' کل للی ملنے آئی تو بتا رہی تھی کہ دامیان کو بخار ہے۔ میں یہاں سے گزر رہی تھی تو سوچا اس کی خیریت معلوم کرتی جاؤں۔'' وہ بہانہ گھڑتی ہوئی بولی تو مسز سوری نے محبت سے اسے دیکھتے ہوئے ملائمت سے اس کے چہرے کو تھپتھپایا اور اسے دامیان سوری کے کمرے کے باہر چھوڑ دیا۔ وہ برف بنے وجود کے ساتھ کچھ لمحوں تک دروازے کے باہر کھڑی رہی' اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ دروازہ بجاتی اور اندر داخل ہوتی مگر اب یہاں آ گئی تھی تو اندر جانا تھا' سو ہمت کر کے اپنے برف جیسے وجود کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گئی۔ وہ آنکھیں موندے پڑا تھا' کمرے میں نیم تاریکی تھی' کئی لمحے لگے آنکھوں کو اس نیم تاریکی سے مانوس ہونے میں۔ وہ اسے دیکھنے کے قابل ہوئی تھی تو اچانک سے ارادہ وہاں سے بھاگ جانے کا باندھ لیا تھا' ایک لمحے میں بنا کچھ سوچے وہ پلٹی اور قدم دروازے سے باہر رکھنا چاہے تھے جب دامیان کی آواز نے اس کے قدم باندھ دیئے۔

''اب اگر قدم بڑھا ہی لیا ہے تو واپس کیوں موڑ رہی ہو؟'' اس کے پاؤں جیسے پتھر کے ہو گئے تھے' وہ دہلیز پھلانگ نہیں سکی تھی' گردن موڑ کر دیکھا تو وہ اس کی سمت دیکھ رہا تھا' وہ شرمندہ سی دکھائی دی تھی۔ دامیان سوری اٹھ کر تکیے کے سہارے بیٹھ گیا' بخار کی حدت سے اس کا چہرہ سرخ تھا' شیو بڑھی ہوئی تھی' انابیتا بیگ کے لیے اور کوئی راہ نہیں بچی تھی سوائے اس کے کہ وہ پلٹ کر اس کی سمت آتی اور پھر وہ اس کے سامنے آن رکی۔

''للی بتا رہی تھی کہ......'' اس نے آنے کا جواز بتانا ضروری خیال کیا تھا اور وہ جانے کیوں اسے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا' وہ حیرت سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

''تمہیں خود کو وضاحتیں دینا اچھا لگتا ہے انابیتا بیگ! یہ خوف تمہارے اندر کا ہے یا باہر کا؟'' وہ جتاتا ہوا پوچھ رہا تھا وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی' پھر بولی۔

''میں یہاں سے گزر رہی تھی تو سوچا تمہاری خیریت معلوم کرتی جاؤں اور......'' وہ وضاحتوں کے انبار لگا کر خود کو جیسے تسکین دینا چاہ رہی تھی' وہ مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی کو تھام لیا۔ انابیتا بیگ کو لگا جیسے اس کے وجود کو انگاروں نے چھو لیا ہو۔ وہ بخار میں بری طرح سلگ رہا تھا۔

''تم نے ڈاکٹر کو دکھایا' میڈیسن لی کوئی؟'' اس نے مروتاً پوچھا شاید انداز عجیب لیا دیا تھا جیسے کوئی دوستی تھی نا کوئی دشمنی نا رواداری نا کوئی مروت۔ عجیب سرد سا انداز تھا۔ دامیان سوری نے کوئی جواب نہیں دیا بس چپ چاپ اسے تکتا رہا تھا' وہ حیرت سے بولی۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو' تمہیں کہہ رہی ہوں ڈاکٹر کو دکھاؤ' موسم بدل رہا ہے اور اتنا کیئر لیس ہونا ٹھیک نہیں' اس کو اتنا

معمولی لینا ٹھیک نہیں۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا دیا پھر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا' وہ چیئر کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گئی' وہ اس کے چہرے کو دلچسپی سے تکنے لگا۔

"تمہیں میری فکر ہو رہی تھی نا؟ اسی لیے تم یہاں آئی ہو؟" وہ پُر یقین لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"نہیں...... ایسا نہیں ہے۔" انابیتا بیگ نے بھرپور نفی کی تھی۔

"دشمنی یا دوستی؟ نفرت یا محبت؟ اس کے علاوہ بھی کوئی راہ نکلتی ہے؟" وہ جیسے محظوظ ہو رہا تھا' انابیتا نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"قیاس آرائیاں کرنا کبھی کبھی کسی بہت بڑی شکست کا پیش خیمہ بھی ہو سکتا ہے۔ دو راستوں کے علاوہ تیسری راہ کے تعین کو نظر انداز کرنا دانش مندی نہیں ہو سکتی۔" وہ جتا رہی تھی۔

"محبت اور نفرت کے علاوہ باقی کیا ہے؟" وہ اس کی سمت پوری توجہ سے دیکھتا ہوا پوچھنے لگا تھا۔ "دوستی کو تم خیر باد کہہ چکی ہو' احساس مروت کی بات کرنا تمہیں جائز نہیں لگتا اور......"

"تم چاہتے ہو میں واپس چلی جاؤں؟" وہ الجھ کر بولی' دامیان سوری نے اس کی سمت پورے سکون سے دیکھتے ہوئے سر انکار میں ہلایا۔

"مجھ سے پوچھو گی تو شاید جواب وہ ملے جو تمہیں قابل قبول نہ ہو۔" آنکھوں میں حدت لیے بولا۔

"کیسا جواب؟ مجھے شرطوں میں باندھنے کی خواہشیں کرنا عبث ہو سکتا ہے۔ میں عام لڑکیوں کی طرح نہیں ہوں مجھے میرے وجود کی نفی کرنا گوارا نہیں۔"

"اور اسی لیے تم اپنے حفاظتی پَر ہر بار پھیلائے رکھتی ہو؟" وہ اس کی بات کاٹ کر برجستہ سے بولا تھا۔ انابیتا بیگ جانتی تھی وہ اس کے سامنے آئے گی تو مشکل میں گھر جائے گی اور یہی ہوا تھا۔

"میں بحث کرنا نہیں چاہتی تھی مگر تمہیں اپنا خیال رکھنا چاہیے۔" وہ صلاح دیتے ہوئے بولی تھی۔

"اگر بھٹکتی ہوئی میرے مدار چے میں آ گئی ہو تو اس بات کا اقرار بھی کر لو کہ تمہیں میری کچھ تو پروا ہے اور یہ کہ سفر بھی تم نے اپنی مرضی سے کیا ہے اور تمہارے میرے درمیان جو خاموشی ہے اس میں جنوں کو بات کرتے ہوئے محسوس کر رہا ہوں اور جنوں تبھی بولتا ہے جب معاملہ عقل وفہم کا نہ ہو' تم خرد مندی کی دعوے دار بننا چاہتی ہو تو مزید وضاحتیں دے سکتی ہو۔" وہ جتا رہا تھا' انابیتا کے سامنے سارے راستے جیسے بند ہو رہے تھے۔ وہ مشکلوں میں گھر رہی تھی' تبھی بولی۔

"مجھے چلنا چاہیے۔" فوراً اٹھی مگر کلائی دامیان سوری کے ہاتھ آ گئی تھی' وہ پلٹ کر اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی' اس کی نظروں کی تپش اور حدت اگنور کرنے کے قابل نہیں تھی' وہ اپنے آپ سے جیسے ہارنے لگی تھی۔

❁ ...... ☆ ...... ❁
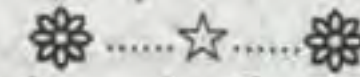
وہ کھڑکی سے دیکھ رہی تھی' علیزے ہاشمی نے اسے گرمجوشی سے گلے لگایا اور اس کے کان کے قریب لب کر کے سرگوشی کی تھی کہ دونوں مسکرا دیئے۔ وہ متجسس نہیں تھی کہ اس نے ایسا کیا بھید اس کے کان میں ڈالا ہوگا کہ وہ اتنا مسرور ہو کر مسکرایا تھا مگر جانے کیوں اسے اس کے بہت قریب دیکھ کر جان سلگنے لگی تھی۔ ایک ہنگامہ آرائی سی ساری جان میں ہوئی تھی' وہ پیچھے ہٹنے والی تھی جب معارج تغلق نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ نگاہ پھیر کر اجنبی بن گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی پیچھے بھی ہٹ گئی تھی۔ وہ گھر میں ممی اور پاپا سے بات کر رہی تھی جب وہ اس کی طرف آ گیا تھا۔

"نہیں ممی! ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں بالکل اپنا خیال رکھ رہی ہوں مگر میرا ودکلو وزن کم ہونے کی وجہ وقت پر

یہ کھانا بالکل نہیں ہے' میں اچھے سے کھاتی ہوں آپ خوامخواہ فکر کر رہی ہیں' ابھی کچھ دنوں میں' میں آ جاؤں گی تو پھر آپ کے ہاتھوں کے کھانے کھا کر وہ کمی خود بخود پوری ہو جائے گی۔۔ جی ہاں مجھے آ جانا تھا' بس اس پروجیکٹ نے روک لیا' بہت یاد کر رہی ہوں آپ کو ممی! میں جلدی آنا چاہتی ہوں' اسی ہفتے میں یہ تقریب نمٹ جائے گی تو میں آپ کے ساتھ ہوں گی' پھر ہم مل کر یورپ کا ٹور پلان کریں گے' آپ میں اور پاپا' ساتھ گھومنے پھرنے جائیں گے۔" وہ مستقبل کی منصوبہ بندی کر رہی تھی جس میں معارج تغلق دور دور تک اس کے ساتھ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ معارج تغلق کو جیسے اس کا قلق تھا' تبھی فون اس کے ہاتھ سے لے کر کال کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی انداز احتجاج بھرا تھا۔

"یہ کیا ہے؟ میں ممی سے بات کر رہی تھی' آپ کو لگتا ہے کہ ایسے مداخلت کرنا جائز ہے؟" وہ احتجاج کرتی ہوئی بولی تھی مگر معارج تغلق پر اس کا کوئی مطلق اثر نہیں ہوا تھا' فون ایک طرف رکھ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"بیوی ہو میری' اتنا حق تو ہے میرا کیا نہیں ہے؟"

"ایسی فضول کی باتیں سننے کے لیے وقت نہیں ہے میرے پاس۔ یہ فضول کی ڈرامہ بازی بند کرو۔" وہ اٹھ کر جانے لگی تو معارج تغلق نے کلائی تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا' نتیجتاً وہ اس پر آ گری۔ فاصلوں کو بڑھانے کے جتن کیے تھے تو دنت قربتوں کی کہانیاں لکھنے لگا تھا۔ ناک کے نتھنوں میں اس کی مخصوص خوشبو گھسی۔ جو اس کے اوسان خطا کرنے کے لیے کافی تھی۔ اسے حواس بحال کرنے میں کئی لمحے لگے اور اسے اس کی دھڑکنوں کی آواز بھرپور سنائی دی تھی' وہ اس کے انتہائی قریب تھی' اس کی گرم گرم سانسیں اس کے چہرے کو جھلسا رہی تھیں۔ اس لمحے اس سے نمٹنا جیسے انتہائی دشوار تھا' اس کا چہرہ تپنے لگا تھا' اس کی گرفت سے نکلنا چاہا تھا مگر معارج تغلق جیسے کوئی نئی کہانی آغاز کرنا چاہتا تھا تبھی اس کی خفگی کی پروا کیے بنا اس کے گرد اپنے بازو حمائل کر کے فرار کی ساری راہیں مسدود کر دی تھیں' وہ گھورنے لگی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ اس کا انداز اجنبیت سے بھرپور تھا مگر وہ مطلق پروا نہ کرتے ہوئے اس کے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو پیچھے ہٹاتے ہوئے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

"جلن ہوتی ہے تو اس کے لیے خاموشی سے جبر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم اس کے لیے احتجاج کرنے کا حق رکھتی ہو' جب تک اس رشتے میں بندھے ہیں تمہارے پاس یہ حق محفوظ ہے کہ تم کچھ بھی کہو تو میں نظر انداز نہ کر سکوں' سخت سست سناؤ بھی تو برداشت کر سکوں۔" وہ کان میں مدھم سرگوشیاں کر رہا تھا' وہ دل کو اپنے سنگ باندھنا جانتا تھا مگر انایا ملک اس کے کسی تیر کا نشانہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ وہ اس کھیل کو یہیں روک دینا چاہتی تھی مگر اس کی قربتوں سے جو دل کے اندر شور تھا اس سے نمٹنا اس کے لیے ناممکن ہو رہا تھا۔

"تمہیں گوارا نہیں کہ مجھے کسی کے ساتھ شیئر کرو؟" اس نے پھر سرگوشی کی۔

"برا لگتا ہے نا جب میں کسی اور کے قریب جاتا ہوں' اس دل میں طوفان بپا ہوتا ہے' قیامت اٹھتی ہے نا؟ اس کے معنی سمجھتی ہو یا پھر تم سب بھلا کر نظر انداز کر کے طفل مکتب بن جانا چاہتی ہو؟" اس کی گرم گرم سانسوں کی حدت اس کے چہرے کو جلا رہی تھی۔

"معارج تغلق پلیز......" وہ لجاجت سے بولی' وہ اس کی گرفت سے نکلنے کے جتن کرتی ہوئی اس کے بازوؤں میں مچل رہی تھی۔ وہ اس کے سامنے شکست خوردہ تھی اور اس بے بسی سے اپنے وجود کو اس کے رحم و کرم پر ڈال دیا تھا' اس کے شانے پر سر رکھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی تھی۔ معارج تغلق نے لب اس کے کانوں کے قریب رکھ کر مدھم سی سرگوشی کی تھی۔

”مجھے تمہارے آگے ہارنا عجیب نہیں لگے گا مگر تمہیں اس طرح جیتتا دیکھنا مجھے یہ پسپائی اچھی نہیں لگتی جب تم دوریاں بڑھانے لگتی ہو میں فاصلوں کو سمیٹنے کے جتن کرنے لگتا ہوں تو اس میں تمہاری غلطی ہے تم اس کے لیے اکسا رہی ہو مجھے۔“ اس کے لب اس کے بالوں پر ملتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے انائیہ ملک کے لیے یہ ایک مشکل گھڑی تھی۔ جان و دل میں قیامت تھی وہ اس کے لیے مشکلیں بڑھا رہا تھا' کیا چاہتا تھا وہ؟ معارج تغلق کے لب اس کی پیشانی پر مہر ثبت کر رہے تھے جب اس کی آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہہ نکلے تھے۔ معارج تغلق نے ان گرم گرم آنسوؤں کو بے قدر جانے نہیں دیا اور لبوں سے چننے لگا محبت کا انوکھا انداز تھا مگر انائیہ ملک اس پر خوش دکھائی نہیں دی تھی۔ آنکھیں کھول کر خفگی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

”کیا چاہتے ہو تم معارج تغلق! کیا چاہیے؟“ انداز جارحانہ تھا وہ بغور تکنے لگا تھا۔

”تم......“ جواب مختصر تھا اس کی نظروں کی تپش اس کی اندرونی کیفیات کا پتا دیتی تھی مگر انائیہ ملک اسے کوئی رعایت دینا نہیں چاہتی تھی۔

”میں کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی آپ سے' بہت بُرے ہیں آپ اور......“ وہ روانی سے بول رہی تھی جب معارج تغلق نے اس کے لبوں پر انگلی رکھی اور چہرہ قریب کرتے ہوئے بولا۔

”میں کوئی وضاحت دینا نہیں چاہتا مگر تمہیں دور جانے بھی نہیں دینا چاہتا۔ تم مجھے کسی سے بھی روابط بڑھاتے ہوئے قبول کر سکتی ہو یا نہیں مگر میرے لیے تم سے جڑے رہنا جیسے ناگریز ہے۔ میں چاہتا ہوں تم میرے ساتھ رہو انائیہ ملک! چاہے اس میں خواہشوں کا دخل ہو یا نہ ہو میرے ساتھ رہو۔“ ان نظروں میں کسی خواہش کا ڈیرا تھا یا کیا تھا وہ جان نہیں پائی تھی' معارج تغلق ان لمحوں کو خاموشی سے گزر جانے نہیں دینا چاہتا تھا' تبھی اس کے چہرے کو اٹھایا اور توجہ اپنی طرف مبذول کی تھی۔ خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھا' ان آنکھوں کو اپنے ساتھ باندھا تھا پھر اس کے کان کے قریب لب کر کے سرگوشی کی۔

”میں تمہیں چاہتا ہوں' کل کی حقیقت کیا ہے' میں نہیں جانتا مگر ان لمحوں کی گزارش میں نظر انداز نہیں کرنا چاہتا۔ تمہارے وجود کی سچائیوں کے ساتھ اگر تم مجھے ایسا کرنے سے روکنا چاہتی ہو تو مجھے اس سے بھرپور عداوت ہوگی انائیہ ملک۔“ وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ انائیہ ملک کی جان قیامتوں کے زیر آ گئی تھی' وہ یک ٹک خاموشی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

❁......☆......❁

عدن بیگ ریسٹورنٹ پہنچا تھا تو یلماز کمال اس کا منتظر تھا' وہ وقت کا پابند تھا یا پھر اسے اپنے فائدے کے لیے ایسا کرنا مقصود تھا' عدن اسے رسمی انداز میں ملا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

”ہم دونوں میں کامن یہ ہے کہ ہم ایک لڑکی کو چاہتے ہیں عدن بیگ! مگر اس سے بھی اہم بات ہے جو کہ تمہارے لیے سمجھنا از حد ضروری ہے کہ وہ میرے ساتھ اپنا پاسٹ رکھتی ہے اور اب بھی وہ مجھ سے کہیں نہ کہیں جڑی ہوئی ہے۔ میں اس سے بے حساب محبت کرتا ہوں اور مجھے اس کا دل اپنے لیے دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے' اس کی دھڑکنوں کو میرے لیے دھڑکنے کی عادت ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیں فیور دو' وہ لڑکی ایسی ہے کہ خاموشیوں میں دفن ہو جائے گی مگر اپنے دل کی بات نہیں کہے گی۔ اگرچہ تم اس کے شوہر ہو مگر یہ تعلق وہ اپنی مرضی سے نہیں باندھ رہی۔ وہ مروتاً ایسا کر رہی ہے تمہیں اسے سمجھنے کی ضرورت ہے' وہ اپنی خوشی پر دوسروں کو ترجیح دیتی آئی ہے' مجھے اسے نقصان پہنچا کر اپنی غلطی کا شدید ترین احساس ہوا۔ اس کی عزت میری نظروں میں اور بھی بڑھ گئی' بہت شدید محبت کرتا ہوں اس سے۔ اس کے ساتھ

زندگی گزارنا اور تمام باتوں کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں اور یہ تبھی ممکن ہے جب مجھے موقع ملے شاید میں دنیا کا واحد شخص ہوں گا جو کسی لڑکی کے شوہر کے سامنے بیٹھ کر اس کی بیوی سے محبت کا اظہار کر رہا ہے' مگر محبت کی کہانیاں بھی اتنی ہی عجیب ہوتی ہیں یہ سچ ہے۔ میں پارسا چوہدری کے بنا زندگی گزارنے کا تصور نہیں کر سکتا' میں چاہتا ہوں تم اس سے اپنا ہر تعلق ختم کر لو تاکہ میں اس کے ساتھ اپنی زندگی کا آغاز کر سکوں۔ تم سمجھ دار شخص ہو' شاید تمہیں اس وقت بہت غصہ آ رہا ہو کہ میں یہ تمہارے سامنے کہہ رہا ہوں مگر یہ میری زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہے اور میں اسی سچائی کے ساتھ اپنی اگلی زندگی میں قدم رکھنا چاہتا ہوں' تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟“ یلماز کمال نے انتہائی حد تک اسے قائل کرنا چاہا تھا' عدن بیگ اسے بہت سکون سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے اس کی اندرونی کیفیت کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ وہ شخص پُرسکون سمندر جیسا تھا جس کی بیرونی پرتوں سے کسی ہلچل کا پتا تک نہ چلتا تھا۔ یلماز کمال کو جانے کیوں اس کی خاموشی بہت عجیب لگی تھی' اسے لگا تھا وہ اس کا قائل نہیں ہوا ہو' تبھی بولا تھا۔

”تم اپنی زندگی اس لڑکی کے ساتھ گزارنا نہیں چاہتے ہو گے جو اچھا پاسٹ نہیں رکھتی؟ تم شاید یہ بات کبھی بھول نہیں پاؤ گے کہ اس کے تعلقات میرے ساتھ تھے' تب جب وہ 16 برس کی تھی' لڑکی اپنی پہلی محبت کبھی نہیں بھولتی اور میں نے تو اسے محبت کا ایک انجانا احساس دیا تھا' میں نے اسے نئے زاویوں سے روشناس کرایا...... آہ......!“ اس کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ عدن بیگ نے بھرپور پنچ اس کے منہ پر دے مارا۔ وہ سنبھل نہیں پایا تھا اور کرسی سے نیچے جا گرا تھا' عدن بہت سکون کے ساتھ اٹھا اور وہاں سے نکل گیا۔ ریسٹورنٹ میں موجود لوگ حیرت سے یلماز کو نیچے پڑا ہوا دیکھ رہے تھے اور یلماز کمال کو تو سوچنے سمجھنے کا کوئی موقع بھی نہیں ملا تھا' اس کی آنکھوں کے سامنے تو تارے ناچ رہے تھے' پل میں یہ کیا ہوا تھا' وہ حیران تھا۔

❁......☆......❁

صبح کی روشنی چھن کر کھڑکی سے آ رہی تھی' جہانگیر ملک نے پردے ایک طرف کھینچ دیئے تھے۔ زائرہ ملک نے دھوپ سے بچنے کے لیے آنکھوں پر ہاتھ رکھا' کچھ لمحوں تک یونہی لیٹی رہی پھر آہستگی سے آنکھیں کھول کر جہانگیر ملک کو دیکھا' اس نے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھایا' وہ مروتاً مسکرا دی تھی۔

”آپ نے زحمت کی' مجھے بتا دیا ہوتا۔ میں کافی بنا دیتی رات کیس پر کام کر رہی تھی دیر سے سوئی تھی' اس لیے دیر سے اٹھی۔“ وہ شرمندہ ہوئی تو وہ مسکرا دیا تھا۔

”تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے' اپنی وائف کے لیے مورننگ کافی بنانے میں مجھے کوئی قباحت نہیں ہے' تم اسے وائف بنی فٹ سمجھ کر قبول کر سکتی ہو۔“ وہ مسکرایا تھا۔

”تمہیں اس طرح محسوس کیوں ہو رہا ہے کہ ہم دو اجنبی ہیں اور میں نے کسی نامحرم خاتون کو کافی بنا کر دی ہے یا پھر میں نے تمہارے کمرے میں آ کر کوئی غلطی کی ہے؟“ وہ صاف گوئی سے بولا تو وہ شرمندہ ہوئی اور فوراً سر نفی میں ہلایا تھا۔

”نہیں...... ایسا نہیں ہے' آپ میرے کمرے میں کسی بھی وقت آ سکتے ہیں' میں تو......“ وہ کچھ زیادہ نہیں بول سکی تھی' انداز میں ایک گریز اور اجنبیت تھی' دونوں نے جو باب رقم کیے تھے وہ کچھ پل کی قربتوں سے قوی تھے' زائرہ ملک جانتی تھیں اگر جہانگیر ملک اپنی طرف سے کوشش کر رہا تھا تو اب ان کی بھی ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ بھی اپنا ہاتھ بڑھاتیں اور اس ہاتھ کو مکمل کر دیتیں۔ مگر وہ ایسا نہیں کر پا رہی تھیں اور شاید ایسا اس لیے ہی تھا کہ وہ معاف تو کر پائی تھیں مگر فراموش نہیں کر سکی تھیں' جہانگیر نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا اور پوچھا۔

”تم مجھے معاف نہیں کر پارہی ہوناں زائرہ ملک؟“

”ایسا نہیں ہے۔“ وہ سر نفی میں ہلاتی بولی تھیں۔

”ایسا ہی ہے زائرہ! اور میں جانتا ہوں یہ اتنا آسان ہے بھی نہیں‘ قدرتی بات ہے تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو میرے لیے بھی یہ سب اتنا ہی مشکل ہوتا مگر مجھے خوشی ہوتی ہے کہ تم میرے نام سے جڑی ہوئی ہو اور اتنے عرصے تم نے خود کو میرے نام سے وقف رکھا شاید کوئی مرد وفاداری میں کسی عورت سے نہیں جیت سکتا۔ مگر میں تم پر کوئی پریشر ڈالنا نہیں چاہتا‘ تم ہر معاملے میں آزاد ہو اگر تم چاہتی ہو کہ تم میرے ساتھ بسر کرو تو میں اس کے لیے تیار ہوں اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ کہیں کوئی گنجائش نہیں نکلتی ہے تو میں واپس لوٹ جانے کے لیے تیار ہوں مگر میں ہر معاملے میں تمہاری خوشی چاہتا ہوں‘ تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔“ وہ کھلے دل سے کہہ رہا تھا۔ زائرہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر دبوچا تھا۔ وہ اتنے عرصے تک تنہا رہی تھیں مگر مزید تنہا رہنا نہیں چاہتی تھیں تبھی بہت آہستگی سے جہانگیر ملک کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

”میں نہیں جانتی مرد وہ کیوں نہیں کر سکتا جو ایک عورت کر سکتی ہے۔ مگر میں اپنے اندر اتنی گنجائش محسوس کرتی ہوں کہ میں کسی کو بھی معاف کر سکتی ہوں اور فراموش بھی کر سکتی ہوں۔ اگرچہ میرے لیے یہ اتنا آسان نہیں تھا مگر میں نے ایسا کیا۔ کیونکہ میں نے جو زندگی سے تجربہ حاصل کیا ہے وہ مجھے سکھاتا ہے کہ ایک مرد کے بنا گھر بہت مشکل سے چلتا ہے اور ایک بیٹی کے لیے باپ کا سہارا کتنا ضروری ہوتا ہے۔ میں کوئی خود غرضی کر کے اس گھر کو پھر سے نہیں ادھورا کر سکتی۔ تم لوٹ آئے ہو تو میں تمہیں واپس جانے دینا نہیں چاہتی اور یہ فیصلہ میں پورے دل سے لے رہی ہوں۔“ اس نے یہ کہہ کر جہانگیر ملک کے شانے پر سر رکھا اور ایک اطمینان کی گہری سانس خارج کی۔ جہانگیر ملک نے اس کے گرد اپنے بازو پھیلا دیے اور اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔

”اب میں تمہارے اعتبار کو ٹوٹنے نہیں دوں گا زائرہ‘ میں اس ہر پل کا ازالہ کروں گا جو میں نے تم سب سے دور رہ کر گزارا۔ میں اپنی فیملی کو وہ سب سکھ دوں گا جو میں نہیں دے پایا۔ اب جو سفر باقی بچا ہے اس سفر میں ہمیشہ تمہارا ہم سفر رہنا چاہتا ہوں اور مجھے معلوم ہے تم ہمیشہ میرا ساتھ دو گی زائرہ۔“ جہانگیر ملک کے لہجے میں ایک یقین بول رہا تھا اور یہ یقین ان کی باقی زندگی کے لیے کافی تھا۔ زائرہ ملک اپنے اندر ایک سکون محسوس کر رہی تھیں یہ سکون اس سے قبل محسوس نہیں کیا تھا۔ جیسے وہ ایک عرصے کی مسافت کے بعد کسی شجر سایہ دار کے نیچے آن کھڑی ہوئی ہوں۔

❀......☆......❀

”کیا ہوا؟“ پارسا چوہدری اسے دیکھتے ہی اس کے قریب دوڑی چلی آئی۔ عدن بیگ نے اسے دیکھا۔ پارسا کو اس کے چہرے پر پراسراری کیفیت دکھائی دی تھی وہ شاید غصے میں تھا۔ وہ جانتی تھی کیا ہوا ہوگا اور یلماز کمال نے کیا کہا ہوگا۔

”تم بول کیوں نہیں رہے‘ کیا ہوا؟ کیا میرے لیے کوئی فیصلہ ہو گیا ہے؟ کس کے ساتھ رکھا جائے گا مجھے تمہارے ساتھ یا تم یلماز کمال کو سونپنے کو تیار ہو؟“ وہ اسے بولنے پر اکساتی ہوئی بولی۔ اس کا انداز خفگی سے بھرپور تھا۔ عدن بیگ نے اسے سلگتی نظروں سے دیکھا پھر شانوں سے تھام کر اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”کیا تم خاموش نہیں رہ سکتے؟ مجھے تم سے ابھی کوئی بات نہیں کرنی۔“ اس سے قبل عدن بیگ نے اس سے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔ اس کے انداز پر وہ حیران تھی۔ ایسا کیا کہا ہوگا یلماز نے وہ جانتی تھی۔ تبھی خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی تھی بولی کچھ نہیں۔ عدن بیگ نے اس کے چہرے کو دیکھا‘ اس پر ترس آیا تھا۔ جو بھی تھا اس میں اس کی غلطی نہیں تھی۔ اس کا کوئی قصور نہیں تھا یا پھر قصور تھا بھی تو وہ اسے کیا سزا دیتا؟

”آئی ایم سوری‘ میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوں پارسا اور یہ عزت میں ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ میں بہت ڈسٹرب ہوں۔ بہتر ہوگا ہم بعد میں بات کریں۔“ کہتے ہی وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ پارسا چوہدری اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

❀......☆......❀

کبھی کبھی رشتوں کی نوعیت سمجھ نہیں آتی۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ رشتہ کس نہج پر ہے مگر اسے لگا کہ اسے اس لمحے وہ داری نبھانا چاہیے جب کسی کو اس کی ضرورت ہے۔ سارا کچھ ختم ہو جاتا ہے تو اس سے قبل کچھ پل کی رفاقت سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ خود کو روک نہیں پارہی تھی یا یہ واقعی کوئی ہمدردی تھی۔ اناہیتا بیگ پھولوں کا بکے لے کر اس کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔ اس کے دستک دینے سے قبل دروازہ کھل گیا تھا۔ مسز سوری باہر آئی تھیں۔

”انا بیٹا تم کب آئیں؟“ اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

”بس ابھی آنٹی‘ دامیان کی طبیعت اب کیسی ہے؟“ وہ مروتاً مسکرائی تھی۔

”پہلے سے بہتر ہے تم اندر جا کر اس سے مل سکتی ہو۔ میں تمہارے لیے کافی بنا کر بھیجتی ہوں۔“ آنٹی اس کا چہرہ تھپتھپا کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔ وہ ہمت کر کے کمرے کے اندر داخل ہوئی۔ دامیان سوری اسے دیکھ کر مسکرایا۔

”کیسی طبیعت ہے اب؟ تم نے میڈیسن لیں؟“ وہ بکے اسے تھماتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

”تم جانتی ہو مجھے کس میڈیسن کی ضرورت ہے اناہیتا بیگ۔“ وہ جتاتے ہوئے بولا۔ وہ اس کی بات کو مکمل اگنور کرتی ہوئی اس کے لیے سوپ نکالنے لگی تھی۔ ایسا کرتی ہوئی وہ بہت ذمہ دار لگ رہی تھی۔ وہ اسے بھرپور توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سوپ لے کر اس کی طرف مڑی اور اسے اپنی طرف پوری توجہ سے دیکھتا پا کر وہیں رک گئی تھی۔

”کیا ہوا؟“ اناہیتا بیگ نے پوچھا۔ اس نے بے فکری سے شانے اچکا دیے تھے۔ اناہیتا نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی کو چھوا۔ دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

اس نے جلتی ہوئی پیشانی پر جب ہاتھ رکھا
روح تک پھیل گئی تاثیر مسیحائی کی

اناہیتا شناسائی بھلا کر اجنبی ہونے لگی تھی۔ اس کی سمت سے نظریں چرالی تھیں۔ دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے سامنے بٹھایا تھا۔

”یہ کرامات کس لیے اگر جانے کی ٹھان لی ہے تو؟ تم چاہتی ہو میں تمہیں تمہارے جانے کے بعد اتنا مس کروں کہ تمہارے پیچھے پیچھے چلا آؤں۔ یہ خود سے ہمیشہ باندھ کر کیوں رکھنا چاہتی ہو؟ تمہیں اچھا لگتا ہے تمہارا بیمار بنا رہوں اور کسی اور طرف دیکھوں بھی نہ؟ تمہیں خوشی ملتی ہے اس سے؟“ وہ بغور تکتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اناہیتا بیگ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے سوپ پلانے لگی تھی۔ دامیان سوری کو وہ عرصے بعد بہت اپنی لگی تھی۔ اس کا وہ انداز‘ وہ اپنائیت جو ان کے رشتے کا حصہ تھی جو عرصے سے مسنگ تھی وہ اس اپنائیت کو آج محسوس کر رہا تھا۔

”تم کھانے سے زیادہ دھیان مجھ پر کیوں دے رہے ہو؟“ وہ گھورتی ہوئی بولی۔

”کیونکہ تم بہت چونکا دینے والی لگ رہی ہو‘ اس بورنگ سوپ سے زیادہ انٹرسٹنگ۔“ وہ مسکرایا۔ ”ویسے بہت عرصے بعد لگا کہ میں اس اناہیتا بیگ سے ملا ہوں جسے میں جانتا ہوں۔ میں نے اس اناہیتا بیگ کو جیسے کھو دیا تھا۔ میں نے وقت کی نبضوں پر ہاتھ رکھ کر ایک ایک لمحے میں تمہیں ڈھونڈا تھا۔ مگر مجھے لگا تھا میری تلاش ادھوری رہے گی اور یہ سفر رائیگاں جائے گا مگر تم نے مجھے غلط ثابت کر دیا۔ جانے کیوں لگا ہے کہ میں نے تمہیں واپس پا لیا ہے۔“ وہ اس کی سمت متواتر دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

”تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے؟ کل جب چلی جاؤں گی تو تمہیں اس کا پچھتاوا ہوگا پھر یہ سوچتے رہنے سے کیا حاصل ہوگا کہ سب واپس مل گیا ہے؟“ وہ جتاتے ہوئے بولی۔

”تمہیں لگتا ہے مجھے یہ سوچنا نہیں چاہیے کہ وقت واپس لوٹ سکتا ہے تم مجھے خوش فہم ہوتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتیں یا پھر مجھے خواب دیکھنے سے روکنا چاہتی ہو؟“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”تم خواب دیکھنے سے باز نہیں آؤ گے؟“ وہ عرصہ بعد دوستانہ انداز میں مسکرائی تھی۔

”اگر کل خوابوں کی حقیقت کچھ نہ رہی تو الزام مجھے مت دینا۔ میں تمہارے خوابوں کی گٹھڑیاں بنا کر اپنے ساتھ سامان میں بند کر کے لندن لے جاؤں گی اور روز تمہارے لیے ایک خواب نکال کر کاغذ کی کشتی بنا کر دریا کنارے بہادیا کروں گی۔ تمہیں جنون ہے نا خوابوں کو ہم سفر کرنے کا؟ تو وہ خواب تمہاری طرف کا سفر کیا کریں گے تمہیں بس یہ کرنا ہے کہ ان خوابوں کو اپنے خوابوں سے جوڑنا ہے۔ جب وہ خوابوں کی کشتیاں تم تک آئیں تو ان خوابوں کو سنبھال کر رکھ لینا۔ تاکہ وہ روشنی ہمیشہ زندہ رہے جو ان خوابوں سے پھوٹتی ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ دامیان سوری نے ہاتھ اس کے لبوں پر رکھ دیا تھا۔ وہ اسے حیرت سے تکنے لگی۔ تبھی وہ بولا تھا۔

”وہ روشنی ان خوابوں سے نہیں پھوٹتی اناہیتا بیگ تمہاری آنکھوں سے پھوٹتی ہے۔ اس روشنی کی کہانی کا سلسلہ تم سے شروع ہوتا ہے۔ میں ان خوابوں کو کبھی بکھرنے دینا نہیں چاہتا جو خواب تم سے سفر کر کے مجھ تک آتے ہیں میں ان خوابوں کا سلسلہ تمہاری آنکھوں سے اپنی آنکھوں تک جوڑنا چاہتا ہوں۔ مگر جانے کیوں ہر بار سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کوئی ربط نہیں رہ پاتا۔ شاید جب تم وہ گٹھڑیاں کاغذ کی کشتیوں پر اتارتی ہو تو میرے نام کے رقعے لکھ کر ان کشتیوں میں رکھنا بھول جاتی ہو۔ وہاں رسم ہے نا اگر پتا لکھا نا جائے تو پارسل واپس بھیجنے والے کو پہنچ جاتا ہے تو ہوتا وہی ہے کہ جو خواب چوری چوری تم مجھ تک بھیجنا چاہتی ہو وہ واپس تمہی تک لوٹ جاتے ہیں۔ تم ہر بار ایک ہی غلطی کرتی ہو اور شاید کبھی خواب راستا بھول جاتے ہیں اگر ایک بار بھی صحیح پتا درج کیا ہوتا تو رابطہ ٹوٹتا نہیں میں ہر بار فاصلوں کو طویل پاتا ہوں اور راستے بھٹک جاتا ہوں تو اس میں کچھ غلطی تمہاری بھی ہے۔“ وہ اس کا ہاتھ لبوں پر سے ہٹا کر نگاہ پھیر گئی تھی وہ مذاق کر رہی تھی اور اس کا مذاق اس کو مشکل میں ڈال گیا تھا۔ دامیان سوری کسی بات کا سرا ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتا تھا وہ مشکلوں میں گھر گئی تھی۔ تبھی بات بدلتے ہوئے بولی تھی۔

”میں چلی جاؤں گی تو تمہارے دوستوں میں ایک کی کمی اور واقع ہو جائے گی تم ایکسل کا دماغ کھاتے رہنا اور......!“

”تم چاہتی ہو میں تمہیں مس کروں؟“ وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ اناہیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا اور شانے اچکا دیے تھے۔

”میں نہیں جانتی مگر اٹس اپ ٹو یو اگر تمہیں لگتا ہے کہ......!“ اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی دامیان سوری جانے کیوں مسکرا دیا۔

”تمہیں ڈر کس بات کا ہے؟“

”مجھے کوئی ڈر نہیں میں ڈر کے بنا جینے کی قائل ہوں۔“ وہ روانی سے بولی۔

”اور وہ ڈر جو میں تمہاری آنکھوں میں دیکھ رہا ہوں۔“ وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

”ایسا کچھ نہیں ہے اور ہے تو یہ تمہارا وہم ہے۔“ وہ اسے جھٹلا رہی تھی۔

”تم مجھے ہرانا چاہتی ہو بس یہی؟“ وہ نقطے پر پہنچا تھا۔

”میں کسی مقابلے میں شریک نہیں ہوں سو ہار جیت کی بات کرنا فضول ہے۔“ وہ منکر تھی۔

”تو یہ تمہاری انا ہے؟ اس کی بھی کوئی حقیقت ہے؟“ وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

”میری انا؟ تم نے کیوں قیاس کیا کہ کہیں ایسا کچھ ہے؟“ وہ ماننے کو تیار نہ تھی۔

”مان لو کہ تم ہار ماننا نہیں چاہتی ہو اناہیتا بیگ۔“ وہ بضد تھا۔

”میں ہی کیا کوئی بھی ہار ماننا نہیں چاہتا۔ دامیان سوری تم بھی تو نہیں ہار سکتے نا؟“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”میں ہار سکتا ہوں اگر مجھے یقین ہو کہ اس ہار سے تمہیں جو جیت ملے گی اس میں میری جیت ہوگی۔“ وہ برجستگی سے بولا تو وہ ساکت رہ گئی تھی۔

”یہ کیا کھیل کھیل رہے ہیں ہم؟ بچے ہیں کوئی؟“ وہ خدشات اٹھاتی ہوئی بولی تھی۔

”طفل مکتب تم ہو اناہیتا بیگ ایسی بچکانہ باتیں تمہاری طرف سے آغاز ہوئی ہیں۔“ وہ سارا الزام اس کے سر ڈال رہا تھا۔ وہ زچ ہو کر رہ گئی تھی۔

”دامیان سوری، ہم فضول کی باتیں کر رہے ہیں۔ جن کا کوئی مقصد نہیں نکلتا۔“ وہ اپنے اندر کے شور کو دباتے ہوئے بولی تھی۔

”کبھی کبھی معنی خیز باتیں کرنا سود مند ہوتا ہے اناہیتا بیگ، بہت سے سرے ہاتھ آ جاتے ہیں۔“ وہ مسکرایا تھا۔

”تم ٹھیک نہیں ہو، تمہیں ریسٹ کرنا چاہیے۔ میں چلتی ہوں۔“ وہ اٹھنے لگی تھی۔ دامیان سوری نے اسے ہاتھ تھام کر بٹھا لیا۔ وہ بے بسی سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

”دامیان میں کوئی گلہ ساتھ لے کر جانا نہیں چاہتی۔ مجھے لگتا ہے سب باتوں کو بھلا دینا مناسب ہے۔ ہم واقعی کافی بچکانہ حرکتیں کر چکے ہیں اور اب ہمارے لیے نئے دور میں دانش مندی کے ساتھ داخل ہو جانا ہی مناسب ہے۔“ وہ اپنے طور پر حفاظتی بند باندھ رہی تھی۔ دامیان سوری اس کی آنکھوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

”دیکھ رہا ہوں اناہیتا بیگ تمہاری آنکھیں وہ کیوں نہیں کہتیں جو تم کہتی ہو اور تم وہ کیوں نہیں کہتیں جو تمہاری آنکھیں کہتی ہیں۔ یہ تضاد کیوں ہے؟“ دامیان سوری نے کہا تو اناہیتا کو اپنی جان قیامتوں کے زیر آتی محسوس ہوئی تھی۔ اس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ اسے چپ چاپ دیکھتی رہی تھی۔ نظریں نظروں سے کیا کہہ رہی تھیں۔ وہ گھبرا کر نگاہ پھیر گئی تھی۔

❀......☆......❀

ساری رات وہ سو نہیں پائی تھی۔ صبح اٹھی تو سب سے پہلے اس کے کمرے کی راہ لی وہ کمبل تانے آرام سے سو رہا تھا۔ پارسا نے اس کے اوپر سے کمبل کھینچ دیا۔

”تم اتنے آرام سے کیسے سو سکتے ہو جب کہ میں نے ساری رات آنکھوں میں گزاری ہو۔“ وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ مگر دوسرے ہی لمحے آنکھیں دوبارہ موند لیں تھیں انداز پرسکون تھا رات والی کوئی ہلچل نہیں تھی۔

”عدن بیگ دیٹس ناٹ فیئر، تم میری زندگی کا فیصلہ کر چکے ہو اور مجھے تم سے پوچھنا ہے کہ کون ہوتے ہو تم میری زندگی کا فیصلہ تن تنہا کرنے والے۔ میں اتنی ارزاں ہوں کیا کہ کوئی بھی منہ اٹھائے اور میری زندگی کا کچھ بھی کر ڈالے۔“ وہ غصے میں تھی مگر وہ اطمینان سے بولا۔

"پارسا سونے دونا میں تھکا ہوا ہوں، تم بھی سو جاؤ۔" وہ آنکھیں موندے موندے بولا تھا۔ وہ گھورنے لگی۔ پھر سائیڈ ٹیبل سے پانی کا جگ اٹھایا اور اس پر انڈیل دیا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھتا ہی رہا۔ پھر اسے کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ بنا اس کی پروا کیے کہ وہ اس وقت اس کے گھر میں ہے۔ پارسا اس پر آن گری تھی۔ اس اچانک حملے کی امید نہیں تھی وہ حواس باختہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ جب وہ بولا۔

"مسز پارسا بیگ تم اس وقت اپنے شوہر کے سینے پر چاروں شانے چت ہو اور حد تو یہ کہ اسے یک ٹک گھورے جا رہی ہو اور کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا کہ ذرا سا انتظار بھی نہیں ہوتا؟ چلو اس کا ایک فائدہ تو ہوگا کہ وہ کچھ جلدی اقدامات کرنے کی ٹھانیں گے۔" وہ کان میں مدہم سی سرگوشی کرتے ہوئے بولا تو اس کی سانسیں اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔ وہ اس کے بازوؤں کے حصار میں تھی۔ احساس ہوا تھا تو چہرہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑ گیا۔ یہ پہلی بار تھا عدن بیگ نے اسے اختیاری طور پر اپنے حصار میں لیا تھا۔ ورنہ جب سے رشتہ بندھا تھا وہ اس سے کھنچا کھنچا سا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" وہ اس کے دل کے شور سے گھبرا کر بولی اور اس کے حصار سے نکلنا چاہا تھا مگر وہ مائل ہو کر نہیں دیا تھا۔

"تم جاننا چاہتی ہو نا میں نے کیا فیصلہ لیا؟"

"ہاں مگر اس طرح...... آپ چھوڑیں مجھے...... کسی نے دیکھ لیا تو......!" وہ شرمندہ ہوئی۔

"دیکھ لے تو دیکھ لے ایک جائز رشتہ ہے منکوحہ ہو میری اتنی قربت کا تو حق دار ہوں یوں بھی جب سے نکاح ہوا ہے ایک بار بھی قریب سے نہیں دیکھا۔ اگر اب یہ لمحے میسر آ گئے ہیں تو انہیں گنوانا کہاں کی دانشمندی ہوگی؟" وہ بغور اس کے چہرے کو تکتے ہوئے بولا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ وہ کیا کہہ رہا تھا کانوں میں اپنی اور اس کی دھڑکنوں کا شور تھا اس کے قرب سے اس کا وجود جل رہا تھا۔ صبح ہی صبح اس نے خود کو مشکل میں ڈال لیا تھا۔

"تمہیں شب بھر نیند نہیں آئی مجھے اتنا مس کیا؟" وہ اس کے چہرے پر آئی لٹ سے کھیلتے ہوئے اسے چھیڑ رہا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ میں آپ سے یلماز کمال کی بات کرنے آئی......!"

"شش۔" عدن بیگ نے چہرہ اس کے قریب کر کے اسے خاموش کر دیا۔ وہ ان نوازشوں پر حواس باختہ سی تھی۔ وہ اسے بولنے نہیں دے رہا تھا۔ وہ بہت کچھ جاننے آئی تھی اور اب خود مشکلوں میں گھری ہوئی تھی۔

"عدن...... پلیز......!" اس نے لجاجت سے کہا تھا۔ "کچھ نہیں جاننا مجھے چھوڑیں۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ اس کی سمت دیکھ نہیں پا رہی تھی۔ وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔ پھر اس کی پیشانی کو بہت آہستگی سے چھوتے ہوئے بولا۔

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں تم سے دستبردار ہو سکتا ہوں۔ ایسا سوچا بھی کیسے تم نے؟ تمہیں لگا کہ میں ایسا ہوں جو اپنی بیوی کو پلیٹ میں سجا کر کسی اور کو سونپ دوں گا۔ تم نے اپنی جان کسی اور کو سونپتے دیکھا ہے؟ تم میری جان ہو پارسا بیگ تمہیں کسی اور کے حوالے کیسے کر سکتا ہوں؟" وہ اسے توجہ سے دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ پھر اطمینان سے ایک گہری سانس خارج کی۔

"تم مجھے کھو نہیں سکتیں نا پارسا۔ اتنی محبت ہے تو پھر اتنا یقین کیوں نہیں تھا کہ میں تمہارے معاملے میں اس قدر بے حس نہیں رہ سکتا؟ تمہیں لگتا ہے کہ مجھے کوئی کچھ بھی کہے گا تو میں اس پر کان دھر دوں گا؟ میں تمہیں تم سے زیادہ جانتا ہوں پارسا بیگ اور اگر یلماز سے ملنے کی بات تھی تو میں صرف اس سے مل کر دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے اور اس نے جو کہا اس کا جواب بھی اسے مل گیا۔" وہ سکون سے بتا رہا تھا۔ پارسا بیگ نے ایک گہری سانس لے کر اس کے

پہلی بار "خود سپردگی" کا احساس بہت بھلا لگا تھا۔ وہ اس کے لیے تھا۔ اس کے وجود کا حصہ تھی اور وہ اس کے لیے ڈٹ کر کھڑا تھا۔ اسے یہ بات بہت اطمینان دے رہی تھی۔

"تم خوش ہو نا؟" وہ اس کے سر پر اپنے لب رکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ وہ مسکرا دی۔

"ہوں، مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا۔ مجھے لگا تم اس کی مانو گے اور مجھے گنوا دو گے۔"

"میں تمہیں کیسے گنوا سکتا ہوں تم میری زندگی ہو پارسا؟" وہ اس کے قریب تھی اس کی دھڑکنوں کو اپنے لیے دھڑکتا ہوا سن رہی تھی۔ اس سے زیادہ خوش کن احساس کیا ہو سکتا تھا۔ وہ پہلی بار ایک اطمینان اپنے دل میں محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے فضول میں تنگ کیوں کرتے رہے اگر یہی فیصلہ کرنا تھا تو میرا اتنا خون کیوں جلایا۔" وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔

"اگر تمہیں سب بتا دیتا تو آج یہ قربت کیسے میسر آتی تم شب بھر جاگ کر مجھے کیسے سوچتیں؟ اور صبح اٹھ کر خود میرے بازوؤں میں کیسے چلی آتیں؟" وہ چھیڑ رہا تھا وہ خجل سی ہو گئی تھی۔ تبھی عدن بیگ کی سمت دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا آپ ایسی شرارت کرنے والے ہیں تو میں آپ کے کمرے کا رخ بھی نہیں کرتی۔" اس کی پلکوں کی لرزش سے اس کی اندرونی کیفیات کا پتا چل رہا تھا۔ عدن بیگ اس کے چہرے پر رنگوں کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"تم اتنی پریشان ہو رہی تھیں اگر اپنی محبت کا ثبوت نہ دیتا تو تمہیں سکون کہاں آنا تھا۔ اگر یہ شرارت ہے تو اس پر اکسایا کس نے؟" وہ چھیڑ رہا تھا۔ وہ لب بھینچ کر مسکرائی تھی۔ پھر اس کے بازوؤں سے نکلنا چاہا تھا۔

"اوہوں۔ ابھی دل نہیں کر رہا کچھ دیر اور پاس رہو نا۔" وہ نظروں میں شرارت لیے بولا تو وہ خجل سی ہو گئی تھی۔

"عدن میں تمہارے بنا جینے کا تصور نہیں کر سکتی۔"

"آئی نو، آئی لو یو میں تمہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑوں گا ہمیشہ تمہارا خیال رکھوں گا مگر ایک شرط ہوگی۔"

"کس شرط پر؟" وہ چونکی۔

"تمہیں مجھے یونہی چاہتے رہنا ہوگا اور ہر صبح اسی طرح جگانا ہوگا۔" وہ مسکرایا۔ وہ خجل سی مسکرا دی تو اس کے گرد عدن بیگ نے اپنے بازوؤں کا گھیرا تنگ کر دیا تھا اور اس نے اس پر اطمینان کی سانس لے کر اس کے سینے پر سر دھر دیا تھا۔

❀......☆......❀
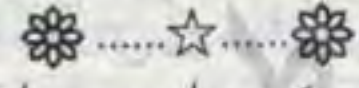
مسز ایلکس کی شادی کی تقریبات کے لیے وہ ایک ڈریس اپنے لیے نکال کر گئی تھی۔ مگر جب شاور لے کر نکلی تو اس ڈریس کی جگہ ایک بہت قیمتی ریڈ گاؤن پڑا دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس نے بنا اسے چھوئے دوبارہ اس ڈریس کو اٹھایا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ تب ہی اس کی کلائی معارج تغلق کے ہاتھ میں آئی تو اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"تم یہ ریڈ گاؤن پہنو گی۔" وہ تحکم بھرے انداز میں بولا تھا۔

"کیونکہ میں ایک ایونٹ آرگنائزر ہوں۔ یہ ریڈ انتہائی قیمتی گاؤن کیونکر پہنوں، ایسا قیمتی گاؤن تو اس شام کی برائیڈل نے بھی پہنا نہیں ہوگا۔" وہ پروفیشنل انداز میں بولی تھی۔

"تم اس شادی میں میری بیوی کی حیثیت سے جا رہی ہو نا ئیا ملک سو تمہیں یہی گاؤن پہننا ہوگا۔ تم ایک ایونٹ آرگنائزر بعد میں ہو پہلے میری وائف ہو اور میرے خاندان کی عزت کا خیال کرنا تم پر فرض ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تو اس نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ تبھی وہ اس کا چہرہ ملائمت سے چھوتے ہوئے بولا۔

"میں چاہتا ہوں میری وائف آج کی اس تقریب میں سب سے زیادہ نمایاں دکھائی دے۔ سو اس کے لیے اس شہر کی سب سے بڑی میک اپ آرٹسٹ کو ہائر کیا ہے ان کے ساتھ یہاں کے مشہور ہیئر اسٹائلسٹ بھی ہیں۔ تم پلیز ان

کی چپ چاپ ماننا۔ میں تمہیں آج اپنے پسندیدہ زاویے سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں میری خواہشوں کا احترام کرنا ہوگا۔" وہ جتا رہا تھا وہ خاموش رہ گئی تھی۔ وہ اس کی پیشانی پر اپنے پیار کی مہر ثبت کر کے واپس پلٹ گیا' انائیا ملک نے خود کو اس کے زاویوں میں ڈھالنے کے لیے چھوڑ دیا تھا اور جب اس نے آئینہ دیکھا تھا وہ خود کو پہچان نہیں سکی تھی۔ اس کی نگاہ خیرہ رہ گئی تھی۔

کیا یہ وہی تھی' اپنا یہ روپ اسے اجنبی لگا تھا۔ اتنی خوب صورت تو شاید وہ کبھی نہیں لگی تھی۔ وہ اس کے زاویوں میں ڈھل کر کتنی انوکھی لگ رہی تھی۔ کاش وہ ہمیشہ اس کے زاویوں میں ڈھل کر رہ سکتی۔ مگر وہ شخص اس قابل نہیں تھا۔ اس نے سوچا تھا تو جان جلنے لگی تھی وہ دروازہ کھول کر اندر آ گیا تھا۔ اسے دیکھ کر کچھ نہیں بولا تھا۔ بس خاموشی سے اس کے قریب آیا اور اس کے گلے میں ایک بیش قیمت نیکلس پہناتے ہوئے آئینے میں اسے بغور دیکھا۔ وہ اس کی سانسوں کی حدت کو اپنے بہت قریب محسوس کر رہی تھی۔ معارج تغلق کی دیوانگی عروج پر تھی۔ وہ اس کے وجود سے نگاہ نہیں ہٹا پا رہا تھا۔

"تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔ مگر اس سے بڑھ کر تم صرف میری لگ رہی ہو۔" وہ اس کے کان کے قریب سرگوشی کرتا ہوا بولا تھا۔ انائیا ملک کو اس کی قربت سے الجھن ہو رہی تھی۔ مگر وہ اسے پیچھے نہیں دھکیل سکی تھی۔ وہ اس سب سے دور نکل جانا چاہتی تھی۔ تبھی اسے روکتے ہوئے بولی تھی۔

"ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ وہاں جا کر مجھے انتظامات دیکھنے ہیں ہمیں نکلنا چاہیے۔" وہ بولی تو معارج تغلق جانے کیوں اسے یک ٹک دیکھے گیا۔

❁ ......☆...... ❁

اناہیتا بیگ اپنا سامان پیک کر رہی تھی اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو دامیان سوری وہاں کھڑا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی۔ انداز دوستانہ تھا۔ دامیان سوری چپ رہا۔ آنکھوں میں کوئی خاص رنگ تھا۔

"کیا ہوا؟ تم وہیں کیوں رک گئے' آؤ نا میرے ساتھ پیکنگ میں ہیلپ کرو میری شام کی فلائٹ ہے اور اتنا زیادہ ٹائم بھی نہیں بچا ہے تم تو جانتے ہو نا میں ہر کام وقت پر کرنے کی عادی ہوں دیکھو سب کچھ کیسے بکھرا پڑا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ دامیان سوری آگے بڑھا اور اس کے مقابل آن رکا تھا۔ اناہیتا بیگ کی جاں میں قیامت برپا ہوئی تھی۔ وہ ساکت سی اسے تکنے لگی تھی۔ وہ پوری توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا؟" وہ مسکراتے ہوئے کہہ کر اس کا تاثر زائل کرنا چاہ رہی تھی۔ مگر وہ یک ٹک دیکھے گیا۔ اناہیتا کو اس وقت سے نمٹنا دشوار ترین لگ رہا تھا۔

"تم۔" اس نے دوبارہ بولنا چاہا مگر دامیان سوری نے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ دی اور اناہیتا بیگ کی جان جیسے کسی طوفان کے دہانے پر آ گئی تھی۔ دل دھڑکنے کی آواز اتنی تیز تھی کہ اس کے کان پھٹے جا رہے تھے۔ اسے لگا تھا وہ ہار جائے گی۔ دامیان سوری جس طرح اس کے سامنے تنا کھڑا تھا اس سے اسے اپنی شکست صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"آج کوئی فضول بات نہیں ہوگی۔ سر میں سودا ہے اور دل میں عزم۔ میں نے ٹھان لی ہے جو بھی ہو ساری کشتیاں جلا دینا ہے۔ واپسی کی کوئی راہ نہیں رکھنی۔ میں نے آخری راہ چنی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس راہ کے آگے اختتام پر منزل کھڑی ہے۔ آج دوسری کوئی بات نہیں ہوگی۔ مجھے مدعائے دل کہنا ہے اور گزرے لمحوں کی کوئی بات نہیں کرنی۔ میں ہر بات کا ازالہ کرنے کو تیار ہوں میرے پاس بہت سی تراکیب ہیں اور ہر خدشے کا یقین موجود ہے کہ سدباب کیا جائے گا اور خاطر خواہ حفاظتی بند کیسے باندھنا ہوں گے۔ میں اپنی پوری تیاری کر کے آیا ہوں اور مجھے یقین ہے آج میں ہاروں گا نہیں۔" اس کا یقین اس کے لہجے میں بول رہا تھا۔ وہ پرعزم تھا۔ اناہیتا بیگ حیران تھی۔ اس نے نہیں سوچا تھا کہ یہ صورت حال ہوگی تو کیا ہوگا تبھی اپنی سی کوشش کرتے ہوئے اپنے لیے اسٹینڈ لینا چاہا اور ہمت کر کے بولی۔

"میں جا رہی ہوں دامیان سوری۔ کم آن میری مدد کرو دیکھو کتنا کام باقی پڑا ہے اور......!"

"میں تمہاری ہر ممکن مدد کروں گا' تمہاری نئی زندگی کی شروعات کے لیے مگر تمہارے جانے کے لیے نہیں۔" وہ اپنا مدعا بہت واضح بیان کر رہا تھا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو تم مجھے بہت سا کام کرنا ہے اور فلائٹ میں ٹائم بہت کم بچا ہے۔ میں تمہاری فضول کی باتیں نہیں سن سکتی...... مجھے......" وہ اپنی بات بھی مکمل نہیں کر پائی تھی کہ دامیان سوری نے اسے کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ کچی ڈور سے بندھی اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔ کتنی دیر تک تو کچھ ہوش ہی نہیں رہا تھا اور حواس بحال ہوئے تو سر اٹھا کر بوکھلائے ہوئے انداز میں دیکھا۔

"آج کچھ اور مت سنو اناہیتا' اس دل کی سنو میری بھی مت سنو۔ شاید تمہیں لگے کہ میں جھوٹ بولوں گا۔ تم ان دھڑکنوں کی زبان سمجھو اور سنو کہ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ اس دل میں ایک مدت سے جو ہے وہ سنائی دیتا ہے کہ نہیں۔ اس شور میں دبی کہانیاں تمہاری سماعتوں کو چھو رہی ہیں؟" اتنی قربت تھی کہ اناہیتا بیگ کا سارا کونفیڈینس سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گیا تھا۔ وہ جو ٹھانے بیٹھی تھی کہ یوں نہیں ہوگا اور سب ویسے کا ویسے ہی ہوا۔

"دامیان!" اس نے اپنی سی کوشش کی تھی۔

"شش' دل کی سنو بنی' تمہیں زبان سے سننے کی خواہش ہے مگر فی الحال میں ارادہ نہیں رکھتا۔ میں چاہتا ہوں تم دل کی سنو اپنے دل کی نہیں میرے دل کی۔" اس کا لہجہ پرحدت تھا اور آنکھوں میں ایسی تپش تھی کہ اسے پگھلنے پر اکسا رہی تھی۔

❁ ......☆...... ❁
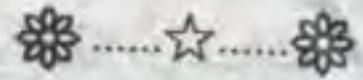
انائیا ملک نے گاڑی سے قدم نیچے دھرا تو سامنے ریڈ کارپٹ بچھا ہوا تھا۔ یہ اس کا کیا گیا انتظام تھا۔ اس نے مسٹر ایلکس کی شادی کے لیے سارے انتظامات بہت دل سے کیے تھے۔ اس واقعے کو بہت بڑا ایونٹ بنانے کے لیے چھوٹی بچیاں رنگز سے کھیل رہی تھی۔ برائیڈ میڈز کے ڈریسز سے میچنگ امبریلاز تھے۔ مہمانوں کے لیے ٹیبلز لگوائے گئے تھے۔ ایک طرف میموری بک چیئر پر رکھی گئی تھی۔ جس پر سب اپنی اپنی وشز اس جوڑے کے لیے لکھنے والے تھے۔ اس نے استقبالیے کے طور پر کشمیری چائے اور کچھ اسنیکس رکھے تھے۔

ٹیبل پر کینڈلز اور سی شیلز سجائے گئے تھے۔ پام لیوز سے اسے نمایاں کیا گیا تھا۔ ویڈنگ لوکیشن Votive Candle سے عجب چھب دکھا رہی تھیں۔ کچھ فاصلے پر سی شیلز پر چلنے کے بعد دلہن دلہا کے لیے Beach Wedding Alter لگایا گیا تھا۔ جسے سفید شیفون کے فیبرک اور پھولوں سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ مہمان کشمیری چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اسے انتظامات دیکھ کر خوشی ہوئی تھی مگر مسٹر ایلکس اور ان کی برائیڈل ابھی اس وینیو پر نہیں پہنچے تھے۔ کچھ مہمان ویڈنگ گیسٹ بک چیئر پر اپنے اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ بھی اپنے جذبات وہاں درج کرنا چاہتی تھی۔ اس نے پورے دل سے اس ایونٹ کو خاص بنانا چاہا تھا۔ اسے حیرت ہوئی تھی جب وہ معارج تغلق کے ساتھ سی شیلز پر چلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی تو تمام مہمانوں نے انہیں خاص پرتپاک انداز میں وش کیا تھا۔ جیسے شادی کا جوڑا یہی ہوں۔ اس نے حیرت سے معارج تغلق کی سمت دیکھا۔ وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے نرمی سے مسکرا دیا۔

"کیا خیال ہے؟" "آج یہیں پر ہم بھی ایک بار پھر تجدید وفا کا عہد کریں؟" وہ اس کے کان کے قریب سرگوشی کرتے ہوا بولا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیسا ہے یہ سب، ہے نا سب کچھ یونیک۔ میں چاہتی تھی مسٹر ایلکس کو ہر طرح سے یہ ایونٹ خاص لگے اور یہ شادی کل کے نیوز پیپر کی سب سے بڑی شہ سرخیوں میں سے ہو۔ اس صدی کا سب سے بڑا ایونٹ، میں نے بہت دل سے کیا ہے۔ آؤ میں آپ کو وہ کیک دکھاؤں جس پر چیئرز کیک کے ٹاپ پر لگائے گئے ہیں اور سفید کیک پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ٹائپنگ کر کے سینڈ کا لک دیا گیا ہے۔" انائیا ملک ایکسائیٹڈ دکھائی دے رہی تھی ایسے بچے کی طرح جو اپنے کیے گئے انتظامات پر دوسروں کی داد پانے کا خواہاں ہو۔ معارج تغلق اس کے چہرے کو بہت دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ آج اس کا زاویہ نظر مختلف کیوں تھا یا پھر انائیا ملک کو ایسا لگا تھا؟

"تمہیں حیرت ہوگی میں نے بہت مشکل سے انتظامیہ سے اجازت لینے کے بعد دلہن دلہا کی آمد کے بعد With Lantern Set Adrift کا انتظام بھی کیا ہے۔ بہت سی وش Lantern رات کے وقت آسمان میں ریلیز کی جائیں گی تو یہ ایک خوب صورت رومانی ماحول کری ایٹ کریں گے، مگر مجھے چونکہ اس شادی کو بہت خاص بنانا تھا تو میں نے بطور خاص اس کے لیے انتظامیہ سے اجازت نامہ لیا اور پھر ان پیپر لالٹین کو ڈھونڈنا بھی ایک الگ مہم تھی۔ ابھی تو دن کی روشنی ہے سورج ڈھل رہا ہے۔ مگر سمندر کے کنارے وہ نظارہ دیکھنے لائق ہوگا جب بہت سی روشنیاں آسمانوں کا سفر کریں گی۔" وہ بہت جوش سے بتا رہی تھی۔ پھر جانے کیا سوچ کر معارج تغلق کا ہاتھ تھام کر اسے کھینچتی ہوئی ویڈنگ گیسٹ بک چیئر کی سمت بڑھی۔ اس چیئر کا بندوبست کرتے ہوئے میں نے ایک پل کو سوچا تھا کہ اگر میں اپنی شادی پر خود اپنے لیے کچھ لکھوں گی تو وہ کیا میسج ہوگا۔ کتنی احمق ہوں نا' وہ اس ویڈنگ گیسٹ بک چیئر کو دیکھتے ہوئے عجب پھیکے انداز میں مسکرائی تھی۔ لہجے میں کوئی حسرت تھی یا پھر دکھ کہ اس کی زندگی میں وہ دلکشی تھی نا رعنائی' وہ وقت نہیں پڑا تھا جس کا خواب لڑکیاں دیکھتی ہیں وہ خوش نہیں تھی مگر وہ اپنے جذبات چھپانا چاہتی تھی۔ اس نے لکھنے کے لیے مارکر اٹھایا تھا جب معارج تغلق نے اس کا ہاتھ تھاما۔ کچھ دیر تک خاموشی سے اسے دیکھا۔ پھر اس ہاتھ کو جانے کیا سوچ کر لبوں سے لگالیا۔ وہ حیران رہ گئی تھی۔ انائیا ملک اسے جانتی تھی وہ وقتی بہاؤ میں بہتا تھا بس اور پھر اس کے آگے ایک طویل سناٹا ہوتا تھا۔ تبھی وہ اس کے ہاتھ کو اگر تھامے کھڑا تھا تو یہ احساس اس کے اندر کوئی خوش کن احساس نہیں جگا پایا تھا۔

"ہم دونوں اس کتاب پر مل کر ایک ساتھ لکھیں گے۔" وہ جانے کیا سوچ کر بولا۔ انائیا ملک کو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ صرف دلہن دلہا کے لیے اچھے جذبات اور خیالات لکھنا چاہتی تھی اور بس۔ تبھی اس نے شانے اچکا دیے اور معارج تغلق کو اپنے نازک ہاتھ کا مکمل کنٹرول دے دیا تھا۔ اسے لگا تھا معارج تغلق کوئی لمبا چوڑا پیغام درج کرے گا۔ مگر اس نے بس دو مختصر حرف درج کیے تھے۔ "ہمیشہ کے لیے بطور شوہر و بیوی ایک ساتھ رہیں پیار و محبت سے جڑے ہوئے۔"

انائیا ملک نے اس مختصر جملے کی اہمیت کو جانچنے کے لیے اس کی سمت دیکھا تھا معارج تغلق نے خاموشی سے اس کی سمت دیکھا پھر اس کے لبوں نے اس کے ہاتھ پر اپنے یقین کی مہر ثبت کی تھی انائیا ملک کو یقین نہیں ہوا تھا۔ یہ وہی معارج تغلق ہے جو اس کے ساتھ ہر طرح کا جائز ناجائز رویہ روا رکھ چکا ہے کیا وہ واقعی اس تعلق کی اہمیت کو سمجھتا ہے؟ وہ اس کی سمت یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ جب وہ بولا تھا۔

"شادی کا مطلب یہی ہے نا میں نے کچھ غلط تو نہیں کیا؟ اگر تم اپنے ہاتھوں سے لکھتیں تو یہی لکھتی نا؟" وہ اس کا یقین چاہ رہا تھا انائیا ملک اس کی سمت سے اپنی نظریں پھیر گئی تھی بنا کچھ کہے۔

دوستی

- اس دوست کا دل مت توڑو جو آپ کو پسند کرتا ہو۔
- کبھی اس دوست کو خدا حافظ نہ کہو جس کو آپ کی ضرورت ہو۔
- کبھی اس دوست کو شرمندہ مت کرو جو آپ پر بھروسا رکھتا ہو۔
- کبھی اس دوست کو مت بھولو جو آپ کو ہمیشہ یاد رکھتا ہو۔
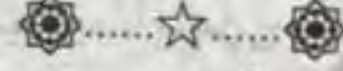
تین چیزیں

- تین چیزوں سے نفرت کرو:
  لالچ، ظلم، غرور
- تین چیزوں کو قریب رکھو:
  ایمان، نیکی، سچائی
- تین چیزوں کا احترام کرو:
  والدین، اساتذہ، قانون
- تین چیزوں کو یاد رکھو:
  موت، احسان، نصیحت
- تین چیزیں سوچ کر اٹھاؤ
  قسم، قدم، قلم

"مجھے تمام عمر تمہارے ساتھ گزارنا ہے' خوابوں کو حقیقت کرنا ہے اور ہر پل کو یقین دینا ہے کہ زندگی ہر پل سہل اور محبت سے بھرپور ہوگی اور کوئی لمحہ بھی بے رنگ نہیں ہوگا۔ یہی...... یہی کہتے ہیں نا؟" وہ اس کے کان میں مدھم سرگوشی کر رہا تھا۔ انائیا ملک کا چہرہ اس کی سانسوں سے جل رہا تھا۔

"مسٹر ایلکس اور ان کی برائیڈ ابھی تک نہیں آئے مجھے ان کو دیکھنے کی بہت چاہ ہو رہی ہے۔" وہ اس کی سمت سے توجہ ہٹاتی ہوئی بولی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے انائیا ملک آج پھر سے ایک بار میں ہر بات کے لیے تجدید عہد وفا کروں تم سے وہ سب کہوں جو پہلے کبھی نہیں کہا۔ کیا یہ ممکن ہے؟" وہ اس کا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔ وہ ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔ اس شخص کو کیا ہو رہا تھا؟ محض اس لمحے کا کوئی جادو تھا یا پھر واقعی کوئی اسرار' یہ معارج تغلق کو کیا ہو رہا تھا؟ وہ اتنا بے خود کیوں ہو رہا تھا۔ اس کی سانسوں کی حدتیں اسے بھرپور طور پر جھلسا رہی تھیں اور وہ ساکت کھڑی تھی۔

❁......☆......❁

"دامیان سوری بچکانہ باتیں بند کرو تم جانتے ہو میں ارادہ کر چکی ہوں اور پھر ہم اچھے دوست تھے دوستی نہیں رہی' مگر میں نے خود میں وہ لچک پیدا کی ہے جو شاید پہلے نہیں تھی۔ میں نے پھر سے تمہاری طرف دوستی کا قدم بڑھایا ہے۔ اسے اس طرح پھر سے پیچیدہ مت کرو۔" وہ ریکوئیسٹ کرتی ہوئی سوٹ کیس میں سامان بھرنے لگی تھی۔

"دامیان سوری ہم دونوں کو تسلیم کر لینے دو کہ ہم دنیا کے دو احمق ترین لوگ ہیں جنہیں چیزوں کو سمجھنے کا ڈھنگ نہیں

آیا اور ہم نے ہمیشہ لمحوں کو اپنی ضد کی نذر کیا۔ بچوں کی طرح لڑتے جھگڑتے رہے۔ کتنے بے وقوف رہے ہم دونوں کہ کبھی نہیں سمجھ پائے کہ دوستی کو شرطوں سے ہٹ کر پرکھا جانا چاہیے وقت کی قید میں رکھے بنا اور......!"

"تم اتنی خوفزدہ ہو کہ محبت کی بات بھی کرنا نہیں چاہتیں۔" دامیان سوری اصل مدعا پر آیا تھا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ جس موضوع سے بچ رہی تھی وہ اسی کی بات لے آیا تھا۔

"محبت۔" اس نے زیر لب دہرایا۔ "ہم محبت کی بات کیوں کریں۔ محبت کہیں نہیں ہوتی دامیان سوری۔" وہ اس کی بھرپور نفی کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے اسے پرحدت نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔ دامیان سوری کی تمام جان اس کی آنکھوں سے اسے جھانک رہی تھی۔

"اناہیتا بیگ محبت کی بات کرنا ضروری ہے۔ آج کوئی اور بات نہیں کرنا چاہیے۔ ہم نے فضول باتوں میں بھی تو وقت ضائع کیا ہے نا؟ وہی بات نہیں کی جو ضروری تھی۔ تم میرے لیے کتنی ضروری تھیں یہی بات تمہیں کبھی نہیں بتا پایا۔ تم سے کتنی محبت کرتا ہوں میں جتا نہیں پایا۔ تمہارے بنا جی نہیں سکتا ہوں کہہ نہیں پایا۔ تم سے تمہیں مانگنے کی چاہ میں جیتا رہا، جلتا رہا مگر کبھی کہہ پانے کی ہمت ہی نہیں کر پایا۔ ان گنت خواہشوں کو دل میں دبائے تمہارے ساتھ کا تمنائی رہا۔ تمہاری خواہش کرتا رہا اور تمہیں کہہ نہیں پایا کہ اس ہاتھ کو تھام کر تا عمر تمہارے ساتھ چلنا ہے یہی پوچھنے کے لیے میں تمام وقت ہمت کرتا رہا۔ ارادے باندھتا اور توڑتا رہا مگر کبھی کہہ نہیں پایا۔ مجھے اسلوب نہیں معلوم تھا۔ ڈھنگ ڈھونڈنے میں عمر لگا دی چاہنے کا طریقہ نہیں آیا اور مانگنے کا ڈھنگ سیکھ نہیں پایا مگر یہ بات آج بھی کہنے سے اتنا ہی ڈرتا ہوں تم انکار نہ کر دو۔ اناہیتا بیگ تم نے کتنی دیواریں اٹھائیں اپنے اور میرے درمیان میں تا عمر گراتا رہا مگر اب بھی دیکھتا ہوں تو خود کو تم سے میلوں کی دوری پر پاتا ہوں۔ آج بھی ہم میں کئی دیواریں باقی ہیں جو میں گرانے کی چاہ رکھتا ہوں اور ہمت بھی مگر اس کے لیے میں تم سے تمہاری اجازت لینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دو گی کہ میں ان دیواروں کو گرا کر تم تک آؤں اور تمہارے ساتھ عمر گزاروں؟" وہ سب بہت واضح کہہ رہا تھا۔ کوئی لگی لپٹی رکھی تھی نا چھپی چھپائی۔

اناہیتا بیگ کو اس بات کا ڈر تھا کہ وہ ٹھان کر آیا ہے تو اسے ہرا دے گا اور وہ خود کو اندر سے بہت پسپا محسوس کر رہی تھی تو یہ خدشہ بے کار بھی نہ تھا۔ وہ اس کی نظروں سے پگھل رہی تھی۔ اس کے اندر کی برف قطرہ بہ قطرہ پگھل رہی تھی اور اس کا سارا وجود اس بہاؤ کے ساتھ بہے جا رہا تھا۔

"اناہیتا بیگ آج اس بہاؤ میں خود کو بہنے سے مت روکو۔ اس دیوار کو اپنی ڈھال مت بناؤ، یہاں میں ہوں تمہارے لیے دیکھو میری نظروں اور دل میں کیا ہے، تمہارے لیے بے حد...... بے حساب محبت ہے، بہت گنجائش ہے اور یہ جگہ کبھی سکڑے گی نا سمٹے گی نا یہ بہاؤ رکے گا نا یہ محبت کم ہوگی۔ اگر تمہیں خوف ہے تو کسی بھی تجدید نامے پر انگوٹھا لگوا لو۔" وہ اصل مدعا بیان کرنے کے بعد بولا تو وہ مسکرائے بنا نہیں رہی اور اسی انداز سے دامیان سوری کو ڈھارس بندھی تھی۔

"اناہیتا بولو محبت ہے نا؟ میرے ساتھ زندگی گزارنے کی تمنا تمہاری دھڑکنوں میں بھی ہے نا اگر مجھے وہم ہے تو اس کو حقیقت کا روپ دے سکتی ہو تم؟" وہ اس سے اس کا ساتھ مانگ رہا تھا۔ تبھی وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"دامیان سوری ہم اگر ساتھ رہے تو تا عمر لڑتے جھگڑتے رہیں گے مجھے یاد ہے تم نے کہا تھا ہم الگ الگ سیاروں کے لوگ ہیں الگ الگ مداروں میں گھومتے ہیں چکر کاٹتے ہیں۔ ہم ایک ساتھ ایک مدار میں ایک ساتھ گھومتے ہوئے شاید صدیاں لیں اور شاید صدیاں گزر جانے کے بعد بھی یہ کھلے کہ ہم ایک مدار کے تھے ہی نہیں تو ہم ناکام رہے؟" وہ خدشے بیان کر رہی تھی۔ وہ اس کا مثبت انداز دیکھ کر کچھ ہمت پا گیا تھا ایک گہری سانس لے کر اس نے کھینچ کر خود سے

... قریب کی اور اس بار اناہیتا بیگ نے بھی کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

... تمہارے خلاف کبھی نہیں گیا بس ضد رہی کہ تم پاس آؤ تم اقرار کرو تم کہو کہ تم چاہتی ہو...... بے حد...... بے ... اپنی خواہشوں کو میری دھڑکنوں سے باندھو اور میرے دل کو اپنے دل سے ربط دو اور یہ ربط پھر کبھی نہ ٹوٹے۔ ہم ... الگ مداروں میں گھومنے کے باوجود بھی ایک دوسرے کے لیے اپنے دل آباد رکھتے ہیں۔ سنو تو ان دونوں دلوں ... دھڑکنوں میں ایک خاص آہنگ ہے جو اس بات کا پتا دیتا ہے کہ محبت ہے اور یہ محبت بھی کم نہیں ہوگی۔ الگ الگ ... کا ہونا معنی نہیں رکھتا مگر دل ایک ساتھ جڑے ہوں تو سب بے معنی ہو جاتا ہے۔" وہ بھرپور وضاحت دیتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے بازوؤں کی گرمی سے قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔ نظریں اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ ... شاید خود سے منکر ہوتے ہوئے تھک گئی تھی۔ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس کے سینے پر سر بہت آہستگی سے رکھ ... دیا تھا۔

"دامیان سوری میں نے خواہشوں کی ڈور کو تمہارے دل سے باندھ دیا ہے اب سے نہیں بہت عرصے سے یہ ربط ... ہے اور میں کبھی اس ربط کو توڑ ہی نہیں پائی مگر مجھے ڈر لگتا تھا الجھن ہوتی تھی ایک بات کھلتی تھی کہ تم میرے خلاف ... تھے۔ میں چاہتی تھی تم میرے ساتھ چلو۔ میری مخالف سمت نہیں، آج میں خود کو پگھلتے ہوئے محسوس کر رہی ہوں۔ جیسے میرا وجود برف سے بنا تھا اور تمہاری محبت کی حدت اسے قطرہ قطرہ پگھلنے پر مجبور کر رہی ہے۔ میں بے ... میں گھری کھڑی ہوں مگر میں تمہاری ان دھڑکنوں کو بھی سن رہی ہوں اور مجھے یقین مل رہا ہے کہ میں اس مقام ... نہیں کھڑی ہوں۔ تم بھی اسی کشمکش میں میرے ہمراہ چلتے رہے ہو مگر ہم دونوں اتنے محتاط رہے کہ ایک دوسرے کو ... کی خبر ہونے دینا نہیں چاہتے تھے۔ جیسے کہ آج بھی جب اتنا کچھ سن رہی ہوں تمہاری دھڑکنوں کو پڑھ رہی ہوں تو مجھے ڈر لگ رہا ہے کیا ہم واقعی ایک دوسرے کو جھیل نہیں سکتے؟ کیا ہم اتنے انا پرست ہیں کہ ... اس خول کو توڑ کر باہر کی دنیا کو اس کی حقیقت کو دیکھ نہیں سکتے؟" وہ صاف گوئی سے کہہ رہی تھی۔

"میں انا پرست نہیں ہوں اناہیتا بیگ۔ میں نے ہمیشہ اپنے دل کی سنی ہے۔ ہمیشہ تمہارے سامنے ہتھیار ڈالے ... ہیں ہمیشہ انا کا پرچم سرنگوں کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میرے اندر گنجائش ہے اور جہاں تم اپنی انا کو مار نہیں سکو گی وہاں میں اپنی انا کو آڑے نہیں آنے دوں گا۔ رہی بات لڑنے جھگڑنے کی تو ہم اگر کبھی لڑیں گے بھی تو یہ محبت کم نہیں ہونے ... کی اتنی مخالفتوں کے باوجود جو محبت کم نہیں ہوئی وہ محبت کیسے ختم ہو جائے گی؟" وہ یقین دلا رہا تھا۔

"تم جو جو کہو گی کروں گا، جیسے جیسے چاہو گی منظروں کو ان رنگوں میں ڈھال دوں گا۔ تم دن کو دن کہو گی کہوں گا۔ تم دن کو رات کہو گی تو بھی مجھے اختلاف نہیں ہوگا۔ صبح کا ناشتا بنا کر بیڈ پر سرو کروں گا۔ دوپہر کا کھانا آرڈر کر کے منگوا دیا کروں گا۔ رات کا کھانا ہم باہر کھائیں گے۔ تم کہو گی تو ہر رات تمہاری فیورٹ آئس کریم کھانے چلا کریں گے ہفتے میں ایک بار لانگ ڈرائیو اور......!" وہ شرائط پر بنا چوں چراں کیے اثبات کی مہر ثبت کر رہا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔ دامیان سوری نے بازوؤں کا گھیرا اس کے گرد کچھ تنگ کیا اور اس کے چہرے کے قریب چہرہ کر کے سرگوشی کی تھی۔

"آئی لو یو ہنی، آئی لو یو سو سوچ، فرام دا ڈیپ کور آف مائے ہارٹ۔ بی مائن فار ایور۔ میرے لیے زندگی کا تصور تم ہو۔ تمہارے علاوہ کہیں کچھ نہیں ہے۔ میں تمہارا ہمیشہ بہت بہت خیال رکھوں گا اور اگر کچھ دکھ دیا بھی ہے تو اس کا ازالہ بھی بھرپور طریقے سے کروں گا۔ بولو دو گی میرا ساتھ۔؟" وہ مدہم سرگوشی کرتا ہوا پوچھ رہا تھا۔ اناہیتا پہلی بار پر سکون انداز میں مسکرائی تھی۔ اندر کہیں بہت اطمینان اتر رہا تھا۔ وہ پہلی بار خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ محبت جتنی سکون دیتی ہے اس سے کئی گنا زیادہ سکون دے سکتی ہے۔ اس کا تجربہ اسے پہلی بار ہوا تھا۔ دامیان

سوری کے بازوؤں میں وہ خود کو روئی کے گالوں کی طرح ہلکا پھلکا اڑتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ جیسے بادل فضاؤں میں اڑتے جاتے ہیں مسرور، بے فکر، بے پروا اور مست، محبت کا یہ احساس ابھی سے خوش کن تھا۔ وہ مسرور دکھائی دے رہی تھی پہلی بار خوشی تھی اور اس کے چہرے پر جو چمک تھی اس کی آنکھوں میں جو روشنی تھی وہ دامیان سوری کے اطمینان کا باعث تھی۔ اس نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

"ول یو میری می انابیتا بیگ۔" وہ اس کے ساتھ زندگی باندھ رہا تھا۔ انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اس کے لیے بے انتہا محبت تھی۔ اس چہرے پر سکون بتا رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ خوش ہے اور ہمیشہ ساتھ رہنے کا تمنائی ہے۔ ان نظروں کی حدتوں میں محبت سانس لے رہی تھی اور وہ اس محبت کی نفی نہیں کر پائی تھی۔ تبھی سر بہت ہولے سے اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"ہوں۔" اس نے کہہ کر اپنے اندر بہت سکون محسوس کیا تھا۔ دامیان سوری مسکرا دیا تھا۔

"آہ، گریٹ تو تم تیار ہو ہر دن میرے لیے مزے مزے کے کھانے بنانے کے لیے؟ صبح پانچ بجے اٹھنے کے لیے، میرے ساتھ جم جا کر رننگ کرنے کے لیے اور مجھے ناشتا بنا کر تیار کر کے آفس بھیجنے کے لیے میرے جوتے پالش کرنے کے لیے اور......!" وہ روانی سے بول رہا تھا جب انابیتا نے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے چوڑے شانے پر دے مارا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں کرنے والی میں، تم نے جو شرائط پہلے قبول کی تھیں انہی پر شادی ہوگی۔" وہ مسکرائی تھی۔ دامیان سوری نے اس کی سمت مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"یہ فاؤل ہے مجھ معصوم پر اتنا ظلم۔ شوہر بننا اتنا جان جوکھوں کا کام ہے؟"

"اٹس یور چوائس۔" وہ شانے اچکا کر بولی تھی۔ دامیان سوری نے اطمینان سے اسے دیکھا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے اس کی چھوٹی سی ناک کو دبایا تھا۔

"آئی لو یو، اینی وے مجھے ان شرائط کے ساتھ زندگی قبول ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔ پھر جیب سے ایک رنگ نکالی اور انابیتا بیگ کی انگلی میں پہنا دی تھی۔ انابیتا اس بیش قیمت رنگ کو دیکھنے لگی تھی پھر نگاہ اس کی سمت اٹھائی۔ وہ اس کے ہاتھوں کو تھام کر لبوں تک لے گیا تھا۔

"ہمیشہ، ہمیشہ ساتھ رہنے کی خواہشوں کے ساتھ میں اپنے پورے دل سے پوری جان سے اپنی تمام تر محبت تمہیں سونپنا چاہتا ہوں۔ اس محبت کا شمار ان گنت دنوں پر مشتمل ہوگا اور کوئی لمحہ رائیگاں نہیں ہوگا۔ بی کوز آئی لو یو انابیتا۔ آئی ول بی کیپ لونگ یو فور ایور۔" وہ یقین دلا رہا تھا اور انابیتا اس یقین کے ساتھ خود کو فضاؤں میں اڑتا محسوس کر رہی تھی۔ ایک اطمینان کے ساتھ اس نے اپنا سر اس کے شانے سے ٹکا دیا تھا اور بہت مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"آئی لو یو ٹو۔" ایسا کہتے ہوئے اس کے اندر بہت سکون تھا۔

❀ ...... ☆ ...... ❀

شام کے سائے اس سمندر کنارے کچھ گہرے ہو رہے تھے مسٹر ایلکس اور ان کی برائیڈ وہاں پہنچ چکے تھے۔ مگر وہ برائیڈل وائف گاؤن میں نہیں تھی۔ اسے بلیو ڈریس میں دیکھ کر وہ چونکی تھی۔

"یہ مسٹر ایلکس نے اپنی وائف کو برائیڈل گاؤن کیوں نہیں پہنایا؟ ان کے یہاں تو اسی کی رسم ہے نا؟ کیا وہ شادی کو کوئی نیا رنگ دینا چاہتے ہیں؟" اس نے معارج تغلق سے پوچھا۔ وہ اس کی سمت دیکھتا ہوا مدہم سا مسکرا دیا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر ان سیپیوں کے فرش پر چلتے ہوئے آگے بڑھا اور ویڈنگ آلٹر میں آن رکا تھا۔ جہاں دلہا دلہن

کچھ لفظ لکھے ہیں دل سے

- رشتے اور سودے میں بہت فرق ہوتا ہے، رشتے قائم کیے جاتے ہیں جب کہ سودے طے کیے جاتے ہیں۔
- حق جتانے سے حق ثابت نہیں ہو جاتا۔
- کسی کی مجبوری سے اتنا فائدہ مت اٹھاؤ کہ اسے مزید مجبور ہونا پڑے۔
- وہ انسان ہمیشہ خزاں کی قدر کرتا ہے، جس نے پیار میں زخم کھائے ہوں۔
- موت سے بڑھ کر کوئی سچی چیز نہیں اور امید سے بڑھ کر کوئی چیز جھوٹی نہیں۔
- محبت اعتبار کے بغیر کچھ نہیں جب کہ اعتبار بغیر محبت کے بھی بہت قیمتی ہوتا ہے۔
- بات الفاظ کی نہیں لہجے کی ہوتی ہے۔
- جب بھی کسی بندے کو اپنے گناہ کا احساس ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور توبہ کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں۔
- لوگ اتنے بے اعتبار کبھی نہیں ہوتے جتنا ہم ان پر اپنی توقع کا بوجھ لاد دیتے ہیں۔
- انسان جس کیفیت میں اور عقیدے میں جان دے گا اسی میں اٹھایا جائے گا، دعا کریں وقتِ رخصت کلمہ نصیب ہو۔
- وقت گہرے سمندر میں گرا ہوا وہ موتی ہے، جس کا دوبارہ ملنا ناممکن ہے۔

سے تجدید وفا کرتا تھا۔ زندگی ساتھ گزارنے کا اعتراف کرتا تھا۔ کچھ پرامسز کرتا تھے عہد باندھتے تھے۔ یہ جگہ مسٹر ایلکس اور ان کی برائیڈل کے لیے بنائی گئی تھی۔ مگر اس لمحے وہ معارج تغلق کے ساتھ وہاں اس کی ہمراہی میں کھڑی تھی۔ ان دونوں کے سامنے قانونی مشیر کھڑا تھا۔ جس کے سامنے دلہا دلہن کو ان کے رواج کے مطابق شادی کی تجدید کرنا تھی۔ یہاں مسٹر ایلکس کو ہونا چاہیے تھا اور وہ حیران تھی وہاں وہ اس لمحے معارج تغلق کے ساتھ کھڑی تھی۔ معارج تغلق نے اس کے ہاتھ تھامے تھے اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں عہد کرتا ہوں اپنی آخری سانس تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ ہر سکھ، دکھ میں تمہاری دل جوئی کروں گا۔ تمہارا ساتھ دوں گا پھر چاہے وہ اچھا وقت ہو یا برا، موسم سرد ہو یا گرم۔ میں تمہیں ہر موسم سے محفوظ رکھنے کا وعدہ لیتا ہوں۔ تمہاری ذمہ داری لیتا ہوں اپنی آخری سانس تک محبت کرنے کی چاہتیں دینے کی قسم لیتا ہوں اور اس پر ہمیشہ عمل کرتا رہوں گا۔ ہمیشہ تمہارا رہوں گا۔ نبضوں کے رکنے تک، میں صرف تمہارا ہوں اور ہمیشہ رہوں گا پورے ایمان اور یقین کے ساتھ۔" وہ اسے حیرت میں مبتلا کر گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ کیا ہو رہا تھا۔ جس ویڈنگ آلٹر میں ایلکس اور اس کی برائیڈل کو کھڑے ہو کر تجدید کرنا تھی وہاں وہ تھے۔ یہ کیا تھا؟ وہ ششدر سی معارج تغلق کو دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے سوا نا کوئی دوجا، صرف تم میری زندگی کا محور رہو گی انائیا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تمہیں میرے لیے بنایا ہے اور مجھے یہ سانس تمہارے لیے دی ہیں۔ میری زندگی اور جینے کا مقصد تم ہو، تمہارے بنا سب ادھورا ہے۔ میرا وجود بھی۔" سب نے شور مچایا تھا معارج تغلق نے جیب سے انگوٹھی نکال کر اس کی انگلی میں پہنائی تو سب نے تالیاں بجائیں تھیں۔ معارج تغلق نے بھرپور استحقاق سے تھام کر اپنے قریب کیا اور محبت کی مہر ثبت کر دی۔ وہ اب بھی حیران و ساکت تھی۔ وہ اسے لے کر کیک کی طرف بڑھا۔ اس کا ہاتھ تھام کر کیک کاٹا۔ اس کے منہ میں ڈال کر اس کا منہ میٹھا کروایا۔ پھر وہی کیک اپنے منہ میں ڈالا۔ انائیا ملک کی نظروں میں سارے منظر گھوم رہے تھے۔ اس کے لیے

بطور خاص اس قیمتی سرخ گاؤن کا انتخاب کرنا۔ اسے پہننے کی تلقین کرنا۔ اس کے لیے بطور خاص سجانے کا اہتمام کروانا پھر یہ تقریب۔ سمندر کنارے اتنی منفرد انداز سے منعقد کی گئی وہ شادی کی تقریب اسے لگا تھا سمندر کی لہروں کا شور اس کی دھڑکنوں سے کہیں دب رہا تھا۔ معارج تغلق نے اس کا ہاتھ تھام کر اس ویڈنگ گیسٹ بک پر بطور خاص لکھنا۔ وہ سمجھ کیوں نہیں پائی تھی۔ تو کیا وہ اسے سرپرائز دے رہا تھا۔ ان کی اپنی شادی کی تقریب خود اس کے ہاتھوں آرگنائز کروانا۔ اتنا اہتمام کروانا اس کی حقیقت کیا تھی اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا ایشاع اس کا شوہر علیزے ہاشمی سامنے کھڑے ان کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ ایشاع نے قریب آ کر اس کے چہرے پر پیار کیا۔

"بھابی بھائی تمہارے لیے پاگل ہیں دیکھو لوگ ایک بار شادی نہیں کر پاتے اور انہوں نے تمہارے لیے یہ تیسری شادی کی تقریب منعقد کر ڈالی۔" ایشاع مسکرا رہی تھی۔ یہ سچ تھا وہ آج تیسری بار اس شادی کا حصہ بنے تھے۔ یہ تجدید تیسری بار تھی۔ پہلی دو بار اس کی خواہش شامل نہیں تھی صرف معارج کی خواہش تھی مگر......!

اوہ تو یہ تقریب صرف اس لیے تھی کہ وہ اس سے محبت میں مبتلا ہوئی تھی۔ وہ اس کی محبت کو خراج تحسین پیش کر رہا تھا۔ مگر اتنی چوری چوری چپکے چپکے اور وہ اتنے اوہام کا شکار رہی جوڑے ڈانس کرنے لگے تھے۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر فلور کی سمت بڑھ رہا تھا جب انائیہ نے روک دیا تھا۔

"یہ کیا ہے؟ کیا کر رہے ہو تم یہ؟ یہ تو مسٹر ایلکس کی شادی تھی نا تو پھر؟" وہ مسکرا دیا۔

"تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ کہا تھا نا ہمارا ہنی مون ہے تو جو شادی دل سے نہ ہوئی ہو اس کے بنا ہنی مون کچھ ادھورا لگ رہا تھا۔ پہلی دو بار کی شادی میری مرضی سے ہوئی تھی سو یہ تیسری شادی کی تقریب تمہارے لیے تمہارے خیال سے تمہیں خوشی دینے کو ارینج کی۔ اس کے انتظامات تم سے کروائے کہ تم ایک آئیڈیل شادی کیسے ارینج کر سکتی ہو سب وہ ہوا جو تمہاری خوشی تھی۔ بس ہوا یہ تم سے کہا نہیں کہ کتنی محبت ہے اور یہ تقریب کسی اور کے لیے نہیں ہم دونوں کے لیے ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ فضا میں وہ پیپر کی بنی وش لالٹین چھوڑی جا رہی تھیں۔ آسمان میں روشنیوں کا ڈیرا تھا اور محبت جیسے اس فضا میں سانس لے رہی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ معارج تغلق اس کے لیے اتنا کچھ کر سکتا ہے کیا وہ اس سے واقعی اتنی محبت کرتا ہے اور پھر علیزے ہاشمی؟ اس کی حقیقت کیا تھی وہ خدشوں سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ معارج تغلق نے اسے بازوؤں میں لیا اور خود کے قریب کر کے اپنی شدتوں کا ثبوت دیتے ہوئے مسکرایا۔

"محبت تم سے ہے انائیہ ملک تو پھر اس کا اظہار کسی اور سے کیسے ہو سکتا ہے؟ تمہیں شک کرنے کا خبط ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ میں نے تمہارے علاوہ کبھی کسی کی طرف نہیں دیکھا۔ اگر نفرت کی تو تم سے کی اور اگر محبت کی تو وہ بھی تم سے۔ تم نے مجھے اظہار کا سلیقہ دیا۔ طریقے سمجھائے اسلوب سکھائے، تمہارے علاوہ کسی اور کے لیے کیسے سوچ سکتا ہوں؟ میں تو آنکھیں بند کر کے بھی دیکھوں تو تمہارے خیال سے بچ نہیں پاتا۔ چہرہ تمہارا دکھائی دیتا ہے تو کھلی آنکھوں سے کسی اور کی طرف کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ علیزے یا کوئی بھی اور میرے لیے کسی کی وقعت نہیں۔ میری زندگی میری جان تم ہو۔ میرے سانس لینے کی وجہ اور مجھے میرے ہونے کا احساس دلانے والی صرف تم ہو۔ میں تمہارے علاوہ کسی اور کا طواف کیسے کر سکتا ہوں؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ انائیہ ملک نے ایک اطمینان کی گہری سانس لی تھی اور ان وش لالٹین کو فضاؤں میں اڑتے ہوئے دیکھا۔

"مجھے لگا تھا میں اس سفر میں تنہا ہوں تم سے محبت کب ہوئی میں نہیں جانتی۔ مگر میں نے تمہارے لیے خود کو اس مقام پر کھڑے پایا جہاں میں بنا سوچے سمجھے کچھ بھی کر سکتی ہوں اور اس کے لیے میں دوسری بار سوچنا بھی نہیں چاہتی۔

اگر مجھے آگ پر بھی چلنا پڑے تو میں دوسری بار نہیں سوچوں گی۔ تم سے محبت کا ادراک میرے لیے حیرت کا باعث تھا۔ مگر میں تم سے کبھی دور جانا نہیں چاہتی تھی۔ تمہارے ہر کھردرے رویے کے باوجود میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ مجھے حیرت تھی محبت ایسی کیسے ہو سکتی ہے۔ مگر مجھے یقین نہیں تھا کہ تمہارے دل میں میرے لیے ایسی ہی کوئی محبت ہے علیزے ہاشمی کی طرف تمہاری توجہ مبذول ہوتے دیکھ کر تو مجھے واقعی یقین ہو گیا تھا تبھی میں نے فیصلہ لے لیا تھا تم سے علیحدہ ہونے کا۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"اور تمہیں لگا تھا کہ میں تمہیں خود سے دور جانے دوں گا۔" اسے تھام کر سینے کے قریب کیا تھا۔

"انائیہ ملک تم سے محبت کا ادراک میرے لیے بھی اتنا ہی حیران کن تھا۔ مگر مجھے لگتا تھا تم مجھے قبول نہیں کر پاؤ گی مگر جس رات تم نے خود سپردگی سونپی مجھے یقین ہو گیا کہ تم مجھ سے علیحدہ نہیں ہو میں یہاں یہی پلان کر کے آیا تھا کہ ہم یہ فیصلہ لے لیں اور ہمیشہ ساتھ زندگی گزارنے کا عہد کریں گے۔ مجھے تمہیں اس کے لیے قائل کرنا تھا۔ مگر مجھ پر کھلا کہ تم پہلے سے اسی راہ پر ہو اور تمہارا دل بھی اس آہنگ میں دھڑک رہا ہے۔ میں تمہارے بنا زندگی کا تصور نہیں کر سکتا۔ آئی ایم سوری اگر کسی لمحے میں نے تمہیں دانستہ یا نادانستہ ستایا ہو یا کوئی تکلیف دی ہو مگر میرا مقصد ایسا کبھی نہیں تھا اگر میں نے تمہیں کوئی سزا کبھی دی بھی تو اس کے لیے میں خود کو سزائیں دیتا رہا۔ ہمیشہ ایک گلٹ سہتا رہا۔ تمہارے قریب رہتا تمہیں دور جانے نہ دیتا۔ کیوں؟ کیونکہ مجھے تم سے محبت تھی مگر اس اظہار نے زمانے لیے مگر یہ سچ ہے کہ میں نے کسی اور سے کبھی محبت نہیں کی۔ مگر تم نے اپنے ساتھ باندھا اور کسی اور طرف جانے ہی نہیں دیا۔ میں کب تم سے جڑا میں نہیں جانتا مگر اس ربط سے میرے اندر سکون بہتا ہے اور میں یہ سکون کبھی کھونا نہیں چاہتا وعدہ کرو تم کبھی زندگی کے کسی قدم پر مجھے چھوڑنے کی بات نہیں کرو گی اور کچھ بھی ہو گا تم ہمیشہ میرا یقین کرو گی۔" معارج تغلق نے اسے خود سے قریب کرتے ہوئے کہا اور اس نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"انائیہ معارج تغلق تم میری زندگی کا حصہ ہو میرے وجود کا حصہ ہو تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ اس کے لیے کوئی غلط ہے نا ٹھیک تمہاری خوشی کے لیے چاند تارے توڑ کر سب تمہارے قدموں میں ڈھیر کر سکتا ہوں۔ ہر ناممکن کو ممکن کر سکتا ہوں کیونکہ تم سے محبت ہے اور محبت بھی بے پناہ، بے شمار، مجھے اظہار کا طریقہ نہیں آتا کچھ ان رومینٹک ہوں مگر تم میرے ساتھ گزارا کر سکتی ہو۔" وہ اس کی ناک سے اپنی ناک رگڑتا ہوا بولا تو وہ مسکرا دی۔

یہ محبت سے بھرا دل بے پناہ شدتیں، حدتیں اس کے لیے تھیں وہ اس وقت خوش نہیں بہت خوش تھی۔ وہ اس شخص کے بنا شاید مر جاتی مگر محبت نے معجزے کر دیے تھے۔ اس کے دل کو معارج تغلق کے دل سے باندھ دیا تھا اور اس آہنگ میں محبت بول رہی تھی۔

"انائیہ ہنی میں عہد کرتا ہوں تمہیں کوئی معمولی سی زک نہیں پہنچنے دوں گا۔ کوئی چھوٹی سی تکلیف بھی نہیں ہونے دوں گا آج کے بعد خود کو خوشیوں سے بھرپور خوش آئند زندگی جینے کے لیے تیار کرو۔ جو خدشوں سے دور اور اوہام سے دور کیونکہ محبت سب ممکن کر سکتی ہے اور میرے دل میں جو تمہارے لیے محبت ہے وہ ہمیشہ قائم رہے گی۔ کچھ رہے یا نہ رہے۔ میری محبت تمہارے لیے باقی رہے گی۔" معارج تغلق نے کہا تو وہ مسکرا دی تھی اور اس کے سینے پر سر رکھ دیا تھا معارج تغلق نے اس کی پیشانی پر اپنے پیار کی مہر ثبت کی تھی اور مسکرا دیا۔

ختم شد

مرحلے راہ زیست
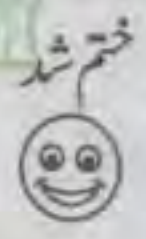
بینا عالیہ

آنکھوں سے خواب دل سے تمنا تمام شُد
تم کیا گئے کہ شوقِ نظارہ تمام شُد
اِک یادِ یار ہی تو پس انداز ہے ندیم
ورنہ وہ کارِ عشق تو کب کا تمام شُد

"سنو میں اپنی دعاؤں کے ان گنت پھول تمہارے دامن میں بھرنے کے شوق میں بے حال ہو کر اپنی سدھ بدھ گنوا بیٹھی ہوں اور مجھے معلوم ہی نہ ہوا چونکی تو اس وقت جب جھولی تنگ پڑ چکی تھی......" وہ لمحہ بھر کے لیے رکی تھی، اب اس کی سانسوں کی جنبش کیپٹن حسن ابوبکر کی سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی جو کب سے سیل فون کان سے لگائے صوفے پر نیم دراز تھے۔ ہنکارہ بھرتے ہوئے انہوں نے گلا صاف کیا۔ وہ اس گم نام لڑکی کو آگے سننے کے لیے بے قرار تھے۔ وہ پھر مدھر کھنکتی آواز میں گویا ہوئی۔

"کیپٹن حسن ابوبکر یقیناً تم یہ سب سن کر حیران ہو رہے ہوگے۔"

وہ کہہ کر خاموش ہوگئی اور کئی لمحے ان کے درمیان خاموشی کی نذر ہوگئے۔

"اچھی لڑکی خاموش کیوں ہوگئی ہو؟" کیپٹن حسن بے قراری سے بولے۔

"بس آج کے لیے اتنا ہی۔"

"جیسے تمہاری مرضی مگر تمہاری باتیں سن کر تشنگی ہنوز رہتی ہے۔"

"کیپٹن صاحب آپ اگر باتیں سمجھ کر بھی نہیں سمجھتے تو یہ میری بدنصیبی ہے۔" لڑکی کا آخری لفظ پر زور تھا۔

"اچھی لڑکی تم تقریباً ایک ماہ سے مجھ سے بات کر رہی ہو۔ آج تو اپنا نام بتادو۔" وہ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔

"کیپٹن صاحب آپ نے نام تو میرا رکھ دیا ہے 'اچھی لڑکی'، بس یہی میرا نام ہے۔" وہ پھر ہنسی کیپٹن حسن کو لگا جیسے ان کے اطراف جل ترنگ بج اٹھے ہوں۔

"اوکے اچھا سنو۔" حسن نے جلدی سے پکارا مبادا وہ فون بند نہ کردے۔

"جی فرمایئے۔" لڑکی کا انداز بہت ہی نرم تھا جب بھی اس کا فون آتا کیپٹن حسن چاہتے وہ دیر تلک ان سے باتیں کرتی رہے۔

"تم کچھ دیر اور مجھ سے بات نہیں کرسکتیں؟"

"کیوں بھئی؟" اس کے لہجے میں شوخی مچلی۔

"دل چاہ رہا ہے۔"

"کیپٹن صاحب اس دل کو سمجھائیں اور اپنے بستر پر جاکر سیدھی کروٹ لیٹ کر آیت الکرسی اور کلمہ پڑھتے ہوئے سوجائیں۔"

"مگر مجھے نیند نہیں آرہی۔"

"میں نے جو مشورہ آپ کو دیا ہے ناں اگر اس پر عمل کریں گے تو فٹافٹ نیند آجائے گی۔" اس نے فون آف کردیا۔ وہ کچھ دیر تک ہاتھ میں پکڑے فون کو دیکھتے

رہے' آہستگی سے مسکراتے رہے اور واقعی اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے بیڈ پر جا کر لیٹ گئے۔

❀......❀......❀

حسن ابوبکر تقریباً چھ ماہ پہلے پنجاب رجمنٹ میں تعینات ہوئے تھے۔ ان دنوں ان کی پوسٹنگ نوشہرہ میں تھی۔ ان کا تعلق نور پور تھل سے تھا۔

آرمی ٹینس کورٹ میں گہری ہوتی شام میں وہ اکثر اپنے دوستوں عدیل شاہ اور راشد نواز کے ساتھ چلے آتے جہاں پہلے سے کئی آفیسر اکٹھے ہو کر ٹینس کھیل رہے ہوتے۔ عدیل اور راشد بھی کھیلنے میں محو ہو جاتے لیکن کیپٹن حسن چیئر پر بیٹھے ان سب کو کھیلتے دیکھتے رہتے یہاں پر دیگر خواتین و حضرات بھی دکھائی دیتے جو ایک دوسرے سے خوش گپیوں میں مصروف نظر آتے۔ شارٹس لگاتے لگاتے راشد نواز کیپٹن حسن کو دیکھ کر بائیں آنکھ جھپکتے ان کا اشارہ حسن ابوبکر کے آس پاس بیٹھی حسین فیشن ایبل اپ ٹو ڈیٹ لڑکیوں کی طرف ہوتا جو یہاں براجمان کیپٹنوں اور لیفٹیننٹ نوجوان لڑکوں کو اپنی نگاہوں کے حصار میں بار بار جکڑتی قہقہہ لگاتی دکھائی دیتیں۔

تب جینز پر ریڈ ٹی شرٹ پہنے کیپٹن حسن ابوبکر کالر درست کرتے مسکراتے ہوئے مزید اتراتے۔

کیپٹن راشد نواز کرنل عادل احمد سے بری طرح ہارتے ہوئے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ سجائے کیپٹن حسن کے قریب آتے ہوئے ایک زوردار دھپ ان کے کندھے پر رسید کرتے ہوئے قریبی چیئر پر ڈھیر ہو گئے۔

''یار راشد جب تمہیں کھیلنا نہیں آتا تو کرنل عادل جیسے منجھے ہوئے پلیئر کے سامنے جاتے ہی کیوں ہو؟''

''برخوردار تمہیں کیا معلوم آفسروں کی نظر میں رہنا ضروری ہوتا ہے۔'' کیپٹن راشد ہنسے۔

''تمہاری یہ حرکتیں...... ڈوب مرنے کے برابر ہیں۔'' سامنے بیٹھے لیفٹیننٹ یونس بٹ نے راشد کو گھورا۔

''تم لوگوں کو اوٹ پٹانگ بولنے کے علاوہ بھلا کوئی کام ہے۔'' کیپٹن راشد نواز پیچھے رہنے والے کبھار تھے۔ قریب آتے ویٹر سے منرل واٹر کی بوتل لی اور ڈھکن کھول کر منہ سے لگالی۔

اس ویک اینڈ کی ڈھلتی سنہری دھوپ کی خنکی بھری سہ پہر میں سب ہی دوستوں نے زبردستی کیپٹن حسن ابوبکر کو کرنل عادل احمد کے مقابل کھڑا کر دیا۔ جبکہ وہ کھیلنے سے زیادہ ٹینس دیکھنے کے شوقین تھے۔

دونوں پارٹیوں کا شور شرابا ہوٹنگ واقعی کیپٹن حسن اچھا کھیل رہے تھے۔ شارٹ پر شارٹ لگاتے جا رہے تھے۔ کرنل عادل کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا اور دونوں مرتبہ کیپٹن حسن کے پوائنٹس زیادہ تھے۔

''ویری گڈ ینگ مین۔'' کرنل عادل نے کیپٹن حسن کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے زور سے ان کا ہاتھ دبایا۔

''تھینک یو سر۔'' آج کیپٹن حسن بہت خوش تھے آج تو تمام دوستوں اور کولیگ کی طرف سے انہیں ڈھیروں شاباش ملی تھی۔

وہ تینوں جب اکٹھے اپنے رومز کی طرف جا رہے تھے تو انہیں پیچھے سے کسی کی مدھر ہنسی کی کھنک سنائی دی۔ اس ہنسی کو تو وہ ہزاروں میں پہچان لیتے' انہوں نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں پیچھے مڑ کر دیکھا۔

وہ ایک خوب صورت اسمارٹ سی لڑکی تھی۔ جس نے جینز پر ڈھیلا سا کرتا پہنا ہوا تھا۔ پاؤں میں جوگرز تھے۔ اس کے سیاہ سونہے بال پونی ٹیل کی صورت اس کی گردن کے پیچھے جھول رہے تھے۔

وہ کرنل عادل احمد کے ساتھ باتیں کرتی ان کے پیچھے آ رہی تھی۔

''کیا ہوا حسن؟'' کیپٹن عدیل نے پیچھے کی طرف دیکھتے اور آگے چلتے کیپٹن حسن کو زوردار قسم کا ٹہوکا مارا تو وہ چونکے۔

''کرنل عادل کو دیکھ رہا تھا۔'' وہ کھسیانی سی ہنسی ہنسے۔

''یوں کہو کہ ان کے ساتھ جو دوشیزہ ہے اسے دیکھ رہے تھے۔'' راشد نواز نے کن اکھیوں سے انہیں گھورا۔

''ہائی داوے وہ ہے کون؟''

''کرنل صاحب کی صاحبزادی ہے۔'' کیپٹن عدیل نے انہیں بتایا۔

وہ دونوں اپنے گھر کے گیٹ کے اندر جا چکے تھے۔ جبھی ان تینوں کے قدم تیزی سے اپنے میس کی جانب بڑھنے لگے۔

کیپٹن حسن ابوبکر بے حد بے چینی محسوس کر رہے تھے۔ جس کی بظاہر تو کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ دل پر عجیب سا بوجھ آن پڑا تھا۔ جینز پر سفید کرتا گلے میں مفلر کمر پر جھولتی پونی بار بار ان کی نگاہوں میں سرک آتی۔ وہ تقریباً پندرہ منٹ سے نوشہرہ کی یخ بستہ کر دینے والی ٹھنڈ میں میس کے ڈرائیو وے پر پیچھے ہاتھ باندھے واک کر رہے تھے۔

''سر جی ڈنر ٹائم ہو چکا ہے اور آپ اس سردی میں یہاں پر ہیں۔'' یہاں کا بیٹ مین منیر خان پشتو لہجے میں کیپٹن حسن سے مخاطب ہوا۔

''منیر خان میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ تم اسٹرانگ سی کافی میرے کمرے میں بھجوا دو۔''

''یس سر۔'' منیر خان الٹے قدموں واپس چلا گیا۔ وہ نپے تلے قدموں سے کوریڈور سے گزرتے اپنے کمرے میں آ گئے۔

انہوں نے ہیٹر جلایا اور صوفے پر آ کر بیٹھ گئے۔ ان کی سماعتوں سے گنگناہٹ بھری ہنسی ٹکرائی جو اکثر فون پر انہیں سنائی دیتی تھی۔

''تو کیا کرنل عادل احمد کی بیٹی ہے وہ؟'' غیر ارادی طور پر انہیں اس کے فون کا انتظار تھا۔ بوریت کی کوفت سے بچنے کے لیے انہوں نے ٹی وی آن کر دیا کسی طرح بھی دل کی بے کلی کو چین نہیں آ رہا تھا۔

ٹینس کورٹ جانے سے پہلے تک انہیں اپنے اس چھوٹے سے روم کس قدر طمانیت محسوس ہوتی تھی اور اس وقت بے کلی اپنے عروج پر تھی' دل نہیں لگ رہا تھا۔ دروازے پر دستک سے وہ ایک دم چونکے۔

''یس کم ان۔''

''السلام علیکم سر۔''

''وعلیکم السلام کیسے ہو گلزار خان۔''

''مالک کا احسان ہے صاحب' اس نے چھوٹے سے ٹرے میں رکھا کافی کا کپ ان کے سامنے رکھ دیا۔

''تھینک یو۔''

''سر کچھ اور چاہیے؟''

''نو تھینکس۔'' وہ چلا گیا تو کیپٹن حسن کافی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ خوشبودار بھاپ اڑاتی ہوئی جھاگ والی کافی کے کپ کو انہوں نے سرد ہونٹوں سے لگالیا۔ اچانک ان کا موبائل بجا اسکرین پر جگمگاتا' اچھی لڑکی لکھا انہیں دکھائی دیا تو گہری مسکان ان کے چہرے پر اتری اور دل کو یک دم بے حد سکون ملا۔

''ہیلو۔''

''کیسے ہیں کیپٹن صاحب۔'' اچانک اس کی خوب صورت آواز سن کر کیپٹن حسن سرشار ہو اٹھے۔

''بہت ہی شاندار ہوں تم کیسی ہو؟''

''میں بھی اچھی ہوں۔''

''کیا کر رہے تھے؟''

''کافی پی رہا ہوں۔''

''واہ آج اچانک سے سرد ہوائیں چلنے سے سردی کی شدت میں اضافہ ہو گیا ہے۔'' وہ گویا ہوئی۔

''ہاں تم کیا کر رہی تھیں۔''

''ڈرائی فروٹ کھا رہی ہوں کھائیں گے؟''

''ہاں ضرور۔''

''تو پھر آ جائیں۔'' وہ زور سے ہنس کر بولی۔ یہ وہی ہنسی تھی جو شام کو ٹینس کورٹ سے واپسی پر انہوں نے سنی تھی۔

''تم گیٹ پر آؤ میں آ رہا ہوں۔'' وہ محظوظ ہوئے۔

''ریئلی۔''

''یس۔''

آپ کو پتا ہے میں کہاں رہتی ہوں؟''

"ہاں۔"
"کہاں......!"
"بتادوں۔"
"لیس۔"
"دلین نمبر تھری ہاؤس نمبر فورٹی ون۔"
"تو آپ کو پتا چل گیا۔" وہ ہنسی
"ہاں۔"
"کیپٹن صاحب مجھے ان باتوں سے فرق نہیں پڑتا۔" حیا عادل لہجے میں لاپروائی سمو کر بولی۔
"تو پھر آج آپ نے پاپا کو ہرادیا۔"
"دیکھ لو۔"
"آئندہ تو انہیں ہرانے کا پروگرام نہیں ہے؟"
"کوشش تو ہوگی آگے جیسے اللہ کی مرضی۔ کل شام تم مجھے ٹینس کورٹ میں مل رہی ہو ناویسے تم بھی بہت اچھا کھیلتی ہو میں نے تمہیں کھیلتے ہوئے دیکھا ہے۔" اس وقت وہ خود کو عرش کی بلندیوں پر محو سفر محسوس کررہے تھے۔ کیف و مستی اچانک ان کی طبیعت کی اداسی دور کرچکی تھی۔

اب اکثر کیپٹن حسن اور حیا عادل ساتھ ساتھ دکھائی دینے لگے تھے۔ ان کے اس عالی شان معرکہ کا علم ان کے دونوں لاڈلے جیالے فوجیوں کو بھی ہوچکا تھا۔ اکثر حیا کی فیور سے حسن ابوبکر کے خرچے پر چائے پانی بھی اڑایا جاتا۔ حیا عادل عدیل شاہ اور راشد نواز کی بھی فرینڈ بن چکی تھی۔

❀......❀......❀

اس بار کیپٹن حسن ابوبکر تقریباً چار ماہ بعد صرف تین دن کی چھٹی پر نور پور آئے تھے۔ انہیں لگ رہا تھا اس موسم سرما میں سیاچن جانے والے فورسز میں ان کا نام بھی نہ آجائے پھر جانے وہاں کتنا عرصہ لگ جائے اور وہ ماں جی سے نہ مل پائیں اس لیے اچانک انہوں نے نور پور آنے کا پروگرام بنالیا تھا۔

اس وقت حسن ابوبکر چھوٹے سے کچن میں روٹیاں پکاتی ماں جی کے قریب پیڑی پر بیٹھے ہوئے رغبت سے کھانا کھاتے ہوئے بولے۔

"ماں جی آپ کے ہاتھ کی بنائی ہوئی نرم اور مہک بھری روٹی کی یاد مجھے ہمیشہ آتی ہے۔ میں اپنے یونٹ کے دوستوں کو بڑے فخر سے بتاتا ہوں میری ماں جی جیسی ذائقہ دار روٹی دنیا کی کوئی ماں نہیں پکاسکتی۔"

"میں صدقے پتر تیرے تو اس مرتبہ آیا بھی تو پورے چار مہینے بعد ہے۔" زبیدہ بی بی گرم گرم روٹی توے سے اتار کر حسن کی چنگیر میں رکھتے ہوئے محبت پاش نگاہوں سے اپنے وجیہ بیٹے کو آنکھوں کی پتلیوں میں اتار رہی تھیں۔

"پتر تو کپتان بن گیا میری اور تیرے ابا کی دیرینہ خواہش پوری ہوگئی۔"

"ماں جی آپ خوش ہیں۔"

"بہت زیادہ خوش ہوں بچے میں۔" ماں جی کی نگاہیں بار بار حسن ابوبکر پر رک جاتیں۔

"آپ اور ابا جی کی خاطر ہی تو میں ملٹری فورس میں گیا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں حسن۔" ماں جی کی نگاہوں میں نرمیاں تھیں۔

"اب آیا ہے تو کچھ دن رہے گا ناں؟"

"صرف تین دن۔"

"ہیں...... ہیں۔" ماں جی کے ہاتھ توے پر روٹی ڈالتے ڈالتے رک گئے۔ اب بھی وہ سوالیہ نگاہوں سے حسن ابوبکر کو دیکھ رہی تھیں۔

"ماں جی بڑی مشکل سے پانچ دن کی چھٹی ملی ہے ہمارا کرنل بہت ہی ڈھاڈا (سخت) ہے وہ کسی صورت چھٹی دینے پر تیار نہیں تھا۔" ماں جی نے اثبات میں سر ہلایا ان کے چہرے پر اداسی چھارہی تھی تب وہ مبہم سے مسکرائے۔

"ماں جی آپ فکر نہ کریں جلدی جلدی چکر لگاتا رہوں گا بس آپ میرے لیے دعا کرتی رہا کریں۔"

"پتر میرے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں ہمیشہ تم دونوں بیٹیوں کے لیے اٹھے رہتے ہیں۔" حسن ابوبکر نے آگے بڑھ کر ماں جی کے ہاتھ چوم لیے۔

"اگر یونہی ماں کے ہاتھ اٹھے رہیں گے تو ان شاء اللہ آپ کے بیٹوں کو کچھ نہیں ہوگا۔"

"ان شاء اللہ۔" ماں جی مسکرائیں۔

"تمہارے ابا نے اپنی زمین ٹھیکے پر دے دی ہے اب وہ زمین کی دیکھ بھال نہیں کرسکتے اور حسین کہہ رہا ہے میں نے ابھی آگے پڑھنا ہے۔ زراعت کی پڑھائی کی بات کررہا تھا کہ فیصل آباد پڑھنے جاؤں گا۔"

"جی ماں جی ایگری کلچر میں وہ ماسٹرز کرنا چاہتا ہے اچھا ہے نا پھر اپنی زمینوں کی دیکھ بھال زیادہ اچھے طریقے سے کرسکے گا۔"

"ہاں حسن آخر کو ہماری بنیاد تو ہماری زمینیں ہی ہیں۔ تمہارے ابا میجر اور چاچا کرنل ہوکر ریٹائر ہوئے اچھا ہوا ناں تمہارا تایا زاد طاہر اور اب تم بھی فوج میں چلے گئے۔"

"جی ماں جی۔" وہ کھانا ختم کرچکے تھے۔ ماں جی نے پیٹھے کے حلوے کی ڈش حسن ابوبکر کے سامنے کردی۔

"یہ خاص طور پر میں نے تمہارے لیے بنایا ہے۔ گلو نے تو کہا ملکانی جی میں بنادیتی ہوں۔ (انہوں نے نوکرانی کا نام لیا) لیکن میں نے کہا میں خود حسن کے لیے بناؤں گی اسے میرے ہاتھ کا ہی پیٹھے کا حلوہ پسند ہے۔"

"واقعی ماں جی بہت مزے دار بنا ہے۔" وہ شوق سے کھاتے ہوئے بولے۔

اس روز صحن میں دھوپ میں بیٹھے ہوئے ماں جی حسن سے کہہ رہی تھیں۔

"حسن دیکھا تم نے اپنا نیا گھر کس قدر خوب صورت بنا ہے تقریباً مکمل ہونے کو ہے ہفتہ بعد بجلی اور کھڑکیوں دروازوں کی آرائش کا کام بھی شروع ہوجائے گا۔ کھڑکیوں اور صدر دروازے کے لیے شیشہ بھی آچکا ہے۔" ماں جی کب سے کچھ خاص کہنے کے لیے تمہید باندھ رہی تھیں۔

"پتر حسن......" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔ وہ بخوبی جانتی تھیں اب وہ جو کہنے جارہی ہیں وہ سن کر حسن ابوبکر کا موڈ خراب ہوجائے گا۔ وہ ماں جی کے سامنے چارپائی پر آلتی پالتی مارے بیٹھے تھے۔

"حسن پتر اب تو تم فوجی بھی بن گئے ہو دیکھو تمہاری منگنی کو بہت عرصہ ہوچکا ہے۔ ہماری جانب سے مکمل خاموشی کی وجہ سے چند روز پہلے چاچا خضر نے خود آکر کہا ہے۔ ہماری طرف سے پوری تیاری ہے اب یہ نیک کام کرلیں۔ حسن اب کپتان بھی بن گیا ہے اور اب ان کی شادی کی تاریخ مقرر کردی جائے۔ حسن وہ تمہارے بچپن کی منگ ہے۔"

"جو مجھ سے پانچ سال بڑی ہے۔" انہوں نے تیزی سے ماں جی کی بات اچک لی۔

"میری پیدائش کے وقت ہی اسے میری جھولی میں ڈال دیا گیا تھا۔" اس بے جوڑ منگنی کے ذکر پر وہ ہمیشہ یونہی آگ بگولا ہوجایا کرتے تھے۔ ان کی پیشانی پر تیوریوں کا جال بچھ گیا۔

ہمیشہ فاطمہ کے ذکر پر وہ یونہی ری ایکٹ کرتے تھے۔ وہ ٹکر ٹکر ماں جی کو دیکھتے رہے۔ جن کے چہرے پر اس وقت بے بسی اور سمجھوتوں کی لکیریں واضح دکھائی دے رہی تھیں۔

زبیدہ خضر چاچا کی بھانجی تھیں۔ ماں تو زبیدہ اور فرید کے لڑکپن میں ہی انتقال کرگئی تھی تب دادی اور چاچا خضر نے ان دونوں بہن بھائی کو سنبھال لیا۔ زبیدہ کے والد صدیق علی بیوی کی ناگہانی موت سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوچکے تھے۔ خضر علی جو صدیق کے چھوٹے بھائی تھے انہوں نے بڑے بھائی کا بہت خیال رکھا۔ دادی چاہتی تھیں صدیق دوسری شادی کرلیں لیکن وہ بچوں پر سوتیلی ماں نہیں لانا چاہتے تھے نہ ہی وہ بلقیس کو ابھی تک بھولے تھے۔ زبیدہ کے میٹرک کرتے ہی انہوں نے

اس کی شادی تایازاد ابوبکر سے کردی جوان دنوں آرمی میں کپتان تھے۔

خضر چاچا کی دو بیٹیاں تھیں بڑی کلثوم اور چھوٹی فاطمہ، جب سال بعد زبیدہ کے ہاں حسن ابوبکر پیدا ہوئے، چاچا خضر نے ان کے کان میں اذان دیتے ہوئے انہیں شہد چٹایا اور پیار کرتے ہوئے بولے۔

''زبیدہ، تیرا بیٹا نہیں ہے یہ آج سے میرا بیٹا ہے۔'' میں نے اپنی فاطمہ اس سے منسوب کی، اس وقت فاطمہ پانچ سال کی تھی۔

ابوبکر اور زبیدہ چاچا کے اس فیصلے سے بہت خوش تھے۔ چاچا خضر نے ہمیشہ ان دونوں کو اپنی اولاد کی طرح ہی تو سمجھا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ فاطمہ کے دل میں خود سے پانچ سال چھوٹے حسن ابوبکر کے لیے خوشگوار جذبے بڑھ رہے تھے۔

گرمیوں کی چھٹیوں میں ابوبکر اور زبیدہ اپنے بچوں کے ساتھ نور پور آتے تب لڑکپن کی عمر میں پہلا پہلا قدم رکھتی فاطمہ کھلی کھلی گنگناتی لہراتی دکھائی دیتی۔ سب سوچتے فاطمہ کے ہاتھ کون سا ایسا خزانہ لگ گیا ہے جو اس قدر مسرور دکھائی دے رہی ہے۔ وہ پورا سال گرمیوں کی چھٹیوں کا انتظار کرتی تھی۔ حسن کو دیکھتے ہی اس کے گلابی چہرے پہ دھنک رنگ اتر آتے۔ وہ لجائی بولائی بولائی کن اکھیوں سے حسن کو دیکھتی بہانے سے ان کے گرد منڈلاتی پھرتی۔ پر حسن کے چہرے پر فاطمہ کے سرشار والہانہ پن کی ہلکی سی رمق تک دکھائی نہ دیتی۔ وہ اچٹتی نگاہ سے اسے دیکھتے، ان کے چہرے کا تناؤ بڑھتا۔ یکسر لاتعلقی کا جامہ پہن لیتے جیسے ان کی نگاہ میں اس کی قطعی وقعت نہ ہو۔

فاطمہ کے کان بچپن سے ہی اپنے نام سے منسلک حسن کا نام سنتے آئے تھے۔ کچی عمر میں ہی اس کے شعور میں حسن ابوبکر براجمان ہو چکا تھا۔ پھر اس انوکھے مہمان کو دل کے ایوانوں میں جگہ تو اسے دینی ہی تھی۔ فاطمہ نہیں جانتی تھی کب سے وہ حسن کو اپنے دل کی سب سے اونچی مسند پر بیٹھا چکی ہے۔ اپنی تمام پرستش، امنگیں، جذبات انہیں سونپ چکی ہے۔ اس احساس سے کتنا عرصہ وہ بے خبر رہی تھی اور اب فاطمہ فاطمہ نہ رہی تھی اس کے وجود کے نخلستانوں میں حسن سے محبت کی تسبیح کے دانے گر رہے تھے اس کے احساس کو فاطمہ کی روح الاپ رہی تھی۔

اپنے جہیز کے سامان کی تیاری میں لگی نوکرانیوں کو دیکھ کر انوکھے جذبوں کی جوت اس کی آنکھوں کو جگمگا جاتی۔ وہ تنہائیوں میں مسکرا اٹھتی تو سرما کی سیاہ رات کی مانند اس کی آنکھیں لرز کر جھکتی چلی جاتیں۔

جب فاطمہ نے سنا حسن ابوبکر نے اس سے شادی سے انکار کر دیا ہے تو ایک لمحے کے لیے اسے آسمان گھومتا ہوا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کا دل زہر آلود خنجر میں پرو دیا ہو اس کا اچانک رک جانے والا سانس بمشکل بحال ہو پایا تھا۔

''حسن میری زیست کی پہلی پہلی ترجیحات میں صرف تم ہی تم تھے میرے احساسات کی تکمیل تو اسی روز ہوگئی تھی جب میں نے اپنے بڑوں سے تمہارا اور اپنا نام سنا تھا۔ اور اب اسے اپنی کم مائیگی کا شدید احساس ڈس رہا تھا۔ آخر اس میں کیا کمی تھی۔ حسن کے انکار نے فاطمہ کی انا کو بری طرح مجروح کیا تھا۔ شعور کی حدود میں قدم رکھتے ہوئے دل حسن کے نام پر ہی تو پہلی مرتبہ دھڑکا تھا۔ آخر حسن نے میری ذات کی کیوں نفی کی۔ اسے کیا حق پہنچتا تھا میرے دل کو ریزہ ریزہ کرنے کا۔ وہ کچی عمر میں ہی تو بھربھری کچی مٹی جیسے خوابوں کے پیچھے بھاگتی چلی آرہی تھی۔

حسن کے ٹھکرائے جانے نے فاطمہ کو بے دم کر دیا تھا۔ اکثر عالم بے خودی میں اس نے کیپٹن حسن کے ساتھ زندگی کے کتنے ہی سنگ میل کی مسافتیں طے کی تھیں۔ ہواؤں کے سنگ چلی تھی سبزہ زاروں کے طویل راستے پر حسن ابوبکر کے مضبوط ہاتھوں میں اپنے نازک مخروطی انگلیوں والے گداز ہاتھ دیئے اس کے جوڑے

پراندوں پر سرسر کھے ان گنت ساعتیں بتائی تھیں۔

کیسا شب خون مارا تھا حسن نے اس کی آشاؤں کے مسکن پر۔ اب فاطمہ نے اچانک گہری چپ سادھ لی تھی۔ اس کا جہیز پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ شادی کے لیے چاول گندم بھی صاف ہوگئے تھے۔ گھر کے پلے ہوئے بکروں کو چنے اور دیسی گھی کھلایا جا رہا تھا تاکہ شادی کی دعوت میں گوشت کا لذیذ قورمہ اور باربی کیو خوب ذائقہ دار ہو۔

خضر علی نے ایک چپ سادھ لی تھی۔ کلثوم کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ خضر علی نے اپنی زمین دونوں بیٹیوں کے نام کر دی تھی۔ اب وہ کیسے بیٹیوں کو باہر بیاہ کر اپنی زمینیں بھی غیروں کو سونپ دیتے۔

حسن ابوبکر جانتے تھے فاطمہ ان سے منسوب ہے لیکن انہوں نے کبھی اس کے بارے میں اس طرح نہ سوچا تھا۔ جب سے حیا عادل سے ان کی شناسائی ہوئی تھی پھر دونوں جانب ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا دونوں اس قدر قریب آچکے تھے کہ اب ایک دوسرے سے دوری مشکل ہی نہیں ناممکن ہو چکی تھی۔

والدین حسن ابوبکر سے سخت ناراض تھے لیکن وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھے انکار تو انہیں ہر صورت کرنا ہی تھا۔ کیپٹن حسن ابوبکر واپس آئے تو سیاچن جانے کے ان کے آرڈر آچکے تھے۔

وہ اس برفباری میں اتنی دور نہیں جانا چاہتے تھے۔ ملٹری فورسز میں کورس کے دوران پہلے سے ہی سمجھا دیا جاتا ہے۔ یہ زندگی اب تمہاری نہیں اس ملک کی ہے، عہد لیا گیا تھا اس ملک کے لیے کہ فوج کے جوان کسی قربانی سے گریز نہیں کریں گے۔ ایک ہفتہ بعد ان کی بٹالین کو سیاچن روانہ ہونا تھا۔

ان کے سامنے کئی سوالیہ نشان تھے۔ ماں جی اور ابا جی کو وہ ناراض کر کے آئے تھے اور ان کی پہلی محبت حیا...... اس سے انہیں دور جانا ہوگا۔ حیا کا خوب صورت چہرہ ان کی سنہری آنکھوں کے سامنے جھلملا رہا تھا، اس کی خوب صورت آنکھوں کے کٹورے آنسوؤں سے بھر رہے تھے۔ یک بارگی انہوں نے چاہا ان آنسوؤں کو اپنے ہونٹوں سے چن لیں۔

اس ویک اینڈ کی دوپہر جب سفید دھوپ کی حدت ہر سو اپنا راحت بخش چھڑکاؤ کر رہی تھی حسن حیا عادل کے ساتھ آرمی کلب کے احاطے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حیا نے ولی محمد کو ملک کافی لانے کا کہا۔

''حیا میرے گھر جانے سے پہلے تم نے کہا تھا میری واپسی پر تمہیں مجھ سے ضروری بات کرنی ہے۔''

''حسن آپ سیاچن جا رہے ہیں اس وجہ سے میں کچھ ڈسٹرب ہوں۔''

''یہ تمہیں کس نے بتایا؟'' انہوں نے چونک کر حیا کی طرف دیکھا۔

''آپ نے نہیں بتایا تو کیا مجھے معلوم نہیں ہوگا۔ کیپٹن صاحب میں کرنل کی بیٹی ہوں۔ ڈیڈی نے مجھے آپ کے متعلق بتایا تھا۔''

''حیا میں نے جان کر تمہیں نہیں بتایا تھا۔'' وہ انگلیوں سے پیشانی سہلاتے استہزائیہ ہنسے۔ ولی محمد ان کے سامنے کافی رکھ کر جا چکا تھا۔

''حیا تم نے مجھ سے کچھ کہنا تھا۔''

''ہوں۔'' وہ اپنے جذبات کا مدوجزر ان سے چھپانا چاہ رہی تھی لیکن اس کی سیاہ آنکھوں میں گلابی رنگ بھرتی نمی بڑھ رہی تھی۔

''حسن میں جاننا چاہتی ہوں آپ کس حیثیت سے مجھ سے ملتے ہیں؟'' وہ اپنی پارہ ہوتی سانسوں پر بمشکل قابو پاتے بھاپ اڑاتی کافی کگ کو بغور دیکھ رہی تھی۔ چند گونگے لمحے دونوں کے درمیان رقص کرتے رہے۔ وہ سراپا منتظر تھی۔

''حیا تم نے یہ سوال کیوں کیا؟''

''کیونکہ میں اب ان ان گنت لمحوں کا رزلٹ چاہتی ہوں۔ جو ہم دونوں کے درمیان گزر چکے ہیں۔'' ایک آسودہ مسکان ان کے چہرے پر پھیلی تب سورج کی

ہیرے جیسی چمک دار کرنیں حیا کے سراپا پر سر رکھے چپکے سے مسکائیں۔

"حیا میں تمہیں تم سے بڑھ کر چاہتا ہوں۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"حسن میں نے ممی ڈیڈی سے آپ کے متعلق بات کی ہے وہ دونوں آپ کو پسند کرتے ہیں۔ اپنے طور پر ڈیڈی نے آپ کی بابت خاصی معلومات اکٹھی کرلیں ہیں۔ سمجھیں آپ اس ٹیسٹ میں کامیاب ہوگئے ہیں۔" مسکراتے ہوئے حسن ابوبکر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف دیکھا۔

"اللہ تیرا صد شکر بنا امتحان دیئے پاس ہوگیا۔ اب تم میرے سیاچن سے لوٹنے کا انتظار کرنا۔"

حسن کی بات سن کر وہ اداس ہوگئی تھی۔

"آج رات ممی نے آپ کو ڈنر پر انوائٹ کیا ہے۔" وہ کافی کا مگ ہونٹوں سے لگائے لگائے شوخ نگاہوں سے اس اونچے قامت کے قوی سراپا کے کیپٹن حسن ابوبکر کو دیکھ رہی تھی۔ ان کی آنکھیں بھی حیا کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ خوب صورت جذبوں کی وہ اجلی دھوپ پونی ٹیل سے نکلی گال پر جھولتی سیاہ لٹ اور اس ساکن منظر میں دو نفوس کی سوالیہ نگاہیں گداز جذبات کا یہ دلکش ردعمل، دونوں پلکیں جھپکانا بھول چکے تھے۔ آسمان کی بلندیوں کو چھوتے درختوں کے درمیان چم چم کرتا چکنا سفید ٹائلز کا یہ چبوترا اطراف میں کھلے پھولوں کی مہک، درختوں پر بیٹھے پرندوں کی سریلی بولیاں۔ دونوں کی آنکھوں میں جذبوں کی تمام جنبشوں کو جیسے زبان مل گئی۔

❀......❀......❀
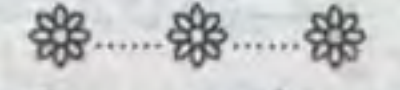
فوجیوں کا قافلہ سیاچن روانہ ہو رہا تھا۔ جانے سے پہلے وہ دونوں ملے تھے۔ دونوں ہی خاموش تھے۔ لیکن آنکھیں باتیں کر رہی تھیں۔ دونوں آنکھوں کی زبان سے ایک دوسرے کو اپنے جذبوں کی صداقت کا بھرپور یقین دلا رہے تھے۔ وہ کون سے پل تھے جب قدرت ان دونوں کو ایک دوسرے کے اتنے قریب لے آئی تھی۔

سیاچن کا طویل سفر ان گنت گھنٹوں پر محیط تھا، وہاں کے راستے بہت دشوار تھے۔ ملٹری ہیڈ آفس تک تو جیپیں پہنچ چکی تھیں۔ اب آگے کی پچویشن سنبھالنے کے لیے ان کی بٹالین نے پیدل ہی سفر کرنا تھا۔

راشد نواز چلتے چلتے اچانک سے رک جاتے، ان کے پیچھے آتے لوگ رسیوں کو پکڑ پکڑ کر اونچائی کی جانب بڑھتے ہوئے رک جاتے۔

"اب کیا ہوگیا کیپٹن راشد۔" حسن ابوبکر نے ان کی گردن پر مکا رسید کیا۔

"یار کیا کیا روپ اپناتے ہیں ہم فوجی لوگ بھی۔" انہوں نے رسیاں پکڑے اپنے پیچھے آتے لوگوں پر ایک نگاہ دوڑائی۔ برف باری تیزی سے جاری تھی۔ گھٹنوں تک بوٹ اندر گرم وردی اوپر فوجی براؤن برجس نما رین کوٹ، ہاتھوں میں گرم دستانے۔

"راشد اب آگے بھی چلو۔" پیچھے سے کیپٹن زمرک خان نے ہانک لگائی۔ لیکن وہ بدستور آسمان کی طرف چہرہ اٹھائے آنکھیں بند کیے کھڑا تھا۔ برف اس کے چہرے پر گر رہی تھی۔

"کیپٹن حسن ایک زور کا گھونسہ لگانا اس جوان کو۔" زمرک خان سچ مچ غصہ میں آگئے تھے۔ تب فوک گیت گنگناتے ہوئے کیپٹن راشد آگے بڑھنے لگے۔

میس تک آتے ہوئے شام گہری ہوچکی تھی۔ سب ہی باری باری کرنل ایاز بخاری کے آفس جاتے دن بھر کی رپورٹ انہیں دیتے۔ سامنے پڑے رجسٹر پر سائن کرتے اور باہر آجاتے۔ کیپٹن راشد نواز اور حسن ابوبکر اپنے مشترکہ کیبن کی جانب تیزی سے بڑھے جہاں پہلے ہی محبت خان نے آتش دان میں چیڑ کی لکڑیاں جلا رکھی تھیں جواب لال رنگ کے دہکتے انگاروں کی شکل اختیار کرچکی تھیں۔ کیبن کا ٹمپریچر خاصا تسلی بخش تھا۔ دونوں آتش دان کے نزدیک فلور کشن پر آکر بیٹھ گئے تھے۔

"حسن بلیک کافی پینے کو دل چاہ رہا ہے۔" راشد نواز ہاتھ تاپتے ہوئے بولے۔

"پتر باس کے آرڈرز ہیں کوئی بھی بندہ بشرا اپنے روم میں کھانے پینے کو کچھ نہیں منگوائے گا۔ کافی کے لیے تو میس کچن تک جانا ہوگا۔"

"پھر او کے بائے۔" ارشد نواز آتش دان کے سامنے لیٹ گئے اور ٹانگیں لمبی کرتے ہوئے بازوؤں کا سرہانہ بنائے آنکھیں موند لیں۔

"اب میں کیا کروں۔" حسن ابوبکر نے انہیں گھورا۔

"برخوردار تم عارف لوہار کی جگنی گاؤ۔"

"تم سوتے رہو میں تو کافی پینے جارہا ہوں۔"

"پہلے چینج کرلو خبردار جو تم نے ادھر دیکھا۔" حسن ابوبکر کورنر پر لٹکتے کپڑوں کی جانب بڑھے۔ وہ چینج کے بعد بولے۔

"میں جارہا ہوں تم خراٹے لیتے رہو۔" واقعی اس وقت راشد نواز گہری نیند میں خراٹے لے رہے تھے اس وقت گرم نائٹ سوٹ کے اوپر حسن ابوبکر نے فل سفید کوٹ پہن رکھا تھا اونی ٹوپی کو کھینچ کر کانوں تک چڑھا لیا۔ گلے میں اچھی طرح مفلر لپیٹ رکھا تھا۔ چند قدم اٹھانے کے بعد وہ میس میں پہنچ گئے تھے۔

"محبت خان صاحب" لیونگ روم میں داخل ہونے سے پہلے انہوں نے کچن کے دروازے سے جھانک کر ہانک لگائی۔

"یس سر۔" سرعت سے گھوم کر کیپٹن حسن کے سامنے موجود تھا۔

"گرما گرم بلیک کافی چاہیے۔"

"پانچ منٹ میں حاضر ہوئی سر۔" وہ پھر اسی طرح گھوم گیا۔

لاؤنج میں اس وقت میجر ہمایوں اور کیپٹن سرفراز بیٹھے ٹی وی کے ساتھ فش سوپ انجوائے کر رہے تھے۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام جگ جگ جیو۔" میجر ہمایوں نے مسکرا کر دیکھا۔

"کیپٹن حسن اپنے لیے سوپ منگوالیں اس سے جسم کو خاصی حرارت ملے گی۔"

"تھینک یو سر۔" محبت خان کو کافی کا کہہ کر آیا ہوں۔" وہ ٹی وی کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ کیپٹن سرفراز نے معنی خیز مسکراہٹ حسن ابوبکر کی طرف اچھالی۔ دونوں خاموش تھے۔ سامنے میجر صاحب جو بیٹھے تھے۔

یہاں آئے انہیں تقریباً ایک ماہ ہوچکا تھا۔ نہ ہی گھر والوں سے کسی کا بھی رابطہ ہوسکا نہ ہی وہ حیا سے رابطہ کرسکے۔ شدید برف باری ہو رہی تھی لینڈ سلائیڈنگ سے تمام راستے بند ہوچکے تھے۔ اب مزید ملٹری فورسز یہاں نہیں آسکتی تھی۔ زمینی راستے بند ہونے کے باعث ہوائی رابطے بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے کئی بستیوں میں چھ خاندان کے چالیس افراد لاپتا ہوچکے تھے۔ ایسی خبریں انہیں ٹی وی نیوز سے ہی ملتی تھیں۔ ملٹری کورس کے دوران ان جوانوں کو لیکچر بھی اسی نوعیت کے دیئے جاتے تھے۔

"اس ملک کی سلامتی ہی آپ کے لیے سب کچھ ہے۔" یہاں آنے سے پہلے انہیں بریفنگ میں بتایا گیا تھا۔

"ہمیں سیاچن میں کچھ ماہ بھی لگ سکتے ہیں دورانیہ بڑھ بھی سکتا ہے۔ اپنے فرائض کو ایمانداری سے نبھانا آپ سب پر فرض ہے۔ کرنل ایاز کی کمان میں آپ سب کو رہنا ہوگا۔ سستی کی قطعی گنجائش۔ تم سب کو سر اٹھا کر دشمن کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اگر ایسا نہ کرسکو تو میرے سامنے مت آنا۔"

رات آٹھ بجے قدرے بڑے سے لاؤنج نما ہال میں کھانا سرو ہوتا تھا۔ کچن سے ملحقہ دیوار کے ساتھ ٹیبل پر کھانا ارینج کیا جاتا۔ سب ہی لوگ اپنی اپنی پلیٹ اٹھاتے اور لائن بنا کر کھانا پلیٹ میں ڈالتے سامنے مرکزی دیوار پر بڑی سی پلازمہ اسکرین لگی تھی۔ کھانے کے دوران خوش گپیوں کے ساتھ ساتھ کھانے

میں محو ہو جاتے۔

اس رات ڈنر کے بعد کرنل ایاز تمام لڑکوں کے سامنے بیٹھتے ہوئے لیکچر کے انداز میں کہہ رہے تھے۔

"جب تمام پہاڑ سفید برف کی پوشاک اوڑھ لیتے ہیں ہر جانب دھند کے کارواں سرگرداں تھے' یہاں وہ لوگ پھنسے پورے پاکستان سے کٹ چکے تھے۔ ان کے رابطے ختم ہو چکے تھے۔

ینگ بوائز یہاں پر لڑائی ہوتی ہے جب مخالفین ایک دوسرے کی چیک پوسٹ میں مداخلت کرتے ہیں۔ اس لیے ان علاقوں میں جنگ شدید سردی اور گھمبیر تنہائی میں ہوتی ہے۔ تب آپ سب کو محتاط ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

انہیں یہاں آئے تقریباً چھ ماہ ہونے والے تھے۔ اس دوران دو چار مرتبہ حسن ابوبکر کی گھر والوں سے بات ہوئی تھی۔ ماں جی نے حسن ابوبکر کو بتایا تھا اب میرا اور تمہارے اباجی کا ارادہ ہے حسین سے فاطمہ کی شادی ہو جائے۔"

"ماں جی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں حسین سے فاطمہ سات سال بڑی ہے۔"

"پتر تو یہ دعا کر حسین مان جائے چاچا سے برادری کے اور لوگوں نے فاطمہ کا رشتہ مانگا ہے۔ لیکن چاچا جی نے انکار کر دیا ہے انہوں نے حتمی فیصلہ دے دیا ہے بے شک کنواری بیٹھی رہے میں اس کی شادی گھر سے باہر نہیں کروں گا۔" ماں جی کی باتیں سن کر حسن ابوبکر پریشان ہو گئے تھے لیکن وہ مجبور تھے وہ کیسے اپنی خواہشات کو سولی پر لٹکا دیتے۔ فاطمہ جب ان کے دل میں تھی ہی نہیں تو اسے اپنی زندگی میں کیسے شامل کر سکتے تھے۔

حیا سے اکثر ان کی بات ہوتی رہتی تھی۔ وہاں سے ایک بٹالین آئی تھی۔ حیا نے حسن ابوبکر کے لیے گرم کپڑے اور کھانے پینے کا ڈرائی سامان بھجوایا تھا۔ ساتھ میں ایک خط تھا خط کیا پورا افسانہ تھا جس میں اس نے کیپٹن حسن کے بناہتے تمام لمحات رقم کیے تھے۔ ایم بی اے کے بعد اب اس نے ایم اے انگلش میں ایڈمیشن لے لیا تھا' حسن ابوبکر بھی حیا کو بہت مس کرتے تھے۔ جب بھی موسم سازگار ہوتا وہ اسے میسج بھیجتے رہتے۔

......☆☆☆......

فاطمہ کا ذہن ہرگز دل کی بستی کے مکین کپتان حسن ابوبکر سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھا۔ وہ اس کی اولین چاہتوں کے افق پر سب سے زیادہ چمک دار ستارے کی مانند براجمان تھا۔ اس کی سیاہ جگمگاتی آنکھوں میں گہری اداسیوں نے ڈیرے ڈال لیے تھے۔ نہایت خاموشی کے ساتھ اس کے سراپا کی دلفریبی کو گھن لگ رہا تھا۔ اس زندگی سے وہ بے زار ہو چکی تھی۔ اس کی یک طرفہ محبت کا مزا اس کے سامنے کھڑا دوہائیاں دیتا جبراً تو کسی کی محبت کو پایا نہیں جا سکتا۔ اس شخص کی اپنی مرضی۔" وہ تھک کر سوچتی۔

زبیدہ اور ابوبکر نے چاچا خضر سے رو رو کر معافی مانگی تھی۔ اپنی اولاد کی طرف سے بے بسی کا ذکر کیا تھا۔ وہ بیٹی کے باپ تھے بھلا کیا کہہ سکتے تھے۔

"زبیدہ اور ابوبکر تم لوگوں کا اس میں کوئی قصور نہیں اللہ نے حسن اور فاطمہ کے سنجوگ ہی نہیں لکھے تو ہم مجبور ہیں۔" خضر چاچا کے چہرے پر بے بسی لاچاری بھری تھکان آمیز خاموشی لرز رہی تھی۔ تب زبیدہ اور ابوبکر نے کئی دنوں کی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا حسین سے فاطمہ کی شادی کر دی جائے۔ خضر چاچا کے ان پر بہت احسانات تھے وہ انہیں کسی صورت ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔

پہلے تو حسین ابوبکر کو منانے کا مرحلہ تھا۔

❀......❀......❀

فروری ڈھل چکا تھا۔ مارچ کی آمد آمد تھی۔ لمبے چوڑے برآمدے میں پڑی بہت ساری چارپائیوں میں سے ایک پر تکیے کے سہارے بیٹھے حسین کے نزدیک زبیدہ بیٹھی تھیں۔ سامنے ابوبکر علی دوسری چارپائی پر بیٹھے

حقے کی نے ہونٹوں میں دبائے مضمحل دکھائی دے رہے تھے۔ کئی پلوں سے حقے کی نے ان کے ہونٹوں کے بیچ ساکن تھی وہ اسے گڑگڑا نہیں رہے تھے۔ حسین نے اباجی اور پھر ماں جی کی طرف دیکھا۔ حسین جانتے تھے حسن نے فاطمہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ شاید اسی لیے یہ لوگ پریشان ہیں۔

"آپ حسن بھائی کی وجہ سے پریشان ہیں؟" حسین نے باری باری دونوں کو دیکھا۔

"ہوں۔" ابوبکر علی نے سوچتی آنکھوں سے حسین کی طرف دیکھا اور پھر وہ اندر کی گھبراہٹ سے تیز ہوتے تنفس پر قابو پاتے تیزی سے حقہ گڑگڑانے لگے۔

زبیدہ نے متورم آنکھوں سے حسین کی جانب دیکھا۔

حسین متحمل مزاج کا لڑکا تھا۔ جس کی طبیعت میں صلح جوئی اور بہترین خصائل تھے۔ وہ اپنے والدین کا بہت فرمانبردار تھا۔ وہ بے حد حساس بھی واقع ہوا تھا۔ اس کی خوش اخلاق طبیعت کی وجہ سے سبھی اس سے خوش رہتے تھے۔

"حسین پتر تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" زبیدہ عجب بھری تمہید باندھ رہی تھیں۔

"حکم کریں ماں جی۔" وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

"دیکھو ہمیں غلط نہ سمجھنا نہ ہی کوئی بدگمانی دل میں لانا۔"

"جی بولیں۔"

"پتر تم فاطمہ سے شادی کر لو۔"

زبیدہ بیگم نے گلا صاف کرتے ہوئے بمشکل انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔

"ماں جی۔" وہ بے یقینی کے بھنور میں تیزی سے قلابازیاں کھا رہے تھے۔ انہیں اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس سے سات سال بڑی لڑکی کا سنجوگ اس سے جوڑنے کی بات کر رہی تھیں۔

"ماں جی فاطمہ آپا سے میری شادی......؟" وہ پہلے

ہی ماں باپ کو گہری سوچوں میں دیکھ کر خطرے کا الارم بجتا محسوس کررہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرانی بدستور قائم تھی۔ حسین ابوبکر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ انہیں کیا جواب دے۔

''کیا خاندانی روایات کی بھینٹ اب مجھے چڑھایا جائے گا۔''

''حسین پتر۔'' ماں جی نے ان کا کندھا ہلایا۔

''ماں جی فاطمہ آپا مجھ سے سات سال بڑی ہیں۔''

''پتر عمروں سے کوئی فرق نہیں پڑتا حسین وہ میرے چاچا کی بیٹی ہے۔ اس چاچے کی جس نے مجھے اور تمہارے ماموں کو اپنی اولاد کی طرح سنبھالا۔ ان کے احسانات تلے میں اور تمہارے ابا جی دبے ہوئے ہیں۔ اتنی لمبی چوڑی جائیداد باہر چلی جائے گی۔''

''ابا جی کچھ تو آپ لوگ خیال کریں۔ حسن بھائی کے انکار پر آپ مجھے قربانی کا بکرا بنانا چاہتے ہیں۔'' ضبط کے باوجود وہ تلملا اٹھے۔ اضطراب ان کی آنکھوں میں چھلک رہا تھا۔

''ہماری آخری امید ہو تم حسین۔ ہم تم پر زبردستی تو نہیں کرسکتے اگر تم ہمارا مان رکھ لو تو تمہاری مہربانی ہوگی۔ حسین تم نے کبھی ہمارا مان نہیں توڑا۔ ہمیں چاچا خضر کے سامنے سرخرو کردو۔ اپنے پردادا کی اس حویلی کا مان سمان فخر وغرور اس کا وقار وتمکنت تباہ ہونے سے بچالو۔'' ماں جی نے حسین کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''ماں جی مجھے گناہ گار نہ کریں۔'' حسین ماں کے ہاتھ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے سسک پڑے۔ ان کے اندر شور مچا ہوا تھا۔ ان کا دل لہولہو ہورہا تھا۔

''ماں جی میں نے ہمیشہ انہیں بہن کی طرح سمجھا ہے' میرا ذہن کیسے یہ قبول کرسکتا ہے۔''

''حسین بڑی عمر کی عورت کم سن شوہر کو احسن طریقے سے سنبھال لیتی ہے۔ وہ تمہارا بہت خیال رکھے گی۔''

''بیوی کو میری سپردگی میں آنے کی بجائے آپ ایک بڑی عمر کی عورت کی گود میں مجھے ڈالنا چاہ رہی ہیں۔'' حسین کے سپاٹ چہرے پر گہرا ملال تھا۔ اس کے اندر لپکتے شعلے اسے تہس نہس کررہے تھے۔

اچانک ماں جی نے ان کے پیروں پر اپنی چادر رکھ دی۔

''ماں جی خدا کے لیے مجھے گناہگار نہ کریں۔'' وہ چادر آنکھوں سے لگائے چوم رہے تھے اور دھواں دھار انداز میں رورہے تھے۔ حسین کے آنسو اس وقت ماں جی کے دل پر گررہے تھے۔ وہ بھی اپنی اپنی جگہ کس قدر بے بس اور مجبور تھے۔

یہ کوئی خواب نہیں بلکہ ایک حقیقت تھی۔ جو اپنی تمام تر جزئیات سمیت حسین کے روبرو تھی۔

''ماں جی آپ کی یہی مرضی ہے تو پھر ٹھیک ہے۔'' حسین نے جانے کس دل سے یہ بات کہی تھی۔

''میں صدقے میں قربان۔'' ماں جی ان کا چہرہ ہاتھوں میں لیے حسین کا ماتھا چوم رہی تھیں۔ ابا جی اپنی جگہ سے اٹھ کر حسین کے قریب آئے اور انہیں گلے لگالیا۔

باپ کے چوڑے سینے میں سماتے ہونٹوں کو سختی سے بھینچتے تمام سسکیاں گلے کی گھور اندھیری دیواروں میں اتار گئے اور کھل کر مسکرائے لیکن ان کے دل کی بستی میں نوحہ ہورہا تھا۔

دونوں ماں باپ اس بے پایاں خوشی پر شادمان تھے۔ لیکن ان کی آنکھیں بھی نم تھیں۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ تیز دھار آری جیسی گھڑگھڑاہٹ ان کے دل کی پرتیں ادھیڑ رہی ہے۔

اب دوسرا مرحلہ چاچا خضر کو منانے کا تھا۔

بہت مشکلوں کے بعد وہ خضر چاچا اور سلطانہ چچی کو منانے میں کامیاب ہوپائے تھے۔

فاطمہ کو بتایا گیا حسین سے تمہاری بات پکی کردی گئی ہے۔ ایک بار وہ پھر بکھر چکی تھی۔ شاک کے عالم میں تھی اس کے دل کی دھڑکنوں پر کسی نے اپنے پنجے گاڑھ دیئے تھے۔ اس نے تو ہوش سنبھالتے ہی حسن کے نام کی تسبیح

پڑھی تھی۔ آنکھوں کے بحر بیکراں میں حسن کے نام کے ہی آبگینے ابھرتے رہے تھے۔ ہاتھوں کی لکیروں میں حسن ابوبکر کا نام ہی تو بسا تھا۔ اچانک اسے کسی بے سمت میں دھکیل دیا گیا تھا۔

''حسن اگر میں تمہاری نگاہ میں جاہل اجڈ' گنوار بے وقعت تھی تو اس میں بھلا میرا کیا قصور' تم سے پانچ سال بڑی تھی تب بھی میرا قصور نہیں۔ میں ہی احمق تھی جو بپھری لہروں پر راستہ بنانے نکلی تھی۔ بڑوں کی آگہی نے ہی تو مجھے تمہارے دل تک کا راستہ دکھایا تھا تب میں نے اپنی تنہائیاں تمہارے خیالوں کے احساس سے آباد کرلیں۔ میں نے تمہاری پرستش کی' تمہاری سنہری آنکھوں نے مجھے کبھی ایسا خیال نہ سونپا۔ تم نے تو کبھی مبہم سا اشارہ بھی نہ دیا میں ہی محبتوں کی تمام حدیں پار کربیٹھی تھی۔ میں نے ہی تمہاری خوشبو کو اپنا پیرہن بنالیا تھا۔ جب جب تمہیں دیکھتی مجھے اپنی اس زندگی سے پیار ہونے لگتا جو تمہارے پیار کی خوشبو اوڑھے میرے سامنے کھڑی مسکراتی۔ لیکن اب دل کے ایوانوں میں امنگیں پارہ پارہ ہوئی نوحہ کناں تھیں۔

ایسی پرانی محبتوں کو بھلایا نہیں جاسکتا۔

❀......❀......❀
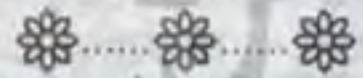
تقریباً آٹھ ماہ بعد ان کی بٹالین کی واپسی عمل میں آئی تھی۔ وہاں ایسا کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں ہوا تھا۔ سبھی فوجی خوش تھے' کرنل ایاز نے ان سب کو خوب سراہا تھا۔ اب ہیڈ آفس آکر ان سب کو جرنل کو اپنی پرفارمنس کی رپورٹ دینی تھی۔ نوشہرہ میں ان سب کی غیر موجودگی میں نئی طرح تعینات ہونے پر ان سب کو پنڈی میں بھیج دیا گیا تھا۔

اس دوران کرنل عادل ریٹائر ہوکر اسلام آباد اپنے ذاتی گھر میں شفٹ ہوچکے تھے۔

حیا سے فون پر مسلسل حسن ابوبکر کا رابطہ تھا۔

اس شام جب اسلام آباد کا موسم بہت خوب صورت ہورہا تھا۔ وہ حیا اور کرنل عادل کی دعوت پر جیپ لیے مارگلہ کے خوب صورت پہاڑوں کی طرف نکل آئے۔ اولین شاموں کا کمان کی صورت چاند ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ہلکی ہلکی بونداباندی بھی ہورہی تھی۔ اندھیرے کی طرف جھکتی اس سرمئی شام کرنل عادل کی رہائش گاہ پہنچے تو رم جھم کے اس پار اپنے گیٹ کے سامنے واک کرتی حیا انہیں دکھائی دی وہ ہر طرف کھلے پھولوں کے درمیان کھڑی خاصی کھلی کھلی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ تو پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت ہوگئی تھی۔ اس کی گندمی رنگت گندم کی سنہری بالی کی طرح چمک رہی تھی۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں بے تابیاں ہنوز تھیں۔ سفید چوڑی دار پاجامے پر لونگ اورنج کلر کی شرٹ گلے میں لمبا سیاہ دوپٹہ' آج اس نے اپنے لمبے بالوں کی چوٹی بنائی ہوئی تھی۔ پاؤں میں سیاہ فلیٹ شوز تھے جو اس کی طویل ہائٹ پر خوب جچ رہے تھے۔ ہارن پر اندر سے گیٹ کھول دیا گیا۔ وہ تیزی سے جیپ ڈرائیووے پر لے آئے حیا بازوؤں کا حلقہ بنائے کیپٹن حسن کے پیچھے چلی آئی۔

وہ سرعت میں جیپ کا دروازہ کھول کر باہر نکلے۔

''السلام علیکم کیپٹن صاحب!''

''وعلیکم السلام کیسی ہیں محترمہ۔'' ان کی سنہری آنکھوں میں راج ہنس اتر آئے تھے۔

''بہت اچھی ہوں۔'' وہ کھل کر مسکائی۔ آٹھ ماہ بعد دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں خاموشیوں کی زبان میں ایک دوسرے کو اپنی آنکھوں میں بھرے محو گفتگو تھے۔

دونوں بہت دنوں سے سوچتے رہے تھے کہ اتنے عرصے بعد کیسے ایک دوجے سے ہمکلام ہوں گے اور کن الفاظ میں...... وہ بے شمار لمحات جو دشت کی صعوبتوں میں گزرے کیسے بیان کریں گے۔

لفظوں کا انتخاب نہ ہوسکا تو دونوں زور سے ہنسے۔ دونوں کے چہروں پر ایک دوسرے کے روپ کی دمکتی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

''آپ بارش میں بھیگ رہے ہیں اندر آیئے۔'' حیا

مسکرائی۔

”اچھا۔“ وہ چونکے اور بوندا باندی کے اس پار کھڑی حیا عادل کی طرف مست آنکھوں سے دیکھا۔ لمحے سرکتے رہے جنہیں وہ روک نہیں سکتے تھے۔ تبھی وہ دونوں انٹرنس کی جانب بڑھے‘ ممی ڈیڈی لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے۔ کرنل عادل پرتپاک انداز میں ان سے ملے ’اورنج جوس کے سپ لیتے وہ کرنل عادل کو سیاچن کی اپنی مصروفیات سے آگاہ کرتے رہے۔

حیا کے بڑے دونوں بھائیوں کی شادیاں ہوچکی تھیں جو اپنی فیملیز کے ساتھ بیرون ملک رہائش پزیر تھے۔

ثمرین چاہتی تھیں حیا کی بھی اب جلدی شادی ہوجائے۔ انہیں کیپٹن حسن ابوبکر ہر اعتبار سے پسند تھے۔ پھر ان کا بیک گراؤنڈ بھی اسٹرانگ تھا ان کے بڑے بھی ملٹری سے منسلک رہے تھے۔

کیپٹن حسن تین دن کی چھٹی پر نور پور آئے تو سبھی انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان دنوں حسین اور فاطمہ کی شادی کی تیاریاں جاری تھیں۔ حسن نے ابا جی اور ماں جی سے حیا کا ذکر کیا تھا‘ کرنل عادل احمد کے نام پر ابا جی چونکے تھے۔

”حسن وہ گجرات کے رہنے والے ہیں؟“

”جی ابا جی۔“

”ان کی آنکھیں ڈارک براؤن ہیں؟“

”جی۔“

”وہ تو میرے ساتھ آرمی میں کورس میٹ کے علاوہ کپتان رہے ہیں۔ ہم نے گلگت میں مشقیں بھی اکھٹی کی تھیں۔ وہ تو اپنا یار تھا۔ ہماری بٹالین میں سب سے زیادہ باتونی تھا۔“

”اب بھی وہ ویسے ہی ہیں۔“ کیپٹن حسن مسکرائے۔

”یہ تو اچھی بات ہے عادل احمد اپنا یار نکلا۔“ ابا جی خاصے خوش اور مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔

کیونکہ کرنل عادل احمد ایک اچھی فیملی سے بیلونگ کرتے تھے۔ کیپٹن حسن نے کرنل عادل کو جا کر بتایا تھا۔ وہ بھی بہت خوش ہوئے تھے۔ تب وہ اپنے کورس اور ٹریننگ دونوں کے قصے حسن ابوبکر کو سناتے رہے وہ ابوبکر کی بہت تعریف کررہے تھے۔

حیا ماں جی کو بھی بہت پسند آئی تھی۔ بظاہر ماڈرن دکھائی دینے والی حیا اندر سے بے حد گداز دل اور حساس طبیعت رکھتی تھی۔ اسے زیست کے تقاضوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنا آتا تھا۔ وہ ہر ماحول میں ایڈجسٹ ہوجانے والی لڑکی تھی۔ جب بھی وہ گجرات اپنے گاؤں جاتی اسے وہاں رہنا بہت اچھا لگتا۔

جب اس کی پھوپی کے گھر ان کی خادمہ ذکیہ لکڑیوں کی آگ پر چائے بناتی تو حیا کو چائے کا ٹیسٹ بہت اچھا لگتا۔ اکثر وہ ذکیہ کے ساتھ مل کر کھانا بنایا کرتی۔

”تیاریاں تو حسین اور فاطمہ کی شادی کی ہورہی تھیں لیکن پہلے شادی حسن اور حیا کی ہوگئی۔ ایک ماہ بعد حسین کی شادی کی تاریخ مقرر کی گئی۔ بہت دھوم دھام سے روایتی طریقے سے حسن کی شادی ہوئی تھی۔ ان کے عزیز واقارب کے علاوہ ملٹری کے لوگوں نے بھی یہ شادی خوب انجوائے کی تھی۔ دعوت ولیمہ تو انہوں نے پنڈی میں ہی دی تھی لیکن ایک وسیع وعریض دعوت کا انتظام انہوں نے اپنے آبائی گاؤں نور پور تھل میں بھی کیا تھا۔

حیا کو اپنے سسرالی تمام لوگ بے حد پسند آئے تھے۔ وہ سب میں گھل مل گئی تھی۔ ایک ہفتہ وہ نور پور رہی تھی پھر وہ حسن کے ساتھ سیالکوٹ شفٹ ہوگئی تھی۔ کیونکہ ان دنوں کیپٹن حسن کی تقرری سیالکوٹ ہوگئی تھی۔ حیا حسین کی شادی کی تیاریوں میں بھرپور حصہ لے رہی تھی۔ اس نے اپنی ایک معروف ڈریس ڈیزائنر کو فاطمہ کے لیے کافی سارے ڈریسز کا آرڈر دیا تھا۔

فاطمہ نے ایک گہری خاموشی اختیار کرلی تھی۔ حسین اس کا شوہر بنے گا‘ یہ خیال ہی اس کے لیے سوہان روح تھا۔ حسین کو اس نے ہمیشہ چھوٹے بھائی کی طرح سمجھا تھا۔ اسے گود میں کھلایا ہر وقت اسے اٹھائے پھرا کرتی۔ وہ روتا تو اسے کندھے سے لگائے سلاتی‘ اب فاطمہ کے

مریم زید

میاؤں‘ میاؤں‘ میاؤں میں مانو ہوں ارے حیران نہ ہوں اصلی والی مانو نہیں بلکہ یہ تو میرا پیار کا یعنی (نک نیم) ہے۔ تمام آنچل پڑھنے والوں کو مریم زید کا سلام قبول ہو۔ اب بھلا سوچیے ذرا 2000ء کی مانو آسکتی ہے نہیں نا لیکن جناب یہ مانو یعنی مریم زید 2000ء میں اس دنیا میں تشریف لائی تھی۔ اب ہوئی نا مانو 2000ء کی (ہاہاہاہا)۔ جی پیاری آپیز اینڈ آنٹیز میں یعنی مریم زید عرف مانو ویروواله چیمہ ضلع سیالکوٹ میں رہتی ہوں۔ اقرا پبلک اسکول میں جماعت ہشتم کی ہونہار طالبہ ہوں۔ (اپنے منہ میاں مٹھو) نہیں جناب! ہر سال میری فرسٹ پوزیشن آتی ہے اور ڈھیر سارے انعامات بھی اس بات کے گواہ ہیں آپ سوچتے ہوں گے کہ آنچل اتنی چھوٹی سی عمر میں کہاں سے ملا؟ تو جناب بات یہ ہے کہ میری مما آنچل کی مستقل قاری ہیں اور چونکہ ہمارے گھر میں آنچل ہر ماہ باقاعدگی سے آتا ہے۔ اس وجہ سے میری بھی دلچسپی اس میں پیدا ہوئی۔ میں صرف مستقل سلسلے پڑھتی ہوں۔ کہانیاں نہیں پڑھتی۔ میری خوبیاں خامیاں گھر بھر کی لاڈلی ہوں۔ اپنی بات منواتی ہوں۔ جس کے نتیجے میں بعض اوقات پٹائی بھی ہوتی ہے۔ ضد کی بہت پکی ہوں۔ جو بات ایک دفعہ منہ سے نکلے وہ پوری ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ماما سے ڈانٹ زیادہ پڑتی ہے۔ اسکول میں ہیڈ گرل ہوں۔ میری ٹیچر شائلہ افضال ہیں جو کہ بہت پسند ہیں لیکن بعض اوقات اسکول میں بھی ڈانٹ پڑ جاتی ہے لیکن کوئی بات نہیں (ہے نا)۔ ہم چار بہنیں ہیں۔ دو اپیا ہیں ایک چھوٹی علینہ ہے۔ وہ دوسری جماعت میں ہے۔ میں نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک اپنی مما سے پڑھ لیا تھا۔ اب مدرسہ میں پڑھنے جاتی ہوں۔ تقریر بہت اچھی کرلیتی ہوں۔ اس میں دو انعام بھی حاصل کرچکی ہوں۔ ایک ڈسٹرکٹ ہول اور ایک تحصیل ہول میں۔ میری لکھائی انگلش‘ اردو دونوں اچھی ہیں۔ میری مما بھی گورنمنٹ اسکول میں ٹیچر ہیں۔ کھانے میں مجھے نوڈلز‘ چاول پسند ہیں۔ لباس ابھی تو میں فراک پاجامہ‘ شلوار قمیص پہنتی ہوں اور ماموں کی شادی پر لہنگا اور ساڑھی بھی بنوائی تھی۔ کارٹون دیکھتی ہوں BEN 10 اور POGO پسند نہیں۔ کمپیوٹر پر ہر قسم کے پروگرام چلا لیتی ہوں۔ میری بہت سی دوست ہیں اور پیاری پیاری کیونکہ میں خود بہت پیاری ہوں۔ ایف ایم 101 سیالکوٹ شوق سے سنتی ہوں اور اس میں کال جب میں صرف دو سال کی تھی تو اس وقت سے کررہی ہوں۔ میری دو مما ہیں۔ حیران نہ ہوں ایک آنٹی ہیں اور ایک مما ہیں لیکن میں دونوں کو مما کہتی ہوں کیونکہ انہوں نے مجھے پالا ہے اور مجھے ان سے بہت پیار ہے۔ میرے پاس ان کی خریدی ہوئی بہت سی چیزیں ہیں۔ اب بھی میں چھٹیوں میں ان کے پاس رہنے جاتی ہوں۔ میری طرف سے آپ تمام لوگوں کو عید کی ڈھیروں مبارک باد۔ سب کو میری طرف سے سلام قبول ہو۔

بزرگوں نے اس سے سات سال چھوٹے لڑکے سے اس کی زندگی منسوب کردی صرف اپنے اونچے شملے کی خاطر اپنی خاطر‘ کہ ان کے آپس کے تعلقات میں کھنچاؤ نہ آئے۔ خاندانی روایات کی خاطر فاطمہ اور کم سن حسین کی بھینٹ دی جارہی تھی۔

بھلا فاطمہ کیسے انکار کرکے ابا جی کو دکھی کرتی‘ پہلے ہی وہ فاطمہ کے لیے بہت پریشان تھے۔ وقت سے پہلے ان کی کمر جھک گئی تھی۔ اب انکار کرکے ان کی گردن کا طوق نہیں بننا چاہتی تھی۔

فاطمہ کے دل میں کوئی انوکھی امنگ نہیں جاگی تھی۔ خضر علی فاطمہ کی شادی بہت دھوم دھام سے کرنا چاہتے تھے۔ ادھر ملک ابوبکر کی حویلی بقعہ نور بنی ہوئی تھی۔ تیاریاں عروج پر پہنچ چکی تھیں۔ حسین بہت خاموش تھے۔ مسکراہٹ ان کے سختی سے بھینچے ہونٹوں تک آ ہی نہیں سکی تھی۔

مائیوں بیٹھی فاطمہ سوچ رہی تھی۔ حسین ہی میرے نصیبوں میں تھے کیونکہ اللہ کا یہی حکم تھا۔ مجھے خوشی کے ساتھ اس کے حکم کو ماننا چاہیے ہم نہیں سمجھتے ہمارے لیے

کیا بہتر ہے رب کی مصلحتوں میں جو باتیں پوشیدہ ہوتی ہیں، ہماری رسائی ان تک ممکن نہیں ہو پاتی۔ شاید اس آگہی کو جاننے کی صلاحیت ہم بندوں میں ناپید ہوتی ہے۔ دل میں مچلتی آرزوؤں کو ہمیشہ کے لیے تھپک تھپک کر گہری نیند سلانا ہوگا۔ مجھے ان میں محبوس ہوکر خود کو پارہ پارہ نہیں کرنا۔ حسن کے تصور کے رتھ پر بیٹھے بیٹھے میں نے رب کریم کے سامنے خود کو شرمندہ نہیں کرنا۔ ایسا کرنے ہی میں میری بقا ہے۔

وہ اور حسین ایک دوسرے کی تقدیر میں لکھ دیئے گئے تھے۔ ایک دوسرے کو چاہنا نہ چاہنا ان کے اختیار میں تھا۔ ان دونوں کے دلوں پر چھالے کیوں ابھر آئے تھے۔

انہیں سنبھلنا تھا اپنے بزرگوں کے لیے۔ اس وقت فاطمہ کی آنکھیں ضبط گریہ سے گلابی ہوکر دہک رہی تھیں۔

ماں جی نے حسین کو بہت سمجھایا تھا۔

''پتر میرا دل کہتا ہے فاطمہ کے ساتھ تو بہت سکھی رہے گا۔ حسین اس بات کو تم تمہارے ذہن کو قبول کرلینا چاہیے کہ فاطمہ کے ساتھ ہی تمہارے سکھ [illegible] گئے ہیں۔ بچپن سے منگ حسن کی بن کر بھی اس کی [illegible]ہوئی۔ کیونکہ خدا نے اسے تمہارے مقدر میں لکھا ہوا تھا پھر وہ کیسے حسن کی بن جاتی۔ فاطمہ بہت اچھی لڑکی ہے تمہارا بہت خیال رکھے گی۔ تمہیں ایسی ہی لڑکی چاہیے تھی جو نور پور کے اس تھر کے علاقہ میں تمہاری روایات سمجھتے ہوئے تمہارے ساتھ رہ سکتی اور فاطمہ تو اپنے گھر کی بچی ہے بہت حلیم و متحمل مزاج کی مالک۔ حسین ایسا تو فاطمہ نے بھی نہیں سوچا ہوگا اس کے لیے بھی یہ سب آسان نہیں ہوگا۔ تم دونوں کو کچھ وقت چاہیے ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے تم دونوں کو فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے دل میں جگہ بنانی ہوگی۔ پتر تم فکر نہ کرو ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔''

ماں جی دیر تک حسین کو سمجھاتی رہیں۔ وہ خاموشی سے ماں جی کی باتیں سنتے رہے۔

''پتر جب ہر جانب سے ہماری کشتیاں جل چکی تھیں تم نے ہمیں منجدھار سے نکالا۔ اگر تم ہمارا بھرم نہ رکھتے تو ہم کبھی چاچا خضر کا سامنا نہ کرپاتے اور فاطمہ تمام عمر کنواری بیٹھی رہتی اور اپنے ناتواں باپ کی چھاتی پر بھاری سل کی مانند پڑی رہتی۔''

''بس یہی تھا میرے نصیب میں پھر قسمت سے شکوہ کناں ہونا یا کڑھنا کیا۔'' فاطمہ نے خود سے یہ مفروضہ قائم کرلیا تھا۔ فاطمہ نے تو ہمیشہ حریم دل کے در و بام میں حسن ابوبکر کی محبت میں چراغ جلائے تھے۔ اب انہی در و بام میں اس کی سسکیاں دفن تھیں۔ یہ کیسے لمحے دونوں کو ڈس رہے تھے وہ ہر خیال سے مبرا ہوجانا چاہتی تھی۔

اس مہکتی شام وہ خضر ولا سے اٹھ کر ملک ابوبکر کی حویلی میں ایک خوشبودار جھونکے کی طرح اتری تھی۔ ہر سمت اس کے پاؤں میں بجتی سونے کی پازیب نے جل ترنگ بجا دیئے تھے۔ حیا اور حسن ہر جگہ پیش پیش تھے۔ حسین نے حیا کو بڑی بھابی اور بڑی بہو کا مان سمان عطا کیا تھا۔

فاطمہ دلہن بن کر بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ اس کا معصومیت بھرا روپ ایسا نکھرا تھا کہ حسین بھی اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ وہ حسین سے کسی طرح بھی بڑی نہیں لگ رہی تھی۔ فاطمہ کا بے بی فیس تھا۔ اسمارٹ فیگر اور دراز قد اس کی پرسنالٹی کو مزید چارم بخش جاتی تھی۔

وہ جہیز میں بے حساب سامان اور زمین لائی تھی۔ فاطمہ نے باپ کا بوجھ تو ہلکا کردیا تھا اب اسے اپنے دل کا بوجھ بھی ہلکا کرنا تھا۔ زیادتی صرف اس کے ساتھ تو نہیں ہوئی تھی۔ حسین کے ساتھ بھی ہوئی تھی۔ فاطمہ کے دل میں خاص جذبوں کی اتھل پتھل قطعی نہیں ہوئی تھی۔ کوشش کے باوجود بھی حسن کے احساس کی خوشبو اس کی روح سے کنڈلی مارے لپٹی نوحہ کناں تھی۔ ان بین کرتے مرثیوں سے ہر صورت فاطمہ کو خود سے آزاد کرنا تھا۔

پائل چھنکاتی اس شام جب وہ حسین ابوبکر کی بیاہی گئی تھی، حکم ربی مانتے ہوئے اس نے اپنی آنکھوں میں دم توڑتی قندیلوں کو ہر صورت روشن رکھنا تھا۔ اپنے اطراف منڈلاتے سفید لمحوں میں شوخ و چنچل رنگ بھرنے تھے۔ حسین نے بار ہا اپنے وجود کو کھنگالا تھا خوشی کی کوئی رمق اس کے اندر روشن نہیں تھی۔ وہ متذبذب تھا۔

جب اس نے ایک جھلک فاطمہ کی دیکھی تھی تب وہ چونکا ضرور تھا۔ وہ تو کوئی اپسرا تھی۔ حسین نے پہلے کبھی اتنے غور سے فاطمہ کو نہ دیکھا تھا۔

وہ تھکے تھکے قدموں سے حجلہ عروسی میں داخل ہوئے۔

فاطمہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے فریش پھولوں سے بجی مسہری پر بیٹھی ہوئی تھی۔ حسین نے تلے قدم اٹھاتے فاطمہ کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ فاطمہ کو اتنے نزدیک سے دیکھتے ہوئے ان کا سر گھوما۔ ایک چھناکے دار لمحے نے انہیں چونکایا۔

یہ تو وہ فاطمہ لگ ہی نہیں رہی تھی، یہ تو نازک اندام سی پری تھی۔ جس کی خوب صورت آنکھیں جھکی ہوئی تھیں پلکیں لال گلال عارضوں پر لرزتے ہوئے اپنا عکس چھوڑ رہی تھیں۔ مبہوت کردینے والا جادوئی حسن تھا اس کا۔ دودھیا روشنی پھوٹ رہی تھی، اس کے سراپائے پیکر جمال ایسا کہ حسین کی سدھ بدھ کھوگئی تھی۔ وہ گنگ سے اسے دیکھتے رہے۔ فاطمہ ایسا روپ بھی دھار سکتی ہے حسین نے ایسا کبھی نہ سوچا تھا۔ فاطمہ اس وقت بریلی دلہن کی مانند تھی، ہر احساس سے ماورا بے نیازی کی بکل اوڑھے تھی۔ حسین نے بنا کچھ کہے خاموشی سے یاقوتی جڑاؤ کنگن اس کی سڈول گوری کلائی میں پہنا دیئے۔ وہ یونہی نگاہیں جھکائے بیٹھی رہی۔

حسین نے فاطمہ کی تھوڑی اوپر اٹھا کر اس کے چہرے کا رخ اپنی جانب کیا۔ وہ مبہوت سے ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہے تھے۔

"آپ اس قدر حسین ہیں مجھے معلوم نہیں تھا۔" وہ بدستور نگاہوں میں اشتیاق بھرے فاطمہ کو اپنی آنکھوں کی نرمیوں میں مقید کررہے تھے۔ انہوں نے تو سوچا ہی نہیں تھا ان کے ساتھ ایسا ہوگا۔

انہوں نے فاطمہ کا شیشے جیسا ہاتھ تھامتے ہوئے آہستگی سے دبایا۔ تب اک آسودگی بھری مسکان حسین ابوبکر کے چہرے پر ہمکی۔ فاطمہ نے لمحے کے ہزارویں حصے میں پلکیں اوپر اٹھائیں۔ اس کے سامنے بائیس سالہ خوبرو وجیہہ اس کا مجازی خدا براجمان تھا۔ حسین کی آنکھوں کی نرمیوں نے فاطمہ کو بہت کچھ سمجھادیا تھا۔ جیسے وہ اس سے کہہ رہے تھے۔

"تمہارے پیکر کی تمام جلوہ آرائیوں کے تمام رنگ ایک لمحہ میں میری آنکھوں میں سمٹ کر ثبت ہوچکے ہیں۔ ان کی نگاہیں بدستور فاطمہ کا صندلی ملیح حسن اپنے اندر جذب کرتی رہیں۔

"فاطمہ میری طرف دیکھیں۔" حسین نے قدرے اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

فاطمہ نے بوجھل پلکیں اوپر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔

"کچھ بولیں۔" حسین نے اس کا ہاتھ اپنی طرف کھینچا۔ فاطمہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ خلاف توقع حسین اسے خاصے خوش اور مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔

فاطمہ نے کلائی میں سجے کنگنوں کی طرف دیکھا۔

"بہت خوب صورت ہیں یہ۔" اس کے گداز ہونٹوں سے بمشکل نکلا۔

"آپ کو پسند آئے میرے لیے خوشی کی بات ہے۔" ان دونوں کو کچھ وقت درکار تھا ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے فرینک ہونے کے لیے۔

فاطمہ کو کوئی اندر سے باور کرارہا تھا' حسین تمہارے محسن ہیں' تمہیں ہر طرح سے انہیں خوش رکھنا ہوگا۔ انہیں ہر خوشی دینی ہوگی' فاطمہ تمہیں ان کا اعتماد بحال کرتے ہوئے ان سے گھل مل جانا ہوگا۔ ان کی سوچوں سے تمہیں یہ احساس نکالنا ہوگا کہ تم ان سے بڑی ہو اس عزت کے ساتھ ساتھ بھرپور محبتوں سے بھی نوازنا ہے۔

فاطمہ تمہارے بابا ابھی بھی خوف زدگی اور وسوسوں کا شکار ہوں گے۔ اب یہ تمہارا کمال ہونا چاہیے زبیدہ آپا اور ابوبکر بھائی کو لحہ لحہ خوف کے جنگلوں سے باہر نکالو۔ تمہارے معاملے میں کسی کا بھی قصور نہیں تھا۔ حسن نے سمجھا کہ اس کی تمہارے ساتھ ہم آہنگی نہیں ہوسکے گی اس نے انکار کردیا۔ سب کی طرح اسے بھی حق ہے اپنی زندگی اپنے اختیار میں رہ کر گزارے۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ؟" حسین اب بھی دلچسپی سے فاطمہ کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں یوں اپنی جانب دیکھتے پاکر فاطمہ جھینپ کر مسکرائی۔

"فاطمہ آپ خوش ہیں مجھ سے شادی کرکے؟" فاطمہ نے بھاری پلکیں اوپر اٹھائیں۔

"بہت خوش ہوں اور آپ؟"

"میں بھی اب بہت خوش ہوں۔ آپ کو اس روپ میں اس نظر سے آج پہلی بار میں نے دیکھا ہے۔ فاطمہ آپ بہت خوب صورت ہیں' ایسے ارفع واعلیٰ جذبوں سے زیست کے اس سنگ میل پر میری پہلی مرتبہ شناسائی ہوئی ہے۔ شاید اس بناء پر یک بارگی میری فیلنگ آپ کے متعلق ایسی ہوگئیں۔"

"حسین آج میری یہ ساری سج دھج صرف آپ ہی کے لیے تو ہے۔" معنی خیز مسکان حسین کی ہونٹوں پر سرکتی چلی گئی۔ اچانک ان کی آنکھوں میں بجلیاں کوندیں۔ وہ لمحوں ہی لمحوں میں ایک دوسرے کے قریب ہوتے جارہے تھے۔

"حسین آپ مجھے تم کہہ کر پکاریں۔" حسین کی گرم بوجھل سانسوں کی حدتیں فاطمہ کے چہرے کو دم بخود کررہی تھیں۔ ساعتیں گنگنارہی تھیں۔

"فاطمہ کے ریشمی سراپا میں خود کو مقید کرلینا چاہتے تھے۔ وہ مکمل طور پر فاطمہ کے شہابی پیکر کی خوشبو اوڑھ تم نے۔

"فاطمہ آپ بھی تو مجھے آپ کہہ کر پکار رہی ہیں۔" وہ کے ٹھنڈے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں دبا کرولے۔ فاطمہ کے حنائی ہاتھ ان کی چوڑی ہتھیلیوں میں لرزے۔

"بیوی تو ہمیشہ شوہر کو آپ کہہ کر پکارتی ہے۔" فاطمہ کے سرگوشی سے بوجھل لہجے میں بھرپور اعتماد عود آیا تھا۔

"کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔" حسین نے شوخی سے آنکھوں کو جنبش دی۔ ان کی جسارت بھری معنی خیز نگاہیں فاطمہ کو اپنا اسیر کررہی تھیں اس کے سراپا سے اٹھتی مدہوش کردینے والی مہک حسین کے اندر سنسناہٹ برپا کررہی تھی۔

"فاطمہ......"

"ہوں۔" وہ ابھی تلک خواب ناک طلسم میں مقید تھی۔

"مجھے ابھی ابھی تم سے محبت ہوگئی ہے۔" فاطمہ نے پوری آنکھیں کھول کر بے یقینی سے حسین کی طرف دیکھا۔

"مجھے بھی۔" وہ بمشکل کہہ پائی اور خود کو نہایت اطمانیت سے ان کی مضبوط بانہوں کے سپرد کردیا۔ اب یہی تو فاطمہ کا محافظ تھا۔

آج ہی سے دونوں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ جب خدا نے اپنی حکمت سے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے نصیب میں لکھ دیا تو بھلا ہم اعتراض کرنے والے کون ہیں؟

دونوں نے خلوص دل سے خدا کے اس فیصلے کو خوشی سے قبول کرلیا اور نیک نیتی سے اس پر عمل بھی کیا۔

پیاروں کو دکھی کرتے ہوئے رو کر زندگی گزارنے کی بجائے کیوں نہ ہنس کر گزارنے کی کوشش کریں تاکہ جن اپنوں کے لیے ہم نے یہ کٹھن سفر طے کرنے کا ارادہ کیا ہے انہیں مزید رنج میں مبتلا نہ کریں۔ خدا کسی پر اس کی ہمت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا' اس احساس نے ان دونوں کو ایسی تقویت وہم آہنگی بخشی کہ اب عمروں کا حساب ان دونوں کے لیے بے معنی ہوگیا تھا۔ دونوں بے حد مطمئن تھے کیونکہ خدا نے انہیں بنایا ہی ایک دوسرے کے لیے تھا۔ اب ان کی شادی کو تین سال ہوچکے ہیں ان کا ایک پیارا سا بیٹا ہے جو سب کی جان ہے۔

اس دوران ملک ابوبکر علی کی فیملی جان لیوا صدمے سے دوچار ہوئی۔ کیپٹن حسن جو میجر بن چکے تھے۔ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ اپنی بٹالین کے ساتھ گلگت جاتے ہوئے ان کی جیپ گہری کھائی میں گرگئی' میجر حسن موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ اس سانحہ نے سب کو ساکت کردیا۔ اس صدمے نے تمام گھر والوں کو چلتی پھرتی لاشوں میں تبدیل کردیا۔ حیا کتنے عرصہ تک اپنے حواس میں نہ رہی۔ اسے اپنی دوسالہ بیٹی اقرا کا بھی ہوش نہیں تھا۔ ساس سسر' دیور دیورانی نے حیا کو اپنی پلکوں پر بٹھایا۔ کرنل عادل نے بہت چاہا حیا ان کے پاس اسلام آباد میں رہے لیکن وہ ہمیشہ کے لیے نورپور تھل آچکی ہے کیونکہ اس کی بیٹی کی جڑیں یہیں کی ہیں۔ حیا یہاں پر مطمئن ہے۔ وہ زندگی کی طرف لوٹ رہی ہے۔

سب اسے بیٹی اور بہن سمجھتے ہیں' لیکن ابوبکر کہتے ہیں۔

"پتر میں تمہیں بہو بنا کر لایا تھا۔ اب تم میری بیٹی ہو۔"

یہاں بسنے والے تمام لوگ اس کا احترام وعزت کرتے ہیں۔ وہ بھی ان تمام بے لوث محبت کرنے والے لوگوں کو اپنے بہت قریب محسوس کرتی ہے۔ صحن میں جب اقرا حسن اور عمر حسین کھیل رہے ہوتے ہیں تو سامنے بیٹھی دونوں مائیں زیرلب پڑھ پڑھ کر ان پر دم کررہی ہوتی ہیں۔

قسط نمبر 4

ٹوٹا ہوا تارہ

سمیرا شریف طور

کس قدر انوکھا ہے رابطہ محبت کا
کب نجانے ہوجائے معجزہ محبت کا
اپنی ذات سے بھی وہ اجنبی لگتا ہے
جس کے ساتھ ہوجائے حادثہ محبت کا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شہر جاتے وقت مہر النساء تابندہ بوا کو شہوار اور مصطفیٰ کے رشتے کے بارے میں جلد فیصلہ کرنے کو کہتی ہیں ساتھ ہی تاکید کرتی ہیں کہ ہر حال میں ہاں ہونی چاہیے۔ جس پر تابندہ بوا کی غائب دماغی سے سر ہلا دیتی ہیں اور روتے ہوئے شہوار کو رخصت کرتی ہیں۔ راستے میں مصطفیٰ باتوں باتوں میں شہوار سے جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ بوا نے اس سے رشتے کی بات کی یا نہیں مگر شہوار خود کو جان بوجھ کر انجان ظاہر کرتی ہے۔ جس پر مصطفیٰ خاموش ہو کر اپنی توجہ ڈرائیونگ کی جانب مبذول کر لیتا ہے۔ روشی اور انا جب شاپنگ سے لوٹتی ہیں تو سب لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ ولی سب کے سامنے انا کو چھیڑتا ہے۔ جس پر غصہ ہو کے وہ واک آؤٹ کر جاتی ہے۔

کالج جاتے وقت مصطفیٰ شہوار کو روک لیتا ہے اور خود اس کے ڈراپ کرنے کی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔ جس پر شہوار کافی پزل ہو جاتی ہے اور مصطفیٰ کو منع کرتی ہے مگر وہ اسے ایاز عبدالقیوم کے خلاف ایک اسٹیپ کہہ کے چپ کرا دیتا ہے۔ راستے میں شہوار مصطفیٰ کے سختی سے پوچھنے پر ایاز کی سنگین دھمکیوں کے متعلق اسے آگاہ کرتی ہے۔ جس پر مصطفیٰ آگ بگولا ہو جاتا ہے اور روتی ہوئی شہوار کو تسلی دے کر کالج چھوڑ دیتا ہے۔ دوسری جانب اتنے دن کے بعد کالج حاضری پر انا اس سے کافی ناراض ہوتی ہے۔ جب ہی ایاز عبدالقیوم شہوار کا راستہ روک کر اس سے خوب بدتمیزی کرتا ہے۔ جس پر شہوار اسے کافی سناتی ہے مگر وہ ڈھٹائی سے سب سن کے اسے تنگ کرتا رہتا ہے۔ جس پر جز بز ہو کے شہوار بھاگ جاتی ہے جبکہ انا ایاز کو وارن کرتے ہوئے شہوار کی تلاش میں نکل پڑتی ہے۔ آفس پہنچتے ہی مصطفیٰ امجد کو بلاتا ہے اور اس سے ایاز کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرتا ہے۔ ایاز کا گھناؤنا روپ جاننے کے بعد اسے شہوار کی بہت فکر ہوتی ہے ساتھ ہی حیرانی بھی ہوتی ہے کہ اتنی جلدی امجد نے اتنی معلومات کیسے حاصل کیں۔ جس کے متعلق وہ امجد سے بھی پوچھتا ہے مگر وہ صبر کا کہتا ہے اور انسپکٹر شہناز کو اس کیس میں شامل کرنے کا کہتا ہے۔ جس پر مصطفیٰ شہناز سے مل کر اسے بریف کرتا ہے اور کافی حد تک مطمئن ہو جاتا ہے۔ گھر پہنچ کر مصطفیٰ شہوار کو اپنے کمرے میں بلاتا ہے اور اسے مطمئن رہنے کو کہتا ہے۔ جب ہی تابندہ بوا کی کال آ جاتی ہے وہ شہوار کو مصطفیٰ کے لیے قائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جس پر شہوار غصہ میں اس بے جوڑ تعلق کے متعلق اول فول بولتی رہتی ہے۔ جس کو سن کر پیچھے کھڑا مصطفیٰ دنگ رہ جاتا ہے۔ وہ اس سے پوچھنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ بنا جواب دیے آگے بڑھ جاتی ہے۔ جبکہ سامنے سے آتی عادلہ اس پر طنز کے تیر برساتی ہیں مگر آج وہ بھی سارے لحاظ بالائے طاق رکھ کر انہیں جواب دے کے چلی جاتی ہے۔ کالج میں ایاز کی غیر حاضری سے انا اور شہوار دونوں کافی پرسکون دکھائی دیتی ہیں واپسی میں ولید انا کو لینے آتا ہے اور اسے گھر کی بجائے قریبی ریسٹورنٹ میں لے جاتا ہے اور اس سے اس کی پریشانی کے بابت پوچھتا ہے۔ جسے!!

ہمیشہ کی طرح ٹال جاتی ہے۔ کھانے کے دوران وہ اس سے محبت کے بارے میں پوچھتی ہے مگر اس کا انکار سن کر اسے حیرت ہوتی ہے کہ اتنا خوبرو و دل کش نوجوان اب تک محبت کے جذبے سے نا آشنا ہے ساتھ ہی اس کی اپنے بابا کی پسند پر سر جھکانے والی تابعداری اسے کافی پسند آئی اور وہ اس ہی کو سوچنے میں مگن ہوتی ہے کہ ولید گھر چلنے کا کہتا ہے جس پر وہ اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

❁......❁......❁

وہ آفس سے نکل رہا تھا جب اس کے موبائل پر حویلی سے کال آگئی تھی۔

"السلا علیکم!"

"وعلیکم السلام کیسے ہو مصطفیٰ بیٹا؟" دوسری طرف تابندہ بی تھیں۔

"الحمد للہ بالکل ٹھیک ٹھاک اے ون...... آپ سنائیں کیسی ہیں اور بابا صاحب کیسے ہیں؟" تابندہ بی کی کال پر حیرت زدہ ہوتا گاڑی میں آبیٹھا۔ آج تک تابندہ بی کو براہ راست اس کے موبائل پر رابطہ کرنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی تھی۔ نجانے آج انہوں نے یہ زحمت کیوں کرڈالی۔

"میں ٹھیک ہوں بابا صاحب کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" انہوں نے بتایا تو ہیڈ فون سیٹ کرتے وہ ٹھٹکا۔

"کیوں کیا ہوا؟" ہیڈ فون کانوں سے لگا کر موبائل جیب میں ڈالتے کچھ تفکر سے پوچھتے اس نے گاڑی کے اگنیشن میں چابی گھمائی تھی۔

"تمہیں پتا ہو شاید وہ اکثر خواب وغیرہ کے کسی سلسلے سے پریشان رہتے ہیں جب بھی وہ کوئی خواب دیکھتے ہیں تو کتنے دن تک گم صم اپنے کمرے میں بند ہو جاتے ہیں۔ پرسوں رات بھی کوئی ایسا خواب دیکھا تھا۔ تب سے وہ کمرے میں بند ہیں۔" انہوں نے بتایا تو گاڑی ڈرائیو کرتے وہ خاصا چونک گیا۔

"ہاں جانتا تو میں بھی ہوں بھلا ان خوابوں کی کیا حقیقت ہے؟ وہ ایسی کنڈیشن میں کیوں چلے جاتے ہیں؟ کبھی کسی سائیکاٹرسٹ سے بھی کنسلٹ کیا؟ کبھی کسی کو بتایا انہوں نے کہ کس قسم کے خواب آتے ہیں؟" وہ پوچھ رہا تھا اس کے لہجے میں ان کے لیے تشویش تھی۔

"شروع میں کبھی کبھار ایک دو دفعہ رات میں چیخ کر ڈر کر اٹھ جاتے تھے اور جب یہ سلسلہ چل نکلا تو ایک بار شاہزیب بھائی ان کو سائیکاٹرسٹ کے پاس شہر لے آئے تھے۔ سائیکاٹرسٹ نے ساری سچویشن اور خوابوں کی نوعیت جاننے کے بعد یہی کہا تھا کہ ان کے لاشعور میں ان کی ذات کی ایک بہت بڑی گرہ ہے جو کھلنے میں نہیں آرہی اور اب خوابوں کا روپ دھارے انہیں پریشان کرتی ہے۔ انہوں نے مسلسل وزٹ کا مشورہ دیا تھا مگر بابا صاحب پھر دوبارہ سائیکاٹرسٹ کے پاس جانے پر راضی نا ہوئے۔ پہلے تو وہ صرف پریشان ہوتے تھے اب تو خاصے بیمار اور ایبنارمل ری ایکٹ کرنے لگے ہیں مگر اس کے باوجود کسی ڈاکٹر یا ماہر نفسیات سے ملنے پر راضی نہیں ہوتے۔"

"اوہ آئی سی، یہ تو بہت کریٹیکل کنڈیشن ہے بوا جی انہوں نے کبھی کسی کو بتایا بھی نہیں کہ ان کے لاشعور میں ایسا کیا واقعہ ہے جو اب اس طرح کی سچویشن اختیار کر گیا ہے۔ تھوڑا بہت تو بتایا ہی ہوگا۔"

"نہیں، جب سے میں اس حویلی میں ہوں میں دیکھتی آئی ہوں کہ وہ اپنی ذات میں مگن رہنے والے اور تنہائی پسند انسان رہے ہیں۔ بھابی بیگم اور دیگر لوگ بھی بتاتے ہیں وہ شروع سے ہی ایسے ہیں۔ اکثر ڈپریشن کا شکار ہو جاتے تو کئی کئی دن تک سب سے کٹ کر الگ تھلگ ہو جاتے اور پھر خود بخود نارمل ہو جاتے تھے۔ ایسی صورت حال تب سے ہے، جب بابا صاحب کی ساری اولاد بہت چھوٹی اور کم عمر تھی۔ جتنا عرصہ وہ باہر رہے ہیں یہ صورت حال رہی۔ پاکستان میں سیٹل

...نے کے باوجود اور تمام بچوں کی شادیاں کردینے، بیوی کی وفات کے بعد تو اور تنہا ہوگئے تھے۔ بھابی بیگم بتاتی ہیں کہ وہ ...ے ایسے ہی ہیں انہیں زمین جائیداد سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بڑے بھائیوں کی وفات کے بعد بابا صاحب پر جب ...داری پڑی تو انہوں نے یہ ذمہ داری شاہزیب بھائی پر ڈال دی تھی۔"

"انٹرسٹنگ۔" مصطفیٰ کے لیے یہ ساری معلومات خاصی حیران کن تھیں۔

"تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟" انہوں نے پوچھا۔

"آفس ٹائمنگ ختم ہونے کے بعد گھر جا رہا ہوں۔"

"تبھی میں کہوں اتنا شور کیوں ہے۔ ڈرائیونگ خود کر رہے ہو۔" انہوں نے اندازہ لگایا۔

"جی۔"

"اچھا بزی ہو پھر۔ تم سے بہت ضروری بات کرنی تھی جب گھر پہنچ جاؤ تو مجھ سے رابطہ کرنا۔"

"آپ ابھی کہیں جو کہنا ہے؟"

"نہیں، تم دھیان سے ڈرائیونگ کرو ایک وقت میں دو کام اچھے نہیں ہوتے" گھر جا کر کال کرنا' اللہ حافظ۔" انہوں نے کال بند کردی تو کچھ سوچتے مصطفیٰ نے بھی ہیڈ فون اتار کر سامنے ڈیش بورڈ پر ڈال دیا تھا۔

گھر آکر سب کے ساتھ کھانا کھا کر وہ اپنے کمرے میں آیا تو ذہن تابندہ بوا کی طرف ہی تھا۔ نجانے انہوں نے ایسی کیا ضروری بات کرنی تھی۔ ورنہ اس سے پہلے تو انہوں نے کبھی اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ کہیں شہوار نے بوا جی کو ایاز والے واقعے سے متعلق بتا تو نہیں دیا۔ ایک دم اس کا ذہن الجھا۔ نجانے اب ایسی کیا بات تھی۔ اس کا ذہن الجھ چکا تھا۔ دروازہ بند کرتے اس نے حویلی کے نمبرز ملائے تھے۔

"ہیلو۔"

"السلام علیکم!" دوسری طرف سے شاید کوئی ملازمہ تھی۔

"وعلیکم السلام! بوا جی کو بلاؤ کہنا مصطفیٰ کی شہر سے کال ہے۔"

"جی ابھی بلاتی ہوں۔" وہ ہولڈ کر کے چلی گئی تھی۔

"السلام علیکم!" تین چار منٹ بعد بوا جی کی آواز سنائی دی تو وہ فوراً ایکٹیو ہوا۔

"وعلیکم السلام۔"

"گھر آگئے' کھانا کھالیا؟" انہوں نے پوچھا تھا۔

"جی۔"

"شہوار کیسی ہے؟" ان کے سوال پر اس کے ذہن پر کچھ دیر قبل کھانے کی ٹیبل پر چپ چاپ کھانا کھاتی شہوار کا عکس لہرایا۔

"بظاہر تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔" مسکرا کر ان کی تسلی کروائی۔

"اور باقی گھر والے؟" ان کے تمہیدی انداز سے وہ کچھ الجھا۔

"سب ٹھیک ٹھاک ہیں۔"

"مجھے تم سے بہت ضروری بات ڈسکس کرنا تھی ذرا دھیان اور توجہ سے سننا۔"

"جی ضرور۔"

"تمہیں علم ہوگا کہ تمہارا پروپوزل شہوار کے لیے دیا گیا ہے۔"

"جی میرے علم میں ہے۔"

''میں نے کل بھابی کو فون کر کے ہاں کہہ دی تھی۔'' انہوں نے مزید کہا۔
''جی میری نالج میں یہ بات بھی ہے۔''
''بات یہ ہے کہ بیٹا! شہوار اس رشتے پر خوش نہیں ہے۔ وہ ایسا نہیں چاہتی۔ اس کے انکار کے باوجود میں نے ہاں کی ہے۔'' اس بات پر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ تو اس کا شک درست نکلا تھا شہوار بے خبر نہ تھی۔
''اس نے صاف لفظوں میں اس پروپوزل سے انکار کر دیا تھا مگر مجھے اس کا فیصلہ نہایت احمقانہ ہی محسوس ہوا تو میں نے توجہ نہ دی اور بھابی بیگم کو ہاں کے لیے عندیہ دے دیا۔ اب وہ اس بات پر مجھ سے ناراض اور خفا ہے وہ میری کال بھی ریسیو نہیں کر رہی۔''
''وہ اس پروپوزل سے انکاری کیوں ہے؟'' کچھ سوچتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔
''اس کا کہنا ہے کہ رشتہ برابری کی سطح پر ہی اچھا لگتا ہے۔ میاں بیوی میں نام و نسب کا اعلیٰ درجے کا ہونا لازمی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ یہ ایک ان میچ کپل ہے۔ اس کے ذہن میں یہ سوچ ہے کہ ہم حویلی میں پناہ گزین کی حیثیت سے رہ رہے ہیں۔ کسی اور رشتے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی۔'' مصطفیٰ حیرت سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔
''یہ سب شہوار نے خود کہا ہے؟''
''ہوں۔'' انہوں نے قدرے توقف کیا پھر کہنے لگیں۔
''دیکھو مصطفیٰ تم ایک سمجھدار اور قابل لڑکے ہو شہوار کا کہنا ہے کہ تمہیں ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی مل سکتی ہے۔ جو تمہارے ساتھ ان فٹ محسوس نہ ہوگی۔ مجھے تمہاری ذہانت' قابلیت اور معاملہ فہمی کا بخوبی ادراک ہے۔ اس حویلی نے ہم ماں بیٹیوں کو جو مقام اور مرتبہ دیا ہے وہ عام بات نہیں ہے۔ میں شہوار کی ماں ہوں' ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بیٹی اچھے سے اچھے اور اعلیٰ گھر میں جائے۔ اس کا داماد ہر لحاظ سے اچھا اور قابل ہو۔ میں نے ماں بن کر فیصلہ کیا ہے مگر اسے لگتا ہے کہ یہ غلط فیصلہ ہوا ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ اگر تم سے اس کا رشتا طے ہو گیا تو وہ ساری عمر اپنی ہی نظروں میں گر جائے گی۔ دوسروں کے ٹکڑوں پر پل کر ان کی برابری کرنا یہ بات اس کی ذات کو تکلیف دے رہی ہے۔'' انہوں نے بیٹی کے تمام خیالات سے آگاہ کر دیا تھا۔
''اس کے علاوہ اور کوئی بات؟'' اس نے پوچھا انداز خاصا پر سوچ سا تھا۔
''وہ شاید عادلہ اور دیگر لوگوں کی باتوں اور رویوں سے خوفزدہ ہے عادلہ کی باتیں جو بھی بھابی بتاتی ہیں وہ ایک طرف شہوار نے مجھے آج تک محسوس نہیں ہونے دیا کہ عادلہ کا رویہ اس کے ساتھ کیسا ہے؟ مگر عادلہ کے ساتھ میری جتنی بھی ملاقاتیں ہو چکی ہیں وہ سب ایسی ہیں کہ میں اندازہ لگا سکتی ہوں کہ میرے بعد شہوار کے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہوگا؟ عادلہ اور طرح کے مزاج اور اطوار کی مالک ہے۔ شہوار اس کی باتوں اور زبان سے بھی خوفزدہ ہے اور شاید یہی سب سے بڑا خوف ہے جو اسے اس رشتے پر راضی نہیں ہونے دے رہا۔''
مصطفیٰ نے ایک گہری سانس خارج کی۔ یہ شاید نہیں حقیقی بات تھی۔ مگر عادلہ بھابی کو بنیاد بنا کر اس پروپوزل سے انکار کرنا۔ اسے شہوار کی نری بے وقوفی لگی تھی۔ وہ تو اسے اچھا خاصا عقل مند سمجھتا تھا مگر اس وقت وہ اچھی خاصی بے وقوف ثابت ہو رہی تھی۔
''میں نے بھابی کو ہاں کہہ دی ہے اور میں اب اس فیصلے کو نہیں بدلنے والی۔ وہ بے وقوف سمجھتی ہے کہ یہ اس کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔''
''دیکھیں بوا جی یہ ہمارے بزرگوں کا فیصلہ تھا ماں جی نے مجھ سے میری رضامندی پوچھی اور میں نے بالکل ویسے ہی ہاں کہی جیسے کوئی بھی اولاد ماں باپ کے فیصلے کو اہمیت دے کر سر جھکا دیتی ہے۔ میں نے کم تر حیثیت مرتبہ' دولت' جائیداد کے پیمانوں کو پہلے کبھی اہمیت دی تھی اور نہ ہی شہوار کے لیے رضامندی دیتے ہوئے دی تھی۔ میں نے صرف ایک بات

سمجھی کہ وہ ایک سلجھی ہوئی' پڑھی لکھی باشعور لڑکی ہے جو نا صرف ہمارے خاندان کے تمام طور طریقوں کو جانتی ہے بلکہ خاندان کو یکجا رکھنے اور انہی اصول و روایات کے اندر رہتے ہوئے زندگی گزارنے کا ہنر رکھتی ہے۔ بوا جی میں نے زندگی کا طویل حصہ امریکا میں گزارا ہے۔ وہاں کی ٹیپیکل سوچ اور خاندانی نظام کی توڑ پھوڑ کا بخوبی جائزہ لیا ہے۔ میری سوچ عام لڑکوں جیسی ہوتی تو مجھے عادلہ بھابی کی بہن کاشفہ میں بہت کشش محسوس ہوتی۔ مگر اتنا عرصہ گھر خاندان سے دور رہتے اس کی دنیا کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا اور شہوار ان تمام معیار پر بخوبی پورا اتر رہی ہے۔ رہ گئی مالی و نسبی تعلق کی بات تو اس کو میں نے پہلے بھی کبھی اہمیت نہیں دی۔ آپ نے جن حالات سے بھی مجبور ہو کر حویلی میں پناہ لی وہ ایک طرف مگر ہمیں ہمیشہ یہ بات باور کروائی گئی کہ آپ اس حویلی کی بیٹی ہیں ہم سب کے لیے قابل عزت اور مقدم اور ہم سب نے آپ کو وہی مقام اور مرتبہ دینے کی کوشش کی جو حویلی کی ایک بیٹی کا حق تھا ایسے میں شہوار کے اندر یہ احساس کمتری پیدا ہونا حیرت کی بات ہے۔ جبکہ ہماری طرف سے کبھی اس کے ساتھ زیادتی نہیں کی گئی۔ ہمیشہ اسے اس گھر میں عائشہ' صبا جیسا مقام دیا گیا ہے۔'' کچھ سوچتے سوچتے اس نے تفصیلی اپنے تمام احساسات سے انہیں آگاہ کیا تھا۔
''پتا نہیں اس کے اندر یہ احساس اس قدر شدت سے کیسے پیدا ہو گیا ہے۔ میں بھی حیران ہوں اب ساری صورت حال تمہارے سامنے ہے بیٹا۔ تم ہی بتاؤ کہ کیسے معاملے کو سلجھاؤں؟ وہ تو میری بات ہی نہیں سن رہی۔ کال ریسیو تک نہیں کر رہی۔''
''میں اس سے بات کر کے دیکھوں؟'' اس نے پوچھا تو انہوں نے فوراً ٹوکا۔
''نہیں' وہ سمجھے گی کہ میں نے تمہیں ساری باتیں بتا دی ہیں۔ وہ اور ناراض ہوگی اور اس کی ایگو (انا) ہرٹ ہوگی۔ وہ سمجھے گی کہ میں نے جان بوجھ کر تمہیں سب بتایا ہے۔ مجھے بس یہ بات کھٹک رہی تھی کہ اپنے تئیں فیصلہ کر کے ہاں کہہ دینا کہیں واقعی اس کے ساتھ زیادتی تو نہیں کر دی۔ مجھے تم پر پہلے بھی بھروسہ تھا اب تمہاری باتیں سن کر تمام تفکرات ختم ہو گئے ہیں۔ ابھی وہ سوچ کا ایک پہلو دیکھ رہی ہے۔ جب میاں بیوی کو ساتھ رہنے زندگی گزارنے کا موقع ملتا ہے تو بہت سی غلط فہمیوں کا تدارک ہو جاتا ہے۔ وہ بھی صحیح ہو جائے گی۔ یقین مانو تم نے اپنے خیالات کا اظہار کر کے مجھے ایک حقیقی خوشی سے دوچار کیا ہے۔ اللہ تمہیں خوش رکھے' مطمئن رکھے وہ اب حویلی کا چکر لگائے گی تو خود ہی سمجھانے کی کوشش کروں گی تم بس اس سے بات نہ کرنا۔'' وہ دھیرے سے مسکرا دیا تھا۔ بوا جی کے اس طرح اعتماد کرنے تمام حالات ڈسکس کرنے سے اسے ایک حقیقی خوشی محسوس ہوئی تھی۔
یعنی بوا جی اسے بہت اچھی طرح اور گہرائی سے سمجھتی تھیں۔ جبھی تو اس کی رضامندی بھی کسی قدر محتاط اور سلجھے انداز میں معلوم کر لی تھی کہ اسے محسوس تک نہ ہونے دیا تھا۔
''آپ بے فکر رہیں' سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کن لوگوں کی وجہ سے ایسا ری ایکٹ کر رہی ہے۔'' اس نے انہیں بھرپور تسلی دی تھی۔
''مجھے صرف تمہاری طرف سے تسلی کرنا تھی۔ تمہارے خیالات جان کر شہوار کے تمام خوف باطل لگ رہے ہیں اب تو تمہاری طرف سے میں مطمئن ہو گئی ہوں۔''
''اس قدر عزت افزائی کے لیے شکریہ۔''
''بیٹا! خیال رکھنا شہوار کو ہماری اس ٹیلی فونک گفتگو کا پتا نہ چلے۔ وہ بہت حساس لڑکی ہے۔ فوراً انا کا مسئلہ بنا لے گی۔'' انہوں نے ساتھ ہدایت خاص بھی کی تھی۔ وہ کھل کر مسکرا دیا۔
''آپ بے فکر رہیں۔ میں کسی سے بھی ذکر نہیں کروں گا۔'' اس نے انہیں بھرپور تسلی دی تھی۔
''جیتے رہو' خوش رہو' ہزاروں کامیابیاں تمہارے نصیب میں آئیں۔'' اس کی اس درجہ فرمانبرداری پر خوش ہو کر انہوں

نے دل سے دعا دی تھی۔
"آمین۔"
"بہت لمبی کال ہوگئی اجازت دو اللہ حافظ۔" انہوں نے کہا تھا۔
"اللہ حافظ۔" دوسری طرف سے بھی کریڈل رکھ دیا گیا تو وہ کئی پل موبائل ہاتھ میں لیے پرسوچ نظروں سے تابندہ بی کی گفتگو کا تجزیہ کرکے شہوار کی سوچ اور رویوں کا پس منظر سوچتا رہا تھا۔

❁......❁......❁

"کیا بات ہے شہزادے! بڑی غمزدہ تصویر بنائے بیٹھے ہو؟"
شہزاد اسے کافی دیر سے خاموش اور گم صم دیکھ رہا تھا وہ بظاہر ان کے ساتھ ہی تھا۔ ہاتھ کی انگلیوں میں دبا سگریٹ اس کو بظاہر اس محفل کا حصہ ہی بنا رہا تھا مگر وہ اس تمام گفتگو، حرکتوں اور باتوں کے دوران چپ چاپ ہی بیٹھا ہوا تھا۔ جس پر چونکتے ہوئے اس نے کہا تھا۔
"آہ ہاں کیا ہم اور کیا غم کی تصویر۔ ہماری تو بس وہی حالت ہے۔

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن

بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے۔" سگریٹ کا گہرا کش لے کر اطراف میں دھواں بکھرتے اس نے استہزائیہ کہا تھا۔
"بس یہ تو اب کام سے گیا۔ یہ تو سچ مچ کا جوگ لیے بیٹھ گیا ہے۔" امین نے بھی اس کی حالت پر استہزائیہ مسکراہٹ اچھالی تو وہ اسے گھورنے لگا۔
"ہونہہ، جوگ مائی فٹ میں کیوں لینے لگا ایسا جوگ؟" سگریٹ کا آخری سرا اپنے پاؤں تلے مسلتے ہوئے وہ کافی حقارت سے گویا تھا۔
"تو پھر کافی دنوں سے تم ہمارے کسی بھی پروگرام میں شامل کیوں نہیں ہوئے۔ پچھلے ہفتے جو ماڈل کا شوٹ کے دوران ہمارا پروگرام تھا تم نے کیسے رو ڈلی بی ہیو کیا تھا۔ اب تم ایک گھٹیا لڑکی کے پیچھے ہمارے سارے پروگرام غارت کرنے لگو گے کیا؟" کامران بھی بھرا بیٹھا تھا وہ ہنس دیا۔
"خیر گھٹیا لڑکی تو قطعی نہیں وہ اگر اس کے پیچھے اتنی مضبوط بیک نہ ہوتی تو تم لوگ دیکھتے میں کب کا کوئی حتمی فیصلہ کن قدم اٹھا چکا ہوتا۔ تم لوگ جانتے ہو کہ صبر و برداشت میری فطرت کا حصہ نہیں۔ مگر پھر بھی میں دن رات صبر کر رہا ہوں۔" اپنے سامنے پڑا مشروب کا بھرا گلاس اس نے اٹھا کر منہ سے لگا لیا تھا۔
"تو لعنت بھیجو ایسی لڑکی پر تم شہزادہ گلفام ہو۔ جدھر نظر ڈالو گے ہزاروں تمہارے قدموں میں ہوں گی۔ لیلیٰ زبیری دو دن پہلے جس نے ہمارے پروگرام میں ہمارا ساتھ دیا تھا وہ تو بری طرح تم پر مرمٹی ہے۔ کئی کالز کر چکی ہے کہ تم سے دوبارہ میٹنگ ارینج کرواؤں اس کی؟" شہزاد اسے گلاس کا مشروب حلق میں اتارتے دیکھ کر قدرے پرسکون ہو کر کہہ رہا تھا۔
"یہی تو مسئلہ ہے وہ لعنت بھیجنے والی چیز نہیں ہے بڑی سے چادر میں ڈھکا چھپا اس کا سراپا تم کیا جانو کیا قیامت ہے اس وجود میں۔" عادلہ باجی کی شادی میں بنا سنورا اس کا وہ روپ تو آج بھی دل پر نقش ہے۔ یہ گھٹنوں تک سے آتے بال اور اس پر ٹوٹ کر بکھرتی حیا۔" کامران نے اسے کرسی کی پشت سے سر ٹکائے بڑے مدہوش کن انداز میں آنکھیں موند کر کہتے دیکھ کر شہزاد کو کنپٹی پر انگلی رکھ کر یوں اشارہ کیا کہ جیسے وہ کھسک گیا ہو۔
"اتنا ہی مرے ہو تو سیدھے سادھے اپنے باپ سے کہہ کر پروپوزل بھیجو تمہارا ابھی مسئلہ حل ہو جائے گا۔"
"ہونہہ پروپوزل، اتنے اونچے گھر میں اس کی حیثیت نوکر کی بھی نہیں۔ نجانے کون ہے کہاں کا گند ہے وہ تو ان لوگوں نے

عزت دے رکھی ہے ورنہ تو ایسی لڑکیوں کی عزت بیچ چوراہے پر اتار دی جائے تو کوئی انگلی اٹھانے والا نہ ہو۔" پروپوزل والی بات تو سیدھی دل پر لگی تھی۔ اسے اپنے باپ کی دولت مرتبے پر اتنا غرور تھا اور یہی غرور اس کے لب و لہجے سے عیاں تھا۔
"اوف، کتنا بور کر رہے ہو تم یار شہزاد اس کو تو اب رہنے ہی دو کسی کام کا نہیں رہا یہ اب تو...... تم بتاؤ وہ لیلیٰ کیسی ہے؟ میرا کانٹیکٹ اس سے کرواؤ یار وہ پہلی ملاقات تو بھولتی ہی نہیں۔ کیا چیز ہے وہ بھی ایمان سے۔" کامران نے نہایت کمینگی سے کہتے ایاز کو آنکھ مار کر کہا تھا تو وہ چاروں لڑکے قہقہہ لگا کر ہنس دیے تھے۔
"وہ اتنی آسانی سے ہاتھ آنے والی نہیں ہے۔ اس نے اپنے منہ سے ایاز کا نام لیا ہے تو صاف مطلب ہے اس کی ساری توجہ صرف ایاز کی طرف ہے۔ وہ صرف ایاز سے ہی رابطہ کرے گی۔ زیادہ خواب دیکھنے کی ضرورت نہیں۔" شہزاد نے صاف ہری جھنڈی دکھائی تھی۔
یہ سارے لڑکے دولت مند گھرانوں کے بگڑے رئیس زادے تھے۔ جن کی جیبوں میں قیمتی موبائل، گاڑی کی چابی کے علاوہ پاکستانی اور غیر ملکی کرنسی کا انبار ہر وقت رہتا تھا۔ جن کا مقصد زندگی صرف انجوائے منٹ اور تھرل کا نام تھی۔ وہ اس وقت کلب میں بڑی فرصت و بےفکری سے بیٹھے اپنی اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔
"خیر پیچھے تو میں بھی نہیں ہٹنے والا۔ اگر عادلہ باجی اور ابا جی کی رشتہ داری بگڑنے کا احساس نہ ہوتا تو اس کا بھی وہی حشر ہو چکا ہوتا اب تک جو ایسی کئی لڑکیوں کا ہمارے ہاتھوں ہو چکا ہے۔" اس نے دوبارہ گلاس بھرتے اپنے مذموم ارادوں کا اظہار کیا تو امین نے گہرا سانس لیا۔
"اور تم لیلیٰ زبیری سے کانٹیکٹ کر لینا۔ کہہ دینا کہ وہ مجھ سے ڈائریکٹ رابطہ کرے اب ایک دو ٹکے کی لڑکی کے پیچھے اچھا آئٹم نظر انداز کر دوں یہ تو کفرانِ نعمت ہے۔ ایسی آفر بھی بار بار بھلا کب ہوتی۔" وہ ہنس کر کہہ رہا تھا۔
"حسرت ان غنچوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے۔" کامران نے ایک سرد مصنوعی سانس بھری۔
"میرا خیال تھا کہ یہ اپنی پے در پے ناکامیوں کا سوگ مناتے لیلیٰ کی گوٹ ہم میں سے کسی ایک کی طرف اچھال دے گا۔ لیکن خیر...... یاد رکھو وہ صرف دیکھنے کی چیز ہے چھونے کی غلطی نہ کرنا۔ مجھے بھی وہ کسی اور کے ریفرنس سے ملی تھی۔ بلا کی حسین ہے تو اسی بلا کی ہوشیار بھی ہے۔ عام لڑکیوں جیسی نہیں ہے اور اب تک جتنی بھی گرلز سے واسطہ پڑا ہے وہ ان جیسی بھی نہیں ہے۔ دھیان سے اور محتاط رہ کر اس سے ڈیلنگ کرنا۔" شہزاد نے اسے سمجھایا تو وہ طنزیہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔
"جانتا ہوں اس قوم کو محض اپنے دام بڑھانے کو بنتی ہوگی سالی۔ خیر خالی جیب تو کبھی میں بھی نہیں رہا۔ اگر اس میں نخرا غرور ہے تو کم میں بھی نہیں۔ پھر ایسی چیز پر تو محنت کرنے کا بھی اپنا ایک مزہ ہے جو مشکل اور جد و جہد سے حاصل ہو۔" اس کے لب و لہجے میں خاصی حقارت تھی۔ تبھی اس کا موبائل بجنے لگا تو اس نے سرسری سی نظر ڈالی مگر وہاں اسکرین پر نظر آنے والے نمبر کو دیکھ کر وہ فوراً سیدھا ہوا تھا۔
"السلام علیکم ڈیڈ۔"
"کدھر ہو؟" بے لچک پتھریلا انداز تھا۔
"میں دوستوں کے ساتھ کلب میں ہوں، کیوں خیریت؟"
"فوراً گھر پہنچو میں اگلے پندرہ منٹ میں تمہیں گھر کے اندر دیکھنا چاہتا ہوں گاہری اپ۔" ان کا انداز قطعی اور دو ٹوک تھا۔
"مگر ڈیڈ......!" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر انہوں نے کال ڈراپ کر دی تھی۔
"تو اس کے تو وارنٹ جاری ہو گئے۔" کامران تمسخر سے ہنسا تھا۔
"نجانے کیا بات ہے جو ڈیڈی نے فوری بلوایا ہے۔" کرسی سے اٹھ کر اس نے مطلع کیا تھا۔

"بہت ڈرپوک ہے تمہارا باپ چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھبرا جانے والا۔ حیرت ہے اس قدر وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے بزنس کو کیسے سنبھالا ہوا ہے انہوں نے۔" شہزاد نے بھی اس کے والد پر چوٹ کی تھی۔
"شٹ اپ۔" وہ غصے سے انہیں گھورتا باہر کی طرف لپکا۔
"کل کنسرٹ کا کیا فیصلہ کیا تم نے۔ چلو گے یا اپنی سترہویں صدی کی محبوبہ کی یاد میں آہیں بھرو گے۔" پیچھے سے امین نے ہانک لگائی تھی۔
"پروگرام تم ڈن کرلو مجھے کال کرکے انفارم کردینا۔" جاتے جاتے اس نے بھی اونچی آواز میں کہتے اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھائے تھے۔
گھر آیا تو لاؤنج میں ہی اسے اپنے ماں باپ کے ہمراہ عادلہ کو دیکھ کر رک جانا پڑا۔
"خیریت۔ آپ نے اتنی ارجنٹلی کیوں بلوایا؟" ماحول سے اندازہ ہوچکا تھا کہ یہاں کچھ دیر پہلے کسی بات پر خاصی گرما گرمی کی فضا طاری رہ چکی تھی۔
"بیٹھ جاؤ۔" عبدالقیوم کے کھردرے لہجے پر اس نے ماں اور بہن کو دیکھا۔
"تم نے کل اکاؤنٹ سے پانچ لاکھ روپے نکلوائے تھے؟" خاصے تیکھے پن سے دریافت کیا تھا۔ وہ ذرا چونکا پھر کندھے اچکائے۔ بڑا بے پروا انداز تھا۔
"سو واٹ۔" اس کے انداز پر عبدالقیوم صاحب کا ٹمپر لوز ہوگیا تھا۔
"میں یہ پیسا تمہاری دن بدن بڑھتی ہوئی عیاشیوں کے لیے نہیں کما رہا۔ کیوں نکلوائے تم نے پیسے ایسی کیا ضرورت تھی تمہاری۔"
"ضرورت تھی ڈیڈ۔ یار دوستوں میں اٹھنے بیٹھنے والا بندہ ہوں اب خالی جیب تو گھومنے سے رہا۔" اس کی بے پروائی میں سرمو فرق نہ آیا تھا۔
"دیکھ رہی ہو تم دونوں اس کی انہی عیاشیوں اور شاہ خرچیوں سے میں عاجز آچکا ہوں۔ چار سال اس نے ایف ایس سی میں لگائے۔ میں نے پیسا پانی کی طرح بہا کر اس مقام پر اس کا رزلٹ بہتر کروانے کی کوشش کی کہ اسے میڈیکل میں داخلہ مل سکے۔ دو سال اس نے انٹری ٹیسٹ کلیئر کرنے میں لگادیے۔ جھولی بھر کر رقم دی تو اسے داخلہ ملا اب بھی اس کے کالج کے پھڈے ختم نہیں ہورہے۔ جب دل چاہتا ہے ہر دوسرے دن لاکھ دو لاکھ نکلوا رہا ہے۔" وہ تو بھرے بیٹھے تھے انداز اس قدر غصیلا تھا کہ گویا اس بار اس کی کسی خطا کو بخشنے کا قطعی موڈ نہیں ہے۔
"اس میں ایسی کون سی قیامت آگئی ہے کون سا یہ سارا مال لیگل طریقے سے کمایا ہے۔ آپ کا اکلوتا بیٹا ہوں بیٹیوں پر خرچ کرتے بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ میرے حساب کتاب کے تمام کالم ازبر ہوتے ہیں۔ میری سو ضرورتیں ہیں۔" جواباً وہ بھی ازحد بدتمیزی سے گویا ہوا تھا۔
"ضرورتیں نہیں، عیاشیاں کہو عیاشیاں اب کی بار کسی لڑکی کا مسئلہ کھڑا ہوا اور کسی کے والدین نے کیس کردیا تو میں اب نہیں چھڑوانے والا۔ میں اس لیے پیسا نہیں کما رہا کہ تم پانی کی طرح بہاتے رہو۔"
"تمہارے ڈیڈ ٹھیک کہہ رہے ہیں ہر چیز کی ایک لمٹ ہوتی ہے۔ پرسوں تم نے مجھ سے بھی دس ہزار لیے تھے۔" مسز عبدالقیوم بھی شامل گفتگو ہوئی تھیں۔
"اوہ کم آن مام اب کیا میں آپ لوگوں کو دو ٹکے کے لوگوں کی طرح حساب دیتا پھروں۔" ماں کے الفاظ پر اس کا بھی انداز گستاخانہ ہوگیا تھا۔

"میں تمہارا اکاؤنٹ کینسل کروادوں گا۔" انہوں نے دھمکی دی تو وہ ہنس دیا۔
"ضرور..... یہ بھی کر دیکھیں میں اپنی ضروریات اور طریقوں سے پوری کرنا شروع کردوں گا۔" اس کا انداز دھمکی آمیز تھا۔
"اور کسی دن اپنی انہی سرگرمیوں کی وجہ سے پولیس کے ہتھے چڑھ گئے تو خبر لینے میں بھی نہیں آؤں گا۔" انہوں نے بھی جانے ہری جھنڈی دکھائی تھی۔
"تو نہ آئیں۔" وہ زیادہ بھڑکا۔
"کیا ہوگیا ہے آپ دونوں کو میں یہاں چند گھنٹے سکون کی تلاش میں آتی ہوں مگر یہاں کی وہی چیخ چیخ بک بک ہی ختم نہیں ہوتی۔" عادلہ جو کافی دیر سے چپ چاپ تھی ایک دم چیخ کر گویا ہوئی تھی کاشفہ اپنے روم میں سو رہی تھی۔
"تم سے بھی میں تفصیلی بات چیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں آرام سے سکون سے بیٹھی رہو۔" عادلہ کو انہوں نے جھڑک کر چپ کروادیا تھا مگر وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گئی۔
"مجھے کسی ورکر سے اطلاع ملی ہے کہ پچھلے دنوں پولیس کا کوئی آدمی تمہارے متعلق پوچھ گچھ کر رہا تھا۔ میں اسی بات سے خوفزدہ ہوں پچھلے ماہ جو انہوں نے اپنے گروپ سمیت ایک لڑکی کے ریپ کے سلسلے میں سرگرمیاں انجام دی تھیں اس کی جانچ پڑتال ہورہی ہے۔ وہ تو ان تمام لڑکوں کے والدین کے ساتھ مل کر لڑکی کے گھر والوں نے ورثا کو دے دلا کر چپ کروادیا تھا مگر اب کے میں کہہ رہا ہوں کہ کیس پولیس تک پہنچا تو بہت بری صورتِ حال سے بھی سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔" اپنے غصے پر قابو پاتے اب کی بار انہوں نے کچھ فکرمندی سے کہا تھا۔
"کون سور ما ہے وہ جس کی اتنی مجال ہوگئی ہے کہ وہ ہمارے بارے میں تفتیش کرتا پھرے۔" کچھ چونک کر وہ بھی کچھ دھیما پڑ گیا تھا مگر انداز جوشیلا تھا۔
"پتا تو نہیں لگ سکا پھر بھی تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ احتیاط ضروری ہے۔ اپنے دوستوں میں اٹھتے بیٹھتے خیال رکھو۔ بعض اوقات یہ دوست ہی ہوتے ہیں جو پیٹھ میں چھرا گھونپنے کا کام بھی سرانجام دے دیتے ہیں جب ان کا اپنا مفاد خطرے میں ہو۔" اب کے اس نے جوش میں آنے کی بجائے تحمل سے ان کی بات سنی۔
"میں اکیلا کسی بھی سرگرمی میں ملوث نہیں ہوں۔ اگر کوئی ایک پھنسے گا تو باقی کی بھی گردن پھنسے گی ڈونٹ وری ڈیڈ۔" انہوں نے بغور دیکھا اس کا انداز پرسوچ تھا یعنی اس کی عقل میں کچھ نہ کچھ بات سما ہی گئی تھی۔
"تم بتاؤ تم کیوں ہر روز سسرال سے ادھر آ بیٹھی ہوتی ہو۔" ایاز کو مزید سمجھانے کا ارادہ ترک کرکے اب کے انہوں نے عادلہ کی طرف رخ کیا تھا اس نے ماں کو دیکھا اور منہ پھلا لیا۔
"ہائے ہائے کیا ہوگیا ہے آپ کو بیٹی ہے ہماری۔ اب میکے کا چکر بھی نہ لگائے۔ ایک ہی شہر میں رہتی ہے چلی آتی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔" ماں نے فوراً بیٹی کی طرف داری کی تھی۔
"چند دن پہلے اس کے سسر کی کال آئی تھی مجھے وہ بتا رہا تھا کہ اس نے علیحدہ گھر میں رہنے کی ڈیمانڈ کی ہے۔" اس دن کے بعد اس کا آج چکر لگا تھا وہ اس لیے چکر نہیں لگا رہی تھی کہ ڈیڈ نے ضرور باز پرس کرنی ہے۔
"تو کون سا دنیا سے علیحدہ انوکھی ڈیمانڈ کردی ہے۔ ساری دنیا کی لڑکیاں علیحدہ ہوتی ہیں۔" عبدالقیوم صاحب نے بیوی کو گھورا۔
"یہ تمہاری ہی شہہ پر اتنا اکڑ رہی ہے۔ میں نے عادلہ تمہیں کیا سمجھایا تھا۔" انہوں نے بیوی کو ٹوک کر بیٹی سے باز پرس کی تھی۔
"ایم سوری ڈیڈ آپ کے فائدے کے لیے میں اپنی زندگی اجیرن نہیں کرسکتی۔ یہ عباس بالکل پینڈو و جاہل انسان ہے۔

ماں باپ سے پوچھے بغیر تو کھانے کا لقمہ بھی منہ میں نہیں ڈالتا۔" وہ تو بھری بیٹھی تھی ایک دم پھٹ پڑی۔
"تم کوشش کرتیں بیویاں کیا کچھ نہیں کرلیتیں۔ اس میں صرف میرے لیے ہی نہیں تم لوگوں کے لیے بھی فائدہ تھا۔ وہ ہر لحاظ سے ایک اسٹرانگ بیک گراؤنڈ رکھنے والا مضبوط گھرانا ہے۔ کم عقلی مت دکھاؤ' میں کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر نہیں کرتا۔ تم میری عادت اچھی طرح جانتی ہو۔ یہ تینوں باپ بیٹا جس طرح دن بدن بزنس کی دنیا میں اپنا نام بنارہے ہیں تم اندازہ نہیں کرسکتیں کہ یہ لوگ کس قدر آگے جاسکتے ہیں۔"
"اوہ ڈیڈ۔ ہمارے پاس کس چیز کی کمی ہے۔ ہم کسی بھی اعلیٰ سے اعلیٰ بزنس مین کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ پھر آپ ان لوگوں کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں؟" ایاز نے خاصے تنفر سے پوچھا تھا۔
"یہ لوگ آج اس بزنس کی دنیا میں نہیں آئے۔ شاہزیب علی کے باقی دونوں بھائی اور ان کی اولادیں اندرون ملک اور بیرون ملک عرصہ دراز سے اس بزنس میں انوالو ہیں۔ ان کی پروڈکشن کا ایک نام ہے۔ معیار ہے' کوالٹی ہے۔ جس طرح تم سب دولت کو لٹا رہے ہو نا تو وہ دن دور نہیں جب تم تینوں کی وجہ سے میں پچھتاوے کے آنسو بہانے پر مجبور ہوجاؤں گا۔"
"اللہ نہ کرے۔" بیگم نے فوراً دہل کر کہا۔
"ڈیڈ آپ کو نہیں پتا وہ کس قدر اولڈ اینڈ دقیانوس قسم کا گھرانا ہے۔ کاشفہ کے لیے انکار کرکے انہوں نے صاف لفظوں میں میری انسلٹ کی ہے اور اب اسی دو ٹکے کی شہوار بی بی سے مصطفیٰ کا رشتہ طے کردیا گیا ہے۔" انکشاف ایسا تھا کہ وہاں موجود سبھی چونک گئے تھے خصوصاً ایاز تو کتنی دیر تک گم صم رہ گیا تھا۔
"ان لوگوں کا ارادہ فوراً نکاح کرنے کا ہے۔ مجھ سے نہ پوچھا نہ ہی بڑی بہو ہونے کے ناتے بتایا۔ یہ ویلیو ہے اس گھر میں میری؟ سیدھے صاف لفظوں میں یہ میری توہین ہے۔ وہ اولڈ بی بی چاہتی ہے کہ میں بات بے بات اس سے اجازت لیا کروں کچن سنبھالوں گھر کی ذمہ داری قبول کرکے ملازموں کے سر پر کھڑے ہوکر گھر داری کروں کام کرواؤں مائی فٹ۔" وہ تو گویا آج ادھر دل کی بھڑاس نکالنے کے ارادے سے آئی تھی۔
"تو پھر تم نے کیا سوچا ہے علیحدہ گھر کا؟ وہ شاہزیب علی کہہ رہا تھا کہ تمہیں سمجھاؤں اس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ اگر تم ایسا چاہتی ہو تو پھر اس گھر میں کوئی گنجائش نہیں تمہاری۔ علیحدہ گھر کی ڈیمانڈ چھوڑنا ہوگی ورنہ تمہیں اپنے گھر واپس بلالوں۔"
"مائی فٹ! ڈیڈ ہم بھی کوئی اتنے گرے پڑے نہیں ہیں۔ عادلہ کے نام بینک بیلنس کوٹھی سب کچھ ہے۔ ہم میں اتنی صلاحیت ہے کہ ہم اس کو علیحدہ شفٹ کرسکتے ہیں۔ اس دقیانوسی گھرانے میں عادلہ جیسی باشعور لڑکی کی شادی کردینا آپ کی سب سے بڑی مس ٹیک ہے ڈیڈ۔" باپ کے منہ سے تمام بات سن کر وہ بھڑک اٹھا تھا۔
"وہاں شادی کرنا میری نہیں تمہاری بہن کی اپنی مس ٹیک ہے۔ تب اسے عباس کے علاوہ کچھ اور دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں نے تو تب بھی اس گھرانے کا نام ونسب اور خاندانی وقار ملحوظ خاطر رکھا تھا۔" انہوں نے ناراضی سے سب کو دیکھا۔
"یہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے' مگر ڈیڈ میں اب ادھر نہیں رہنا چاہتی۔ میرا اور اس شہوار کا کیا مقابلہ مگر اس لڑکی کو اپنے مقابل دیکھتی ہوں تو مجھے اپنے چاروں اطراف میں آگ دہکتی محسوس ہوتی ہے۔"
"یہ تو بڑی ناانصافی کی انہوں نے' دیکھا تھا ایک بار شہر آنے پر اس کی ماں کو بھی کوئی دور پرے کی رشتہ دار ہے نا ان لوگوں کی۔" مسز عبدالقیوم نے بھی حصہ لیا تھا۔
"پتا نہیں کیا ہے وہ ان کی؟ مجھے تو یہ ماں بیٹی اپنی جان کا آسیب لگتی ہیں۔" اس نے تنفر سے جواب دیا تھا۔
"انہوں نے ڈیڈ کو بتانے کی دھمکی دی اور میں چپ ہوگئی۔ ورنہ میں اب اس تعلق کو مزید لٹکائے رکھنے کے قطعی حق میں

...ہیں۔" اس کا انداز خاصا زہریلا تھا۔
...تو کیا مطلب ہے تمہارا؟" عبدالقیوم صاحب نے چونک کر بیٹی کا فیصلہ کن انداز دیکھا۔
...مجھے اول تو آرام سے عباس کے ہمراہ علیحدہ شفٹ ہونے دیں بصورت دیگر میں کورٹ میں جاؤں گی۔ صاف واضح ...ہوگی۔" اس کے تیور جارحانہ تھے۔
..."کم عقلی والی باتیں مت کرو۔ تم اس گھرانے کو نہیں جانتیں۔ وہ طلاق کے لیے کبھی نہیں راضی ہوں گے۔" وہ خاصے ...فکر ہوگئے تھے۔
"ڈیڈ عادلہ ٹھیک کہہ رہی ہے اسے کس چیز کی کمی ہے۔ ابھی بھی لاکھوں ہوں گے جو اس سے شادی کرنے کو بے تاب ...ہوں گے۔" ایاز نے بھی اس کی حمایت کی تھی۔
"وہ تو ہے ہی جذباتی تم بھی اس کی حمایت کرو گے تم اس گھرانے کو نہیں جانتے میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ ...بہو کو تو مان جائیں گے مگر طلاق کبھی نہیں۔"
"ہم کورٹ میں جائیں گے ڈیڈ۔" ایاز عادلہ کو آنسو بہاتے دیکھ کر بھڑکا تھا۔
"سکون سے آرام سے ابھی تو عادلہ اپنے گھر جائے اس کے سسر سے میں بات کروں گا اگر وہ خود علیحدہ رکھنے پر راضی ہوا تو ہم عادلہ کو کوٹھی میں شفٹ کردیں گے۔ ویسے بھی فرنشڈ کوٹھی اسے جہیز میں اسی لیے دی تھی۔ کب تک عباس اپنے ...والدین کے ساتھ رہے گا اسے بھی آخر بیوی کی طرف لوٹنا ہی پڑے گا۔" بیٹی کے آنسوؤں سے باپ کا بھی دل پسیج گیا تھا ...کچھ سوچتے انہوں نے سلوشن پیش کیا تھا۔
"آپ لاکھ کوشش کرلیں وہ بڑے ضدی اور خودسر لوگ ہیں ڈیڈ۔ وہ کبھی علیحدہ شفٹ کردینے کے لیے نہیں مانیں گے۔" آنسو صاف کرتے اس نے باپ کو وارن کیا تھا۔
"جب لاتوں کے بھوت باتوں سے نہ مانیں تو ہمیں انگلیاں ٹیڑھی کرنا بھی آتی ہیں۔ ڈونٹ وری یہ ریٹائرڈ ڈی آئی ...جی صاحب کیا کریں گے میں بھی دیکھ لوں گا۔" ایاز جوشیلا خون تھا اس کا لب ولہجہ بھی اس کے جذبات کا عکاس تھا۔
عبدالقیوم صاحب نے حاضرین پر نگاہ ڈالی اور کچھ سوچنے لگے۔
"مصطفیٰ بھی اسی ڈیپارٹمنٹ میں ہے یہ مت بھولو اور پولیس کی دوستی ودشمنی دونوں ہی خطرناک ہوتی ہیں...... جیسی تمہاری سرگرمیاں ہیں ان کی موجودگی میں تو تمہیں ان کے سامنے آتے ہوئے بھی سو بار سوچنا ہوگا۔ یہ وقت جوش کا نہیں ہوش سے کام لینے کا ہے عادلہ کے کسی بھی سلسلے میں تم انٹرفیئر نہیں کرو گے میں خود ہی ہینڈل کروں گا۔" انہوں نے بیٹے کو ٹوک دیا۔

❁......❁......❁

وہ ساری رات عجیب سی کیفیت میں رہی تھی۔ صبح فجر کی نماز پڑھ کر وہ پھر سے لیٹ گئی۔ ساری رات سوئی جاگی کیفیت ...نے ابھی اب جو آنکھ لگی تو بڑی پرسکون نیند آئی۔ نجانے وہ کتنی دیر تک سوئی رہتی دروازہ زور سے بجائے جانے کی آواز ...سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے نیند بھری آنکھیں کھول کر ناگواری سے بند دروازے کو دیکھا۔
"شہوار بی بی جی دروازہ کھولیں۔" رخشندہ کی آواز پر اس نے کسلمندی سے وال کلاک کی طرف نگاہ ڈالی مگر اس کو اچھل کر ...بیٹھنا پڑا وال کلاک آٹھ بجا رہا تھا۔ یعنی وہ اتنی گہری نیند سوئی تھی کہ کالج جانے کا ٹائم بھی نکلنے والا تھا اس نے فوراً بستر سے اتر کر تیزی سے دروازہ کھولا تھا۔ وقت اس قدر کم تھا کہ وہ تیار ہوتی تو بھی لیٹ ہوجاتا تھا۔ دروازہ کھول کر رخشندہ کو دیکھا۔
"بی بی جی ناشتے پر آپ کو بلا رہی ہیں۔"

"آ رہی ہوں۔ پہلے تم ایسا کرو دو منٹ میں الماری سے میرا کالج کا لباس نکال کر استری کر کے لے آؤ فٹافٹ۔" وہ سر ہلا کر الماری کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اس کی الماری سے سوٹ نکال کر وہ باہر چلی آئی تو وہ منہ ہاتھ دھو کر دوبارہ کمرے میں آئی اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے بال کھول کر برش اٹھالیا۔ رخشندہ اس کا لباس لیے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ کوفت سے اپنے لمبے گھنے بالوں سے نبردآزما تھی۔

"یہ لیں بی بی جی استری کر دیے ہیں۔" اس نے اس کا سوٹ لا کر میز پر ڈال دیا۔

"ماشاءاللہ بی بی جی تساں دے بال وڈے خوب صورت نے۔ اے لمبے گھنے بال تساں نوں تو بہت سج دے نے۔" اس کے بالوں کو محبت و ستائش سے دیکھتے وہ کہہ رہی تھی۔

"آدھا گھنٹہ لگتا ہے بال بنانے میں۔ ٹائم ہے نہیں میرے پاس اور ان کے ساتھ چمٹی ہوئی ہوں۔" اس کے کمرے کی چیزیں درست کرتی رخشندہ اس کی بےزاری پر مسکرا دی۔

"لائیں بی بی آپ ادھر اسٹول پر بیٹھ جائیں میں کنگھی کر دیتی ہوں۔" شہوار بازوؤں کو تھکانے کی بجائے فوراً آئینے کے سامنے اسٹول پر بیٹھ گئی تھی۔ ورنہ بال بناتے بناتے اسے اپنے بازو دکھتے محسوس ہوتے تھے۔

"آج تسی لیٹ اُٹھے او؟" وہ اپنے خاص اسٹائل میں پوچھ رہی تھی۔

"بس رات نیند نہیں آئی صبح فجر کی نماز پڑھ کر لیٹی تو آنکھ نہیں کھلی۔" وہ بال بنا کر شہوار کے ہاتھ سے کلپ لے کر آدھے بالوں کو تھام کر کلپ لگا رہی تھی۔

"نیند کیوں نہیں آئی تھی؟" رخشندہ کی بجائے سوال کسی اور کی طرف سے آیا تھا۔ وہ بے اختیار دروازے کی طرف پلٹ کر دیکھنے لگی تھی۔ ایسا کرنے سے رخشندہ کے ہاتھ سے کلپ پھسل کر نیچے گر گیا تھا اس کے سارے بال پھر بکھر گئے تھے جو رخشندہ کے ہاتھ میں تھے۔ مصطفیٰ بالکل تیار جانے کے لیے کھڑا تھا۔ اسے دروازے کے پاس کھڑا دیکھ کر وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ رخشندہ اس کے بال چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس کی پشت پر گھنا آبشار نیچے تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ مصطفیٰ کی نگاہیں بے اختیار اٹھی تھیں۔

"رخشندہ تم ادھر بیٹھ ہی گئی ہو ماں جی تمہیں بلا رہی ہیں۔" دوپٹے سے بے نیاز خوب صورت دل کش سراپا بڑا سحر طراز تھا۔ وہ نظریں ہٹا کر رخشندہ سے مخاطب ہوا تو وہ فوراً سر ہلاتی باہر نکل گئی تھی۔

"آج کالج جانے کا ارادہ نہیں ہے کیا؟" اس نے سٹپٹا کر بیڈ کے سرہانے سے اپنا دوپٹا اٹھا کر کندھوں پر ڈالتے ایک پلو سر پر بھی ڈالا تھا مگر خوب صورت سیاہ لمبے گھنے بالوں کا آبشار دوپٹے کے ذرا سے تکلف سے چھپ نہ سکا تھا۔ بس ریشم کی مانند لہرا کر رہ گیا تھا۔

"جانا تھا بس لیٹ ہو گئی ہوں۔" اس کی گہری جائزہ لیتی آنکھوں سے گھبرا کر کہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ابھی تم نے چینج اور بریک فاسٹ بھی کرنا ہے؟" رسٹ واچ دیکھتے اس نے اسے یوں ہی کنفیوز کھڑے دیکھ کر ٹوکا تھا۔

"جی۔"

"آپ چلیں میں ریڈی ہو کر آتی ہوں۔" اب اس کی موجودگی میں وہ بال بنانے سے تو رہی۔

"میں بریک فاسٹ اور سب کام کر کے فری ہوں۔ گاڑی میں بیٹھ کر تمہارا ویٹ کرنے کی بجائے میں ادھر ہی بیٹھ کر ویٹ کر لیتا ہوں۔ تم ریڈی ہو جاؤ ہری اپ۔" اس کی سوچ سے بے نیاز اس نے سرسری سا کہا تھا۔ شہوار اس نئی افتاد پر مزید ہراساں ہو گئی۔

"کمرہ تو بہت اچھے انداز میں سیٹ کیا ہوا ہے تم نے۔" توصیفی انداز میں کمرے کا جائزہ لیتے وہ سائیڈ پر رکھی دو کرسیوں میں سے ایک پر ٹک گیا تھا۔

"تھینکس۔"

"رات نیند کیوں نہیں آئی تھی؟" اسے اسی طرح کھڑے دیکھ کر اس نے پوچھا تو وہ خاموشی سے جھک کر ہیئر کلپ اٹھا کر سیدھی ہو گئی۔

"بس ویسے ہی۔" سنجیدگی سے کہتے اس نے ڈریسنگ سے برش بھی اٹھالیا تھا۔ مصطفیٰ نے اس کے بیگ فائلز اور بکس کے ساتھ رکھی ایک ڈائری اٹھالی تھی۔ جو اس کے قریب پڑی اسٹڈی ٹیبل پر رکھی ہوئی تھی۔ شہوار لباس اٹھا کر واش روم میں گھس گئی تھی۔

مصطفیٰ نے ڈائری کھولی تو منہ بنانا پڑا۔ باہر سے ڈائری جس طرح خوب صورت اور دل کش لگ رہی تھی اندر سے خاصی عجیب تھی۔ ڈائری کے اندر صاف صفحات پر مختلف ڈایاگرامز اور تصاویر ہاتھ سے بنائی گئی تھیں۔ انسانی خدوخال سے متعلق یہ تصاویر اس نے سرسری نگاہ ڈال کر ڈائری بند کر دی۔ ڈائری واپس کتابوں کے ساتھ رکھتے اس نے پھر کمرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ کمرہ بہت ترتیب سے مزین تھا۔ کہیں بھی کوئی بے ترتیبی نہ تھی بس بیڈ پر پڑے بلینکٹ اور پرشکن چادر کے سوا۔ وہ لباس بدل کر واش روم سے نکلی تو مصطفیٰ کو اسی طرح مستقل مزاجی سے اپنے کمرے میں بیٹھا دیکھ کر الجھی۔

"صبح صبح انہیں شاید کوئی اور کام ہی نہیں۔" اپنی طرف اٹھنے والی نگاہ کو نظر انداز کر کے وہ ڈریسنگ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ چہرے پر کچھ لگانے کی ضرورت تو نہ تھی۔ فیس واش سے دھونے کے بعد وہ صرف لوشن یوز کرتی تھی۔ اس نے لوشن اٹھا کر عجلت میں چہرے اور ہاتھوں پر لگاتے ساتھ ساتھ ایک طرف ریک میں رکھا جوتا بھی پہنا تھا۔ اسے چادر الماری سے نکالتے دیکھ کر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"آپ چلیں میں آتی ہوں۔" اس نے چادر کی تہہ کھولتے ہوئے کہا تو وہ باہر نکل گیا۔ اس نے جلدی سے اپنے اوپر سے دوپٹا کھینچ کر بستر پر ڈالتے چادر لپیٹی تھی۔ اپنی کتابیں بیگ اور فائلز لیے وہ خدا حافظ کہنے ڈائننگ ٹیبل کی طرف چلی آئی۔

"رخشندہ بتا رہی تھی کہ تمہاری آنکھ دیر سے کھلی ہے۔ ناشتا ریڈی ہے فٹافٹ کر لو۔" آنٹی اسے دیکھ کر بولیں۔

"نہیں ناشتے کا بالکل وقت نہیں ہے۔" انکل سجاد اور عباس بھائی بڑے فارغ موڈ میں بیٹھے ناشتے کے ساتھ ساتھ اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے۔

"آرام سے ادھر بیٹھو۔ یہ دودھ اور انڈا ضرور لو۔ ایسے خالی پیٹ نہیں جانے دوں گی میں۔" انہوں نے ٹوکا تو وہ گہری سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"لڑکی تمہیں تو خوش ہونا چاہیے اتنی محبت سے تمہیں ہماری بیگم کچھ کھلا پلا رہی ہیں۔ ورنہ ہم خالی پیٹ بھی اٹھ کر چل جائیں تو کبھی پوچھا نہیں۔" شاہزیب انکل کی بات پر دودھ کا گلاس اٹھاتے وہ مسکرا دی تھی۔ بوائل انڈے کے پیس پلیٹ میں اس کے سامنے تھے ایک پیس اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔

"اتنا بڑا الزام لگا رہے ہیں کچھ تو خدا کا خوف کریں۔ ہر وقت آگے پیچھے رہتی ہوں پوچھ لیں لائبہ سے کھانا پکواتے ہوئے ہمیشہ آپ کی پسند کو مدنظر رکھا ہے۔" آنٹی فوراً سنجیدہ ہو گئی تھیں۔ ٹیبل پر موجود بھی افراد مسکرا دیے۔ شہوار دودھ کا گلاس ختم کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا آنٹی جی اللہ حافظ۔" جھک کر آنٹی سے کہا تو انہوں نے محبت سے دونوں ہاتھوں میں اس کا تروتازہ روشن چہرہ تھام لیا۔

"جیتی رہو اللہ حافظ۔" پیشانی چوم کر دعا دی تو وہ مسکراتی باقی لوگوں کو بھی خدا حافظ کہتے باہر نکل آئی تھی۔ مصطفیٰ بازو وے پر گاڑی ڈالے فرنٹ سیٹ کا دروازہ وا کیے اس کا منتظر تھا۔ انکل آنٹی اور دیگر لوگوں کو اس نے نجانے کیا بتایا تھا کہ کسی نے بھی اسے صبح مصطفیٰ کے ساتھ جانے پر کچھ بھی نہ پوچھا تھا۔

"رات بوا جی کی کال آئی تھی۔" وہ کھڑکی کی طرف منہ کیے اپنے ہی کسی خیال میں گم تھی کہ مصطفیٰ کی آواز پر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی وہ ونڈ اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"وہ بتا رہی تھیں کہ تم ان کی کالز ریسیو نہیں کر رہیں۔" اب کی بار وہ حقیقتاً چونکی تھی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں بزی تھی موبائل وائبریشن پر تھا مجھے ان کی کالز کا پتا نہیں چلا۔" اپنی حیرت پر قابو پاتے اس نے کہا۔

"مجھے تو انہوں نے کہا تھا کہ تم ان سے کسی بات پر ناراض ہو اس لیے تم کال ریسیو نہیں کر رہی؟" اب کی بار وہ شدید حیرت سے دوچار ہوئی تھی اور اندر ہی اندر خائف بھی نجانے اب اگلا سوال وہ کیا پوچھنے والا تھا۔ اسے اس شخص سے خوف ہی آتا تھا۔

"میں ناراض نہیں ہوں ان سے۔" اس کا انداز تردیدی تھا مگر اس انداز میں ایک تلخی سی تھی۔

"تو پھر کیا وجہ ہے؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"کوئی خاص وجہ نہیں ہے بس مجھے وقت نہیں ملا۔ کالج جا کر میں ان کو کال کرلوں گی۔" کافی زیادہ برا مان کر اس نے نروٹھے پن سے کہا تھا وہ ہنس دیا۔

"اچھی بات ہے وہ کافی پریشان اور متفکر لگ رہی تھیں۔ تم کال ضرور کر لینا۔ بلکہ اس وقت فری ہو ابھی کال کرو۔"

"میرے پاس اس وقت کریڈٹ نہیں ہے کالج کی کینٹین سے کارڈ لے کر کال کرلوں گی۔" اس کے مشورے پر اسے بر وقت بہانہ سوجھ گیا تو مصطفیٰ نے ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالی۔ اس کی سرسری نگاہ کی حدت سے اس نے گھبرا کر فوراً نگاہ جھکالی۔

"میرے موبائل سے کرلو وہ رات جتنی پریشان تھیں اگر موقع محل کا مجھے احساس نہ ہوتا تو میں رات ہی تمہارے کمرے میں آ کر ان سے تمہاری بات کرواتا۔" اس نے ڈیش بورڈ پر رکھا اپنا موبائل اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ اسے رہ رہ کر تابندہ بی پر غصہ آ رہا تھا وہ ان سے ناراض تھی۔ ان کی کال ریسیو نہیں کر رہی تھی ان سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی تو اس کی وجہ سے مصطفیٰ کو کال کرنے کی کیا تک بنتی تھی۔

"لے لو بھئی۔" اس نے بڑی بے بسی و بے چارگی سے اس کے ہاتھ سے موبائل لے لیا تھا۔ حویلی کا نمبر ملاتے وہ اندر ہی اندر کھول رہی تھی۔ کچھ توقف کے بعد کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

"ہیلو۔" عظمت نے کال ریسیو کی تھی۔

"میں شہوار بول رہی ہوں امی کو بلاؤ۔" کافی روکھے اور غصیلے لہجے میں مخاطب تھی۔ مصطفیٰ نے اپنی ہنسی ہونٹ تلے دبا کر روکی۔

"السلام علیکم!" تابندہ دومنٹ بعد لائن پر تھیں۔

"وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ؟" اپنے لہجے پر قابو پانے کی تمام کوششیں ناکام تھیں۔ غصہ اس کے لہجے سے صاف واضح ہو رہا تھا۔

مصطفیٰ نے اس کے سرخ دہکتے چہرے کو دیکھا۔

"شکر ہے مولا کا بہت ناراض تھیں رات کو غصے سے موبائل ہی بند کر دیا تم نے۔" وہ کہہ رہی تھیں۔ مصطفیٰ بڑی سلو رفتار میں گاڑی ڈرائیو کرتے اس کی طرف متوجہ تھا۔

"میں ناراض ہوں اور نہ ہی غصے میں۔ میں کالج جا رہی ہوں بارہ بجے کے بعد میں فری ہوں گی تب آپ سے بات

کروں گی۔ اس وقت آپ سے یہی بات کرنی تھی۔ اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔"

"ارے ٹھہرو، شہوار بیٹا میری بات تو سنو۔" وہ پکارتی رہ گئی تھیں۔ اس نے کال ڈس کنیکٹ کرتے موبائل مصطفیٰ کی طرف بڑھا دیا تھا۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر اس کے ہاتھ سے موبائل تھام لیا۔ اس کے چہرے پر سرخی رقم تھی جو واضح غماز تھی اس نے اپنے جذبات پر بمشکل کنٹرول رکھنے کی کوشش کی تھی۔

"تم اور باتیں کر لیتیں اتنی جلدی بات ختم بھی کر دی۔ اس رویے کی کوئی خاص وجہ؟" اس نے اس کے انداز کو نظر انداز کرتے پوچھا۔

"نہیں۔" روکھا نہایت مختصر جواب۔

"بوا جی سے پھر کس بات پر ناراض تھیں۔ میرے مجبور کرنے پر اگر کال کر ہی لی تھی تو ٹھیک سے بات بھی کر لیتیں۔"

"میری ان سے کوئی ناراضگی نہیں۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے میں کسی غیر کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتی۔" اس نے کہا۔

"یہ تم کس انداز اور لب و لہجے میں بات کر رہی ہو۔ ہر کوئی غیر نہیں ہے۔ تمہارا اگر ان سے خون کا رشتہ ہے تو ہمارا ان کا خلوص محبت اپنائیت کا تعلق ہے جو تمہارے تعلق سے کئی درجے مضبوط ہے۔" اس کے الفاظ پر مصطفیٰ نے غصے سے اسے ٹوک دیا تھا۔

"ایم سوری۔" اسے شاید اپنے رویے کا فوراً اندازہ ہو گیا تھا۔ یا مصطفیٰ سے امید نہ تھی کہ فوراً اس کے غلط رویے پر ٹوک دے گا۔ وہ دوبارہ بات کیے بغیر خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا رہا تھا۔ وہ بھی ہاتھ مسلتے کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے مہر بہ لب رہی۔

گاڑی کالج کے سامنے رکی تو اس نے شکر کا سانس لیا۔ ورنہ آج تو لگ رہا تھا کہ گویا سفر نے جان سولی پر لٹکا دی ہے۔ ایسے ہی تو بوجھل جاں گسل لمحے آئے تھے ان دونوں کے درمیان۔ اس نے ایک نظر پھر مصطفیٰ پر ڈالی اس کے چہرے پر اس کی بات سے چھا جانے والی سرخی ابھی تک قائم تھی۔ اسے تاسف ہوا کہ اس نے ایسی بات ہی کیوں کی۔ اسے غصہ تو تابندہ کے فیصلے پر تھا یہ شخص کب جانتا تھا کہ وہ کیوں انکار کر رہی ہے۔ بلکہ یہ شخص تو سرے سے اس کے انکار سے ہی بے خبر تھا۔ نجانے امی نے اس سے کیا کہا ہوگا؟ جو صبح صبح اس قدر خیر سگالی کے جذبات لیے فون کروا رہا تھا۔ اسے محسوس ہوا اس کے کمرے میں آنے کی بھی یہی وجہ تھی۔ وہ خاموشی سے اپنی چیزیں سمیٹ کر گاڑی سے اتر گئی تھی۔ نجانے کیوں اس کے اندر اپنے رویے پر ندامت کے ساتھ ملال بھی اترنے لگا۔

"اللہ حافظ۔" دروازہ بند کرتے دھیرے سے کہا تو اس نے ایک سپاٹ نظر اس پر ڈالی۔ وہ یکدم نگاہ جھکا کر گیٹ کی طرف پلٹ گئی تھی۔

وہ ایک دو سیکنڈ اسی طرح بیٹھا رہا پھر اپنے پیچھے کسی گاڑی کا ہارن سن کر اس نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کی تھی سائیڈ بیک ویو مرر سے دیکھتے اس نے ٹرن لیا جب سامنے سے آتی گاڑی کی سیٹ پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر چونک گیا تھا۔ اس نے بھی دیکھ لیا تھا اس کے چہرے پر مصطفیٰ کو اس جگہ پا کر استعجاب کی لہر ابھی تھی۔ مصطفیٰ نے انتہائی غصے اور طیش کے عالم میں سامنے ایاز پر ایک سلگتی نگاہ ڈالی اور پھر رش انداز میں گاڑی وہاں سے نکال کرلے گیا تھا۔

❀ ❀ ❀

لگاتار تین چار پیریڈ اور پریکٹیکلز کے بعد وہ بارہ بجے فری ہوئی تھیں۔ شہوار آج غیر محسوس انداز میں ان کو خاصی خاموش اور ڈسٹرب محسوس ہوئی تھی۔ صبح سے لے کر سارا وقت اتنا بزی گزرا تھا کہ دونوں کو سلام دعا کے علاوہ کوئی اور بات کرنے کا بھی وقت نہ ملا تھا اور نہ وہ اسی سے اس کی خاموشی کی وجہ ضرور پوچھتی۔

''کینٹین چلتے ہیں وہاں جا کر کچھ پیٹ پوجا ہی کرلی جائے۔'' اسپتال کے وزٹ کے بعد دونوں واپس کالج کی طرف آئیں تو انا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ اب بریک ٹائم تھا۔ شہوار نے بغیر کچھ کہے سر ہلایا تھا۔

''یہاں کوئی سیٹ خالی نہیں ہے انتارش ہے۔ چل واپس چلتے ہیں۔'' اس کی توقع کے عین مطابق کینٹین کھچا کھچ بھری ہوئی تھی تمام ٹیبلز فل تھیں۔ انا نے بھی اطراف میں دیکھا۔ کوئی سیٹ خالی نہ تھی۔

''چلو کچھ لے لیتے ہیں ہال کی طرف چلتے ہیں وہاں کوئی نہیں ہوگا آرام سے بیٹھ کر کھالیں گے۔'' اسے واپس پلٹتے دیکھ کر انا نے کہا تو اس نے صرف سر ہلا دیا۔

''تم لے آؤ میں دروازے میں کھڑی ہوتی ہوں۔''

''برگر اور کوک لے لوں؟'' اس کے الجھن بھرے انداز کو دیکھتے انا نے پوچھا تھا۔

''جو جی چاہتا ہے لے لو ذرا جلدی کرو۔'' دروازے میں سے ایاز اور اس کے چند چیلوں کو داخل ہوتے دیکھ کر وہ ایک دم گھبرا گئی تھی۔ انا نے بھی ان کو دیکھا اور پھر ایک سنجیدہ نگاہ ان پر ڈالتی کینٹین کی طرف چل دی تھی۔ وہ راہ داری کے عین وسط میں کھڑی تھی۔ ایاز اور اس کے دوستوں کو آتے دیکھ کر اس نے سائیڈ سے ہو کر باہر نکلنے کا ارادہ کیا تھا۔ ابھی اس نے دو قدم اٹھا کر دروازے کی طرف پیش قدمی ہی کی تھی کہ ایاز نے ایک دم اپنی ٹانگ اڑا کر اس کی راہ مسدود کردی تھی۔ اس نے ایک سلگتی نگاہ اس پر ڈال کر دوسری طرف سے نکلنا چاہا تو وہ اس طرف بھی ہو گیا تھا۔

''کیا بدتمیزی ہے یہ؟'' وہ اس شخص سے قطعی الجھنا نہیں چاہتی تھی۔ کینٹین بھری پڑی تھی۔ اب تک وہ سرعام اس سے سامنا ہونے سے کترائی رہی تھی مگر اب ایک دم بھرے مجمع میں ذلت و بے عزتی کے احساس سے اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئی تھیں۔ شہوار نے ایک دم پیچھے ہٹتے بڑی بے بسی و بے چارگی سے کینٹین کی طرف دیکھا۔ انا شاید اندر چلی گئی تھی۔ ورنہ وہ ضرور واپس آجاتی اگر ان کی بدتمیزی ملاحظہ کرلیتی تو۔

''ہٹو ایک طرف میں تمہارے منہ لگنا بھی پسند نہیں کرتی۔'' بہت سے لوگوں کو مزے لیتے دیکھ کر اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ غصے سے کہتے سائیڈ سے ہو کر دیوار کی طرف سے دروازے کی طرف لپکی تھی۔ ایاز کے کسی ایک دوست نے فوراً دروازے میں کھڑے ہو کر اس کی یہ کوشش بھی ناکام بنادی تھی۔

''مسٹر ایاز مجھے مجبور مت کرو کہ میں چیئرمین صاحب تک تمہاری شکایت کرنے پہنچ جاؤں۔'' اس نے دھمکی دی تھی۔

''ضرور جاؤ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ بدنام اگر ہم ہوئے تو کیا نام نہ ہوگا۔ مجھے تو کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے کے لیے تمہاری طرف سے کسی ایسے ہی اقدام کی ضرورت ہے۔'' اس کے کمینے لب و لہجے پر اس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب پوری قوت سے اس ذلیل انسان کے منہ پر دے ماری تھی۔ یہ اس کے ضبط کی انتہا تھی۔ کتاب بہت زور سے لگی تھی وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھے جھکا تھا۔

''آہ۔'' وہ کراہا تھا پوری کینٹین میں ایک دم سناٹا چھا گیا تھا۔

''اوہ اس کی یہ مجال۔'' اس کے دوست غصے سے اس کی طرف بڑھے تو وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹی تھی۔ کئی لڑکے اس بار اٹھ کر قریب آگئے تھے جو پہلے محض تماشائی تھے۔ ایاز نے اپنے منہ سے ہاتھ ہٹایا تو اس کا ہاتھ خون سے تر تھا۔ کتاب پوری قوت سے پھینکے جانے پر اس کی ناک پر لگی تھی۔ ایک دم خون ناک سے بہتا اس کے ہاتھ کو رنگین کر گیا تھا۔

''اس کی یہ مجال میں اسے آج مزہ چکھا کر رہوں گا۔ چھوڑوں گا نہیں اسے۔'' کینٹین میں بیٹھے اسٹوڈنٹس صورت حال شدید نوعیت میں بگڑتے دیکھ کر فوراً اس طرف چلے آئے تھے۔ وہ مغلظات بکتے انتہائی وحشی انداز میں شہوار کی طرف لپکا تھا۔

''غلطی تمہاری ہے تم نے جان بوجھ کر اس کا راستہ روکا تھا۔ یہ انتہائی شریف اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے سارا کالج جانتا ہے

تم جس قماش کے آدمی ہو یہ بھی کسی سے چھپا ہوا نہیں۔'' فائنل کے ایک اسٹوڈنٹ ہاشم نے اسے اس قدر اشتعال انگیز انداز میں شہوار کی طرف بڑھتے دیکھ کر اس کا راستہ روکنا چاہا تھا۔ بلکہ بازو سے پکڑ کر پیچھے دھکیلا تھا۔

''اوہ یو ایڈیٹ۔'' وہ تو انتقام اور جوابی کارروائی کے لیے بپھرا ہوا تھا ایک دم کھینچ کر ہاشم کے منہ پر مکا دے مارا تھا۔ ہاشم کون سا کسی سے کم تھا کالج میں ایاز لوگوں کے بعد اگر کسی کے گروپ کے چرچے تھے تو یہ ہاشم لوگوں کا گروپ ہی تھا یہ اور بات تھی کہ ان کی شہرت بری نہ تھی۔ اس نے بھی نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ ایاز کی گردن دبوچ لی۔ ہاشم کے باقی دوست بھی اس کے ساتھیوں پر پل پڑے تھے۔ کینٹین ایک دم میدان کارزار کا نقشہ پیش کرنے لگا تھا۔ انا بھی شور کی آواز پر فوراً بھاگی آئی تھی۔

''مائی گاڈ یہ کیا ہو رہا ہے؟'' انا حیرت زدہ تھی ہاشم اور ایاز دونوں گروپس کے لوگوں کو آپس میں گتھم گتھا دیکھ کر ششدر تھی کینٹین کے مالکان بھی میدان میں بیچ بچاؤ کروانے کے لیے کود پڑے تھے۔

''بڑا ہیرو بنا پھرتا ہے تو باپ کے پیسے پر عیاشی کرتا ہے۔ اب اٹھا کر دیکھنا نظر کسی بھی لڑکی کی طرف تیرا تو وہ حشر کروں گا مثال عبرت بن کر رہ جائے گا تو۔'' لمحوں میں ایاز اور اس کے ساتھیوں کا برا حال تھا۔ مکوں اور لاتوں سے ان کی درگت بنائی تھی ان لوگوں نے۔ اس لڑائی کی خبر لمحوں میں پورے کالج میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلی تھی۔ چند پروفیسرز جو نزدیک ہی تھے فوراً موقع پر پہنچ گئے۔ سر اشفاق کے درمیان میں آنے پر مار کٹائی کا سلسلہ ایک دم رکا تھا۔ کینٹین کے مالکان بزور طاقت ہاشم کو دبوچے ہوئے تھے جو کسی بھی طرح قابو میں نہ آ رہا تھا۔

''کیا مسئلہ ہے یہ غنڈہ گردی کس سلسلے میں۔'' انہوں نے ایاز کا خون سے تر چہرہ دیکھتے اور ہاشم کی پھٹی شرٹ دیکھتے گھورا تھا۔

''سر یہ کالج کی لڑکیوں کو چھیڑتا ہے۔ ان کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے اس نے۔ اس کی اسی غنڈہ گردی کی وجہ سے کوئی اسے ٹوکتا نہیں۔ یہ کالج کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھتا ہے آج میں نے ٹوکا تو اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھالیا۔'' ہاشم کالج کا ایک ہونہار اور لائق اسٹوڈنٹ تھا اس کی بات پر سر اشفاق الجھ گئے۔

''مائی گاڈ اور اس کے چہرے کا یہ حشر کس نے کیا ہے؟''

''سر شہوار نے۔'' کسی طرف سے اونچی آواز گونجی تھی۔ انا کو اپنے حواس قابو سے باہر ہوتے محسوس ہوئے۔ شہوار نے تو صرف کتاب ماری تھی ناک سے بہنے والا خون اور مزید مار دھاڑ سے چہرہ اور رنگین اور نیلا ہو گیا تھا۔

''شہوار نے یو مین شہوار سکندر نے؟'' ایاز اور اس کے ساتھی کینہ توز نظروں سے ہاشم اور لڑکیوں کے نرغے میں نڈھال کرسی پر بیٹھی شہوار کو دیکھ رہے تھے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کچھ کر بیٹھیں۔

''جی سر۔'' شہوار سر اشفاق کی پسندیدہ اسٹوڈنٹ تھی۔ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

''یہ کیسے ممکن ہے بھلا؟''

''معاملہ کیا ہے؟'' کسی اور پروفیسر نے بھی حصہ لیا۔ براہ راست ہاشم کو دیکھا۔

''سر یہ شہوار کو تنگ کر رہا تھا وہ باہر جانے لگی تو اس نے راستا روک لیا تھا۔ ڈرانے دھمکانے کے علاوہ گھٹیا لینگویج یوز کی تھی۔ سر گالیاں تک دی ہیں اس نے۔ اس نے خاصی بدتمیزی بھی کی ہے اس کے ساتھ۔ سر شہوار نے تو بس اس کے منہ پر بدتمیزی کرنے کی وجہ سے کتاب کھینچ کر ماری ہے میں ہوتا تو اس کی گردن توڑتا آنکھیں تک نوچ لیتا۔ وہ خاصا جوش میں آ کر کہہ رہا تھا۔'' انا نے فوراً شہوار کے یخ سرد ہاتھ تھام لیے۔

''ان بلیو ایبل۔''

''اوہ۔'' سر اشفاق ساری صورت حال سمجھ گئے تھے۔

"سر ساری کینٹین کے سامنے کی صورتِ حال ہے کسی سے بھی پوچھ لیں۔"

"تم دونوں اپنے اپنے گروپس سمیت چیئر مین صاحب کے آفس میں میرے ساتھ چلو۔ معاملہ مار دھاڑ کا ہے۔ وہ اب خود ہی ہینڈل کریں گے۔" دونوں ہی مالدار گھرانے کے لڑکے تھے انہوں نے معاملہ خود نبٹانے کی بجائے چیئر مین صاحب کے پاس لے جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔

شہوار جو بڑی مشکل سے خود پر قابو پا رہی تھی انا کے گلے لگتے ہی ایک دم رو دی۔ کیسی ذلت کا سامان کیا تھا اس شخص نے۔ وہ اپنی ہی نظر سے گر گئی تھی۔ کسی سے آنکھیں ملانے کے قابل ہی نہ رہی تھی۔ وہ لوگ سر کے ساتھ ہی چلے گئے تھے۔ باقی مجمع بھی لمحوں میں چھٹ گیا تھا مگر حادثے کے بعد کے اثرات قائم تھے اب اسٹوڈنٹس شہوار کے گرد جمع ہونے لگے تھے۔ اس نے اپنا سرخ چہرہ اٹھا کر انا کو دیکھا۔

"میں گھر جانا چاہتی ہوں انا۔ ابھی اور اسی وقت۔" اس وقت اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ وہ کسی کا بھی سامنا کرنے کے قابل نہ تھی۔

"مگر ڈرائیور کو تو تم نے چار بجے کی ٹائمنگ دی ہوئی ہے نا؟"

"تم یہ موبائل لے کر گھر کال کرو بلکہ ڈرائیور والے کانٹیکٹ نیم پر کال کر کے اسے آنے کا کہو میں فوراً گھر جانا چاہتی ہوں۔" اس نے بیگ سے موبائل نکال کر اسے تھما دیا تھا۔ شہوار کی حالت واقعی خاصی خراب تھی۔ گھبرا کر انا نے ساتھی لڑکی کو کہا۔ اس کا بی پی خطرناک حد تک لو ہو چکا تھا۔ چہرہ بالکل ہی زرد ہو گیا تھا۔ وہ لوگ اسے ہال میں لے آئی تھیں رو رو کر اس کا برا حال ہو گیا تھا۔

"تمہارے ڈرائیور کا نمبر بند ہے۔" کئی بار کال ملانے پر کوئی رسپانس نہ ملا تو اس نے کہا۔ اس نے بھیگتی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ رونے کی وجہ سے تو اس کی آنکھیں اور حسین ہو گئی تھیں۔ انا کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔ اس نے فوراً نظریں چرائیں۔

"تم شاہزیب انکل والے نمبر پر کال کر لو۔" اس نے کال ملائی تو ایک دو بیل کے بعد ریسیو کر لی گئی تھی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام شہوار بیٹا! خیریت۔" وہ شہوار کے نمبر سے کال دیکھ کر یہی سمجھے تھے کہ شہوار ہے۔

"انکل میں شہوار کی دوست ہوں۔ کالج میں اچانک اس کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ وہ گھر آنا چاہ رہی ہے۔ ڈرائیور کا نمبر بند تھا آپ پلیز فوراً کسی کو لینے بھیجیں۔" اس نے آرام سے صورتِ حال بتائی۔ کال بند کر کے اس نے بہت محبت سے اسے گلے سے لگا لیا تھا۔

❁......❁......❁

چیئر مین صاحب نے اسے بھی بلوایا تھا مگر اس قدر ذلت کے بعد وہ اب کسی اور کا مزید سامنا کرنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پا رہی تھی۔ اس نے سر اشفاق سے منع کر دیا تھا۔ کچھ اس کی حالت بھی ایسی ہو رہی تھی کہ انہوں نے پھر دوبارہ نہ کہا تھا۔ آج یہ جو سب کچھ ہوا تھا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا اس کے حواس پہلے ہی ساتھ چھوڑ رہے تھے۔

شاہزیب انکل کو وہاں پہنچنے میں آدھا گھنٹہ لگا تھا۔ شہوار کی بجائے کسی اور لڑکی کا پیغام سن کر وہ خاصے پریشان ہو گئے تھے۔ وہ اپنے آفس میں تھے ایک اہم میٹنگ میں مصروف تھے مگر شہوار کے نمبر سے آنے والی کال سن کر وہ فوراً سب ملتوی کر کے خود ہی کالج چلے آئے تھے۔ کالج کے گیٹ پر پہنچ کر انہوں نے شہوار کے نمبر پر کال کی تھی۔

"میں کالج کے گیٹ پر ہوں۔" شہوار کی بجائے پھر دوسری آواز سن کر وہ اب حقیقتاً متفکر ہوئے ان کا جی چاہا وہ سیدھا کالج کے اندر چلے جائیں۔ کالج کے چیئر مین صاحب کون سا ان کے لیے اجنبی تھے کسی زمانے میں وہ خاصے اچھے دوست رہ چکے تھے۔ وہ تو قسمت انہیں پولیس ڈیپارٹمنٹ میں لے گئی تھی اور وہ ایڈمنسٹریشن میں آ گئے تھے۔ بہر حال ایف ایس سی دونوں نے ایک ہی کالج سے کیا تھا۔ مگر دوستی برقرار تھی۔

"میں چیئر مین صاحب کے آفس میں آ رہا ہوں آپ شہوار کو ادھر ہی لے آئیں۔"

"نہیں انکل ہم بس گیٹ پر ہی پہنچ رہے ہیں آپ ادھر ہی ٹھہریں۔" عجلت میں کہہ کر اس لڑکی نے کال بند کر دی تھی۔ وہ وہیں رک گئے۔ نجانے کیا مسئلہ ہوا تھا کہ اس کا سیل بھی کسی اور کو اٹینڈ کرنا پڑ رہا تھا۔ وہ پریشانی سے

"کیسی خراب طبیعت بھلا کیونکر اور کیسے ہو سکتی ہے؟" شہوار کا صبح صبح کا روشن تر و تازہ چہرہ ان کے ذہن میں جھلملانے لگا۔ دو منٹ بعد شہوار کسی لڑکی کے بازو کے حصار میں گیٹ سے نکلتی دکھائی دی تو وہ دروازہ کھول کر باہر آ گئے تھے۔

"کیا ہوا ہے بیٹا؟" انہوں نے ایک دم اسے اپنے محبت بھرے حصار میں سمیٹ لیا تھا۔ وہ ان کے ساتھ لگ کر ایک بار پھر سسک اٹھی۔ یوں لگا ایک دم کڑی دھوپ سے گھنی چھاؤں میں آ گئی ہو جیسے۔

"شہوار...... انکل پریشان ہو رہے ہیں۔ پلیز کنٹرول یور سیلف۔" انا کی آواز پر اس نے بہ مشکل اپنی جذباتیت پر قابو پانے کی کوشش کی۔ انا نے اس کا بیگ اور دیگر اشیا بھی سمیٹ رکھی تھیں۔

"کیا بات ہوئی ہے بیٹا۔ یہ تو بالکل بے سدھ سی ہوتی جا رہی ہے۔" اس کا بالکل ڈھیلا ڈھالا بے جان وجود جو بہ مشکل حواس میں تھا دیکھ کر وہ پہلے سے زیادہ پریشان ہو گئے تھے۔ انہوں نے انا کو دیکھا وہ نظریں چرا گئی۔

"بس یونہی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ بی پی لو لگ رہا ہے مجھے۔" پتا نہیں شہوار ان لوگوں کو بتاتی بھی ہے کہ نہیں سو وہ ٹال گئی تھی۔ شہوار کچھ بھی بتاتی وہ اس کا مسئلہ تھا مگر وہ اپنی طرف سے اسے مشکل میں نہیں ڈال سکتی تھی۔

"کب سے ہے اس کی طبیعت خراب؟" اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بٹھاتے انہوں نے پوچھا تو انا نے شہوار کا بیگ اور دیگر اشیاء انہیں تھمائیں۔

"بس کچھ دیر پہلے ہی ہوئی ہے۔ زیادہ پریشانی والی بات نہیں۔ یہ بس گھر جانے کی ضد کر رہی تھی۔" اس نے اپنی طرف سے ان کی تشویش کم کرنا چاہی تھی مگر ان کے چہرے پر چھائی پریشانی ہنوز برقرار تھی۔

"زیادہ خراب ہے تو پہلے ڈاکٹر کے پاس ہی لے کر جاتا ہوں۔" انہوں نے شہوار کی طرف بھی دیکھا۔

"نہیں مجھے بس گھر جانا ہے۔" لرزیدہ لہجے میں شہوار گویا تھی۔

"اوکے بیٹا! آپ نے اس کا خیال رکھا بہت بہت شکریہ۔" انہوں نے اسے تھینکس کہتے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ ان کے جانے کے بعد وہ دوبارہ اندر کی طرف بڑھ آئی تھی۔ ہال میں آئی تو آنسہ اور دیگر لڑکیاں وہیں براجمان تھیں۔

"چلی گئی شہوار۔" وہ پوچھ رہی تھیں۔

"ہوں۔" آج جو بھی ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ شہوار جیسی حساس لڑکی اس سارے واقعے سے کس قدر ہرٹ ہوئی ہوگی۔ جس طرح لمحہ بہ لمحہ اس کی حالت خراب ہو رہی تھی اسے تشویش ہوئی کہ کہیں وہ گھر جانے تک بالکل ہاتھ پیر نہ چھوڑ بیٹھے۔

"ویسے آج جو بھی ہوا ہے، بہت برا ہوا ہے۔ ایسا قطعی نہیں ہونا چاہیے تھا۔" اپنی چیزیں سمیٹتے اس کے لہجے میں بڑی فکر مندی تھی۔

"ہوں یہ تو ہمارا خیال ہے نا مگر جس طرح ایک لمبے عرصے سے وہ شہوار جیسی محتاط لڑکی کا ضبط آزما رہا تھا اگر ہمارے جیسی عام سی لڑکی ہوتی تو کب کی یہ سچویشن کری ایٹ ہو چکی ہوتی۔ حوصلہ ہے شہوار کا جو اس سارے معاملے کے دوران

بھی مکمل حواس میں تھی۔" آنسہ نے خیال آرائی کی تھی اس نے خاموشی سے بس اسے دیکھا۔

"اسے لینے کون آیا ہے؟"

"اس کے انکل آئے تھے وہ کسی گاؤں سے بی لانگ کرتی ہے۔ یہاں وہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں رہ رہی ہے۔"

"ہائے پھر تو واقعی یہ سب اچھا نہیں ہوا۔ ویسے اس کے انکل نے پوچھا نہیں کہ اسے کیا ہوا ہے۔" آنسہ کو ایک اور فکر ہوئی تھی۔

"پوچھ رہے تھے میں نے ٹال دیا ہے نجانے شہوار ان لوگوں سے معاملہ ڈسکس کرنا بھی چاہتی ہے کہ نہیں خوامخواہ معاملہ بگڑتا۔ کسی کے ہاں رہ رہی ہے ایک اور پریشانی کھڑی ہو جاتی اس کے لیے۔"

"بہت اچھا کیا تم نے۔"

"ویسے چیئرمین صاحب کے پاس معاملہ پہنچا ہے ہاشم اینڈ گروپ یوں راہ چلتوں پر حملہ کرنے والے بھی نہیں ہیں۔ ایک عرصہ کا ساتھ ہے۔ یقیناً معاملہ طویل ہوگا۔ چیئرمین صاحب شہوار سے ضرور بات کریں گے۔" آنسہ کی ساتھی نے بھی حصہ لیا تھا۔

"اللہ کرے سب خیریت رہے۔ یہ ایاز جیسے لوگ زمین پر بوجھ ہیں کالج کی شاید ہی کوئی لڑکی ہو جو اس کی ستائی ہوئی نہ ہو۔ اچھا ہے اس سے سوال جواب ہونے چاہیے۔ مجھ سے اگر کوئی مشورہ مانگیں تو میں صاف کہوں گی کہ اسے کالج سے نکال باہر کریں۔ اگر سر نے اسے ریلیف دینے کی کوشش کی تو ہاشم لوگ یہ برداشت نہیں کریں گے۔ ایاز نے ان لوگوں پر حملہ کرکے خود اپنے ساتھ دشمنی نبھائی ہے۔ وہ جدی پشتی جاگیردار گھرانے کا لڑکا ہے۔ ان کے ہاں تو دشمنیاں ایسے نبھائی جاتی ہیں جیسے محبوبہ سے دوستیاں۔" آنسہ کی مثال ایسی تھی کہ ایسے ماحول و گفتگو میں بھی انا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"یہ کیا مثال ہوئی بھلا؟" آنسہ کی فرینڈ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ جھینپ گئی تھی۔

"میرا مطلب ہے کہ ان کی دشمنیاں بڑی لمبی چلتی ہے۔ ایاز اس کے ساتھ پنگا لے کر ساری عمر پچھتائے گا۔ یہ عام لوگ نہیں ہیں۔"

"بڑا علم ہے تمہیں ہاشم کے بیک گراؤنڈ کا۔ خیر ہے نا۔" اس کی دوست نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا تو اس نے فائل اٹھا کر اس کے سر پر دے ماری۔

"بالکل خیر ہے تم لوگوں کو شاید علم نہ ہو کہ ہاشم میرا چچازاد ہے۔ بالکل سگا۔" وہ دھماکہ کرکے کتابیں اٹھا کر مسکراتے ہوئے اپنی دوستوں کی حیرت کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

"ہائے واقعی۔" انا ان کی باتوں سے کچھ پرسکون ہوئی تھی ورنہ اسے لگ رہا تھا مسلسل ایک ہی واقعے کو سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹنے والا ہے بس۔"

"کیسی بے وفا، بے مروت لڑکی ہو تم۔ اتنا عرصہ تم ہمارے ساتھ تھیں اور تم نے منہ سے بھانپ تک نہ نکالی۔" اس کی فرینڈ آستین چڑھا کر اس پر چڑھ دوڑی تھی۔

"وہ بھی اس لیے کہ ہمارے والد محترم کی اپنے بھائی صاحب سے برسوں سے چپقلش چلی آرہی تھی اس سال ہی دونوں طرف سے بھائی چارے کی فضا دوبارہ قائم ہونے کے اقدامات کیے گئے ہیں جس کی ایک کڑی ہاشم کے ساتھ میری بات ٹھہرانے کا فیصلہ ہے۔"

"اللہ تم اتنا کچھ ہم سے چھپا کے بیٹھی رہی۔ آج تک ہم سے ایک لفظ نہ کہا۔ ہم تمہیں اس طرح معاف کرنے والی نہیں۔"

"تم لوگوں کو بتانے کا مطلب تھا کہ تم لوگ پورے کالج میں ڈھنڈورا پیٹ دیتیں اب بھی بتانے کا مطلب صرف پوزیشن کلیئر کرنا ہے ابھی مجھے ایگزیمز تک اسی کالج میں گزارا کرنا ہے اس لیے تم لوگ اپنی زبانیں بند رکھو گی۔"

"خوامخواہ ٹریٹ لیے بغیر تو ہم ٹلیں گی نہیں۔" اس کی دوستوں نے رعب ڈالا۔

"او کے۔ ایاز اور ہاشم والا معاملہ کلیئر ہو جانے دو۔ پھر زبردست ٹریٹ دوں گی۔" اس نے فوراً ہامی بھر لی تھی۔

"لگتا ہے اس سارے ہنگامے کی وجہ سے باقی پیریڈز اب نہیں ہوں گے۔ ویسے بھی کل جمعہ ہے ہاف ڈے ہوگا۔ آج کا دن بھی ضائع گیا۔"

"نجمہ اطلاع دے کر گئی ہے کہ تمام ٹیچرز اینڈ پروفیسرز کی چیئرمین صاحب کے ساتھ فوری میٹنگ ہے۔ جس کا ایجنڈا ہاشم اینڈ ایاز والا قصہ ہے اور نجمہ یہ بھی بتا رہی ہے کہ یہ لوگ بھی پروفیسر اور دیگر لوگوں سمیت میٹنگ روم میں لے جائے گئے ہیں۔" آنسہ کی دوست صائقہ نے بھی بتایا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔ نجانے اب یہ قصہ کیا کروٹ بدلتا ہے۔ اسے رہ رہ کر شہوار کا خیال آرہا تھا۔ اس نے سوچا کہ گھر جا کر وہ روشی کو ساتھ لے کر شہوار کی طرف جائے گی۔ ایک دفعہ اس نے شہوار سے اس کا مکمل ایڈریس لیا تھا۔ یہ فیصلہ کرتے اپنے اعصاب کو ریلیکس کرتے وہ آنسہ وغیرہ کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہوئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

گھر آکر انہوں نے گاڑی روکی تو تشویش بھری نظروں سے بیک ویو مرر سے شہوار کی طرف دیکھا وہ آنکھیں بند کیے سارا راستہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے خاموش رہی تھی۔ انہوں نے ایک دو بار پریشان ہو کر پکارا بھی تھا مگر اس کی جانب سے جواب تو ایک طرف جنبش تک نہیں ہوئی تھی۔

انہوں نے جلدی سے دروازہ وا کرتے پچھلی سیٹ کی طرف کا دروازہ کھول کر اندر کی طرف جھکتے اسے پکارا۔

"شہوار، شہوار بیٹا۔" انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا مگر وہ مکمل طور پر بے سدھ تھی۔ انہوں نے جلدی سے اسے باہر نکالتے اندر کی طرف قدم بڑھائے تھے۔

"ہائے صاحب جی، بی بی جی نوں کی ہویا سی؟" رخشندہ باہر ہی تھی۔ ایک دم شور مچانے لگی تھی۔ وہ ارد گرد دیکھے بغیر اندر بڑھے تھے۔

"بیگم صاحبہ کو بھیجو جلدی کرو۔" اپنے کمرے کی طرف بڑھتے انہوں نے رخشندہ سے کہا تھا۔

"پر گھر میں تو کوئی وی نئیں بڑی بیگم صاحبہ تے لائبہ بی بی کسی عزیز دے گئے ہوئے نیں عادلہ بھابی تے کل دے سی اپنے میکے گئے ہوئے نیں۔" اپنے کمرے میں لا کر انہوں نے اسے بیڈ پر لٹا دیا تھا۔

"تم اس کو دیکھو بلکہ پانی لے کر آؤ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔" انہوں نے اس کے پاس ہی بیٹھ کر اس کا چہرہ تھپتھپایا تو رخشندہ نے فوراً سائیڈ میں پڑا گلاس اٹھا کر باتھ روم کا رخ کیا تھا۔ پانی لا کر اس نے گلاس شاہزیب صاحب کو تھما دیا تھا۔ انہوں نے اس کے منہ پر چھینٹے مارے ناک دبائی۔ ہاتھ پیر رخشندہ مسل رہی تھی۔ مگر سب بے سود تھا۔

"اف۔" ان کی تشویش میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"صاحب جی بی بی جی نوں کی ہویا سی۔" وہ اٹھ کر جیب سے موبائل نکال کر کال ملانے لگے تھے۔ رخشندہ شہوار کو اس طرح دیکھ کر اور بھی پریشان ہو چکی تھی۔

"ہاں زبیری میں شاہزیب بول رہا ہوں۔ ایمرجنسی ہو گئی ہے۔ نہیں گھر پر ہوں، فٹافٹ پہنچو۔ نہیں تمہاری بھابی تو ٹھیک ہیں، شہوار بیٹی کی طبیعت خراب ہے۔ ہاں بے ہوش ہے۔ میں تمہارے آنے تک کوشش کرتا ہوں۔" رخشندہ دل جمعی سے اس کو ہوش میں لانے کے جتن کر رہی تھی۔ انہوں نے شہوار پر ایک نگاہ ڈال کر پھر نمبر ملائے تھے۔

"کہاں ہو تم لوگ؟ میں گھر پر ہوں اپنی امی کو لے کر فوراً گھر آؤ۔ شہوار کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ باقی تفصیل گھر آکر معلوم کر لینا۔" وہ پھر شہوار کی طرف متوجہ ہوئے تھے اس کی نبض رک رک کر چل رہی تھی۔ ایک کراہ کے ساتھ اس کی

مسلسل بے ہوشی ٹوٹی تھی مگر حواس میں وہ پھر بھی نہ تھی۔ کراہ کے بعد اس کی طرف سے پھر خاموشی تھی۔

ڈاکٹر زبیری تھوڑی دیر میں پہنچ گئے تھے۔ آتے ہی انہوں نے اس کی ہارٹ بیٹ اور نبض چیک کرنے کے بعد ایک انجکشن لگایا تھا۔

''بچی کے اعصاب پر خاصا بر‌ڈن ہے۔ ہارٹ بیٹ اور نبض سے تو یہی لگ رہا ہے کہ اس کے دل و دماغ سخت قسم کے صدمے کی زد پر رہے ہیں۔''

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں صبح صبح کالج گئی تھی۔ ٹھیک ٹھاک تھی۔ خدانخواستہ گھر میں بھی کوئی مسئلہ نہیں کہ یہ پریشان ہو۔ کالج میں ہی اس کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔ کسی دوست نے مجھے اس کے نمبر سے کال کی تھی۔ میں فوراً جاکر لے آیا تھا۔ تب سے اب تک یہ بے ہوش ہے۔''

''اوہ۔'' وہ پھر شہوار کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ اسے تھوڑی کوشش کے بعد ہوش تو آ گیا تھا مگر اس کی کنڈیشن ایسی تھی کہ ڈاکٹر زبیری نے اسے انجکشن لگا کر سلا دیا تھا۔

''ٹھیک ہوجائے گی۔ چند گھنٹے اسے آرام کرنے دیں۔ ڈسٹرب نہ کریں۔ جب اٹھے تو بار بار پوچھ کر پریشان نہ کریں۔ آرام اور سہولت سے پوچھیے گا کہ کیوں پریشان ہے۔'' اس کی طرف سے مطمئن ہوتے انہوں نے شاہزیب علی صاحب کو بھی تسلی دی تھی جو مسلسل ٹینشن کا شکار تھے۔

''ہوں۔'' انہوں نے ہنکارا بھرا ابھی گاڑی رکنے اور پھر دو منٹ بعد افشاں، لائبہ اور مہر النساء بیگم کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

''کیا ہوا ہے؟'' ڈاکٹر صاحب کو سرسری سلام کرتے وہ فوراً بستر کی طرف لپکی تھیں۔ سوتی ہوئی شہوار کو دیکھ کر وہ گھبرا گئیں۔

''کیا ہوا ہے اسے۔ یہ کیوں ایسے لیٹی ہوئی ہے؟''

''ٹیک اٹ ایزی بھابی۔ یہ بالکل ٹھیک ہیں بی پی لو ہونے کی وجہ سے بے ہوش ہوگئی تھیں۔ میں نے بی پی کنٹرول کرنے کے لیے انجکشن لگا دیا ہے۔ اب اس کے اعصاب نارمل ہو رہے ہیں۔ نیند میں ہے۔ ایک دو گھنٹے کے بعد بیدار ہوگی تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوگی۔'' ڈاکٹر زبیری نے مہر النساء بیگم کو بھرپور تسلی دی تھی۔

''شکر ہے مولا کا۔ لائبہ نے بتایا تو میں تو سن کر ہی پریشان ہوگئی تھی۔ مگر یہ تو کالج گئی تھی نا آپ کو کہاں مل گئی؟'' اب کے انہوں نے حواس بحال کرتے صورتحال سمجھتے پوچھا تھا۔

''کالج میں طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ ڈرائیور کو تم لوگ لے کر گئی ہوئی تھیں مجھے اس نے کال کی تو میں لینے گیا تھا۔'' لائبہ بھابی بھی پر تشویش نظروں سے آنکھیں بند کیے لیٹی شہوار کو دیکھ رہی تھی۔

''مگر اس کی طبیعت خراب کیوں ہوگئی صبح تو ٹھیک ٹھاک تھی۔'' لائبہ بھابی نے شاہزیب علی صاحب کو دیکھا۔

''بی پی لو ہے اسی وجہ سے اس کے اعصاب تناؤ کا شکار ہوگئے اور یہ بے ہوش ہوگئی۔'' کرسی پر ٹکتے ڈاکٹر زبیری نے سہولت سے کہا تھا۔

''ہاں، صبح ناشتا بھی نہیں کرکے گئی تھی۔ آج کی لڑکیوں میں یہ اتنی سی تو جان ہے بی پی تو خود لو ہونا ہے۔ اوپر سے اتنی مشکل پڑھائی ہے۔ سارا دن موٹی موٹی کتابوں کو چاٹنے اور اسپتال کے چکر لگاتے یہ حالت تو ہونی ہے نا۔'' مہر النساء بیگم نے فوراً نتیجہ نکالا تھا۔ شاہزیب علی صاحب نے گہرا سانس لیا۔

''ہوسکتا ہے یہی وجہ ہو۔'' انہوں نے خود کو تسلی دی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ اپنے کمرے میں الماری میں سردیے چیزوں کی ترتیب درست کر رہی تھی جب انا نے اندر جھانکا تھا۔

''روشی فارغ ہو؟'' روشی نے سر اٹھا کر انا کو دیکھا۔

''الماری درست کر رہی ہوں، کیوں خیریت؟''

''میری ایک دوست ہے نا شہوار جس کا ذکر میں اکثر کرتی ہوں۔'' وہ اندر چلی آئی تھی۔

''ہاں تو۔'' اس نے مصروف انداز میں جواب دیا تھا۔

''اس کی طبیعت خراب ہے۔ کالج سے گھر چلی گئی تھی۔ میرے ساتھ اس کے ہاں چلو گی۔'' روشی نے الماری سے چیزیں نکالتے اسے دیکھا۔

''ابھی۔''

''ہوں۔''

''مغرب ہونے والی ہے۔ پھوپو گھر آجائیں تب تک میں بھی الماری درست کرلوں گی۔ ویسے جائیں گے کس کے ساتھ؟''

''ڈرائیور کے ساتھ ہی جائیں گے۔''

''تم یہ چیزیں رہنے دو نا۔ جلدی سے تیار ہوجاؤ میں بھی چینج کرلیتی ہوں ابھی مغرب میں آدھا گھنٹا ہے۔ ابھی نکلیں گے تو جلدی واپسی ہوجائے گی۔ میں اس کو فون کردیتی ہوں۔''

''تم ان کو کال کرکے پہلے پرمیشن لے لو میں اتنی دیر میں یہ سب اندر رکھتی ہوں۔'' وہ اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ ماما کو کال کرکے شہوار کا بتا کر اس نے اجازت لی تو انہوں نے کئی ہدایات کے بعد اجازت دے دی تھی۔ دونوں تیار ہو کر گاڑی میں آ بیٹھی تھیں۔ منصور خان کو ایڈریس دے کر اس کو چلنے کا کہا تھا۔ وہ پہلی بار شہوار کے گھر جا رہی تھی۔ رستے میں اس نے پھولوں کا بکے لے لیا تھا۔ ایڈریس تو آسان تھا آدھے گھنٹے بعد ڈرائیور نے گاڑی ایک خوب صورت پرشکوہ عمارت کے سامنے روکی تھی۔

''شاہزیب پیلس'' کے الفاظ کی تختی سامنے لگی دیکھ کر انا اور روشی باہر نکل آئی تھیں۔ ایک باڈی گارڈ گیٹ پر تھا۔

''تم ماما کو پک کرلینا۔ ایک گھنٹے بعد ہمیں لینے آجانا۔'' منصور خان کو رخصت کرتے وہ گیٹ کی طرف لپکی تھیں۔

''جی کس سے ملنا ہے آپ کو؟'' گارڈ پوچھ رہا تھا۔

''اندر پیغام بھیج دیں شہوار سکندر کو کہ انا آئی ہے۔'' اس نے انٹر کام سے اندر اطلاع دی تھی۔ انٹر کام پر انہیں اندر بھیجنے کی اجازت مل گئی تھی۔ اسے اس انویسٹی گیشن سے بڑی کوفت سی ہوئی تھی۔ روشی اس کے ساتھ خاموشی سے چل رہی تھی۔ دونوں گارڈز کی معیت میں اندر چلی آئی تھیں۔ یہ پرشکوہ عمارت باہر سے جس قدر خوب صورت تھی اندر سے اس سے بڑھ کر تھی۔

''زبردست بہت پیارا گھر ہے۔'' لان کو دیکھتے روشی بے اختیار ہوئی تھی۔ داخلی دروازے پر انہیں ایک باوقار خاتون کھڑی مل گئی تھیں۔

''بیگم صاحبہ یہ مہمان ہیں۔'' گارڈ کہہ کر واپس پلٹ گیا تھا۔

''السلام علیکم!'' خاتون کو دیکھ کر دونوں نے سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام۔'' انہوں نے بڑی شفقت سے جواب دیا تھا۔

''رک کیوں گئیں بیٹا آؤ۔'' دو سیڑھیاں چڑھ کر وہ دونوں اوپر آئیں تو انہوں نے دونوں کو محبت سے گلے لگایا تھا۔ انا نے انہیں بکے تھما دیا۔ ان کے ساتھ وہ اندر بڑھ گئی تھیں۔ اندر سے بھی گھر کیا تھا واقعی پیلس تھا۔ دونوں ستائشی نظروں سے تکتے آگے بڑھ آئیں۔

”شہوار تمہارا ذکر اکثر کرتی رہتی ہے۔ میں تو اسے کئی بار کہہ چکی ہوں کہ تمہیں گھر بلائے۔“ ساتھ چلتے وہ کہہ رہی تھیں۔
”آپ مہرالنساء آنٹی ہیں نا؟“ انا نے اندازہ لگایا تو انہوں نے مسکرا کر سر ہلایا۔
”پتا نہیں کیا ہوگیا ہے اس لڑکی کو صبح اچھی بھلی کالج گئی تھی۔ کالج میں ہی طبیعت خراب ہوئی تمہارے انکل لینے گئے تو رستے میں ہی بے ہوش ہوچکی تھی۔ سب گھر والوں کو اس نے پریشان کردیا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی اٹھی ہے تو لائبہ اسے زبردستی بہلا پھسلا کر کچھ کھلا رہی ہے۔“ انہوں نے تفصیل بتائی تھی انا گم صم رہ گئی۔ اس حساس سی پاگل لڑکی نے اس قدر اثر لیا تھا اس سارے واقعے کا۔ رہ رہ کر شہوار کا زرد چہرہ سامنے آرہا تھا۔ آنٹی کے ساتھ وہ ایک کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔
”بھابی پلیز ضد نہ کریں۔ کچھ بھی نہیں نگلا جارہا ہے۔ بچی ابھی قے ہوگئی تو سب اگل دوں گی۔“ بے چارگی میں وہ لائبہ کا ہاتھ پیچھے ہٹا رہی تھی جو زبردستی اسے سوپ پلا رہی تھی۔
”تھوڑا سا لے لو نا۔ بی پی بھی اسی لیے لو ہوا ہے کہ تم نے صبح بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔“ وہ بہلا رہی تھیں۔
”السلام علیکم!“ انا کی آواز پر اس نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت و استعجاب کے ساتھ ساتھ آنسو بھی سمٹ آئے۔
”وعلیکم السلام۔“ اس کے چہرے پر ایک پل کو روشنی ہوئی تھی اس نے کمبل ہٹا کر اٹھنا چاہا مگر کمزوری اس قدر تھی کہ اٹھا نہیں گیا۔ لائبہ بھابی پیچھے ہٹ گئی تھیں۔ انا فوراً جھک کر اس کے گلے لگ گئی۔ شہوار کو لگا جیسے سلگتے صحرا میں وہ ایک دم گھنے سائے تلے آگئی ہو۔ اس کے آنسو بہہ نکلے اور بے اختیار بہتے چلے گئے۔
”ارے بس چپ کرو۔ کچھ نہیں ہوا۔ اتنی سی طبیعت تو خراب ہوئی ہے۔ میں تو تمہاری عیادت کو آئی تھی۔“ اسے خود سے جدا کرکے آنسو صاف کرتے اس نے دلاسا دیا تو دوپٹے سے ناک رگڑتے اس نے انا کے ساتھ آنے والی دوسری لڑکی کو بھی دیکھا۔ اس پر ایک نظر ڈال کر وہ چونک گئی۔ اسے لگا روشی میں اسے کسی اور چہرے کی شباہت دکھائی دی ہے۔ اس نے سوالیہ نظروں سے انا کو دیکھا تھا۔ انا نے مسکرا کر روشی کو دیکھا۔
”یہ روشانے ہیں۔“
”اوہ، واقعی۔“
”السلام علیکم!“ انا ایک طرف ہٹی تو روشی اس کے نزدیک بیٹھ گئی۔ شہوار کو دیکھ کر روشی کو بھی عجیب سا احساس ہوا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

بل پے کرنے کے بعد دونوں باہر آگئے تھے۔ گاڑی میں بیٹھنے تک اس کی سوچ کی ڈور اسی ایک مسئلے میں الجھی ہوئی تھی۔
”اگر فرض کیا کہ آپ کو کوئی لڑکی اچھی لگ گئی ہو...... ایز اے لائف پارٹنر پسند آجائے تو پھر۔“
”خدا کو مانو لڑکی ابھی مجھ پر اتنا برا وقت نہیں آیا اور نہ ہی میری عقل گھاس چرنے گئی ہے۔“
”اور جو پسند کرتے ہیں کیا ان سب کی عقل گھاس چرنے گئی ہوتی ہے۔“ اس نے فوراً برا مانا تھا۔
”خیر ایسا تو میں بھی قطعی نہیں کہہ رہا۔ آخر بابا کس مرض کی دوا ہیں۔ یہ ان کا ہیڈک ان کا ڈیپارٹمنٹ ہے۔ وہ خود ہی دیکھ لیں گے۔ میں کیوں اپنی انرجی ویسٹ کروں۔“ گاڑی ڈرائیو کرتے کندھے اچکا کر خود کو مطمئن کرنے کا خاصا دلکش انداز تھا وہ دیکھے گئی۔
”آپ کا دل نہیں چاہتا۔“ اس کا لہجہ بوجھل سا ہوگیا۔
”قطعی نہیں۔“ صاف جواب تھا وہ حیرت زدہ ہوئی۔

”کیوں۔“
”میں مان ہی نہیں سکتی کہ آپ کی لائف میں کبھی ایسا ایونٹ نہ آیا ہو۔ اتنی دل کش زبردست اٹریکٹیو پرسنالٹی رکھتے ہو کبھی کسی چھوٹے موٹے فلرٹ کی بھی جگہ نہ رہی ہو۔“ اس کا لہجہ ایسا تھا کہ پہلی بار کچھ چونک کر ولید نے اس کی طرف بغور توجہ کی تھی۔ ولید کی گہری آنکھوں کی بے پناہ چمک محسوس کرتے وہ فوراً سر جھکا گئی تھی۔
”اتنی بحث کس سلسلے میں اور تم سننا کیا چاہتی ہو؟“ مسلسل ایک ہی ٹاپک پر اسے جمے مسلسل بحث کرتے دیکھ کر وہ بھی ٹھٹک گیا تھا۔ انا وقار احمد ایک دم گھبرا گئی۔
”بس یونہی۔“ وہ منمنائی۔
”خیر یونہی تو کچھ بھی نہیں ہوتا اتنی دلچسپی کس لیے بھلا؟ اگر کوئی ایسی دل کش واردات ہوئی بھی ہو تو بھی وہ بہر حال میری اپنی ذات تک ہی محدود ہوگی۔ چھوٹا موٹا فلرٹ تو ایک طرف کوئی جاندار لمبا چوڑا افیئر بھی ہو تو اس کا تعلق میری اپنی ذات سے ہوگا۔ تم اس سارے معاملے میں اس قدر سنجیدگی سے دلچسپی کیوں لے رہی ہو آخر؟“
”اوف، غلطی ہوگئی وہ بھی بڑی سنگین قسم کی جو آپ سے پوچھ لیا۔ بات ہی پکڑ لی ہے آپ نے۔ نہیں بتانا چاہتے تو مت بتائیں۔ زبردستی تھوڑی ہے۔“ اس نے خاصا برا مان کر منہ پھلایا تھا۔ اس کو یوں منہ پھلاتے دیکھ کر ولید بے اختیار ہنس دیا تھا۔
”کبھی کبھار تو تم بالکل بچوں کی طرح ری ایکٹ کرتی ہو۔“ ہاتھ بڑھا کر اس کے بال پکڑے وہ اپنی جگہ ساکت سی رہ گئی۔
”آپ نے جو بڑے دادا اباؤں والا مزاج اختیار کرلیا ہے۔ وہی کافی ہے۔“ کافی پل بعد سنبھل کر جواب دیا تھا۔
”شادی کی شاپنگ کہاں تک پہنچی؟“ اس نے فوراً موضوع بدل دیا تھا۔ جسے صاف محسوس کرتے انا کا لہجہ خود بخود سنجیدہ ہوگیا۔
”بس ہو ہی رہی ہے۔ ماما روشی تو کر ہی رہی ہیں نا۔“ اس نے کھڑکی کی طرف منہ کرلیا تھا۔ ولید اسے باہر کی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر خود بھی چپ رہا تھا۔ کبھی کبھار اس شخص کا یہ سنجیدہ بڑے اباؤں والا انداز اسے بڑا ہرٹ کرتا تھا اور خود بخود اس کی آنکھوں میں نمی آجاتی تھی اور اب بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ آنکھوں کی نمی کو غیر محسوس انداز میں چادر کے پلو سے صاف کیا۔
”پتا نہیں یہ شخص ہی اتنا کم فہم ہے یا میں ہی پاگل ہوں۔“ وہ خود سے ہی ناراض ہوچکی تھی۔ اس نے سوچ لیا کہ اب وہ اس شخص سے کچھ بھی پوچھنے کی غلطی نہ کرے گی اور نہ ہی اسے اتنی اہمیت دے گی۔ اپنے جذبات پر بہ مشکل قابو پاتے اس نے خود سے عہد کیا تھا۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

❁

اِعتبار کا موسم

سویرا فلک

یہ کیا خبر تھی کہ اک چہرے سے کتنے چہرے کشید ہوں گے
میں تھک گیا ہوں تمہارے چہروں کو آئینے میں سجا سجا کے
عجب تناسب سے ذہن و دل میں خیال تقسیم ہو رہے ہیں
مگر محبت سی ہوگئی ہے تمہیں محبت سِکھا سِکھا کے

"ارے او وانیا کی بچی! کیوں اپنے ساتھ ساتھ میرا بھی قتل کروائے گی۔" فریحہ، وانیا کی تاکا جھانکی اور امی کے اٹھ جانے کے ڈر سے بار بار اسے گھسیٹنے کی ناکام کوشش کررہی تھی۔ جو اپنی سیمابی طبیعت کے باعث نئے آنے والے پڑوسیوں کا کھوج لگانے میں مگن تھی۔

"فریحہ! اگر اب تم نے ایک بار اور دخل اندازی کی کوشش کی نا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔" وانیا کو اس کا بار بار ڈسٹرب کرنا سخت کھل رہا تھا۔

"خدا کو مانو وانیا! کیوں طوفان کو دعوت دے رہی ہو؟" فریحہ کی تو امی کے غصے سے جان جاتی تھی مگر وہ وانیا ہی کیا جو اپنی مہم مکمل کیے بنا پیچھے ہٹ جاتی۔

"تم تو سدا کی ڈرپوک ہو فریحہ! جب کہہ رہی ہوں کہ امی نیند کی دوا لے کر سوئی ہیں۔ تین چار گھنٹوں سے پہلے نہیں اٹھیں گی۔ اب بالکل خاموشی سے چپ چاپ کھڑی رہو اور سنو، ذرا اسٹول مضبوطی سے پکڑنا اور ہاں اب مجھے پریشان نہیں کرنا۔" وانیا نے یوں ہدایات دیں گویا اس وقت دنیا کا اہم ترین کام یہی ہو مگر اس سے پہلے کہ وہ واپس اپنے ٹارگٹ کی طرف متوجہ ہوتی۔ گمبھیر آواز نے اسے بُری طرح چونکا دیا اور وہ فرش سے ملاقات کرتے کرتے بچی۔

"کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ کا تعلق کس جاسوسی تنظیم سے ہے؟"

"کیا مطلب ہے آپ کا مسٹر!" وانیا اب سنبھل چکی تھی۔

"مطلب تو صاف اور سیدھا ہے محترمہ! جس طرح سے آپ بے خوف ہوکر میرے گھر میں تاکا جھانکی کررہی ہیں۔ اس انداز سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس کام میں خاصی ماہر ہیں۔" ہونٹوں پر مسکراہٹ اور دھیمے لہجے میں بھی طنز کی کاٹ لیے وہ براہِ راست وانیا کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں، میں ہر گھر میں جھانکتی پھرتی ہوں۔" وانیا کو اس کا طنز بہت بُرا لگا۔

"بھئی میرا تجربہ تو یہی کہتا ہے ویسے بھی آپ نے سنا نہیں۔ فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن! سو میری نظر میں آپ کا پہلا تاثر تو یہ ہی ہے۔"

"مسٹر! آپ حد سے آگے بڑھ رہے ہیں۔" ہنوز اسی دھیمے لہجے میں ایک بار پھر طنز کی کاٹ لیے ہوئے اس کا وار وانیا کا دماغ گھما گیا۔

"اور محترمہ کا خود اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔ میڈم ایک ساتھ ایک ہی جست میں کئی حدوں کو پار کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ میرے گھر کی، میرے ضبط کی اور......" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تو اس کی شوخ مسکراہٹ نے وانیا کو جی جان سے جلا دیا اور وہ جھگڑالو عورتوں کی طرح آوازِ بلند چلانے لگی۔

"اور کیا؟ کہہ ڈالیے۔ ارمان نہ رہ جائے آپ کا۔ نیند نہیں آئے گی رات کو سکون سے۔"

"ہاں نیند تو واقعی نہیں آئے گی۔" وہ زیرِ لب بڑبڑایا تھا تب بھی وانیا کو سکون نہیں ملا۔

"ہمت ہے تو سامنے آئیے ذرا! یہ منہ ہی منہ میں کیا بک رہے ہیں؟"

"ہیلو مِس! اب آپ بدتمیزی کررہی ہیں۔" اس دفعہ اسے واقعی بُرا لگا تھا۔ اس لیے اس بار اس کے لہجے میں نرمی کے بجائے سختی تھی اور وانیا اس بار اسے صرف گھور کر رہ گئی۔ اسی لمحے فریحہ پھر چلائی۔

"وانیا! خدا کے لیے اب نیچے اتر آؤ۔ امی اٹھ گئی ہیں۔"

"ہاں، ہاں اتر رہی ہوں اور سنیے مسٹر! میں آپ سے ڈر کر ہرگز نہیں جارہی ہوں، سمجھے آپ۔" وانیا نے اس کو اطلاع دینا ضروری سمجھی اور وہ ایک بار پھر اپنے ابتدائی ٹریک پر واپس آگیا۔

"ایک بات آپ بھی سن لیں محترمہ! یہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی بڑی بادام جیسی آنکھیں دی ہیں ناں تو ان کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے قتلِ عام نہ کیا کریں۔"

وانیا اس کی شوخ جسارت پر گڑبڑا گئی۔ دل و دماغ کے ساتھ زبان نے بھی یک دم مزید کارروائی سے انکار کردیا۔ ساتھ ہی ساتھ امی کے خوف نے اسے نیچے اترنے پر مجبور کردیا۔

❁......☆......❁

"اشعر بیٹا! تم نے دودھ نہیں پیا ابھی تک؟" بھابی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"ارے بھابی! آئیے آئیے بیٹھیے بس یہ آخری ریک جمالوں۔" اشعر نے ہاتھ میں پکڑی کتابیں تیزی سے ریک میں جماتے ہوئے کہا۔

"چلو صحیح ہے مگر اس کے بعد سو جانا اور دودھ ضرور پی لینا۔ گھر تو سیٹ ہوتا ہی رہے گا آہستہ آہستہ۔" انہوں نے محبت سے تنبیہہ کی تو اشعر مسکرا دیا۔

"اوکے مائی ڈیئر بھابی! سو جاؤں گا۔ آپ بھی اب کچن کا پیچھا چھوڑ دیں۔ بھائی جان سو گئے کیا؟"

"ہاں! انہیں کل آفس جانا ہے ناں۔ تمہارا تو ہفتے کو آف ہوتا ہے۔ چلو اچھا ہے کوئی تو ہو گھر میں مدد کرنے کے لیے۔ ورنہ اکیلے میں سامان اٹھا کر رکھنا بڑا مسئلہ ہو جاتا ہے۔ گھر شفٹ کرنا واقعی بڑا کٹھن کام ہے۔ مگر اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ ہم اپنی چھت تلے آ گئے ہیں۔ خدا کرے ہمیں اس گھر میں خوشیاں نصیب ہوں۔ ہمیں یہ زمین اور چھت راس رہے۔" بھابی نے جذب سے کہا۔

"آمین! ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا میری پیاری بھابی کی دعائیں ضرور قبول ہوں گی۔" اشعر کتابیں رکھ کر اب بھابی کے سامنے رکھی کرسی پر آ بیٹھا۔

"ہاں! ان شاء اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد میں اپنے اشعر کے لیے پیاری سی دلہن اور اپنے لیے پیاری سی بہو ڈھونڈ کر لاؤں گی۔" بھابی مسکرائیں۔

"بہو!" اشعر چونک سا گیا۔

"ہاں بھئی بہو! تم میرے بیٹے جیسے ہو۔ تم کو میں نے کبھی دیور سمجھا ہی نہیں۔ اس لیے تمہاری دلہن میری دیورانی نہیں، میری بہو ہوگی۔" بھابی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس محبت اور خلوص پر اشعر کی آنکھوں میں پانی اتر آیا اور وہ نہایت عقیدت سے بولا۔

"بھابی! میں واقعی بہت خوش نصیب ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو دو ماؤں سے نوازا ہے۔ جنم دینے والی کو بے شک اس نے اپنے پاس بلا لیا مگر نہایت پیار اور دلار سے پرورش کرنے والی اس ماں کا سایہ میرے سر پر برقرار رکھا۔ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہمیشہ اپنا دستِ شفقت پورے خلوص کے ساتھ میرے سر پر رکھا۔ شاید میں عمر بھر اس کا احسان نہ چکا پاؤں۔"

"ارے پاگل لڑکے! محبتوں کا کوئی بدل ہوتا ہے کیا؟ محبتیں احسان ہوتی ہیں بھلا؟ اشعر بیٹا! خوش قسمت تو میں بھی ہوں کہ خدا نے مجھے جنم دینے والی ماں کا شرف بے شک نہیں بخشا مگر میری گود خالی نہیں رکھی بلکہ تم جیسا فرماں بردار بیٹا عطا کر کے میری محرومیوں کا ازالہ کر دیا۔" بھابی کی آواز گلوگیر ہو گئی تھی۔

☆
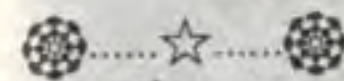
شادی کے بعد جب وہ اس گھر میں آئیں تو اشعر صرف تیرہ برس کا تھا۔ ڈرے سہمے اشعر کے دل و دماغ میں، سجی سجائی دلہن کو دیکھ کر عزیز و اقارب کے جملے گونجنے لگے۔

"ہائے بے چارہ معصوم بچہ! ماں تو ہے نہیں، باپ بھی صبح کا گیا شام ڈھلے آتا ہے۔ ایک بھائی خیال رکھتا تھا اب وہ بھی بیوی کے پلو سے بندھا بیٹھا رہے گا اور بیوی کے تو مزے آ گئے۔ گھر کے سارے کام اس مظلوم سے کروائے گی اور خود مہارانی بن کر بیٹھی رہے گی۔"

مگر وقت کے ساتھ ساتھ جب اشعر نے شعور کی حدود میں قدم رکھا تو جان لیا کہ سارے خدشات اور پیش گوئیاں محض ڈرامے تھے۔ بدگمانیاں پھیلانے کی سازش تھی۔ ویسے بھی دنیا کی آرے جیسی زبان کو کب کوئی روک پایا ہے۔ بھابی کی خلوص بھری محبت اور مشفق و مہربان طبیعت کے سائے میں اشعر کو جلد ہی ماں کی کمی محسوس ہونا ختم ہو گئی اور سب سے بڑھ کر وہ بھابی کا عقیدت مند اسی دن ہو گیا تھا جب اتفاقاً ان کے کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کے کانوں میں ان کی عظمت کی گواہی گونجی تھی۔

"کیوں! میں کسی کو گود کیوں لوں؟ اشعر نہیں ہے کیا، خدا نے مجھے بانجھ رکھا ہے تو کیا ہوا، میں اولاد کی نعمت سے محروم تو نہیں۔ اشعر میرا بیٹا ہی تو ہے۔ ماں صرف جنم دینے والی تو نہیں ہوتی پرورش کرنے والی بھی تو ماں ہوتی ہے۔"

اور اسی وقت پندرہ سالہ اشعر نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی جانب سے کبھی بھی ان کے اس فخر کو ٹوٹنے نہیں دے گا۔ چاہے وہ ٹوٹ جائے، بکھر جائے گا مگر بھابی کا بھرم اور مان نہیں ٹوٹنے دے گا۔ وہ ہمیشہ ان کی ویسی ہی عزت اور احترام کرے گا جیسی کہ ایک ماں کی کی جاتی ہے اور آج جب وہ ستائیس برس کا ہو چکا تھا۔ بھابی کے

ن میں بھی کہیں کہیں چاندی کی جھلک نظر آنے لگی تھی۔ دونوں کی محبت بتدریج قائم تھی بلکہ اس میں اضافہ ہوا تھا۔

اشعر نے اپنی سعادت مندی میں جھول آنے دیا نا بھابی کی ممتا میں کہیں کمی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی تو بھائی بھی جیسے جل ہی جاتے۔

"عظیم ماں اور عظیم بیٹے کے اہم ترین مذاکرات اگر ختم ہو گئے ہوں تو کچھ نظر کرم ادھر بھی ہو کہ ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں۔" اشعر اور بھابی ان کی اس بناوٹی لاچاری پر خوب ہنستے اور پھر بھابی کہتیں۔

"بھئی اشعر اب تو تمہاری دلہن کو لانا بے حد ضروری ہے، آخر روزِ محشر مجھے ان کے فرائض کے حوالے سے بھی تو جواب دینا ہے اور سچ کہوں تو مجھے بھی اب ایک سہیلی کی شدت سے ضرورت محسوس ہونے لگی ہے تا کہ ہم فیشن اور ڈراموں پر گھنٹوں بات کر سکیں وہ میرے ساتھ بازار جائے، ہم خوب گھومیں پھریں، گول گپے اور چاٹ کھائیں۔"

"ارے ارے بھابی! یہ تو زیادتی ہوئی آپ تو میرے کاندھوں پر بندوق رکھ کر چلانا چاہتی ہیں۔ نام میرا بدنام کر رہی ہیں کہ تمہاری دلہن لاؤں گی اور مزے کرنے کے پروگرام خود بنائے بیٹھی ہیں۔" اشعر شرارتی ہو جاتا تو وہ بھی اس کے کان ہولے سے کھینچ کر خوب ہنستیں۔

پہلے تو یہ تذکرہ کبھی کبھی چھڑتا تھا مگر جب سے یہ لوگ اپنے گھر شفٹ ہوئے تھے بھابی روز ہی یہ موضوع چھیڑ بیٹھتیں۔ شاید اب وہ اس فرض سے بھی سبکدوش ہونا چاہتی تھیں۔

"بس اشعر اب مذاق ختم! تم سنجیدگی سے گھر بسانے کا سوچو۔ سچ سچ بتا دو۔ کوئی پسند ہے تو ورنہ میں اپنی پسند کی لے آئی تو یہ کہتے نہ پھرنا کہ ہائے ہمیں تو خبر ہی نہ ہوئی۔"

ہمیشہ تو اشعر اس سوال پر ہنس دیتا یا مذاق میں ٹال دیتا مگر آج اس کا دل بڑی شدت سے تمام حال کہہ دینے پر مچل اٹھا اور وہ خود کو باز بھی نہ رکھ سکا۔ سیاہ بادامی آنکھیں گویا ابھی بھی اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ کرسی سے

اٹھ کر بھابی کے قدموں میں آ بیٹھا۔

"مائی ڈیئر بھابی! میں نے سوچا ہے کہ آپ کی خواہش کا احترام کرنا بھی مجھ پر فرض ہے اس لیے میں شادی کے لیے راضی ہوں۔ آپ کو تکلیف نہیں پہنچے اس لیے میں نے لڑکی، آئی مین آپ کی بہو ڈھونڈ لی ہے۔"

"شاباش! تو میرے بہادر بیٹے نے کارنامہ انجام دے ہی دیا۔ ویسے کتنا خیال ہے نا تم کو میرا۔ اچھا اب جناب یہ بتائیں گے کہ اس حسینہ ماہ جبیں، نازک اندام دو شیزہ کا نام اور اتا پتا کیا ہے تاکہ ہم بھی اپنے حصے کا فرض ادا کریں۔" بھابی نے پوچھا تو اشعر نے ساری روداد بھابی کو سنادی، جسے سن کر پہلے تو وہ بے تحاشا ہنسنے لگیں پھر آخر کار اشعر کی منت سماجت پر بمشکل سنجیدہ ہوئیں۔

"اوکے اوکے، دیکھتے ہیں، کرتے ہیں بات! ابھی تو ہم خود ہی اس محلے میں نئے ہیں مگر یہ میرا وعدہ ہے کہ اگر وہ پیاری سی لڑکی کسی اور سے منسوب نہیں ہے تو میں پوری کوشش کروں گی کہ شہزادے اور شہزادی کا ملن ہو جائے اور ظالم سماج شکست سے ہمکنار ہو۔" آخری جملے پر اشعر بھی ان کے ساتھ ہنس پڑا۔

"تھینک یو سو مچ! یو آر ریئلی گریٹ۔"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے چلو اب کام ختم کرو، سو جاؤ اور میٹھے سپنے دیکھو۔" بھابی مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں تو اشعر نے انہیں شب بخیر کہہ کر الوداع کہا۔

❁......☆......❁

"امی! میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میری تو جیسے کوئی مرضی ہی نہیں ہے۔ تین مہینے ہو گئے ہماری شادی کو مگر اشعر ابھی بھی اپنی بھابی کے نیاز مند نظر آتے ہیں۔ سارے گھر پر بھابی کا کنٹرول ہے، آخر میں بھی تو اس گھر کی بہو ہوں۔ اشعر کی بیوی ہوں۔ گھر کا انتظام تو ایک جانب، اشعر بھی میرے اختیار سے باہر ہیں۔" وانیا کا غصہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ وہ ان لڑکیوں میں سے تھی جو شادی کے بعد یہ سمجھنے لگتی ہیں کہ اب شوہر پر صرف ان کا حق ہے۔ اس کے ماں باپ، بہن بھائی، عزیز واقارب دوست احباب، سے اس کا تعلق، اس کا رشتہ اور ان کے حوالے سے منسوب تمام حقوق و فرائض محض اس لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے کیونکہ ان کی سوچ کے مطابق وہ اس ایک شخص کے لیے بابل کا آنگن چھوڑ آئی ہیں لہٰذا ان کا شوہر ان کے اس ایثار کا حصہ دار اور اس قربانی کا عطیہ ہے۔ وانیا کو تو گھر بھی ایسا ملا کہ ساس اور نند کا بکھیڑا نہیں تھا اس لیے وہ شادی کے وقت بہت خوش تھی کہ وہ آزاد ہو گی مگر اپنی جٹھانی اب اسے اپنی ساس نظر آنے لگی تھیں۔ وہ آئے دن امی سے یہی رونا روتی رہتی اور امی بھی روایتی ماؤں والا کردار ادا کر رہی تھیں۔

"تو بیٹا! تم اشعر کا دل جیتنے کی کوشش کرو، اس کی خدمت کرو اور اپنی جٹھانی سے صاف کہہ دو کہ جتنا حق اور جو مقام اس گھر میں اس کا ہے، وہی تمہارا بھی ہے، وہ اکیلی خود کو مالکن نہ سمجھے۔"

"ہاں امی! اب تو کہنا ہی پڑے گا۔ میں کچھ بولتی نہیں تو سمجھتی ہیں کہ منہ میں زبان ہی نہیں ہے یا میں ان سے ڈرتی ہوں۔"

"ارے بیٹی! یہ شرافت کا تو زمانہ ہی نہیں۔ اپنا حق مانگنا بلکہ چھیننا سیکھو۔ اشعر کو اپنی مٹھی میں رکھو۔ شوہر ہے آخر کو تمہارا۔" امی نے تو گویا جلتی پر تیل ڈال دیا۔

"ہاں امی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، اچھا اب میں چلتی ہوں۔ اشعر آتے ہوں گے کہیں ہماری جٹھانی صاحبہ ان کے کان نہ بھر دیں۔ پھر اشعر کہیں گے "تم ہاتھ نہیں بٹاتیں بھابی کا؟" وانیا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں ہاں جاؤ، بس اتنا یاد رکھو، اشعر کو قابو میں کر لو۔ باقی سب خود بخود تمہارے کنٹرول میں آجائے گا۔"

دعا کے بدلے امی نے اپنے تئیں ایک اور نصیحت اسے کر دی۔ وہ ماں ہونے کا فرض نہ جانے کس طور نبھا رہی تھیں۔ وہ انجان تھیں یا جان بوجھ کر انجان بن رہی تھیں یا وہ وہی کر رہی تھیں جو ان کی ماں نے ان کے ساتھ کیا۔ مگر کیا تعلیم، تجربہ، عقل...... سب چیزیں کوئی

...نہیں رکھتیں۔

دروازے کی اوٹ میں کھڑی فریحہ سوچتی ہی رہ گئی۔

❁......☆......❁

"ارے بیگم صاحبہ! آپ کی تیاری ختم نہیں ہوئی۔ ...آج آپ نے جلدی گھر پر بلا لیا کہ آؤٹنگ اور ڈنر کرنے کو دل چاہ رہا ہے اور خود اتنی دیر کر رہی ہیں۔" ...نے میگزین سائیڈ کارنر پر رکھتے ہوئے کہا جس کی ...گردانی کرتے کرتے وہ بور ہو گیا تھا۔ وانیا نے آج ...آفس فون کر کے جلدی گھر بلا لیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ باہر جانا چاہتی ہے مگر ایک گھنٹہ گزرنے کے باوجود ...وہ تیار نہیں ہوئی تھی۔ پندرہ بیس منٹ اس نے لباس کے انتخاب میں لگا دیئے اب اس کی توجہ ہیئر اسٹائل اور میک اپ کی جانب مرکوز تھی۔ امی کی ہدایت کے مطابق اشعر کو لبھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔ مگر اشعر انتظار کرتے کرتے تھک گیا تھا۔ اب وہ خود اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس ہی آ کھڑا ہوا۔

"اور کتنا انتظار کراؤ گی جانِ اشعر!"

"بس تھوڑی سی دیر اور ہیئر اسٹائل بنا لوں۔" وانیا نے اشعر کا عکس آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا جو بڑی محویت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کوئی ہیئر اسٹائل بنانے کی ضرورت نہیں، ان خوب صورت گھٹاؤں کو آزاد رہنے دو، میرے دل پر چھانے کے لیے۔" اشعر نے اس کے بال بکھیر دیئے۔ اس کا لہجہ مخمور ہو گیا تھا۔

"اب جناب کو دیر نہیں ہو رہی۔" اشعر کا رومانٹک موڈ دیکھ کر وانیا کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ارے ہاں دیر تو ہو رہی ہے۔ اب بس پانچ منٹ میں تیار ہو جاؤ۔" وہ جیسے کسی خیال کے تحت چونک اٹھا اور خود بھی بال سنوارنے لگا۔

"ہم لوگ کھانا کھا کر واپس آجائیں تو میں بھابی کی پریسکرپشن لے کر آؤں گا ورنہ دس بجے کے بعد لیب بند ہو جائے گی اور کل صبح ان کا چیک اپ ہے۔ ہری اپ یار! جلدی جائیں گے تو جلدی آئیں گے۔" اشعر نے رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"یعنی آپ صرف ایک گھنٹہ میرے ساتھ رہیں گے۔ احسان کر رہے ہیں مجھ پر۔" اشعر کا موڈ یوں تیزی سے تبدیل ہوتے ہوئے دیکھا تو وانیا کے گویا تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"ارے ارے غصہ کیوں ہو رہی ہو ڈیئر! مجبوری ہے ورنہ میں تو تمہارے ساتھ......" مگر وانیا اشعر کی بات مکمل

موت

کیا بتائیں روز کتنے پھول مرجھاتی ہے موت
ماؤں سے کتنے چہیتے چھین لے جاتی ہے موت
روز کتنی چوڑیوں کو چرمرا دیتی ہے موت
کتنی امیدوں کے خیموں کو جلا دیتی ہے موت
ہر نفس ہر آن پیغام اجل دیتی ہے موت
پھول سے پنڈوں کو لاشوں میں بدل دیتی ہے موت
کلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت
دشت و دمن میں گلشن و ویرانے میں موت

سیدہ جیا کاظمی...... تلہ گنگ

غزل

یونہی بے سبب نہ پھرا کرو، کوئی شام گھر میں رہا کرو
وہ غزل کی سچی کتاب ہے اسے چپکے چپکے پڑھا کرو
کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو گلے ملو گے تپاک سے
یہ نئے مزاج کا شہر ہے یہاں فاصلے سے ملا کرو
ابھی راہ میں کئی موڑ ہیں، کوئی آئے گا کوئی جائے گا
تمہیں جس نے دل سے بھلا دیا اسے بھولنے کی دعا کرو
مجھے اشتہار سی لگتی ہیں یہ محبتوں کی کہانیاں
جو کہا نہیں وہ سنا کرو، جو سنا نہیں وہ کہا کرو
کبھی حسن پردہ نشین بھی ہو ذرا عاشقانہ لباس میں
جو میں بن سنور کر کہیں چلوں میرے ساتھ تم بھی چلا کرو
یہ خزاں کی زرد سی شال میں جو اداس پیڑ کے پاس ہے
یہ تمہارے گھر کی بہار ہے اسے آنسوؤں سے ہرا کرو

کلام: ڈاکٹر بشیر بدر، انتخاب: ارسہ عرفان...... عارف والہ

ہونے سے قبل ہی بھڑک اٹھی۔
"بس کریں، مجھے کچھ نہیں سننا ہے۔ حد ہوتی ہے برداشت کی بھی۔ بھابی بھابی بھابی...... ارے مجھے کیوں لائے تھے آپ اس گھر میں؟ برائے نام بیوی ہوں آپ کی اور کہنے کو اس گھر کی بہو ہوں اور راج تو صرف محترمہ "بھابی صاحبہ" کا ہے۔ میاں تو میاں، دیور پر بھی جادو کردیا ہے انہوں نے۔ ہر بات پر اعتراض، ہر کام میں دخل اندازی......!"

"کیا ہوگیا وانیا! کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ کیوں اس طرح کا برتاؤ کررہی ہو؟" اشعر شاک کی کیفیت میں تھا وہ نہ جانے کب کا غصہ نکال رہی تھی۔ اب اسے سمجھ آرہی تھی کہ وانیا کیوں اکثر الگ گھر کا مطالبہ کرتی رہی ہے۔ مگر اشعر اپنے ماں باپ سے بڑھ کر چاہنے والے بھیا اور بھابی سے جدائی کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ ماں باپ کے انتقال کے بعد وہ ہی تو اس کی کُل کائنات تھے۔ سچ ہی تو کہتے ہیں کہ عورت ہی عورت کی دشمن ہے۔ شادی کے بعد لڑکیوں کی اولین خواہش ہوتی ہے آزادی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ علیحدہ گھر کا مطالبہ کردیتی ہیں۔ وہ سوچتی ہیں کہ ان کا شوہر ان کا ہو تو پھر کسی اور ذات کا اور ہستی کا وجود بے معنی و بے کار ہے اگر واقعی صرف ان کا مجازی خدا سب کچھ اور کافی ہے تو انہیں اپنے ربّ کو، اپنے حقیقی خدا کو بھول جانا چاہیے۔ اس سے بھی رشتہ توڑ ڈالنا چاہیے۔" اشعر گہری سانس لے کر سوچتا چلا گیا۔ وانیا دل کی بھڑاس نکال کر واش روم میں جا گھسی تھی۔

۞......☆......۞
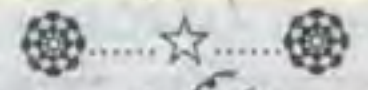
"بہت ہوگیا آپ خود کو سمجھتی کیا ہیں؟ آپ اس گھر کی بہو ہیں تو میں بھی ہوں۔ وہ تمام حقوق جو آپ کو حاصل ہیں مجھے بھی ہیں۔ اشعر کو یہ پسند ہے یہ ناپسند، یہ کرو وہ نہ کرو۔ آپ ہوتی کون ہیں مجھے بتانے والی؟" وانیا غصے میں آپے سے باہر ہوئی جارہی تھی۔
ہوا صرف یہ تھا کہ آج شادی کے بعد وہ پہلی بار کسٹرڈ بنانے جارہی تھی تو بھابی نے صرف اتنا کہا کہ اشعر کو کسٹرڈ صرف کیک کے ساتھ پسند ہے وہ اس میں فروٹ شامل نہ کرے تو وانیا یوں چیخنی چلائی کہ بھابی دہل گئیں۔ وہ اتنے دن کا غبار نکالنے بیٹھ گئی اور بھابی یہ سوچ کر ہلکان ہونے لگیں کہ ان سے کیا خطا سرزد ہوگئی جو وانیا حقوق ضبط کرنے جیسی بڑی بات کہہ گئی۔ پھر وہ خود یہ سوچ کر آگے بڑھیں کہ شاید اس کی طبیعت صحیح نہیں یا پھر اشعر سے کوئی کھٹ پٹ ہوگئی ہے تو وہ اپ سیٹ ہے۔
"ارے وانیا بیٹا! کیا ہوگیا؟ طبیعت صحیح نہیں یا اشعر سے کوئی جھگڑا وغیرہ ہوگیا ہے؟"
"آپ کیا سمجھتی ہیں کہ ان میٹھے میٹھے بولوں سے آپ مجھ کو زیر کرلیں گی۔ آپ کا یہ جادو بھائی اور اشعر پر تو چل سکتا ہے مجھ پر نہیں، آپ کی حکمرانی کے دن اب ختم ہوگئے۔ بہت بے وقوف بنالیا آپ نے سب کو۔ مگر اب آپ کا یہ کھیل ختم۔ اشعر صرف اور صرف میرے ہیں۔ آپ کو اپنے میاں کافی نہیں جو میرے شوہر کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں؟" وانیا کی تذلیل اور بہتان تراشی سن کر بھابی چکرا کر گر پڑیں۔ اشعر نے آکر انہیں تھام لیا۔ وہ کسی کام سے آج جلدی گھر آگیا تھا۔
"کیا بکواس ہے یہ وانیا! تم کس طرح بات کررہی ہو بھابی سے؟" اشعر کی آنکھیں غصے سے انگارہ ہورہی تھیں وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی معصوم نظر آنے والی وانیا کی زبان اتنی کڑوی اور بدصورت ہوگی۔
"اشعر! کچھ بھی نہیں ہوا انہیں، یہ ڈرامہ کررہی ہیں۔ یہ جلتی ہیں مجھ سے، خود تو ماں بن نہیں سکیں اور اب جب میں ماں بننے......"
"بکواس بند کرو۔" وانیا کی بات مکمل ہونے سے پہلے اشعر کے زناٹے دار تھپڑ نے اس کی تیزی سے چلتی ہوئی زبان کو روک دیا مگر وانیا جو آپے سے باہر ہوئی تھی کا پھر ہذیان بکنے لگی۔
"اشعر! آپ نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا، وہ بھی اس عورت کی خاطر......؟" وانیا نے گم سم کھڑی بھابی کی طرف اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے میں جارہی ہوں امی کے گھر۔ جب اس کا بھوت سر سے اتر جائے تو آجائیے گا۔" فخر و تنی گردن کے ساتھ پیر پٹختی ہوئی وہ جانے کتنے ... کو روندتی ہوئی چلی گئی۔

۞......☆......۞
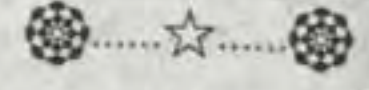
"وانیا! تمہیں آئے ہوئے پندرہ دن سے اوپر ہوگئے ... اشعر بھائی ابھی تک نہیں آئے۔" فریحہ نے چائے ... خیالوں میں گم وانیا کے سامنے رکھا۔
"تو تمہیں کیا تکلیف ہے، بوجھ لگ رہی ہوں تمہیں۔ میری ماں کا گھر ہے، جب تک دل چاہے رہوں۔" وانیا ... کاٹ دار لہجے میں جواب دیا۔
"نہیں وانیا! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" فریحہ گھبرا کر صفائی دینے لگی۔
"پھر کیا مطلب ہے تمہارا، کیوں میرے پیچھے پڑی ... برابر میں ہیں، جہاز میں تو نہیں آنا انہیں۔ کیا میں ... نہیں کروں؟" وہ ایک دم رونے لگی۔ وہ آج کل ایسی ہی ... ہوگئی تھی۔ بات بے بات رونے لگتی۔ پوچھو کچھ جواب ... دیتی، بات بات پر کاٹنے کو دوڑتی۔
"وانیا کیا ہوگیا میری بہن!" فریحہ نے اسے گلے لگایا تو وہ سسک پڑی۔ روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں اور جب ایسے ہی کئی لمحے بیت گئے اور دل کا غبار کچھ کم ہوا تو فریحہ نے اسے پانی کا گلاس لاکر تھمادیا اور پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر یوں گویا ہوئی۔
"وانیا! ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ایسے معاشرے میں سانس لے رہے ہیں جہاں تعلیم کی حیثیت صرف ڈگری کے حصول تک محدود ہے۔ ڈگریاں حاصل کرلینے کے بعد ہم اپنی صلاحیتوں کو پالش کرنا بھول جاتے ہیں۔" وہ سانس لینے کو رکی تو وانیا کی نظریں بے قرار ہوگئیں کیونکہ وہ شاید سمجھنا چاہتی تھی۔
"امی نے جو کچھ تمہیں کہا تم وہ کرتی چلی گئیں۔ بے شک علم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی انسانی کردار و شخصیت کی تکمیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے کہ وہ ماں ہیں اور جس زمانے سے ان کا تعلق ہے وہ ہی سوچ اس کا تقاضا ہے پھر سب اسی پس منظر کے تحت کررہی ہیں جوان کے ماضی کا عکس ہے مگر تم تو تعلیم یافتہ ہو۔ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ امی غلط ہیں یا خدانا خواستہ وہ تمہارا گھر اجاڑنا چاہتی ہیں بے شک نہیں مگر تعلیم نے تمہیں تو شعور عطا کیا ہے نا وانیا! تمہیں اس کا استعمال کرنا

غزل

پھر ہوئی آنکھ اشکبار کوئی
عشق کا خواب ہے آزار کوئی
دل کے اندر اتار کر آنکھیں
مجھ میں بیٹھا ہے پہرے دار کوئی
چاند کی آنکھ کو چھو کر دیکھو
زندگی کے بھی ہیں آثار کوئی
روٹھ جاتا ہے مان جاتا ہے
دل بھی پرزہ ہے خودکار کوئی
پھر سے وہ مجھ سے ملنے آنے لگے
پھر ہوا آنکھ سے اقرار کوئی
ہوا پہ ہاتھ رکھا خوشبو نے
پیار جھونکا ہے مشکبار کوئی
[illegible] ہاتھوں میں بھر کے [illegible]
روشنی کا ہے ساہوکار کوئی
روح کے پاؤں زخمی ہوتے ہیں
جب بھی چبھتا ہے دل یہ خار کوئی
پچھلے زخموں کا حال پوچھتا ہے
کرکے دل پہ نیا وار کوئی
یاد کرتا ہے مجھ کو کوئی مگر
یاد آتا ہے بار بار کوئی
پانیوں کی ہیں عادتیں سرکش
سامنے پتھر ہو یا ہو تار کوئی
پاس ہے مجھ کو وسعتِ دل کا
ورنہ ہے بیچ میں دیوار کوئی

حمیرا علی...... کراچی

چاہیے تھا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ تمہیں دیکھ کر امی کا چہرہ کیسا پھیکا پڑ رہا ہے۔ تم تو اکیسویں صدی کی لڑکی ہو تمہیں اپنے اطوار سے ثابت کرنا تھا کہ تم ایک اچھی بیٹی، اچھی بہو اور اچھی بیوی ہو۔ تمہیں تو رشتوں کی لاج نبھاتے ہوئے فرسودہ نظریات کو غلط ثابت کرنا تھا۔ تمہیں تو رشتوں کی خوب صورتی اور مضبوطی کی حیثیت آشکار کرنے کا فریضہ نبھانا تھا۔" وہ چپ ہوئی تو وانیا نے سرد آہ بھری۔

"ہاں شاید تم صحیح کہہ رہی ہو مگر اب تو بہت دیر ہو چکی ہے۔"

"نہیں وانیا! ہرگز نہیں، بے شک گیا ہوا وقت واپس نہیں آتا مگر اپنے ہاتھوں میں موجود وقت کو صحیح طرح سے استعمال کرنا ہی دانش مندی ہے۔ ایک بات اور یاد رکھنا وانیا! معافی مانگنے والا کبھی چھوٹا نہیں ہوتا۔" فریحہ یہ کہہ کر خالی کپ اٹھا کر کچن کی جانب چل دی کیونکہ اب فیصلہ وانیا کو کرنا تھا۔

❁......☆......❁
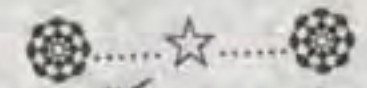
"بس بھی کرو اشعر بیٹا! اور کتنی خدمت کرو گے میری۔ مجھے تو شرمندگی ہونے لگی ہے اب۔" بھابی نے اسے سوپ کا پیالہ لاتے دیکھا تو ایک دم اٹھ کر بیٹھنے لگیں۔

"ماں باپ کی خدمت کسی حساب کتاب کے تحت نہیں کی جاتی یہ تو اولاد کا فرض ہوتا ہے۔" اشعر نے سوپ کا پیالہ انہیں تھما کر مسکراتے ہوئے کہا۔

وانیا کے گھر چھوڑ کر جانے کے بعد اس دن کے واقعے کا بھابی نے کچھ ایسا اثر لیا تھا کہ بستر سے جا لگی تھیں۔ مگر اشعر کی شب و روز کی خدمت سے جلد ہی ان کی حالت ٹھیک ہونی شروع ہو گئی تھی۔ اشعر بے شک بظاہر ٹھیک ٹھاک نظر آتا تھا مگر بھابی کی ممتا بھری نگاہوں اور دل نے اس تڑپ اور اداسی کو محسوس کر لیا جو اشعر کی نگاہوں اور چہرے پر پھیلی تھی۔ وہ ایک طرف تو وانیا سے محبت کرنے کے باعث اس کی دوری کے احساس سے گھائل ہو رہا تھا تو دوسری طرف اس کے ناقابل یقین رویے نے اسے حد درجے تکلیف پہنچائی تھی۔ اس کی بے چینی اور بے قراری بھابی سے دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ اسی لیے آج انہوں نے لب کھول ہی دیئے۔

"اشعر بیٹا! تم مجھے ماں کہتے ہی نہیں سمجھتے بھی ہو نا.......؟"

"جی!" اشعر نے کچھ نہ سمجھنے کی کیفیت میں جواب دیا۔

"تو پھر میری ایک بات مانو گے مجھ سے ایک وعدہ کرو گے؟" بھابی کے لہجے میں امید تھی، آس تھی، لجاجت تھی۔

"بات کیا ہے بھابی! کیسا وعدہ؟ کچھ بتایئے تو سہی۔" اشعر مضطرب ہو گیا۔

"نہیں پہلے وعدہ کرو۔ میں جو کہوں گی تم مانو گے۔" وہ بچوں کی طرح ضد کرنے لگیں تو چار و ناچار اسے وعدہ کرنا ہی پڑا۔

"او کے چلیں وعدہ! آپ جو کہیں گی میں مانوں گا اب بتایئے کیا بات ہے؟"

"وانیا کو لے آؤ بیٹا؟"

"بھابی!" وہ چونک اٹھا۔

"اشعر! تم نے وعدہ کیا ہے۔"

"مگر بھابی!" وہ بے بسی سے انگلیاں چٹخانے لگا۔

"اگر مگر کچھ نہیں اشعر! وہ بچی ہے نادان ہے، ہر لڑکی کی طرح اس کے بھی خواب ہیں، ارمان ہیں۔" بھابی رسان سے بولیں۔

"تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ اپنے جائز و ناجائز خوابوں کی تکمیل کے لیے دوسروں کے جذبات و احساسات کو پیروں تلے کچل دے۔" اشعر نے بھابی کی دلیل رد کر دی۔

"اشعر بیٹا! جو بھی ہوا خدا کے لیے اسے بھول جاؤ اگر تم واقعی مجھے اپنی ماں سمجھتے ہو تو اسے میرا حکم جان کر لے آؤ۔"

بھابی کے اس جملے کے بعد اشعر کے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں۔ اس لیے وہ اس حکم کی تکمیل کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

❁......☆......❁
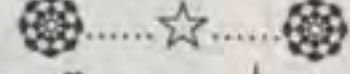
"اشعر پلیز کچھ تو بولیں۔ میں اتنی دفعہ آپ سے معافی مانگ چکی ہوں۔ بھابی نے بھی مجھے معاف کر دیا۔ اتنی سختی تو اللہ بھی نہیں کرتا وہ بھی معاف کر دیتا ہے پلیز کچھ تو کہیں۔ بے شک چیخیں چلائیں، مجھے برا بھلا کہیں، ڈانٹیں ماریں مگر خدارا چپ نہ رہیں۔" اور وہ جو اتنی دیر سے چپ سادھے بیٹھا تھا بالآخر اس کی گریہ زاری پر لب کھول بیٹھا۔

"معاف تو میں نے تمہیں کر دیا وانیا! میں ایک ادنیٰ سا اللہ کا بندہ ہوں، مگر تم نے جو حرکت کی اس نے میرا دل بہت دکھایا ہے۔ بھابی میری ماں کی جگہ ہیں اور ماں تو صرف ماں ہوتی ہے وہ اپنی یا پرائی نہیں ہوتی۔ تم لڑکیاں کس طرح کسی کی ماں کو صرف اپنی ساس سمجھتے ہوئے ان سے جانے کون سی دشمنی نکالتی ہو۔"

"اشعر پلیز مجھے اور شرمندہ مت کریں۔ میں جان گئی ہوں کہ ماں واقعی صرف جنم دینے والی ہستی ہی نہیں ہوتی بلکہ پال پوس کر بڑا کرنے والی بھی ہوتی ہے بلکہ ہر ماں کی ہر حال میں عزت ہی کرنی چاہیے۔ اوپر سے چاہے وہ غصہ کرے یا زیادتی، اس کا دل ممتا سے ہی بھرا ہوتا ہے آپ نے ٹھیک کہا غلطی ہم لڑکیوں کی ہوتی ہے مگر ہم کیا کریں اشعر! ہمیں بچپن سے ہی اپنے گھر کے خواب دکھائے جاتے ہیں مگر ساتھ ہی اس اپنے گھر کے مکینوں کے خلاف نفرت بھی بٹھا دی جاتی ہے۔"

"مگر وانیا کیا تعلیم اور تربیت کچھ نہیں سکھاتی۔ وہ لڑکیاں بھی تو ہوتی ہیں جو بنا کسی اگر مگر کے اس گھر کو واقعی اپنا گھر سمجھتی ہیں۔ اس کے ایک ایک فرد سے محبت کرتی ہیں، اسے بکھرنے نہیں دینا چاہتیں۔ اپنی جان پر سہتی ہیں سب کچھ، وہ بھی ہنستے ہنستے، جیون تیاگ دیتی ہیں۔ اپنا تن من دھن، آرزوئیں، امنگیں، خواب، سب قربان کر دیتی ہیں اس گھر کو اور اس کے مکینوں کو اپنا بنانے کے لیے کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ اسی عمل میں دراصل ان کی جیت اور دنیا و آخرت میں ان کی سرخروئی ہے۔"

اشعر نے وانیا کے تمام دلائل یکسر مسترد کر دیئے تھے۔ وہ بھابی کے کہنے پر اسے گھر واپس تو لے آیا تھا مگر اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ اس کی منفی سوچ کو جڑ سے ختم کر دے گا کہ گھر کو قائم رکھنے میں مرد بھی تو برابر کے حصے دار ہوتے ہیں۔

وانیا کا غرور ٹوٹ چکا تھا۔ وہ بلا چوں و چرا نادم سی اشعر کے ساتھ چلی آئی تھی۔ بھابی نے بھی اسے معاف کر دیا تھا۔ اشعر کو بھی اس نے منا لیا تھا مگر اپنے تئیں ابھی بھی اس کے دل و دماغ کے کسی گوشے میں یہ گمان تھا کہ جو غلطی اس نے کی اس میں اس کی نادانی آڑے آ گئی تھی مگر اشعر نے اسے آئینہ دکھا کر اس کی سوچ کا دھارا پلٹ دیا تو اس کے من کا بوجھ پانی بن کر آنکھوں سے بہنے لگا۔ اشعر اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

"اللہ ہمیں ذہن سے نوازتا ہے مگر عقل کے دروازے ہمیں خود ہی وا کرنے ہوتے ہیں۔ سمجھوتا بہت سارے مسائل کو حل کر دیتا ہے۔ اپنے جذبات و احساسات، آرزوؤں اور امنگوں کی گنتی کرتے وقت اور اپنی تمناؤں کو پروان چڑھاتے وقت، ہمیں اتنا ہی حصہ دار ان لوگوں کو بھی بنانا چاہیے جو ہماری ذات سے وابستہ اور ہماری زندگی کا حصہ ہیں کیونکہ اوپر والا تو سب کے دلوں میں بستا ہے۔" اشعر نے اسے اس کے تمام سوالات کے جوابات دے دیئے تھے۔ اسے زندگی کے اہم راز سے آگاہ کر دیا تھا۔ کتنی خوش نصیب تھی وہ کہ اسے اشعر جیسا ذہنی و قلبی وسعت رکھنے والا ہم سفر ملا اور جب اشعر نے اس کے آنسو پونچھے تو اس نے مسکرا کر اپنی ذات کو اپنوں کے لیے وقف کر دینے کی یاد دہانی کرا دی۔

اشعر کو اس کے چہرے پر نیا رنگ دیکھ کر خود پر قابو نہ رہا اور اس نے آج پھر سے نئی نئی لگنے والی ہم سفر کو اپنی بانہوں کے حصار میں قید کر لیا۔

کاجل بکھر گیا

حنا عندلیب

میں اداسیاں نہ سجا سکوں کبھی جسم و جاں کے مزار پر
نہ دیے جلیں میری آنکھ میں مجھے اتنی سخت سزا نہ دے
میرے ساتھ چلنے کے شوق میں بڑی دھوپ سر پہ اُٹھائے گا
ترا ناک نقشہ ہے موم کا کہیں غم کی آگ گھلا نہ دے

مجھے چھوڑ کے چل دیا زمانہ تو کاجل بکھر گیا
جب اس نے بھی کیا بہانہ تو کاجل بکھر گیا
تری جستجو کے حصار سے نکلتے تو کچھ سوچتے
جب اس نے ہمیں اپنا نہ جانا تو کاجل بکھر گیا
میں نے اپنی کشتیاں اس کے ساحل پہ جلا دیں
پھر بھی کہا اس نے تمہیں اور ہے آزمانا تو کاجل بکھر گیا
وہ کسی اور کے آنگن کا چاند تھا عندلیب
جب اس نے اس تارے کو نہ پہچانا تو کاجل بکھر گیا

"محبت سانسوں کے تسلسل کی پابند نہیں ہوتی' یہ مرنے والوں کے ساتھ مر نہیں جاتی۔ ہمیشہ زندہ رہتی ہے' کبھی دل میں دھڑکن بن کے' کبھی فضاؤں میں خوش بُو بن کے' کبھی دھوپ میں کرن بن کے تو کبھی یاد بن کے دل میں۔ محبت ریت کے ذروں کی مانند ہوتی ہے۔ دھوپ چھاؤں میں اپنا رنگ بدلتی ہے مگر اس کی چمک کبھی ختم نہیں ہوتی۔

محبت تو یاسمین ارومان کے اندر بھی زندہ تھی۔ اس کی محبت نے خود غرضی کا رنگ بدلا تھا مگر اس کی چمک ختم نہیں ہوئی تھی۔ محبت کی تڑپ آج بھی ویسی ہی تھی بلکہ شاید یہ تڑپ اور بھی زیادہ بڑھ گئی تھی مگر اس تڑپ کا کوئی مداوا نہیں تھا۔ کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر کمرے کو دیکھتے ہوئے یاسمین ارومان کے اندر بے چینی و اضطراب بڑھ گیا تھا۔ اسے شدید گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ اتنی گھٹن کہ وہ بہ مشکل سانس لے رہی تھی۔ سینے کو بری طرح مسلتے ہوئے اس کی نظر اچانک بستر پر پڑی۔ اسے لگا جیسے دھنک آرزو' بستر پر لیٹی ہے اور اس کے پاس تازہ سرخ گلاب موجود ہے۔

"آ...... آر...... آرزو۔" یاسمین کے لب کپکپائے۔

وہ بے اختیار ہو کر بستر کی جانب بڑھی۔ "دھنک' دھنک مجھے معاف کر دو۔ مجھے میرا سکون لوٹا دو۔" وہ بستر پر جھکی ہوئی پاگلوں کی طرح چلا رہی تھی لیکن وہاں کچھ نہیں تھا۔

وہ اس کا خواب تھا۔ جس کے پیچھے بھاگتے بھاگتے وہ تھک چکی تھی۔ بستر پر تکیے کے نیچے سے جھانکتا' مرجھایا ہوا گلاب اس کی نظروں کی گرفت میں آ گیا تو اس کا دھیان دھنک آرزو کی الماری کی طرف چلا گیا۔ وہ تیزی سے اٹھی اور الماری کھولی۔ الماری کی ایک دراز سے اسے ڈھیروں سوکھے گلاب ملے۔

"یہ اتنے گلاب کیوں اکٹھے کر رکھے ہیں؟" یاسمین نے دھنک آرزو سے پوچھا تھا۔

"اپنی قبر کے لیے!" دھنک آرزو نے مسکرا کر کہا

تھا۔

"کچھ میری قبر پر بھی رکھ دینا۔" عاکش ارتضیٰ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا تھا۔

"عاکش! دھنک نے تڑپ کر اپنا ہاتھ عاکش کے لبوں پر رکھ دیا تھا۔ یاسمین حیرانی سے دیکھتی رہ گئی۔

"عاکش تم جیسی محبت میں کر ہی نہیں سکی۔ مجھے تم جیسی محبت کرنی ہی نہیں آئی۔" یاسمین نے سوکھے گلاب کو ہاتھ میں لیتے ہوئے سوچا اور الماری سے ہٹ کر کھڑکی کے پاس چلی آئی جہاں سے عاکش ارتضیٰ اور دھنک آرزو کی "آخری آرام گاہ" بہ آسانی نظر آتی تھی۔ وہاں دادا جانی بیٹھ کے رو رہے تھے۔

"عاکش مجھے معاف کردو۔ میرے اللہ تو بھی مجھے معاف کردے۔ میرا سکون مجھے لوٹا دے۔ میں بہت تڑپی ہوں۔ اب میری سزا ختم کردے۔" یاسمین باقاعدہ رونے لگی تھی۔ درد اس کے لہجے ہی سے نہیں چہرے سے بھی عیاں تھا۔

اپنی تڑپ، اپنی سزا خود ختم کرلو مینا!"

ارومان جانے کب سے اسے تڑپتا دیکھ رہا تھا۔ دھیرے سے اس کے پاس چلا آیا۔ یہ وہ شخص تھا جس کے ہونے سے اسے احساس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا میں کمی کردی ہے۔ یہی وہ شخص تھا جسے یاسمین نے شادی کے پہلے دن ہی سب سچائی بتادی تھی مگر اس شخص نے یاسمین کا تھاما ہوا ہاتھ جھٹکنے کے بجائے اسے اور مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

"ارومان! جانے والے ہمارا سکھ، قرار، چین کیوں لے جاتے ہیں؟" یاسمین نے تڑپتے ہوئے پوچھا۔

ارومان نے یاسمین کو کندھوں سے تھام کر اپنے مقابل کیا۔

"مینا! آج میرا ہاتھ مضبوطی سے تھامو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہوئے سب کو سچ بتادو۔ مینا میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا۔" ارومان نے یاسمین کو ہمت دلائی۔

"اگر سب نے مجھ سے منہ موڑ لیا تو؟ میں سب کی نظروں سے گر جاؤں گی۔" یاسمین سراسیمہ نظر آنے لگی۔

"خود کی نظروں میں گر کر سب کی نظروں میں بلند رہنا انسانیت نہیں ہے۔ انسانیت تو یہ ہے کہ بے شک دوسروں کی نظروں میں گر جاؤ مگر اپنی نظروں میں نہ گرو۔ اپنے ضمیر کی نگاہ میں نہ گرو۔" ارومان نے اسے سمجھایا۔

"ٹھیک ہے ارومان! آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔" یاسمین نے اپنے آنسو صاف کیے۔ "لیکن میں پہلے وضو کرکے نوافل پڑھنا چاہتی ہوں۔ آپ ایک کام کریں......!" وہ بولتے ہوئے الماری تک آئی اور وہاں موجود سارے مرجھائے گلاب ایک شاپر میں ڈالے۔

"یہ عاکش اور دھنک کی قبر پہ......!" یاسمین کی آواز رندھ گئی۔ وہ مزید بول نہ پائی اور تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

"آج وہ تیار تھی سب کو سچائی بتانے کے لیے خود کو دوسروں کی نظر میں گرا کے خود کی نظر میں بلند کرنے کے لیے۔

❖☆......☆❖

سورج کی نرم گرم کرنیں کھڑکی سے ہوتے ہوئے سیدھی اس کے نرم و نازک چہرے پر پڑیں تو وہ کچھ کسلمندی سے اٹھی۔ کھڑکی کھولی تو صبح کی تازہ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے اس کے گالوں کو چھو کر شرارت کر ڈالی۔ سامنے وسیع لان میں دیکھتے ہوئے اس نے لمبا سانس لیا۔ لان میں موجود پھولوں کو دیکھتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

"لان سے آج پھر ایک گلاب کم ہوگا۔" خیال آتے ہی وہ پھر سے بستر پر چلی آئی۔ تکیے کے پاس ہمیشہ کی طرح تازہ گلاب موجود تھا۔ مسکراتے ہوئے اس نے پھول اٹھایا اور اپنی الماری کی دراز میں رکھ دیا۔ اسی وقت یاسمین دھڑ سے دروازہ کھول کے چلی آئی کہ دھنک آرزو الماری کی دراز بھی بند نہیں کرسکی۔

"یہ اتنے گلاب کیوں اکٹھے کررکھے ہیں؟" آتے

ہی یاسمین نے سوال داغا۔

"اپنی قبر کے لیے۔" دھنک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ویسے بھی وہ یاسمین سے کوئی بات نہیں چھپاتی تھی۔

"کچھ میری قبر پر بھی رکھ دینا۔" اسی وقت عاکش کمرے میں داخل ہوا۔

"عاکش!" دھنک آرزو نے تڑپتے ہوئے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔

یاسمین حیران ہوئی ان کی دیوانگی پر ان کے پاگل پن پر۔

"آپ اتنی صبح یہاں کیا کررہے ہیں؟" دھنک کو یاسمین کے سامنے اپنی بے اختیاری کا خیال آیا تو عاکش کے لبوں سے اپنا ہاتھ ہٹالیا۔

عاکش جو بہت سکون سے دھنک آرزو کی نرماہٹ کو محسوس کررہا تھا۔ ہوش میں آگیا۔

"ہم...... میں...... میں!" وہ فوراً کوئی بہانہ نہ بنا سکا تو شرمندہ ہوگیا۔

"میں چلتا ہوں۔" وہ تیزی سے کہہ کر مڑا۔

"پھول بہت خوب صورت ہے۔" دھنک نے عاکش کی شرمندگی دور کرنے کی خاطر پھول اٹھا کر تھوڑا مسکرا کر کہا۔ وہ جو پہلے ہی گفتگو کے موڈ میں تھا۔ اتنی سی عنایت سے ہی پھیل گیا۔

"تمہاری طرح ہے۔" مسکراتے ہوئے کہا گیا۔

دھنک، یاسمین کے سامنے اپنی تعریف پر پزل ہوگئی۔

"اب آپ زیادہ پھیلیے نہیں۔" شرم سے چُور لہجہ عاکش کو مسرور کرگیا۔

"ہم پھیل رہے ہیں تو یاسمین سمیٹنے کی ذمہ داری آپ کی ہے۔" مزید شوخ ہوکر کہا گیا تو دھنک کا دل چاہا کہیں اپنا چہرہ چھپالے۔ پلکیں جھکائے رنگین چہرہ لیے دھنک آرزو عاکش ارتضیٰ کے دل کی نگری تباہ کرگئی تھی۔

وہ محظوظ انداز میں ہنسا اور چلا گیا۔ دھنک نے سکون کا سانس لیا۔

❖☆......☆❖

"جلال ہاؤس" میں جوائنٹ فیملی سسٹم تھا۔ جلال صاحب نے اپنے دو لاڈلے بیٹوں ارتضیٰ اور رمیز کے لیے ان کی ماموں زاد رومیعہ اور رانیہ کا انتخاب کیا تھا۔ دونوں بہنوں نے آکر جلال ہاؤس کی رونق بڑھادی تھیں۔ جلال صاحب کے تیسرے بیٹے رضا نے اپنی پسند سے کشمالہ سے شادی کرلی۔ جلال صاحب کوئی سخت گیر قسم کے والد نہ تھے۔ اس لیے انہیں کشمالہ سے شادی پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ارتضیٰ اور رومیعہ کو اللہ تعالیٰ نے شادی کے دو سال بعد گول مٹول خوب صورت سا "عاکش" دیا تو رمیز اور رانیہ کے ہاں "یاسمین رمیز" نے جنم لے کر سب کی خوشیوں کو دوبالا کردیا۔ کشمالہ اور رضا صاحب کا اللہ تعالیٰ کو امتحان مقصود تھا۔ شادی کے پانچ سال تک ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ کشمالہ نے عاکش اور یاسمین کو بہت پیار دیا۔ ان کا اولاد کی طرح خیال رکھتی۔ شادی کے پانچ سال بعد ننھی منی خوب صورت سی دھنک آرزو نے جلال ہاؤس کی خوشیاں بڑھا دیں لیکن کشمالہ اور رضا کے لیے خوشیوں کی مدت بہت کم تھی۔ جب دھنک تین ماہ کی تھی تب کشمالہ اور رضا، کار ایکسیڈنٹ میں انتقال کرگئے۔ ارتضیٰ اور رومیعہ نے دھنک کو والدین کا پیار دیا۔ وہ بھی عاکش کی طرح انہیں مما، پپا کہنے لگی وقت گزرتا گیا۔ بچے بڑے ہوتے گئے۔ تب ایک دن رمیز نے جلال صاحب اور ارتضیٰ سے یاسمین اور عاکش کی بات کی جسے جلال صاحب نے یہ کہہ کر رد کردیا کہ بچے ابھی چھوٹے ہیں اور بچے جہاں چاہیں گے ان کی شادی وہیں کریں گے۔

وقت دھیرے دھیرے گزرتا گیا۔ عاکش، دھنک کو اس کی سلجھی طبیعت کے باعث پسند کرنے لگا تھا۔ یہ بات جلال احمد کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔ لیکن وہ چاہتے تھے کہ عاکش خود اعتراف محبت کرے۔ اس کا بھی انہوں نے خوب حل نکالا تھا۔ ہمیشہ کی طرح سب لان میں چائے کے وقت موجود تھے سوائے دھنک کے۔ یاسمین سب کے لیے چائے بنا کرلائی۔

"ارتضٰی تمہیں نہیں لگتا کہ تمہارا بیٹا بڑا ہوگیا ہے۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا ہے۔" عاکش اپنی تعریف پر جھینپ گیا۔

"اب تمہیں اس کی شادی کردینی چاہیے۔" دادا جی نے مزید کہا۔ چائے پیتے عاکش کو زبردست جھٹکا لگا اور چائے اس کے منہ سے پھوار کی صورت سے باہر نکل گئی۔

"جی......!" عاکش کی چیخ نما آواز نکلی۔ عاکش کی شادی کے ذکر پر سب متوجہ ہوئے تھے۔ رانیہ اور رمیز صاحب بھی ادھر دیکھنے لگے۔ یاسمین جانے کیوں شرمانے لگی۔

"جی ابا جی! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ کوئی لڑکی پسند کی جائے عاکش کے لیے۔" ارتضٰی صاحب نے بھی تائید کی۔

"لڑکی پسند کرلی ہے میں نے۔" دادا جی کے کہنے پر سب نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔

"یہ لو عاکش بیٹا یہ لڑکی کی تصویر ہے۔" دادا جی نے تصویر عاکش کی طرف بڑھائی۔

عاکش کے ہاتھ کپکپائے اور ہاتھ میں موجود کپ گرتے گرتے بچا۔ اس وقت عاکش کا شدت سے دل چاہا کہہ دے کہ مجھے کوئی دوسری لڑکی نہیں چاہیے بس دھنک آرزو چاہیے لیکن شرم سے مجبور ہو کر وہ خاموش رہا۔

"دادا جی...... آ...... آ...... آپ نے ......لڑ...... لڑکی پسند کرلی؟" عاکش نے اٹکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں' کرلی کیوں کیا تمہیں کوئی اور پسند ہے؟" دادا جی نے ٹٹولتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ بری طرح گڑبڑا گیا۔

"نن......نہیں تو......!" وہ فوراً بولا۔

یاسمین کو پورا یقین تھا کہ یہ تصویر اسی کی ہے۔ وہ عاکش کی حالت دیکھتے ہوئے دل کشی سے مسکرادی۔

"اچھا صاحب زادے تصویر دیکھو۔" دادا جی نے تصویر عاکش کو تھمادی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی عاکش نے تصویر تھام لی مگر تصویر دیکھی تو سانس لینا بھول گیا۔ دھڑکن نے الگ شور مچادیا۔

نگاہوں کے سامنے خوب صورت معصوم سا چہرہ آ گیا۔ مناسب قدوقامت' سفید رنگت کے ساتھ اپنے خوب صورت براؤن بالوں کو کھولے سرخ رنگ کے سوٹ میں ہم رنگ بڑا سا دوپٹا اوڑھے وہ حسن کی ملکہ عاکش کو دنیا سے بے گانہ کرگئی۔

"آہم۔" دادا جی کے شرارتی انداز پر عاکش ہوش کی دنیا میں لوٹا۔

"ہمیں بھی تصویر دکھاؤ۔" سب نے شور مچایا۔

"پسند آئی لڑکی؟" دادا جی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جی......وہ۔" عاکش کو لفظ نہیں مل رہے تھے۔ اس وقت سب کچھ کھوگیا تھا۔ اس کے ہوش' اس کا دل' حتیٰ کہ لفظ بھی۔

"تمہیں پسند نہیں تو کوئی بات نہیں جہاں تم چاہو گے وہاں کردیں گے۔" دادا جی نے شرارت چھپاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

سب ہی تصویر دیکھنے میں مگن تھے۔

"نہیں' نہیں دادا جی!" عاکش نے تیزی سے کہا۔ مبادا دادا جی انکار نہ کردیں۔ جیسی آپ کی مرضی' آپ کی خوشی میں ہی میری خوشی ہے۔" عاکش نے فرمانبرداری کا اعلیٰ مظاہرہ کیا۔

دادا جی دل سے مسکرادیے۔ "کیوں بھئی لڑکی پسند آئی؟" دادا جی اب سب کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہاں' ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" رومیعہ اور ارتضٰی نے کہا۔

جب یاسمین نے تصویر دیکھی تو جانے کیوں اسے شدید جلن ہوئی۔ وہ حسد کی آگ میں جل گئی۔

"دادا جی وہ دھنک کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے نا؟" عاکش نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"بیٹا جی! ایک کام کرو خود جا کر اس سے پوچھ لو۔"

دادا جی نے پُرمزاح انداز میں کہا۔

"مم...... میں......! دادا جی؟" عاکش لڑکیوں کی طرح گھبرا گیا۔

"ہاں تم۔" دادا جی عاکش کی گھبراہٹ سے محظوظ ہوئے۔

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔" رومیعہ نے مسکراتے ہوئے عاکش کی معلومات میں اضافہ کیا۔

وہ شرماتا ہوا سب سے نظریں چراتا ہوا اٹھ گیا۔ اپنے پیچھے اسے سب کے قہقہے سنائی دیے۔ جو اس کی حالت سے محظوظ ہو رہے تھے۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا دھنک کے کمرے تک آیا۔ دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اس نے دو' تین لمبی سانسیں لیں۔ خود کو پرسکون کر کے اس نے دروازے پر دستک دی۔

"آجایئے۔" کمرے سے نرم آواز میں اسے اندر آنے کی اجازت مل گئی تھی۔

بہت دھیرے سے عاکش نے آدھا دروازہ کھولا۔ پھر ڈرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوگیا۔

دھنک دستک کی آواز پر دروازے کی طرف متوجہ تھی۔

"آپ؟" دھنک' عاکش کو اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران ہوئی۔

"وہ...... دھنک۔" عاکش کی سمجھ میں نہیں آیا کہ بات کیسے شروع کرے۔

"آپ کو کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیتے۔" دھنک نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں...... میں تم سے ...... تم سے بات...... بات کرنا چاہ رہا تھا۔" عاکش اٹکتے ہوئے ایک لفظ دو دو بار بول گیا۔

دھنک مکمل طور پر عاکش کی طرف متوجہ تھی۔ وہ عاکش ارتضٰی جس کے انداز و اعتماد کے لوگ دیوانے تھے۔ آج اس کا لہجہ جانے کہاں کھوگیا تھا؟

عاکش دھنک کے کمرے کے وسط میں کھڑا تھا۔ اس

غزل

دنیا سے مجھے پیار تھا' سب بھول چکا ہوں
اک شخص میرا پیار تھا سب بھول چکا ہوں
وہ ہجر کی راتوں کے سلگتے ہوئے لمحے
آنکھوں پر کوئی پار تھا سب بھول چکا ہوں
ہاں' میری خطا تھی کہ تجھے ٹوٹ کر چاہا
ہاں میں ہی گناہ گار تھا سب بھول چکا ہوں
بخشی ہے مجھے پیار کے بدلے میں جدائی
جو بھی تیرا کردار تھا سب بھول چکا ہوں
آنکھیں شب فرقت میں رہا کرتی تھیں پُرنم
میں تیرا طلب گار تھا سب بھول چکا ہوں
بس اتنا مجھے یاد ہے کہ وصل کی اک شب
اقرار تھا' انکار تھا' سب بھول چکا ہوں
اک شخص نے پاگل بنا رکھا تھا مجھے بھی
میں کتنا سمجھ دار تھا سب بھول چکا ہوں

شہزادی سعادت...... ڈیرہ اسمعیل خان

کا سر ہلکا سا جھکا ہوا تھا۔ ایسے جیسے وہ فرش پر موجود قالین کا ڈیزائن نوٹ کررہا ہو۔ ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اپنی پیشانی کو رگڑتے ہوئے وہ بات کرنے کے لیے مناسب الفاظ سوچ رہا تھا۔

دھنک حیران و پریشان عاکش کے ہر انداز کو دیکھ رہی تھی۔

"دھنک میں کہنا چاہ رہا ہوں کہ......!" عاکش نے اپنی شہادت کی انگلی پیشانی سے اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے ٹھوڑی تک ہلکی سی رگڑی۔

"پلیز عاکش! بولیے کیا بات ہے؟" دھنک بری طرح پریشان ہوگئی۔

"ابے گدھے تو کیا لڑکیوں کی طرح شرما رہا ہے۔ ایسے کرے گا تو کچھ بھی نہیں کہہ سکے گا۔ ہمت کر تو تو کہہ سکتا ہے۔"

عاکش نے دل ہی دل میں خود کو حوصلہ دیا۔

"اوکے!" عاکش نے لمبی سانس لی۔ اپنا جھکا ہوا سر

اٹھایا اپنے دونوں ہاتھ جینز کی جیب میں ڈال کر بہت اعتماد سے وہ دھنک کی طرف متوجہ ہوا۔

"دھنک! مجھ سے شادی کرو گی؟" بغیر تمہید کے اس نے کہہ دیا۔ دھنک ساکت کھڑی رہی اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔ "تمہاری خاموشی کو میں کیا سمجھوں؟" عاکش نے شرارتاً کہا۔

"میں مما کو بتادوں گی۔" دھنک نے بہ مشکل کہا۔

عاکش پُرسکون ہوگیا اسے یقین ہوگیا تھا کہ اب دھنک انکار نہیں کرے گی۔ لہٰذا وہ شرارت کے موڈ میں آگیا۔

"تم مما کو بتادو گی؟ مطلب میری شکایت لگاؤ گی۔"

"نہیں، نہیں میرا مطلب ہے کہ میں مما کو "ہاں" کہہ دوں گی۔" وہ بوکھلا کر "ہاں" بول گئی۔

عاکش کا قہقہہ بے ساختہ اور زندگی سے بھرپور تھا۔

"تھینک یو!" عاکش دھنک کے قریب آیا اور دھیرے سے اپنی شہادت کی انگلی سے اس کے نازک گالوں کو چھوا۔ دھنک رنگین ہوگئی۔

تیری حسین آنکھوں کے نام اک پیغام
ہو سکے تو کر اک شام میرے نام
تیری راہ میں بچھایا ہے ہم نے دل اپنا
صرف تیرے لیے ہی کیا ہے یہ اہتمام
تجھ سے محفل میں ملنے سے ڈرتے ہیں ہم
کہیں ہمارا صنم ہو نہ جائے بدنام

پھر گھر میں ایک چھوٹے سے فنکشن میں عاکش نے اپنے نام کی انگوٹھی دھنک کو پہنادی۔ عاکش کو چوں کہ بیرونِ ملک کاروبار کے سلسلے میں جانا تھا۔ اس لیے اس کی واپسی کے بعد شادی کا ارادہ تھا۔ اس منگنی سے سب ہی خوش تھے صرف ایک فرد کے علاوہ اور وہ تھی یاسمین' جانے کیا کچھ تھا اس کے دل میں۔ حسد' غصہ' کچھ کھو جانے کا احساس' اپنی شکست کا احساس۔

☆☆......☆☆

چٹاخ...... چٹاخ دادا کے دو تھپڑوں نے دھنک کو کچھ بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

"بے شرم تجھ میں حیا ختم ہوگئی ہے اپنے مرحوم باپ کی عزت کا جنازہ نکالتے ہوئے تو نے ذرا بھی نہ سوچا اگر ایسی کوئی بات تھی تو پہلے بتادیتی۔ ہمیں دھوکے میں کیوں رکھا؟"

دادا جی کے لہجے میں چنگاریاں تھیں۔ جس کی آنچ سے دھنک کا اعتماد' مان' غرور سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا۔

دادا جی نے پھر زوردار تھپڑ مارا جس سے دھنک زمیں بوس ہوگئی تھی۔ دادا جی کا غصہ کم نہیں ہوا انہوں نے دھنک کو بالوں سے پکڑ کر اٹھایا پھر ایک تھپڑ مارا۔ دھنک کا نازک گلابی ہونٹ پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔

وہاں گھر کے سب افراد جمع تھے۔ مگر کسی میں ہمت نہیں تھی کہ دھنک کا ساتھ دیتا۔ عاکش نے جب سے یہ بات سنی تھی وہ گھر سے باہر چلا گیا تھا اور اب تک واپس نہیں آیا تھا۔

"دھنک! اگر یہ بات تھی تو مجھے بتادیتی میں کچھ بھی کر کے عاکش سے تمہاری منگنی ملتوی کروادیتی۔ تم نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا' میرے اور گھر والوں کے ساتھ تم نے عاکش کو بھی دھوکا دیا۔" یاسمین کو سب سے زیادہ دکھ ہوا تھا۔ اس نے دکھی لہجے میں کہا تھا۔ اس کا کہنا جلتی پر تیل کا کام کر گیا۔

دادا جی کا ایک دفعہ پھر ہاتھ اٹھا۔ اس سے پہلے کہ ہاتھ دھنک کے چہرے پر پڑتا۔ کسی مضبوط ہاتھ نے دادا جی کا کمزور ہاتھ تھام لیا۔

"بس دادا جی بہت ہوگیا۔" عاکش نے سنجیدگی سے کہا۔

"دھنک پر سب سے زیادہ حق میرا ہے اس لیے میں خود اس سے پوچھوں گا۔" عاکش نے دادا جی کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ سب گھر والے عاکش کی جرأت پر پریشان ہوئے تھے۔ رومیعہ تو دہل گئی تھیں۔

"عاکش...... تم...... اپنے کمرے میں جاؤ۔" رومیعہ جلدی سے آگے بڑھی تھیں۔

"نہیں مما! میری زندگی کا فیصلہ ہو رہا ہے اور میں ... میں جا کر بیٹھ جاؤں؟" عاکش نے سب کی ... کی پروا کیے بغیر بہت نرمی سے اپنے رومال سے ... کے ہونٹوں سے خون صاف کیا۔

"ساری دنیا ایک طرف اور میری دھنک' میری ... ایک طرف۔" عاکش کے لہجے میں دھنک کے ... اعتماد تھا' مان تھا جو دھنک کو معتبر کر گیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" دادا جی نے گرج کر ... باقی گھر والے تو سکتے میں تھے۔ "تم نے سب اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر بھی اسے سچا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟" دادا جی نے نفرت سے دھنک کو دیکھا۔

"آنکھیں جو دیکھیں وہ سچ ہو' یہ ضروری نہیں ہے۔" عاکش نے ایک لفافہ دادا جی کی طرف بڑھایا۔

"دادا جی اسے کھولیے سچ جھوٹ کا پتا چل جائے گا۔"

"اس لڑکی سے کہو کہ میری نظروں سے دور ہوجائے۔" دادا نے دھنک کو دیکھتے ہوئے کہا۔ دادا کے لہجے میں نفرت' غصہ' بے اعتباری سب کچھ تھا۔ دھنک کو اپنے قدموں پر کھڑے رہنا محال ہوگیا۔ وہ خود کو گھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے میں آگئی وہ رونا چاہتی تھی مگر رو نہیں سکی۔

"یہ یہ سب کیا ہے؟ یہ بکواس ہے' جھوٹ ہے۔" دادا نے لفافے میں موجود تصویریں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا! یہ جھوٹ ہے تو کیا وہ سچ تھا؟" عاکش نے کہا۔ دادا جی کے بعد سب نے تصویریں دیکھیں۔

"دادا جی! آپ کو معلوم نہیں کس صدی رہتے ہیں آج کل سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ کچھ بھی ناممکن نہیں رہا۔ آپ غور سے تصویریں دیکھیں یہ سب کمپیوٹر کا کمال ہے۔ آپ اس خاتون کو جانتے بھی نہیں جو تصویر میں آپ کے ساتھ ہے۔ اسی طرح کسی نے غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے وہ جعلی تصویریں بھیجی ہیں۔ جس میں دھنک کسی لڑکے کے ساتھ ہے۔ کیا آپ کو اپنی دھنک کے کردار پر اتنا بھی یقین نہیں ہے؟ دادا جی آپ نے صرف دھنک کی ہی نہیں بلکہ میری محبت' میرے غرور کی بھی توہین کی ہے۔ آپ کو دھنک پر اعتبار نہیں صرف ان تصویروں پر اعتبار ہے جو کسی نامعلوم شخص نے بھجوائی ہیں۔ دادا جی! کل صبح دس بجے میری بیرونِ ملک فلائٹ ہے۔ میں کاروبار کے سلسلے میں باہر جا رہا ہوں۔ میرے بعد میری دھنک کا خیال رکھیے گا۔" عاکش اس وقت بہت زیادہ سنجیدہ تھا۔ "اگر میری آرزو کو کچھ ہوا تو یاد رکھیے گا میں کسی کو معاف نہیں کروں گا۔" عاکش سب کو پریشان چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

تو کیا میرے خواب بکھر جائیں گے؟
کیا عاکش مجھ پر اعتبار کریں گے؟
کیا خوشبو کا سفر یہیں تک تھا؟
اب میری زندگی میں خوشیاں نہیں آئے گی؟
وہ کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر وسیع لان میں موجود

غزل

مرحلے شوق کے دشوار ہوا کرتے ہیں
سائے بھی راہ کی دیوار ہوا کرتے ہیں
وہ جو سچ بولتے رہنے کی قسم کھاتے ہیں
وہ عدالت میں گناہ گار ہوا کرتے ہیں
صرف ہاتھوں کو نہ دیکھو کبھی آنکھیں بھی پڑھو
کچھ سوالی بڑے خود دار ہوا کرتے ہیں
وہ جو پتھر یونہی رستے میں پڑے رہتے ہیں
ان کے سینے میں بھی شاہکار ہوا کرتے ہیں
صبح کی پہلی کرن جن کو رلا دیتی ہے
وہ ستاروں کے عزادار ہوا کرتے ہیں
جن کی آنکھوں میں سدا پیاس کے صحرا چمکیں
در حقیقت وہی فنکار ہوا کرتے ہیں
شرم آتی ہے کہ دشمن کسے سمجھیں محسن
دشمنی کے بھی تو معیار ہوا کرتے ہیں

انتخاب: صفیہ' سعدیہ...... عثمان والہ

گلاب کے پھول کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ بے اعتباری کی تلوار سے دادا جی نے اسے گھائل کردیا تھا۔ وہ شدید تکلیف میں تھی۔ وہ رونا چاہ رہی تھی مگر آنسو ساتھ دینے سے انکاری تھے۔ نہ وہ کمرے سے باہر نکلی تھی' نہ کوئی اس کے کمرے میں آیا تھا۔ وہ پل پل منتظر تھی کہ کب وہ شخص اس کے کمرے میں آتا ہے' جس کو یقین دلانے کے لیے وہ تڑپ رہی تھی۔ جس کو وہ بتانا چاہتی تھی کہ اس کی دھنک صرف اسی کی ہے۔ مگر وہ نہیں آیا۔ نہ اس میں اتنی ہمت تھی کہ خود عاکش کے پاس جائے۔ ساری رات کروٹ بدلتے گزری' صبح ہونے ہی والی تھی کہ اس کی آنکھ لگ گئی۔ ہمیشہ کی طرح تازہ گلاب کی خوش بُو اس کی سانسوں میں سما گئی۔ بے یقینی سے آنکھیں کھولیں' اپنے پاس گلاب دیکھ کر اس کی آنکھوں میں تیزی سے پانی اکٹھا ہوا۔

"تو کیا میرے خواب نہیں بکھرے؟
کیا خوش بُو کا سفر نہیں تھما؟"

"ہاں تمہارے خواب نہیں بکھرے' نہ میں انہیں کبھی بکھرنے دوں گا۔ خوش بُو کا سفر کبھی نہیں تھمے گا۔ یہ خوش بُو ہمیشہ تمہاری زندگی میں رہے گی۔" عاکش دروازے سے ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"عاکش!" دھنک بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میرا اعتبار کریں۔" دھنک تیزی سے چلتی ہوئی عاکش کے پاس آئی۔ بے اختیار ہوکر اس نے عاکش کا بازو تھاما۔ "میرا اعتبار کریں وہ تصویریں میری نہیں......!"

"شش!" اس سے پہلے کہ دھنک کوئی صفائی دیتی عاکش نے نرمی سے اپنی شہادت کی انگلی اس کے نرم و نازک ہونٹوں پر رکھ دی۔ وہ خاموش ہوگئی۔ عاکش براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"تم میرا وجود ہو دھنک! کوئی اپنے آپ پر شک کرتا ہے؟ کوئی اپنے آپ سے صفائی مانگتا ہے؟ کیا کوئی خود پر بے اعتباری کرتا ہے؟" اگر کوئی اور موقع ہوتا تو دھنک یقیناً شرما جاتی۔ عاکش کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیتی۔ مگر اس وقت اسے عاکش کے اعتبار کی شدت سے خواہش تھی۔

"عاکش!" دھنک نے عاکش کا بازو تھاما اور اس کے قدموں میں بیٹھ کر رونے لگی۔ کل کا ضبط آج ٹوٹا تھا۔ عاکش بھی دھنک کے پاس بیٹھ گیا۔

"دھنک! میں آج جارہا ہوں۔ تم میری امانت ہو' تمہاری آنکھیں میری ہیں اور تم رو رو کر میری آنکھوں کا ستیاناس مت کرو۔" عاکش نے نرمی سے اس کی آنکھوں کے موتی اپنے پوروں پر جذب کیے۔ "دادا جی اپنی غلطی پر بہت شرمندہ ہیں۔" عاکش نے دھنک کو کندھوں سے تھام کر اپنے مقابل کیا۔ "ہوسکے تو انہیں معاف کردینا۔ میں چلتا ہوں۔" عاکش جانے کے لیے مڑا۔

سب گھر والوں سے مل کر وہ لان سے گزر کے گیٹ سے نکلنے لگا تو اسے اپنے اردگرد کسی کی نرم نگاہوں کی تپش محسوس ہوئی غیر ارادی' لاشعوری طور پر اس کی نگاہ دھنک کے کمرے کی کھڑکی پر گئی۔ وہاں دھنک کھڑی تھی۔ دھنک نے مسکرا کر اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر اسے خدا حافظ کہا۔ دھنک کے لب دھیرے سے ہلے تھے۔ اس کے لبوں کی جنبش سے عاکش نے اندازہ لگالیا کہ دھنک کیا کہنا چاہتی ہے۔ اس نے بھی مسکرا کر اپنا ہاتھ ہلایا۔ عاکش کے جانے کے بعد دادا جی اور گھر والوں نے دھنک سے معافی مانگی۔

"بیٹا! مجھے معاف کردو۔" دادا جی نے اپنے ہاتھ دھنک کے سامنے باندھ دیے۔

"دادا جی!" دھنک نے تیزی سے دادا جی کے ہاتھوں کو تھام لیا تھا۔

❖☆......☆❖

عاکش کو گئے ہوئے پندرہ دن گزر چکے تھے وہ اکثر فون کرتا۔ دھنک سے بات کرتا۔ اپنی سارے دن کی مصروفیت بتاتا۔

تیری سانسوں میں گلابوں کی مہک لگتی ہے
حسن جس رنگ میں ہو تیری جھلک لگتی ہے
شام ہوتے ہی نگاہوں میں اتر آتے ہو
دل کی دھڑکن تیرے پیروں کی دھمک لگتی ہے
کسی بارش کے برستے ہی جو گھر آتی ہے
تیری آنکھوں میں وہ رنگوں کی دھنک لگتی ہے
جانے کیوں؟ وہ میری آنکھوں کو بھلا لگتا ہے
جس کے چہرے پر ذرا تیری جھلک لگتی ہے

دھنک اور عاکش دنیا سے بے خبر ایک دوسرے میں مگن تھے مگر تقدیر......!

❖☆......☆❖

"کیا' یہ کیا کہہ رہی ہو مینا بیٹا! پچاس ہزار۔ اتنی بڑی رقم کا تم کیا کروگی؟" رمیز' یاسمین کی فرمائش پر حیران ہوئے۔

"اوہو بابا! کون سی بڑی رقم ہے۔ صرف پچاس ہزار ہی تو مانگے ہیں۔" یاسمین نے کہا جیسے پچاس ہزار نہیں صرف پانچ روپے کی بات ہو۔ "تمہیں چاہیے کس لیے یہ رقم؟" رمیز صاحب کی سوئی ابھی تک اٹکی ہوئی تھی۔

"پاپا! میری فرینڈ کا برتھ ڈے ہے اور میں اسے شاندار سی ٹریٹ دینا چاہتی ہوں۔ پلیز پاپا۔" یاسمین نے رمیز کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بچوں کے انداز میں کہا۔

"اوکے۔" رمیز صاحب نے مسکرا کر یاسمین کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

زندگی نام ہے آزمائش کا' دکھ تکلیف کا' درد کا' زندگی کچھ لوگوں کو بہت آزماتی ہے۔ بہت درد دیتی ہے۔ آزمائشوں سے گزارتی ہے۔ آزمائشوں سے گزرنا' دکھ سہنا ہی اصل جینا ہے۔ عاکش کی زندگی اسے آزمائے گی' درد دے گی یہ تو اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ عاکش کی زندگی میں وہ درد کا لمحہ آیا جب اسے خود پر اختیار نہیں رہا۔

"دھنک بیٹا! آج مینا کی طبیعت خراب ہے تم چائے بنالاؤ۔" رومیعہ نے دھنک سے کہا۔

"جی مما! میں ابھی بنا کے لاتی ہوں۔" دھنک شام کی چائے بنانے کچن میں داخل ہوئی۔ سامنے ڈائننگ ٹیبل پر عاکش بیٹھا تھا۔

"عاکش! آپ؟" دھنک کو خوش گوار حیرت ہوئی۔ وہ بے اختیار ٹیبل تک آئی ہاتھ بڑھا کر عاکش کو محسوس کرنا چاہا تو عاکش غائب ہوگیا۔ وہ پہلے پریشان ہوئی پھر حیران۔ اس کے بعد محظوظ انداز میں ہنسی۔ "اوہ مائی گاڈ! یہ عاکش نہیں تھے میرا وہم' میرا گمان' میرا خیال تھا۔" وہ خوب صورت سی ہنسی ہنس دی۔ پھر اس نے چائے کا پانی چڑھا کر جیسے ہی چولہا جلایا۔ ایک دم تیز آگ نے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔ وہ بری طرح چیخی۔ بہت بری طرح تڑپی وہ چیختے ہوئے صرف عاکش کا نام لے رہی تھی۔ سب گھر والوں کے کچن پہنچنے تک دھنک بری طرح جھلس گئی اور کچھ گھنٹے زندگی اور موت کی جنگ لڑنے کے بعد بالآخر دھنک زندگی کی بازی ہار گئی۔ دھنک کے رنگ پھیکے پڑ گئے تھے۔ خوش بوؤں کا سفر تھم چکا تھا۔ سب گھر والے اس ناگہانی موت پر دکھی تھے۔ یاسمین کو تو جیسے چپ لگ گئی۔ عاکش کو جلد سے جلد پاکستان پہنچنے کا کہا گیا۔ اسے دادا کی صحت کی خرابی کا بتایا گیا۔ عاکش نے پہنچنے میں بہت دیر کردی تھی دھنک کو جلال ہاؤس سے متصل ایک حصے میں دفنایا گیا۔ عاکش جیسے ہی گھر میں پہنچا اس کا دل بری طرح دھڑکا۔ کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے ہوا وہ دیوانہ وار بھاگتا ہوا اپنے کمرے تک پہنچا۔

"مما! مما کیا ہوا؟" "سب ٹھیک ہے نا؟ آپ رو کیوں رہی ہیں؟ یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟" وہ سراپا سوال تھا۔ اس نے رومیعہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بہت بے تابی سے پوچھا۔ اسے لگا اگر مما تھوڑی دیر اور خاموش رہیں تو اس کا دل پھٹ جائے گا۔

"مما بولیں پاپا آپ بتائیے کیا ہوا؟" وہ پاگلوں کی طرح ارتضٰی سے مخاطب ہوا۔

"بیٹا! وہ دھنک......!" ارتضٰی صاحب سے بولا نہ

گیا۔

''بابا کیا ہوا میری دھنک کو۔'' بے تابی' اضطراب' جنون' دیوانگی کیا کچھ نہ تھا عاکش کے لہجے میں۔ ارتضیٰ صاحب کے دل میں دکھ نے سر ابھارا۔

''پاپا بولیں میری دھنک کو کیا ہوا؟'' عاکش کی آواز بلند ہوگئی تھی۔ ''دھنک کہاں ہے؟'' عاکش کی آنکھوں میں تیزی سے پانی جمع ہوا۔ اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اردگرد دیکھا۔ سب کچھ تھا مگر اس کی آرزو نہ تھی۔

''دھنک' دھنک باہر آؤ کہاں ہو تم؟'' عاکش چیختے ہوئے دھنک کو پکارنے لگا۔

''وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے بیٹا!'' رمیز صاحب نے بہ دقت تمام کہا تھا۔ عاکش کو لگا کسی نے اس کے دل میں زہریلا تیر گھونپ دیا ہو۔ وہ ایک دم سکتے میں آ گیا۔

''پاپا! چاچو جانی کیا کہہ رہے ہیں؟ انہیں کہہ دیں میری دھنک کے بارے میں ایسا نہ کہیں۔'' آنسو تیزی اور روانی سے اس کی آنکھوں سے ہوتے ہوئے اس کا چہرہ بھگونے لگے۔ ''پاپا! میری دھنک کو کچھ نہیں ہوسکتا۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔'' عاکش کا ضبط ٹوٹا وہ اتنی شدت سے رویا کہ سب کو رلا گیا۔ رمیز صاحب اسے دھنک کی قبر تک لے آئے۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا قبر کے نزدیک گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ بڑھا کر دھنک کی قبر پر پھیرا۔

''میں نے کہا تھا نا دھنک! تم میری امانت ہو اپنا خیال رکھنا پھر کیوں تم نے اپنا خیال نہیں رکھا؟'' وہ منوں مٹی تلے سوئے وجود سے مخاطب تھا۔ تم میرے ساتھ بے وفائی نہیں کرسکتیں مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔ بولو' کس نے اجازت دی تمہیں مجھے چھوڑ کر جانے کی؟ بولو' بولو نا دھنک! کیوں کیا تم نے ایسا؟'' وہ بری طرح رو رہا تھا۔

''چاچو! بولیے نا دھنک سے کہ اٹھے مجھ سے بات کرے۔'' وہ رمیز صاحب سے مخاطب تھا۔

''بیٹا!'' رمیز صاحب نے تڑپ کر عاکش کو گلے لگایا۔ وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ کچھ دیر رونے کے بعد اس نے اپنی آنکھیں بہت بے دردی سے رگڑیں۔

''میں نے کہا تھا نا آپ لوگوں سے اگر میری آرزو کو کچھ ہوا تو آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

لوگ رسم دنیا نبھا کر چلے گئے۔ وقت عاکش کے لیے تھم گیا تھا۔ لمحے بے جان ہوچکے تھے۔ رنگ پھیکے ہوگئے تھے۔ سانسوں میں کوئی ہلچل نہ رہی تھی۔ دھڑکنوں میں کوئی امنگ نہیں رہی۔ لوگ کہتے ہیں کہ اک رشتہ ختم ہونے سے ساری دنیا ختم نہیں ہوتی مگر اس کا کیا ہو جس کی ساری دنیا ہی اک رشتے میں ہو۔

عاکش کے لیے دھنک ہی سب کچھ تھی۔ اس کی محبت' اس کی چاہت' اس کی دیوانگی' اس کا جنون' اس کا پاگل پن' اس کی دوست' اس کی ہمراز' اس کا غرور۔ سب کچھ تو تھی آرزو۔ عاکش کے خواب ہی نہیں بلکہ وہ خود بھی ٹوٹ کے بکھرا تھا۔ وہ اتنی بری طرح بکھرا تھا کہ اس نے خود کو سمیٹنے کی بھی کسی کو اجازت نہیں دی تھی۔ اگلے روز نئے دن کا نیا سورج جلال ہاؤس کے لیے بھاری آزمائش لایا تھا۔

''دھنک! تم جانتی ہو میں تم سے دیوانگی کی حد تک محبت کرتا ہوں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تم نے بے وفائی کی مجھے خود کو آخری بار دیکھنے نہیں دیا لیکن میں وفادار ہوں سچی محبت کرنے والا۔'' وہ دھنک کی قبر پر بیٹھا رو رہا تھا۔ ''میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر عاکش نے پسٹل نکال کر کنپٹی پر رکھ کر فائر کردیا۔ فائر کی آواز پر سب لان کی طرف بھاگے اس منظر کو دیکھ کر کئی دل خراش چیخیں فضا میں بلند ہوئیں۔

''عاکش! میرا بچہ......!'' رومیعہ دیوانوں کی طرح بھاگ کر عاکش کے بے جان وجود کے پاس پہنچی۔ جلال ہاؤس میں صف ماتم بچھ گئی تھی۔ محبت انسان کو بہادر بناتی ہے جینے کا حوصلہ دیتی ہے مگر جانے کیوں عاکش بزدل بن گیا۔ محبت صحرا میں پھول کھلاتی ہے جانے کیوں عاکش کی محبت نے گلستان کو صحرا بنا دیا؟

عاکش نے گھر والوں کو جو درد دیا تھا اس کا مرہم کسی کے پاس نہیں تھا۔ سب گھر والے بے حال تھے۔ کوئی بھی خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔

یاسمین دھنک کی موت سے گم صم ہوگئی تھی' عاکش کی موت نے ضبط کی ساری حدود' سارے پل توڑ دیے تھے۔ ''نن' نہیں...... نہیں عاکش تم مجھے اس طرح چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ تم مجھے' مجھے سزا...... سزا نہیں دے سکتے۔ نہیں' نہیں عاکش۔'' یاسمین بے حال تھی' بے قرار تھی۔ وہ عاکش کے لیے بہت مچلی تھی' بہت تڑپی تھی۔ دادا جی نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرکے پولیس کی دخل اندازی روک دی تھی۔

وقت ہر مرض کی دوا' ہر زخم کا مرہم ہوتا ہے۔ عاکش اور دھنک کو دنیا سے گئے ایک سال گزر گیا تھا۔ جب ارومان کا رشتہ آیا۔ بزرگوں نے منظوری دے دی۔

شادی پر سب کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔ رومیعہ یاسمین اور ارومان کے روپ میں دھنک اور عاکش کو دیکھ رہی تھیں۔ دلہن بنی یاسمین سوگوار چہرہ لیے بے حد حسین لگ رہی تھی۔ خوب صورتی سے سجی سیج پر بیٹھی یاسمین ارومان سے بات کرنے کے لیے مناسب الفاظ سوچ رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا خوش بوؤں سے مہکتا ارومان داخل ہوا۔ خوش بوؤں کا قافلہ یاسمین کے پاس رکا۔

''ارومان! مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔'' وہ ارومان کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔ وہ حیران ہوا۔

''میں اپنی زندگی کی بنیاد جھوٹ پر نہیں رکھنا چاہتی......!'' پھر یاسمین نے عاکش سے محبت سے لے کر عاکش کی موت تک سب لفظ بہ لفظ سچ سچ بتا دیا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ارومان نفرت کا اظہار کرے گا۔ اسے دھتکار دے گا صرف اپنے کمرے سے اور گھر سے نہیں بلکہ اپنی

زندگی سے بھی نکال دے گا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اروحان نے نہایت محبت، چاہت اور مان سے یاسمین کے ٹوٹے بکھرے وجود کو اپنی مضبوط بانہوں میں سمیٹا تھا۔ یاسمین کے ضبط اور حوصلے کے سارے پل ٹوٹ گئے تھے اس کے تھکے وجود کو محبت کی پناہ ملی تھی۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"میں تھک گئی ہوں اروحان! میرا سکون مجھ سے روٹھ گیا ہے۔ میرا ربّ مجھ سے ناراض ہے تبھی تو مجھے سکون نہیں ہے۔"

"مینا! سکون دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے اگر ہے تو وہ صرف اسی مالکِ حقیقی کے پاس ہے۔" اروحان نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف کی۔ "تمہیں سکون چاہیے تو سچ کا دامن تھام لو۔ ہم کل تمہارے گھر جائیں گے تم گھر والوں کو سب سچ بتا دینا۔ پھر ہم اپنے مالکِ حقیقی کے گھر جائیں گے۔ ہم عمرہ کی سعادت حاصل کریں گے۔ اس مالک کے گھر اس کی رحمتوں کو سمیٹیں گے۔" یاسمین ہلکی پھلکی ہوگئی تھی۔

وہ نوافل ادا کر کے اسی حالت میں لان میں چلی آئی۔

خلیل جبران کہتا ہے "دعا روح اور آرزو کی ہم آہنگی کا نام ہے۔ دینے والے اور لینے والے کے مابین ایک ایسے لمحے کی تخلیق کا پیش لفظ ہے جس میں خواہشوں کی تکمیل موجود رہتی ہے۔ دعا نہ مانگنے والے ہاتھ ریگستانوں کی طرح خالی رہتے ہیں۔ جس میں پانی کی ایک بوند برسائے بغیر بادل گزر جاتے ہیں۔"

یاسمین نے بھی دعا مانگی تھی، حوصلہ مانگا تھا۔

"معلوم نہیں میرے گھر کو میرے گلشن کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔" دادا جی قبر سے اٹھ کر لان کے دوسرے حصے میں آگئے۔

"میری نظر لگ گئی ہے آپ کے گلشن کو۔" یاسمین کی آواز پر دادا جی نے اسے دیکھا۔

"نہیں، میرا بیٹا! ایسے نہیں کہتے۔" دادا جی تڑپ ہی تو گئے تھے۔ اسی اثناء میں سب گھر والے آگئے انہیں اروحان بلانے گیا تھا۔

"دادا جی! آج مجھے سب گھر والوں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا ہے۔ آج مجھے اور میرے سچ کو سنیں۔ پھر آپ لوگ جو سزا دیں گے مجھے قبول ہوگی۔"

یاسمین از حد سنجیدہ تھی اور سب اس کی سنجیدگی سے پریشان ہو رہے تھے۔

"کیسا سچ بیٹا؟ کیا ہوا؟ کیا کہنا چاہتی ہو؟ کھل کے بات کرو۔" ارتضٰی صاحب نے کہا۔

"دادا جی میں عاکش سے محبت کرتی تھی......!"

یاسمین نے نظریں جھکا کر اعتراف کیا۔ سب حیران ہوئے مگر بولے کچھ نہیں کیونکہ ایک تو عاکش دنیا میں نہیں تھا دوسرا ایک کزن دوسرے کزن سے محبت رکھتا ہی ہے۔ "اس محبت کا ادراک مجھے اس وقت ہوا جب عاکش کی شادی کی بات چلی تھی۔ اس نے دھنک کے لیے ہاں کہی تھی۔ مجھے بہت جلن ہوئی، بہت غصہ آیا۔ اتنا غصہ کہ میں نے سوچ لیا تھا اب عاکش کو پانا ہے۔ جو بھی ہو جس طرح بھی ہو مجھے عاکش چاہیے عاکش میرا نہیں تو دھنک کا بھی نہیں......!"

رمیز صاحب سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ ان کی بیٹی کیا کہنے جا رہی ہے۔

"عاکش دھنک سے محبت کرتا تھا۔ بے انتہا محبت! اسی بات نے میرے اندر حسد کو جنم دیا۔ اس حسد میں، میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوگئی۔

پھر میں نے دھنک اور عاکش میں بے اعتباری قائم کرنے کے لیے جعلی تصاویر بھیجیں لیکن عاکش کے اعتبار کی انتہا دیکھی میں نے۔ جب دادا دھنک کو مار رہے تھے مجھے بہت خوشی ہوئی تھی، میں نے دادا جی کا جوش بڑھانے کے لیے دھنک کے خلاف میٹھا میٹھا زہر اگلنا شروع کر دیا۔ دادا کو مزید غصہ آنے لگا لیکن عاکش نے دھنک کا بھرپور دفاع کیا......!"

رمیز صاحب کو ایک دم شدید غصہ آیا۔ "یاسمین کیا

بکواس کر رہی ہو تم؟" انہوں نے یاسمین پر ہاتھ اٹھایا مگر اروحان نے پکڑ لیا۔ دادا جی کے دماغ کی اسکرین پر ماضی کی فلم چلنے لگی۔ تاریخ خود کو دہرا رہی تھی۔ کہانی وہی تھی بس کردار مختلف تھے۔ دادا جی کی جگہ رمیز صاحب، دھنک کے بجائے یاسمین، عاکش کا کردار اروحان نبھا رہا تھا۔

"مینا! تُو نے حد ہی کر دی۔" رمیز صاحب چلائے تھے۔ اروحان نے ان کو پکڑا تھا۔

"نہیں پاپا! میں نے حد کو پار کر دیا تھا۔" دھیرے سے آنسو پھسل کر گال پر ٹپکا۔ "یاد ہے پاپا! میں نے آپ سے پچاس ہزار روپے مانگے تھے؟ یہ رقم لیتے ہوئے آپ سے جھوٹ بولا تھا کہ فرینڈ کو پارٹی دینی ہے وہ رقم میں نے......!" آنسوؤں کا گولا یاسمین کے حلق میں پھنس گیا تھا۔ وہ اپنی زندگی کی سب سے کریہہ حقیقت عیاں کرنے والی تھی لیکن آج اسے بولنا تھا خاموشی کے سارے بند توڑنے تھے۔

"وہ رقم میں نے ایک کرائے کے غنڈے کو دی تھی کہ ہمارے گھر کی گیس لیک کر دے اور خود یہ شہر چھوڑ کر چلا جائے۔" وہ خود پر قابو نہیں رکھ پائی۔ اپنی سسکیاں روکنے کے لیے اس نے اپنے ہونٹوں پر دونوں ہاتھ رکھے۔ آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

"وہ گیس لیک کر کے چلا گیا۔ اس دن میں نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنایا اور دھنک کو کچن میں بھجوا دیا۔ دادا جی یقین کریں، میں اسے جان سے مارنا نہیں چاہتی تھی۔ میں بس اس کا خوب صورت چہرہ خراب کرنا چاہتی تھی۔ تاکہ عاکش اس سے نفرت کرنے لگے۔" مینا بول رہی تھی سب سکتے میں تھے۔ رمیز صاحب ڈھے ہی تو گئے تھے۔

"دھنک کی موت نے میرے ہوش و حواس چھین لیے لیکن دل میں یہ امید تھی کہ اب عاکش کے پاس کوئی چوائس نہیں، وہ صرف میرا ہے۔ میرے احساسات پر تو بس خود غرضی کا راج تھا۔ ایک انجانی سی خوشی تھی جس کے حصار سے نکلنا مشکل تھا۔ میں خاموش رہ کر اس خوشی کو محسوس کرتی تھی۔ سب سمجھتے تھے کہ مجھے دھنک کی موت کا صدمہ ہے مگر جب عاکش نے خودکشی کی تو مجھے لگا کہ مجھے میرے گناہوں کی سزا مل گئی ہے۔ سب کچھ ختم ہوگیا تھا۔" یاسمین اب ویران آنکھوں اور بھیگے بھیگے چہرے سے دھنک اور عاکش کی قبروں کو دیکھ رہی تھی۔ "اس دن سب روٹھ گئے تھے میرا ربّ میرے عاکش اور دھنک، میرا سکون، میری نیند، میرا اقرار سب کچھ، اس دن میں پل پل تڑپی ہوں۔ پل پل دعا مانگی ہے۔ لمحہ لمحہ ربّ سے معافی مانگی مگر ہاتھ اس دن بھی خالی تھے آج بھی خالی ہیں۔" یاسمین نے اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھا۔ "دادا جی مجھے معاف کر دیں۔" اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیے۔

"میں نے ایک بار اپنی بیٹی کھوئی ہے۔ دوبارہ کھونا نہیں چاہتا۔" دادا جی بولے تو فقط اتنا پھر انہوں نے یاسمین کو گلے لگا لیا۔

رمیز صاحب دکھی تو بہت تھے مگر پھر بھی انہوں نے یاسمین کو معاف کر دیا۔

جب مسلمان حج یا عمرہ کے سفر کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے گھر والوں اور دوستوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرے اور تمام گناہوں سے سچی توبہ کرنے میں جلدی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اے ایمان والو! تم سب اللہ سے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ (النور ۳۱)

اور سچی توبہ ہے گناہوں سے باز آنا۔ گناہوں کو چھوڑ دینا۔ پچھلے گناہوں پر نادم ہونا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم رکھنا۔

یاسمین اور اروحان عمرہ کی سعادت حاصل کرنے جا رہے تھے۔ یاسمین جانتی تھی کہ اس کا ربّ اسے ضرور معاف کر دے گا۔ دھیرے دھیرے پُرسکون ہو کر اس نے آنکھیں موند لیں۔

وجودِ زن
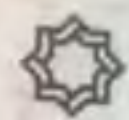
ثمن بلوچ

جدا کر کے اُسے خود سے میں گھر آ کر بہت رویا
جہاں جاتے تھے ہم دونوں وہاں جا کر بہت رویا
میں پہلے اُس کا رونا سوچ کر ہنستا رہا پہروں
میں پھر اُسی کی ہنسی کو ذہن میں لا کر بہت رویا

وہ آفس سے گھر لوٹی تو روز کی طرح حمیرا بی بی صحن میں رکھی چارپائی پر لیٹی درد سے کراہ رہی تھیں۔ اس نے جلدی سے کندھے پر لٹکا بیگ اُتار کر وہیں رکھ دیا۔

"اماں! بہت درد ہو رہا ہے کیا؟" چارپائی کے کونے پر بمشکل ٹک کر وہ ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی۔

"آہ!" انہوں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ روز کی طرح وہ شام ڈھلے ہی گھر لوٹی تھی۔

"احسان نے آپ کو دوائی نہیں پلائی اماں!" فکرمندی سے ان پر نظریں جمائے اب وہ ان کا سر دبانے لگی۔

"وہ تو پتا نہیں کہاں ہے بیٹا!" سر دبانے سے وہ آرام محسوس کر رہی تھیں۔

"وصی کو بھی بخار تھا' عروج بھی جانے کیوں رو رہی تھی' میں ان کے پاس جا نہیں سکی۔ تُو میری فکر چھوڑ ان کو دیکھ۔" وہ اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگیں تو مسرت نے دو تکیوں کے سہارے انہیں بٹھا دیا۔ وصی شاید سو چکا تھا۔ عروج فرش پر اپنی کتابیں پھیلائے پنسل منہ میں دبائے کاپی کے ورق جلدی جلدی ہٹاتی جا رہی تھی۔ زارا بھی

...ن کی کرسی کے پاس بیٹھ کر ٹی وی دیکھنے میں مگن تھی۔ ...ن آس پاس سے بے نیاز کرسی کی پشت گاہ پر سر ...ے سگریٹ کے لمبے لمبے کش لے کر ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھا۔ کچھ لمحے یونہی مسرت کمرے کے اندر کا ...ول دیکھتی رہی۔ اندر آ کر وصی کی پیشانی پر ہاتھ رکھا جو ...ے بہت گرم محسوس ہوئی' اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ ...س نے ایک دفعہ یونہی احسان پہ نظر ڈالی جو مگن انداز میں ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل اپنی قسمت پر ماتم کرنے کو چاہا۔ وہ دراز میں سے اماں اور وصی کے لیے دوائی نکالنے ...گی اسی لمحے احسان کو مسرت کی آمد کا علم ہوا تھا۔

"آ گئی بیگم صاحبہ!" نظریں ٹی وی پر ہی جمائے وہ طنز سے کہہ رہا تھا۔

اس نے ایک نظر احسان پر اور دوسری بے سدھ پڑے وصی پر ڈالی۔

.......☆☆☆.......

کلینک پر لوگوں کا کافی ہجوم تھا۔ وہ وصی کو لے کر ایک بنچ پر بیٹھی اپنی باری کا انتظار کرنے لگی۔ بخار کی وجہ سے وصی کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ مسرت نے اسے سختی سے اپنے ساتھ بھینچ رکھا تھا' شدید بخار کی وجہ سے مسرت کا بھی جسم جلنے لگا تھا۔ اندر سے ایک جوڑا باہر آیا تو وہ اپنی باری آنے پر سرعت سے اندر داخل ہوئی۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد دواؤں کا طویل نسخہ اسے تھما دیا اور ساتھ ساتھ دو وقت دودھ پلانے کی بھی خاص تلقین کی تھی۔ بیگ میں جتنے پیسے تھے اس نے کچھ سے ڈاکٹر کی فیس ادا کی اور کچھ سے دوائیاں لی تھیں۔ رکشہ رکوانے کا خیال دل میں کئی بار آیا مگر بیگ میں پیسے نہ ہونے کی وجہ سے وہ وصی کا کانپتا وجود سنبھالتی آہستہ آہستہ سڑک کے کنارے چل رہی تھی۔

"اماں! گلا گھونٹ دیا ہوتا اپنی بھانجی کا' بجائے میرے سر تھوپنے کے۔ اس کے ماں باپ کے مرنے کی ذمہ داری کیا میں نے لی تھی؟ عرصے سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا اور شادی کے بعد بھی وہی شکل سامنے آ گئی۔" گھر پہنچی تو احسان اپنی بائیک صاف کرنے کے ساتھ ساتھ بوڑھی ماں کے احساسات پر بھی ضربیں لگا رہا تھا۔ اس نے یونہی ایک نظر ان پر ڈالی۔ حمیرا بی بی آنسو بہاتی اسے بہت کمزور لگ رہی تھیں۔

"لو آ گئی......" ایک نظر مسرت پر ڈال کر وہ دوبارہ بائیک صاف کرنے لگا۔ وہ سرعت سے کمرے کی طرف چلی گئی۔ وصی کو بستر پر لٹا کر وہ دوائی کی پرچی لے کر باہر آ گئی۔

"احسان! یہ نیچے لکھی دو دوائیاں لیتے آنا' میرے بیگ میں پیسے کم تھے اس لیے نہیں لے سکی اور ساتھ میں دودھ بھی لانا' ڈاکٹر نے وصی کو دو وقت دودھ پلانے کا کہا ہے۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی پرچی اس کی جانب بڑھائی۔

"میں کہاں سے لاؤں؟ نوکری تم کرتی ہو دوائی اور دودھ میں لے کر آؤں؟" وہ اسے نظر انداز کرتا بائیک لے کر گھر سے نکل گیا۔ وہ اپنے ہاتھ میں تھامی پرچی دیکھتی رہ گئی۔

"ہائے اللہ!" حمیرا بی بی کمر پر ہاتھ رکھے کراہ رہی تھیں۔ مسرت سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی۔ آج چھبیس تاریخ تھی اور ان تاریخوں میں اکثر مسرت کے پاس پیسے کم پڑ جاتے تھے۔ تین دنوں سے وہ وصی کی وجہ سے آفس بھی نہیں گئی تھی۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ وصی بستر پر پڑا کانپ رہا تھا' وہ جلدی میں وصی پر کمبل ڈالنا بھی بھول گئی تھی' اس نے جلدی سے ایک کمبل اس کے اوپر ڈالا اور دوا میں نکال کر اسے پلانے لگی۔ باہر سے زارا اور عروج کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ وصی کو سلا کر باہر آئی۔

"آ گئیں تم لوگ اسکول سے......؟" وہ دونوں کو پیار کرتے ہوئے بولی۔

"امی! ٹیچر نے کہا ہے کہ میں کل جوتے پہن کر آؤں ورنہ وہ مجھے کلاس کے اندر نہیں جانے دیں گی۔" زارا نے کہا تو مسرت پریشانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"بیٹا! میں نے تمہیں کل بھی کہا تھا کہ اپنی مس سے کہنا کہ امی کو تنخواہ ملے گی تو وہ مجھے جوتے دلا دیں گی۔" وہ پیار سے اس کے بال سہلانے لگی۔

"امی! میں نے کہا تھا مگر وہ کہتی ہیں کل پہن کر آؤ۔" زارا معصومیت سے کہہ رہی تھی۔ مسرت کا دل رونے کو چاہا۔

"تم کل اسکول مت جانا۔ جب جوتے ملیں گے تب چلی جانا۔" کہہ کر وہ اماں کی طرف چل دی۔ پاس رکھی دوائی اٹھا کر انہیں پلائی پھر صحن کے کونے میں رکھے برتنوں سے کھانا نکالنے لگی۔ اس سال شہر میں بہت بارشیں ہوئی تھیں' سوکھی کچی اینٹوں سے بنا باورچی خانہ زمین بوس ہوچکا تھا۔ اب صحن کے کونے میں ایک عدد چولہا' دو چار پرانے برتن' ایک پانی سے بھرا مٹکا گویا باورچی خانے کی کمی پوری کررہے تھے۔

......☆☆☆......

ماموں! میرے لیے کیا لائے؟" عروج خوشی سے آفاق کی گود میں بیٹھ کر بولی۔

"آپ کے لیے گڑیا اور کپڑے لایا ہوں۔" اس نے تھیلی نکال کر اسے تھمائی تو وہ خوش ہوگئی۔ حمیرا بی بی اسی طرح چارپائی پر تکیوں کے سہارے بیٹھی ہوئی تھیں۔ آفاق سب کو ان کے تحائف تھما رہے تھے۔ اسی وقت احسان کمرے سے نکلا اور آفاق کو نظر انداز کرتا باہر نکل گیا۔ مسرت شرمندہ سی گیٹ کی طرف دیکھنے لگی۔

"خالہ! اب میں جارہا ہوں۔" وہ حمیرا بی بی کے سامنے جھکا تو انہوں نے اس کے بال سہلاتے ہوئے دعا دی۔ جاتے جاتے اس نے مسرت کے ہاتھ میں پانچ سو کا نوٹ تھما دیا تھا۔ وصی کا بخار اُتر چکا تھا۔ وہ جا کر کمرے میں لیٹ گئی۔ بارہ بجے تک وہ کھانا پکا کر آفس جاتی تھی پھر شام کو سات بجے وہاں سے لوٹتی پھر حمیرا بی بی کی خدمت گزاری کے بعد اپنے بچوں اور شوہر کے کام کرتی' رات کا کھانا پکاتی' وہ خود بھی چلتی پھرتی مریضہ تھی' بیڈ پر لیٹ کر وہ آرام محسوس کرنے لگی۔

"مسرت! میرے لیے چائے بنادو۔" گویا حکم ہی تھا۔ وہ اسی وقت کمرے میں آیا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آپ کو آفاق سے کم از کم بات تو کرلینی چاہیے تھی۔"

"میرا باپ نہیں ہے آفاق! جو قبر سے اٹھ کر آیا ہے اور میرا بات کرنا ضروری ہے اس سے۔" وہ حسب عادت چلانے لگا تو مسرت خاموشی سے باہر چلی آئی۔

"لیجیے!" وہ چائے کا کپ اسے تھماتے ہوئے بولی۔

"آج کالی ٹیکسی میں بیٹھ کر کہاں جارہی تھیں تم؟" وہ گھونٹ بھر کر پوچھنے لگا۔

"ارسلان صاحب کے ساتھ میٹنگ تھی' اس لیے ان کے ساتھ جانا پڑا۔" وصی پر کمبل ڈال کر وہ بولی۔ احسان اسے کڑے تیوروں کے ساتھ گھور رہا تھا۔

"سیر سپاٹے کرنے جارہی تھیں اور نام میٹنگ کا لے رہی ہو۔" اس نے چائے ختم کرکے کپ میز پر رکھ دیا۔

"الزام کیوں لگاتے ہیں آپ مجھ پر؟ ایک تو نوکری کے لیے خوار ہوں۔ پھر آپ کے طعنے تشنعے...... کما کر آپ کا اور بچوں کا پیٹ پالتی ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عورت ہوں۔" وہ لفظ "عورت" پر زور دے کر ایک دم رونے لگی تھی۔

"خود شوق ہے تمہیں دفتروں میں کام کرنے کا...... عورت ہو تو گھر میں بیٹھ جاؤ۔" وہ اس کے آنسوؤں کو نظر انداز کرکے اس پر چلانے لگا تھا۔

"گھر میں بیٹھ جاؤں تو تم دو وقت کی روٹی کیسے کھاؤ گے احسان! تمہاری بائیک کا پیٹرول کہاں سے آئے گا۔ بچوں کے اسکول کی فیس کون بھرے گا۔ تمہاری ماں کی دوائیاں کہاں سے آئیں گی؟" وہ اس کے برعکس آہستگی سے بولی تھی۔

"ماں کی دوائی کا طعنہ دیتی ہو' زبان درازی کرتی ہو......؟" تھپڑ کس کے اس کے منہ پر مارتے ہوئے بولا۔ وصی نیند سے جاگ کر رونے لگا۔ زارا اور عروج بھی دادی کے پاس سے اٹھ کر اندر آگئی تھیں اور روتی ہوئی ماں کو دیکھ کر پریشان ہوگئیں۔

"کیا ہوا امی؟" زارا قریب آ کر اپنے ننھے ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھنے لگی۔

"کچھ نہیں ہوا۔ زندہ ہے تمہاری ماں۔ چلے جاؤ تم دونوں۔" وہ دونوں پر چلانے لگا تو وہ ڈر کر کمرے سے نکل گئیں۔ وہ سگریٹ سلگا کر ٹی وی کھول کر بیڈ پر نیم دراز ہوگیا۔

......☆☆☆......

"آج کل کے معاشرے میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کررہی ہیں۔ بالکل اسی طرح ہماری کمپنی بھی خواتین کے بنا ادھوری ہے' لہٰذا آپ لوگوں سے التماس ہے کہ اپنا کام توجہ اور لگن سے کرتی رہیں اور آج

کہ ہماری کمپنی کا ماحول پُرسکون ہے اور خواتین حوصلہ اور محنت سے ہمیشہ کی طرح کام کررہی ہیں اور مجھے امید ہے خاص طور پر خواتین سے کہ وہ ہمیشہ قوم کا نام روشن کرتی رہیں گی۔" باس میٹنگ برخاست کرکے جاچکے تھے۔ مسرت اپنی چادر سنبھالتی باہر نکلی۔ رکشہ ٹیکسی اور موٹر سائیکلوں کا ہجوم تھا۔ سب اپنی بیویوں اور بہنوں کو لینے آئے تھے' اس نے کچھ لمحے یونہی باہر کھڑے انتظار کرتے آدمیوں پر نظر ڈالی جو اپنی سواریوں کو گھر لے جانے والے تھے۔ وہ پیدل ہی فٹ پاتھ پر چلنے لگی دس منٹ تک چلنے کے بعد اپنی مخصوص گلی میں پہنچ کر لکڑی کا دروازہ کھٹکھٹانے لگی کچھ پل بعد زارا نے دروازہ کھولا تھا۔

"امی! آپ نے اتنی دیر کردی؟ ابو غصہ کررہے ہیں۔" وہ اندر داخل ہوکر دروازہ بند کررہی تھی کہ زارا بول پڑی۔ وہ بیگ صحن کی کھڑکی پر لٹکا کر کمرے میں داخل ہوئی۔ بیڈ کی شکن آلود چادر پر چند تکیے بکھرے پڑے تھے۔ دونوں کرسیاں دروازے کے پاس الٹی پڑی تھیں۔ دو چار ٹوٹے مگ فرش پر بکھرے تھے۔ وصی اور عروج نیچے خوف زدہ سے بیٹھے ہوئے تھے' وہ کرسی ہٹا کر کمرے کے اندر آگئی۔

"مرجاتی وہیں...... کیوں آئی ہو تم؟" وہ اسے دیکھتے ہی سگریٹ بجھا کر اس پر چیخنے لگا۔ اسے کوئی جواب نہ دیتے ہوئے وہ بیڈ سے تکیے اکٹھے کرکے چادر ٹھیک کرنے لگی۔ ٹوٹے مگوں کے شیشے اکٹھے کرکے ڈسٹ بن میں ڈال کر وہ کمرے سے رات کا کھانا پکانے کی غرض سے نکل گئی۔ اس دوران احسان مسلسل بولتا رہا تھا اور وہ خاموشی سے اپنے کام میں مگن رہی تھی۔ کھانا بنا کر وہ حمیرا بی بی کے لیے پرہیزی کھانا الگ بنارہی تھی۔ بچے بھوک کی وجہ سے دادی کے پاس بیٹھ کر مسرت کو تک رہے تھے۔ اس نے جلدی سے کھانا پلیٹوں میں نکالا' زمین پر دسترخوان بچھا کر پلیٹیں سیٹ کردیں۔ احسان کو کھانے پر بلانے کی غرض سے کمرے کی طرف چل دی۔ زمین پر کئی بجھے ہوئے سگریٹ پڑے ہوئے تھے' وہ نجانے کب سے سگریٹ کے کش لے لے کے ٹی وی دیکھنے میں مگن تھا۔

"کھانا لگا ہوا ہے آ کر کھالیں۔" دوپٹے سے چہرے پر آیا پسینہ پونچھ کر وہ احسان سے کہہ رہی تھی۔ اس نے ہونٹوں میں دبا سگریٹ نکالا اور لمبا دھواں چھوڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں کھانا مجھے......! چلی جاؤ یہاں سے......" وہ غصے سے بول کر واپس اپنے مشغلے میں مصروف ہوگیا تھا۔

"کھانا تو کھالیں آپ...... میں نے......"

"چپ ہوجاؤ' کہا نا نہیں کھانا مجھے۔" وہ خاموشی سے وہاں سے ہٹ گئی تھی' پورا دن بھاگ دوڑ کرنے کے بعد رات کو کھانا بنایا اس کے بعد کا بچا ہوا وقت حمیرا بی بی کی خدمت گزاری میں صرف کرکے وہ بھوکی ہی سوگئی تھی۔

......☆☆☆......

"نکل جاؤ میرے گھر سے' چلی جاؤ ایک قمیص بھی تم سے ڈھنگ سے استری نہیں ہوتی تم میرے بچے کیسے پالو گی؟ میں نے کہا' نکل جاؤ۔" اس کے چہرے پر تھپڑوں کی بارش ہورہی تھی' وہ لڑکھڑا کر کبھی دروازے سے جا لگتی تو کبھی دیوار سے۔ حمیرا بی بی جھکی ہوئی چارپائی سے اٹھنے کی ناکام کوششوں میں لگی ہوئی تھیں۔ مار پیٹ کر اس نے اسے دروازے سے باہر دھکیل کر دروازہ اندر سے بند کیا تھا۔ باہر وہ دونوں ہاتھوں سے دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی مگر اسے اندر سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ بچے اسکول جاچکے تھے' گلی سے گزرتے ہوئے لوگوں کی نظریں اسے بہت تکلیف دے رہی تھیں' وہ اب تک دروازے پر کھڑی تھی' اسے آس پاس کے گھروں کی کھڑکیوں سے دیکھا جارہا تھا۔ پڑوس کے لوگ اچھی طرح اس کے حالات سے واقف تھے۔ احسان تقریباً ہر روز ہی اس پر چلاتا تھا' جس کی آوازیں پڑوس کے گھروں تک سنی جاتی تھیں پھر احسان کا نکما پن اور اس کی گھر اور بچوں کے لیے جدوجہد اور خدمت گزاری' کسی سے مخفی نہ تھی۔

"مسرت یہاں رک کر دروازہ کھٹکھٹانے سے نہیں کھلے گا' تم اتنے سارے لوگوں کا پیٹ اکیلے ہی پال سکتی ہو تو خود اپنی ذات کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ نہیں ڈھونڈ سکتیں؟ چلی جاؤ' اس گلی کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دو۔ کیا دیا ہے تمہیں اس گھر نے...... کیوں توقعات وابستہ ہیں تمہاری اس ٹوٹے پھوٹے گھر سے......؟ چلی جاؤ مسرت!" ضمیر کی آواز جیسے اسے ہوش میں لائی تھی۔ اس نے دروازے سے اپنی سرخ ہوتی ہتھیلیاں ہٹادی تھیں۔

''میرے بچے......'' وہ پلٹ کر جانے لگی تھی کہ ایک زنجیر نے اس کے قدموں کو روکا۔ وہ کیسے یہ دہلیز چھوڑ سکتی تھی۔ اتنے سالوں سے وہ یہ سب کچھ اپنے بچوں کی خاطر ہی تو سہ رہی تھی۔

''تمہاری اولاد احسان کی بھی اولاد ہے مسرت! وہ مرد ہے' کہیں سے بھی ان کا پیٹ پال سکتا ہے۔ تم چلی جاؤ' چھوڑ دو اس دہلیز کو......'' جیسے اس کے اندر کی مسرت اس سے کہہ رہی تھی۔ اس نے قدم بڑھادیئے تھے۔ دوپٹے سے اپنا وجود چھپا کر وہ فٹ پاتھ پر تیز قدموں سے چل رہی تھی۔

......☆☆☆......

بچے اسکول سے آکر مسرت کا پوچھنے لگے تھے۔ حمیرا بی بی خاموشی سے آنسو بہاتی رہی تھیں۔ انہیں اپنا وجود بالکل بے کار لگا' وہ اپنی بہن کی آخری نشانی کو بھی سنبھال نہیں سکی تھیں۔

''مرگئی تم لوگوں کی ماں ابھی دفن کرکے آرہا ہوں اسے۔'' دروازہ کھول کر اندر آتے ہوئے وہ تینوں سے مخاطب ہوا۔ بچے رونے لگے تھے۔

''کیوں تُو ایسا کرتا ہے احسان! جوان عورت کو اس طرح دھکے مار کر گھر سے نکال دیا جا' لے کے آ اسے...... تیری بیوی ہونے سے پہلے وہ میری مرحومہ بہن کی امانت ہے۔'' حمیرا بی بی اٹھ کر بیٹھنے لگی تھیں کہ ناتوانی کے باعث واپس چارپائی پر گر سی گئیں۔ آنکھیں تیزی سے برسنے لگی تھیں۔ آج ان کے وجود کو سہارا دینے کے لیے کوئی موجود نہیں تھا۔ انہیں اپنی قسمت پر ٹوٹ کر رونا آیا۔

''تُو اٹھ...... جا لے آ اپنی لاڈلی کو......'' وہ ماں پر چلانے لگا تھا۔ جس کا وجود روز بہ روز کمزور سے کمزور تر ہوتا جارہا تھا۔

''ابو! بھوک لگی ہے۔'' تین بج گئے تھے' وصی کمرے میں آکر بولا۔

''لگنے دو بھوک۔ نہیں ہے کھانا...... جا...... جا کے بھیک مانگ۔'' وہ اٹھ کر اس کے قریب آیا اور ہاتھ اٹھا کر اس کے ننھے گال کو سرخ کرنے والا تھا کہ وصی ڈر کر بھاگ گیا۔ اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ دادی کے پاس جاکر رونے لگا جو خود بھی رو رہی تھیں۔ جانے مسرت کی دوری کا رونا تھا کہ بھوک کی شدت کا......!

......☆☆☆......

''میں عورت ہوکر اور کیا کروں آفاق! شام گئے گھر لوٹتی ہوں۔ دن بھر دھکے کھا کھا کے میں یہ بھول جاتی ہوں کہ میرا اپنا بھی اک وجود ہے۔ احسان تو بس ایسے ہی ہیں! اچھا کروں تب بھی چلاتے ہیں بُرا کروں تو اور بھی......'' آنسوؤں نے آواز پر غلبہ پالیا تو وہ روتی چلی گئی۔

''بس اب چپ ہوجاؤ' چلو میں تمہیں چھوڑ کر آتا ہوں گھر۔'' آفاق نے قریب آکر اسے سہارا دے کر کھڑا کیا تو وہ نفی میں سر ہلاتی دوبارہ بیٹھ گئی۔

''میں نہیں جاؤں گی وہاں...... کبھی نہیں جاؤں گی۔ جب انہیں میری کمی محسوس ہوگی وہ خود آجائیں گے مجھے لینے۔'' وہ مصمم ارادے کے تحت کہتے ہوئے ایک بار پھر رو دی تھی۔

''تمہارے بچے تو بھوک سے مرجائیں گے۔ تمہیں تو اپنے بچوں کے پاس جانا چاہیے۔'' رانیہ بھابی اسے ہر صورت دوبارہ گھر بھیجنا چاہتی تھیں۔

''اگر میری ضرورت ہوگی تو وہ خود آجائیں گے یہاں۔ یہ میرے بھائی کا گھر ہے۔'' انداز جتانے کا سا تھا۔ ''سب سے بڑھ کر میرے ماں باپ کا گھر ہے میرا اور میرے بچوں کا حق ہے یہاں رہنے کا...... آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی۔ میں خود کماتی ہوں۔'' رانیہ چپ ہوکر رہ گئی تھی۔ اس نے آنسو صاف کیے۔ ''کہتے تھے پچھلے دور میں عورتوں کے ساتھ جانوروں کا سا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ آفاق! میرا حال ان ہی عورتوں جیسا ہے۔ میں جتنا کروں جیسا کروں احسان تنقید کرتے رہتے ہیں۔ میں عورت ہوکر خود کو کبھی کمزور محسوس کرنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر میرے ساتھ ظلم ہوتا ہے آفاق! میرے سہنے کی حد ختم ہوچکی ہے۔ میں مزید نہیں سہ سکتی بہت کمزور ہوگئی ہوں میں بہت......'' وہ دوبارہ رونے لگی۔ رانیہ دور بیٹھی اسے ترچھی نگاہوں سے گھور رہی تھی۔ آفاق نے اس کے کندھے پر مضبوطی سے ہاتھ جما کر اسے اپنے ہونے کا بھرپور احساس دلایا تھا۔

''احسان کو تمہاری ضرورت ہوگی تو خود آجائے گا معافی مانگنے' بہ صورت دیگر اس گھر پر تمہارا بھرپور حق ہے یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ بچوں کی فکر مت کرو' وہ بچے ہیں خود کو بھوک لگے گی تو بچوں کا خیال بھی آجائے گا۔ باقی رہی اس کی ماں...... تو ان کی خدمت گزاری تمہارا نہیں' احسان کا فرض ہے۔'' اس کے آنسو صاف کرکے آفاق نے اس کا چہرہ اوپر کیا جہاں اطمینان کی دھندلی لکیر نظر آرہی تھی۔ وہ ایک بار پھر شدت سے رونے لگی تھی۔ آفاق نے بڑی مشکلوں سے اسے چپ کرایا۔ رانیہ بھابی بچی کے جاگنے کا بہانہ کرکے وہاں سے چل دی تھیں۔ ماحول پُرسکون تھا۔ آنسو بہہ بہہ کے تھک گئے تھے۔ وہ اپنا درد سے بے حال ہوتا وجود آہستہ سے بیڈ پر گرا کر وصی کو آس پاس محسوس کرنے لگی' جو اس کے بغیر اک پل بھی نہیں رہ سکتا تھا۔

''نجانے کیسا ہوگا وصی! پتا نہیں انہوں نے کھانا بھی کھایا ہوگا کہ نہیں......؟'' چھت کو مسلسل گھورتے ہوئے وہ تمام خیال ذہن سے جھٹک کر سونے کی ناکام کوشش کررہی تھی مگر کبھی وصی کا سراپا آنکھوں کے سامنے گھومتا تو کبھی عروج اور زارا کی خوف زدہ صورتیں۔ کبھی چارپائی پر پڑا وہ ہلتا وجود جس کی زندگی بس وہیں تک محدود تھی۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اور وہ جو کہا گیا ہے کہ نیند تو سولی پر بھی آجاتی ہے' گہری نیند نہ سہی مگر بظاہر سوگئی تھی۔

......☆☆☆......

بیڈ پر سوئے احسان کو رات کے جانے کس پہر کھانسی بے حد ستا رہی تھی۔ وہ مسلسل کروٹیں بدلتے ہوئے کھانستا ہی جارہا تھا۔

''مسرت! پانی......'' کھانس کھانس کر اس کا گلا بیٹھ گیا تھا۔ ''پانی...... مسرت پانی......!'' لبوں پر سختی سے ہاتھ جمائے ایک بار پھر وہ زور زور سے کھانسنے لگا۔

''مسرت! پانی دو......'' اس نے سائیڈ پر زور سے ہاتھ مارا' آنکھیں بمشکل کھولیں۔ ''مسرت!'' وہ پھر آواز دینے لگا۔ ''شاید اماں کے پاس مرگئی ہے۔'' وہ اٹھ کر باہر جانے لگا تو دن کا پورا واقعہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ وہ سر جھٹک کر پانی کے مٹکے کے پاس گیا' گلاس کہیں نہیں مل رہا تھا۔ اسے قریب پڑا ٹوٹا سا پیالہ مل گیا۔ اس نے مٹکے میں پیالے کو ڈبو کر پانی نکالنا چاہا مگر مٹکا سوکھا ہوا تھا اس کی تہہ میں تھوڑا سا پانی رہ گیا تھا جس میں مٹی ملنے کا شبہ تھا۔ اس نے ایک نظر اماں کے بے خبر وجود پر ڈالی جو دنیا و مافیہا سے بے نیاز نیند کی گہری وادی میں تھیں۔ وہ پیالہ وہیں پھینک کر کمرے میں آیا۔

''ابو! پانی......'' وصی بھی نیند سے اٹھ گیا۔ وہ جھنجلا گیا۔

''کہاں سے لاؤں پانی! تیری ماں پانی کا مٹکا بھی ساتھ لے گئی ہے۔'' رات کے اس پہر بھی وہ چلانے لگا تھا۔ وصی کو ایک زبردست چانٹا مار کر سلادیا تھا جو خوف زدہ ہوکر روتے روتے سوگیا تھا مگر گہری نیند میں بھی وقفے وقفے سے سسکیاں لے رہا تھا۔ احسان کی نیند غائب ہوچکی تھی۔ اس نے دراز کھولی مگر ایک سگریٹ بھی نہیں تھا' جس سے وہ باقی بچی ہوئی رات گزار سکے۔ وہ سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں مسرت کو کوسنے لگا۔ باقی رات اس نے جالوں بھری چھت دیکھ دیکھ کر گزار دی تھی۔ صبح کی اذانیں ہورہی تھیں مگر نماز کا تو وہ پابند نہیں تھا' وہ بچپن سے ہر اذان کو نظر انداز کرتا آرہا تھا۔

تھوڑی سی روشنی پھیلتے ہی بچے نیند سے اٹھ گئے تھے۔ اس کو چائے کی بے حد طلب ہونے لگی تھی۔ بچے تو کل سے ہی بھوکے تھے' رات کو دو دو سلائس کھلا کر سلادیا تھا۔ وہ اٹھ کر باہر چلا گیا تھا۔ اماں کے پاس بوتل میں پانی پڑا ہوا تھا۔ سو کچھ پی کر کچھ کو چینی پتی ڈال کر قہوہ بنا ڈالا تھا۔ بچوں نے خاموشی سے قہوہ پی کر اسکول کی راہ لی تھی۔ اماں ابھی تک سوئی ہوئی تھیں' اس نے ان کو صرف یہ سوچتے ہوئے سونے دیا کہ وہ بھی اٹھ کر کچھ کھانے کو مانگیں گی۔ ناشتے کے بعد وہ کنگھی کرکے باہر نکلا تو لوگوں کی نظروں کی حقارت کو وہ صاف دیکھ سکتا تھا کیونکہ کل پورے پڑوس نے مسرت کو روتے ہوئے جاتا دیکھا تھا۔

''ریاض!'' اس نے دور جاتے ہوئے اپنے ایک دوست کو آواز دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا پھر اس کے پاس چلا آیا۔

''کہاں جارہے ہو یار! کتنے دنوں بعد نظر آئے ہو اور یہ کیا...... تمہاری آنکھیں اتنی لال کیوں ہیں؟ رات کو سوئے نہیں کیا؟''

''یار چھوڑ......! تو ایسا کر' اس بے روزگار کو کسی دکان پر لگوادے۔'' وہ التجائیہ لہجے میں بولا۔

''کیوں خیر تو ہے' تجھے کام کا خیال کیسے آ گیا؟'' وہ اسے شرارت سے گھورنے لگا تھا۔

''یار مذاق چھوڑ......'' اس نے بے زاری سے اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹایا۔

''اچھا تو سنجیدہ ہے؟ تو پھر بتا' کس دکان میں لگوادوں تجھے؟''

''کسی بھی جگہ......بس مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہے۔'' اس نے سڑک پر اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ گاڑیاں پوری رفتار سے آجا رہی تھیں۔

''بابا کی کپڑوں کی دکان ہے۔ میں بھی اسی پر بیٹھتا ہوں۔ تو بھی آجا' وقت اچھا گزر جائے گا۔''

''ارے وقت نہیں گزارنا' پیسے چاہئیں مجھے۔'' وہ آگ بگولا ہوا۔

''پیسے مل جائیں گے تجھے' دن کے دو سو تو پکے ہیں۔'' اس نے اس کی طرف دیکھا جو غیر مرئی نقطے پر نظریں مرکوز کیے سوچے جا رہا تھا۔

''دن میں پچاس کے سگریٹ آئیں گے۔ سو کا کھانا...... اور پچاس روپے جیب میں رکھ کر یونہی دوستوں کی محفل میں شو ماروں گا۔''

''کیا سوچ رہا ہے دوست!'' اس نے زور سے اس کے کندھے پر اپنا بھاری ہاتھ مارا تو وہ مسکرا دیا۔

''نوکری پکی ہے؟'' مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''بالکل پکی!'' سر کو مطمئن انداز میں جھٹکا دے کر اس نے قہقہہ لگایا۔

......☆☆☆......

''جگہ بدلنے سے سکون نہیں ملتا۔'' اشفاق احمد مرحوم کے کہے گئے جملے پر اسے اب یقین ہو گیا تھا۔ آفاق اس کا ہر طرح سے خیال رکھتا تھا' گھر چھوڑے اسے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ وہ ایک بار اسکول جا کر بچوں سے مل بھی چکی تھی اور کسی حد تک مطمئن بھی تھی کیونکہ بچوں نے احسان کے بارے میں اس کو بتایا تھا کہ وہ اب کپڑوں والی دکان میں کام کرنے لگے ہیں اور دو وقت کی روٹی ہمیں باآسانی کھلا رہے ہیں۔ البتہ حمیرا بی بی کی طبیعت کی خرابی کا سن کر وہ کچھ فکر مند ضرور ہو گئی تھی۔

......☆☆☆......

احسان کام سے گھر لوٹا تو عروج کو بخار میں پھنکتے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اماں کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ دکان سنبھالے' بچوں کو یا پھر چارپائی پر پڑی سانسیں گنتی ماں کو......؟ پریشانی سے وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ عروج بخار کی وجہ سے کانپ رہی تھی۔ اماں پانی کے لیے نجانے کب سے آوازیں لگا رہی تھیں' اسے اتنی فرصت نہیں تھی کہ تھیلی میں پڑا کھانا نکال کر پلیٹوں میں ڈال کر بچوں کو دے دے۔ صحن کے کونے میں بچوں کے میلے کپڑوں کا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ وہیں پڑے گندے برتن بھی دھونے تھے۔ اماں نے بھی نجانے کتنے دنوں سے کپڑے نہیں بدلے تھے۔ ان کی خدمت کے لیے ایک عورت ذات درکار تھی۔ اس نے گھٹنوں میں سر دے کر اپنے ذہن کو کچھ لمحوں کے لیے وہاں سے غیر حاضر کرنا چاہا مگر اگلے ہی لمحے وصی اور زارا نے اسے جھنجوڑا۔

''ابو! کھانا دیں' بھوک لگی ہے۔'' وصی معصومیت سے کہہ رہا تھا۔ وہ ناچاہتے ہوئے بھی اٹھا اور چار پلیٹوں پر پانی بہا کر سالن ڈال دیا۔ اماں کو تکیوں کے سہارے بٹھا کر کھانا کھلایا۔ حمیرا بی بی اسے پچھلے دنوں سے کہیں زیادہ کمزور اور بیمار لگی تھیں۔ بچوں نے کھانا کھا کر برتن صحن میں پھیلا دیئے تھے۔ اس نے بالٹی میں پانی بھر کر سارے برتن ایک جگہ اکٹھے کر کے دھونے کے بعد کپڑوں کو یونہی پانی میں بھگو دیا تھا۔ پھر بڑے سے ٹب میں سرف ڈال کر کپڑے دھونے لگا۔ پورے دو گھنٹوں بعد وہ فارغ ہوا۔ حمیرا بی بی جانے کب سے خاموش تھیں' کافی دیر سے نہ وہ پانی مانگ رہی تھیں اور نہ ہی درد سے کراہ رہی تھیں۔ وہ یونہی اماں کے قریب گیا' آنکھیں بند کیے ان کے چہرے پر گہرا سکون تھا۔ ایک پل کو احسان کا دل بند ہوا تھا۔ کسی اندیشے کے تحت اس نے ماں کی کلائی پر انگلی رکھی تو کچھ محسوس نہیں ہوا۔ وحشت کے عالم میں وہ اماں کا وجود زور زور سے جھنجوڑنے لگا تھا مگر اماں کی سکون سے مندی آنکھیں نہ کھلی تھیں۔

......☆☆☆......

حمیرا بی بی کے چالیسویں کے بعد لوگوں کا آنا جانا تقریباً ختم ہو گیا تھا مگر مسرت نے پلٹ کر خبر تک نہ لی تھی۔ گھر میں بے حد پھیلاوا تھا۔ وہ صحن میں کھڑا کبھی مٹی

[کبھی پر]انی دیواروں کو دیکھتا تو کبھی جالوں سے بھری چھت کو' کبھی صحن میں بکھرے کپڑوں کو تو کبھی گندے سندے برتنوں کو۔ اماں کی خدمت گزاری کا بوجھ اس کے کندھوں سے اتر چکا تھا مگر تین بچے وہ اکیلا مرد کس طرح پال رہا تھا' یہ پچھلے ڈیڑھ مہینے سے احسان ہی جانتا تھا۔ یومیہ اجرت کے دو سو سے وہ بمشکل گزر بسر کر رہا تھا۔ کھانا تو وہ سستے سے ہوٹل سے لے آتا تھا مگر گھر کے دوسرے کاموں ہی نے اس کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ کچھ ہی دنوں میں کانوں کے اوپر سے بال سفیدی کی جھلک دینے لگے تھے۔ ہونٹ خشک اور چہرہ اُترا ہوا اور وزن بھی کافی کم ہو گیا تھا۔ دن میں نجانے کتنے سگریٹ پینے والا احسان اب دو سگریٹوں سے زیادہ نہیں پی سکتا تھا۔

......☆☆☆......

''السلام علیکم!'' تین بچوں سمیت کھڑا وہ بوڑھا نظر آتا شخص احسان احمد کی ہلکی سی جھلک دے رہا تھا۔

''وعلیکم السلام......! آئیں احسان بھائی!'' آفاق کا رویہ احسان کی توقعات کے برعکس تھا۔ وہ اور شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ انہیں دیکھ کر سامنے بیٹھی چاول صاف کرتی مسرت کے ہاتھ جیسے سُن ہو کر رہ گئے تھے۔ وہ دوڑ کر بچوں سے لپٹ گئی۔ وصی باقاعدہ رونے لگا تھا۔ وہ بہت دیر تینوں کو اپنے ساتھ لگائے آنسو بہاتی رہی تھی۔

''مسرت! میں تمہیں لینے آیا ہوں۔'' مسرت نے ملامت کرتی نظروں سے اسے دیکھا۔ احسان نے آنکھیں جھکانے پر اکتفا کیا۔ آفاق بچوں کو لے کر باہر کی طرف چل دیا تھا۔ تنہائی میسر آتے ہی احسان بول پڑا تھا۔

''مسرت! ماں ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں اور تم آخری دیدار بھی کرنے نہیں آئیں؟'' وہ دھیمے سے لہجے میں شکایت کر رہا تھا۔ مسرت نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

''آپ کا کیا بھروسا تھا احسان! کیا پتا لوگوں کے سامنے مجھے دھکے مار کر گھر سے نکال دیتے؟'' احسان نے شرمندگی سے نظریں زمین پر گاڑھ دیں۔

''مجھے معاف کر دو مسرت! مجھے وہ گھر چیخ چیخ کر تمہارے نہ ہونے کا احساس دلاتا ہے۔ میں اپنے کیے پر بہت نادم ہوں' گھر کی ہر چیز عورت کے بنا ادھوری ہے مسرت! مجھے تمہاری غیر موجودگی نے عورت کی اہمیت کا بھرپور احساس دلایا ہے۔ میں یہاں سے تمہیں لیے بغیر نہیں جاؤں گا۔'' انداز التجائیہ تھا مسرت اس پر سے نگاہیں ہٹائے دیوار پر لگی سینری کو گھورتے ہوئے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ ''اماں تمہارا انتظار کر کر کے اس دنیا سے چلی گئیں۔ بچے روز مجھ سے پوچھتے ہیں کہ امی کب آئیں گی...... امی کب آئیں گی...... میرے گھر کو' بچوں کو اور وہاں موجود ہر چیز کو مسرت کی ضرورت ہے اور...... اور...... مجھے بھی!'' آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔ اسے اپنی خطاؤں کا بھرپور احساس تھا۔ احسان کا یہ رویہ مسرت پہلی دفعہ دیکھ رہی تھی۔

''چلو گی نا میرے ساتھ؟ مجھے تمہاری غیر موجودگی نے بدل دیا ہے مسرت! مجھے تمہاری نوکری سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ آخر تمہارے پیسوں سے ہی تو گزارا ہوتا ہے۔ ہم دونوں مل کر گھر کے اخراجات پورے کریں گے' مان جاؤ مسرت! ماضی کو بھول جاؤ' اک خوش گوار مستقبل تمہارے انتظار میں ہے۔'' اور عورت تو بس اک عنایت کی نظر ہونے تک مضبوط ہوتی ہے۔ اس نے ہاتھ بڑھایا تھا' جسے مسرت نے کچھ دیر بعد بہت محبت سے تھام لیا۔ بچے شور مچاتے لاؤنج میں آ گئے تھے۔

''لو یار احسان بھائی! مٹھائی کھالو۔ مسرت کی ترقی کی خوشی میں ہے۔'' اس نے خوشی سے ایک ٹکڑا منہ میں رکھ لیا تھا۔ یہ خبر یقیناً حیران کن تھی اور خوش کن بھی کہ مسرت کی قابلیت کی وجہ سے اسے ترقی دی گئی تھی۔

مسرت چادر اوڑھ کر تیار کھڑی تھی۔ رانیہ مسرت کے جانے پر پھولی نہ سما رہی تھی۔ بچے بھی خوش تھے۔ آفاق بھی اپنی بہن کا گھر دوبارہ بس جانے پر سرشار تھا۔ گھر لوٹتے ہوئے بچے دوڑنے میں باپ سے بھی آگے تھے۔ احسان نے مسرت کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی دہلیز عبور کروائی تھی۔ آفاق خوشی سے دروازے کی سمت دیکھ کر مسکرائے جا رہا تھا۔
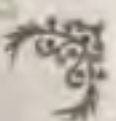
روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

قراۃ العین...... ضلع گجرات

جواب:۔ مکافاتِ عمل ہے جو آپ کی والدہ کے سامنے آرہا ہے۔

سورۃ شمس 41 مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ پانی پر دم کر کے پلائیں۔ نیت ہو بچے فرمانبردار بن جائیں۔

ثوبیہ M...... پھول نگر

جواب:۔ آپ کا رجحان دنیاداری کی طرف ہے اسی لیے آپ کو اصل، نقل کی پہچان نہیں رہی۔ بزرگ کبھی اس طرح کی باتیں نہیں کرتے۔

بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ فلق، سورۃ الناس 9,9 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔

امبرین...... کراچی

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ یٰسین 3 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ اپنے رشتے کے لیے پڑھیں۔ دعا بھی کریں جلد اور اچھا رشتہ مل جائے۔

بشریٰ...... دھاندرہ، فیصل آباد

جواب:۔ نمبر (۱) اللہ سے معافی مانگیں۔ ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا منع نہیں۔

(۲):۔ تیل پر 111 مرتبہ سورۃ اخلاص اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کر لیں۔ روزانہ لگائیں۔

عائشہ سلیم...... فیصل آباد

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

صائمہ فصاحت...... سرگودھا

جواب:۔ مسئلہ نمبر۱:۔ بعد نماز فجر "یا لطیف یا ودود" 101 مرتبہ پانی پر دم کر کے گھر کے تمام افراد کو پلائیں روزانہ۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔

مسئلہ نمبر۲:۔ ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کریں۔

مسئلہ نمبر۳:۔ بعد نماز فجر 3 مرتبہ سورۃ یٰسین (اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف) دعا بھی کریں۔

مسئلہ نمبر۴:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ رشتے ٹھیک ہیں استخارہ خود کر لیں۔

شازیہ نذیر...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

جواب:۔ مسئلہ نمبر۱:۔ "سورۃ شمس" 41 مرتبہ فجر اور عشاء کی نماز کے بعد۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ والدہ پانی پر دم کر کے بھائی کو پلائیں روزانہ۔ دعا بھی کریں۔

مسئلہ نمبر۲:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل (اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کریں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ (کوئی بھی کر لے یہ وظیفہ) پڑھتے وقت مقصد بھی ذہن میں ہو۔

مسئلہ نمبر۳:۔ بھائی کے اعصاب کمزور ہیں حکیمی علاج کروائیں اور ورزش بھی۔

ثمینہ خالق...... ڈڈھال

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز مغرب اور عشاء۔ سورۃ فلق، سورۃ الناس 11,11 مرتبہ۔ بندش/رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔

فاخرہ...... گجرات

جواب:۔ "یا عدل" 1100 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔ وظیفہ بہن خود کرے۔

جویریہ...... فیصل آباد

جواب:۔ عبدالمنان بہتر ہے۔

آر۔ اے...... فیصل آباد

جواب:۔ مسئلہ نمبر۱:۔ رشتہ والا وظیفہ پڑھنا بند کر دیں۔ بعد نماز فجر "یا لطیف یا ودود" 101 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر پانی پر دم کریں۔ آدھا خود پی لیں آدھا شوہر کو پلا دیں اگر ایسا ممکن نہ ہو تو تصور میں لا کر دل اور دماغ پر دم کر دیں۔ پڑھتے وقت نیت ہو کہ آپس میں محبت قائم ہو رہی ہے۔ ازدواجی زندگی اچھی گزرے دعا کریں صدقہ، خیرات کرتی رہیں۔

مسئلہ نمبر۲:۔ آپ وظیفہ جاری رکھیں۔ سورۃ رحمٰن بعد نماز فجر پڑھا کریں۔ آپ کے اندر خود اعتمادی کی کمی ہے۔

شائستہ حنیف...... لودھراں

جواب:۔ سورۃ عبس 3 مرتبہ بعد نماز عشاء پانی پر دم کر کے گھر کے افراد کو پلائیں روزانہ۔ صدقہ دیں۔

ط۔ا...... نامعلوم

جواب:۔ رشتہ کے لیے:۔ سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ بعد نماز فجر اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف، دعا بھی کریں۔

روزگار اور معاشی حالات کے لیے:۔ سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

جب کوئی خرابی آئے مشینوں پر تو آپ سورۃ فلق کا ورد کیا کریں۔ نیت ہو نظر، حسد نہ لگے۔

طاہرہ یاسمین...... گجرات

جواب:۔ اللہ سے دعا کریں۔ جہاں آپ کے لیے بہتر ہو وہاں رشتہ ہو جائے۔ ہر نماز کے بعد یا قوی 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر۔

بعد نماز فجر سورۃ رحمٰن کی تلاوت کیا کریں، اپنے تمام مسائل کے حل کے لیے دعا کریں۔

خدیجہ...... سرگودھا

جواب:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر دم کیا کریں۔ 21 مرتبہ۔

نصرت عمر...... لاہور

جواب:۔ مسئلہ نمبر۱:۔ سورۃ شمس 41 مرتبہ بعد نماز فجر اور عشاء پانی پر دم کر کے بیٹے کو پلائیں۔ پڑھتے وقت نیت بھی ذہن میں ہو۔

مسئلہ نمبر۲:۔ لڑکیاں خود پڑھیں۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ فلق اور سورۃ الناس 21,21 مرتبہ بندش، رکاوٹوں کی نیت کر کے پڑھیں کہ ختم ہو رہی ہے۔ دم کریں

اپنے اوپر۔
مسئلہ نمبر۳:۔ معاشی حالات روزگار کے لیے بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف' دعا کریں۔
والدہ' روزانہ مغرب کے بعد 3 مرتبہ سورۃ عبس پڑھ کر پانی پر دم کریں۔ گھر میں چھڑکیں اور سب کو پلائیں۔

زبیدہ بیگم...... سانگھڑ

جواب:۔ ''یا حیی'' گھٹنوں پر ہاتھ ملتے ہوئے پڑھیں۔ دن میں کئی مرتبہ 101 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ تیل پر بھی دم کر کے مالش کریں۔
بعد نماز عشاء روزانہ 3 مرتبہ سورۃ عبس پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔
روزگار کے لیے:۔ سورۃ قریش 111 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز عشاء۔
رشتوں کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف' جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

S...... میاں چنوں

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا:۔ بعد نماز عشاء 3 مرتبہ سورۃ عبس پڑھیں۔ خود پر دم کریں اور اپنے کمرے کی دیواروں پر چھینٹا ماریں پانی پر دم کر کے روزانہ۔
رشتہ کے لیے:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف' دعا بھی کریں۔

والناس...... ملتان

جواب:۔ تعویذ اتار دیں اور دریا/ نہر میں بہا دیں۔
بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔
بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ الفلق سورۃ الناس 9,9 مرتبہ۔ دعا کریں۔

صائمہ وحید...... ضلع جھنگ

جواب:۔ بعد نماز عشاء یا لطیف یا ودود 1100 مرتبہ روزانہ۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

تنزیلہ کوثر...... گجرات

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف' دعا بھی کریں۔

ثمینہ...... کلر سیدات

جواب:۔ مسئلہ ۱،۲ نماز کی پابندی کریں اور دعا کریں ایک تسبیح استغفار روزانہ۔

ایم۔ آئی...... گجرات

جواب:۔ رات بستر پر لیٹ کر سورۃ فاتحہ پڑھا کریں 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ ذہنی سکون کے لیے۔ دم بھی کیا کریں۔

نصرت جبیں...... ضلع خوشاب

جواب:۔ علاج کروائیں حکیمی۔ بعد نماز عشاء سورۃ المومنون آیت نمبر 12-14' 111 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم بھی کریں اور ایک گلاس پانی پر دم کر کے پیئں روزانہ۔

فرزانہ کوثر...... بھاؤالدین

جواب:۔ رشتوں کے لیے:۔ بعد نماز فجر

سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔
بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ فلق' سورۃ الناس 11,11 مرتبہ رکاوٹیں/ بندش ختم کرنے کے لیے روزانہ۔

صاعقہ زاہد...... فیصل آباد

جواب:۔ معاشی حالات کے لیے:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف' دعا کریں۔
مسئلہ نمبر۲:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر دم کر دیں۔ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

حفصہ کوثر...... ضلع راولپنڈی

جواب:۔ آپ جلد باز ہیں اس لیے ناکامی ہوتی ہے۔ بعد نماز فجر سورۃ یٰسین اور سورۃ رحمن پڑھ کر اپنے لیے دعا کیا کریں۔

S...... ٹنڈو

جواب:۔ رابطے کا دورانیہ بڑھا دیں۔
بعد نماز عشاء سورۃ الناس 21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں' اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔

نامعلوم...... ضلع جہلم

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا:۔ نماز کی پابندی کریں۔ بعد نماز فجر سورۃ یٰسین اور سورۃ رحمن کی تلاوت کیا کریں۔
مسئلہ نمبر۲:۔ ورزش کریں۔

طاہرہ سید...... گجرات

جواب:۔ یہ دو وظائف کریں انشاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔
بعد نماز فجر سورۃ یٰسین 3 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ فلق' سورۃ الناس 9,9 مرتبہ رشتے کے لیے دعا بھی کریں۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں ....

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

شہلا ناز، خوشاب سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ MERESOL 6 کے پانچ قطرے صبح شام لیں اور BORAX 30 کے پانچ قطرے دوپہر، رات کو لیں۔

شان، ہانگ کانگ سے لکھتے ہیں کہ میرے لیے بھی کوئی دوا تجویز کردیں، میں منی آرڈر کردوں گا۔

محترم آپ AGNUSEAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں، براہ راست جواب نہیں دیا جاسکتا ہے۔

فرح خان، عینی خان، آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ ہمارے چہرے پر بال ہیں، دوسرے سر کے بال بہت گرتے ہیں، ایک بہن کا نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے، ان تینوں مسائل کا حل بتائیں؟

محترمہ آپ ایفروڈائٹ کے لیے 900 روپے، ہیئر گرور کے لیے 600 روپے اور بریسٹ بیوٹی کے لیے 550 روپے منی آرڈرز کردیں، آپ کو تینوں مسئلوں کی دوا گھر پہنچ جائے گی۔

ز ک۔ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام درست نہیں ہے، سیلان الرحم کی شکایت ہے، چہرے پر دانے بہت نکلتے ہیں۔ بالوں میں خشکی بہت ہے، سفیدی آرہی ہے، تمام جسم اور چہرے پر بال ہیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ مبلغ 1500 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں، آپ کو APHRODITE اور HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ آپ کے بالوں کے مسئلے حل ہوجائیں گے۔

شمیم تبسم، قصور سے لکھتی ہیں کہ میری والدہ کو دس سال سے الرجی ہے، شوگر بہت بڑھی رہتی ہے، انسولین لگائی جاتی ہے، گیس کی شکایت ہے پیٹ بڑھ گیا ہے۔

محترمہ آپ ذیابیطس کے لیے انسولین کا استعمال جاری رکھیں، الرجی کس قسم کی ہوتی ہے، واضح لکھیں۔

ردا علی، گوجرہ سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام کے دوران شدید درد ہوتا ہے، آنکھوں، چہرے کا رنگ پیلا ہے، پلکیں بہت چھوٹی ہیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں، دوسرے مسائل خود حل ہوجائیں گے۔ ہیئر گرور کا استعمال جاری رکھیں۔ بہن کو CIMICIFUGA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ استعمال کرائیں۔

علیزے خان، گوجرہ سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام کی خرابی ہے، مٹاپے کی شکایت ہے۔

محترمہ آپ THLASPI-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سید وقاص علی، ڈنگے سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عنبرین، کراچی سے لکھتی ہیں کہ میری گردن کا رنگ سیاہ ہے، گردن اور بازوؤں پر چھائیاں ہیں۔

محترمہ آپ BERBARISAOUIF-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مسز مشرف، گجرات سے لکھتی ہیں میرے جسم میں پیٹ اور کولہے بہت بھاری ہوگئے ہیں، اس کا علاج بتائیں؟

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

والدہ شاکرہ جنید، کراچی، بیٹی کو مستقل نزلہ رہتا ہے، الرجی ہے، بہت علاج کرائے فائدہ نہیں ہوتا۔

محترمہ آپ بچی کو کلینک پر لائیں، معائنہ کے بعد ہی مستقل علاج کے ذریعہ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

شازیہ سبحان، پشاور سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام خراب ہے اور نزلہ رہتا ہے۔

محترمہ آپ SEPIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور AGRAPHIS-30 کے پانچ قطرے بھی تین وقت روزانہ لیں۔

شہناز رشید، لاہور سے لکھتی ہیں کہ میں اپنی عمر سے زیادہ نظر آتی ہوں، اس کے علاوہ میری کزن کو اولاد نہیں ہے اس کے شوہر کو جراثیم کی کمی ہے۔

محترمہ آپ کے مسئلہ کا کوئی علاج نہیں ہے، کزن کے شوہر DAMIANA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

تبسم احمد، کوہاٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام درست نہیں ہے، بہت پریشانی ہے، دوسرے میرے بال دوشاخہ، روکھے کمزور ہوگئے ہیں، جڑوں سے نکل جاتے ہیں، میں نے دو سال پہلے APHRODITE منگوایا تھا کیا وہ قابل استعمال ہے۔

محترمہ آپ PULSATILLA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں، ماہانہ نظام مکمل درست ہونے تک جاری رکھیں، میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں 5-6 بوتل کے استعمال سے آپ کے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا، ایفروڈائٹ ایک سال کے اندر استعمال کرسکتے ہیں۔

مسز حنا، FS سے لکھتی ہیں کہ مجھے شدید قسم کا پرانا نزلہ ہے، جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں اور میری بیٹی کا مسئلہ ہے، اس کے لیے بھی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ USENEABAB 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور بیٹی کو کسی مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو دکھائیں۔

تہذیب ملک، لودھراں سے لکھتی ہیں کہ میرا معدہ کا مسئلہ ہے، قبض، گیس کی شکایت ہے۔ کھانسی سے پیشاب نکل جاتا ہے۔

محترمہ آپ NUXVOMICA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور CAUSTICUM 300 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

سید صابر حسین، لودھراں سے لکھتے ہیں کہ میرے بیٹے کو قطرے آتے ہیں، بیٹی کا پیٹ بڑھ گیا ہے اور سر کے بال تیزی سے گر رہے ہیں۔

محترم آپ بیٹے کو ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔ بیٹی کو CALC FULOR 6X کی چار چار گولیاں تین وقت روزانہ کھلائیں۔ بال گرنے سے روکنے کے لیے مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں، آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔

ع ل، کراچی سے لکھتی ہیں کہ ایفروڈائٹ لگانے کا کیا طریقہ ہے، ہیئر گرور بھی استعمال کرنا چاہتی ہوں اور میرا پیٹ بہت بڑھا ہوا ہے اس کا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CALC FLOUR 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور CLACARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روازنہ پیا کریں، ہیئر گرور اور ایفروڈائٹ کے لیے 1500 روپے کا منی آرڈر ہاشم مرزا کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں، دوائیں آپ کے گھر پہنچ جائیں گی، ترکیب استعمال اس پر لکھی ہوگی۔

فرزانہ کوثر، اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے بیٹے کو معدہ کی خرابی ہے، موشن لگے رہتے ہیں، قبض ہوجاتا ہے تو زور پڑتا ہے اور اس کے سر میں خشکی کی طے جمی ہے، نیچے زخم ہوجاتے ہیں اور میرا مسئلہ یہ ہے کہ جگر پر چربی ہے، پتے اور جگر کا مسئلہ ہے۔

محترمہ آپ بیٹے کو ALUMINA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور خود CHILIDOHIUM 30 کے

پانچ قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں' مسئلہ حل ہوجائے گا ان شاء اللہ۔
ایمن سرفراز لکھتی ہیں کہ میرے معدہ کا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے چہرے پر دانے نکلتے ہیں' دوسرے میرے بال بہت گرتے ہیں ایسی دوا بتائیں کہ مسئلہ حل ہوجائے۔
محترمہ آپ GRAPHITES30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں' بالوں کے لیے آپ میرے کلینک سے ہیئر گرور منگالیں' ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوگا۔
زینب منیر' چیچہ وطنی سے لکھتی ہیں کہ میری بائیں پسلی بہت بڑھ گئی ہے' اس کے علاوہ ناک کی ہڈی بڑھی ہے' اس کا علاج بتائیں۔
محترمہ آپ کی پسلی کا دوا سے علاج ممکن نہیں ہے' ناک کی ہڈی کے لیے AGRAPHIS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
فیضان اسلم' ملتان سے لکھتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں خود صحت برباد کرچکا ہوں' بہت شرمندہ ہوں اب تمام بری عادتیں چھوڑ دی ہیں' رہنمائی چاہتا ہوں۔
محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
تبسم علی زاہب' لاہور سے لکھتے ہیں کہ میری ازدواجی زندگی میں بہت پریشانی ہے' میں شادی سے پہلے ہی اپنا سب کچھ برباد کرچکا ہوں' اب بیوی مطمئن نہیں ہوتی اور طعنے دیتی ہے' میں بہت زیادہ شرمندہ اور پریشان ہوں۔
محترم آپ SELENIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
محمد عمران' ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر نسخہ تجویز فرمائیں۔
محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ اس کے علاوہ URINIUMNIT30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں' ان شاء اللہ آپ کے تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔
عمر فاروق' مظفر گڑھ سے لکھتے ہیں کہ میرے مسئلے تین ہیں' ان کی دوا تجویز کردیں۔
محترم آپ USTILAGO-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں' بری عادت سے نجات پر تمام مسئلے حل ہوجائیں گے۔
ربیعہ' ڈیرہ اسماعیل خان سے لکھتی ہیں کہ دو چار ماہ بعد ماہانہ اخراج ہوتا ہے اور اب تو سال بھی ہوجاتا ہے' جس کی وجہ سے میرے چہرے پر بال پیدا ہوگئے ہیں' بہت پریشان ہوں۔
محترمہ آپ SENECIO AURIUS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
رانا عابد حسین' راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ میری شادی قریب ہے اور میں اس قابل نہیں ہوں۔
محترم آپ SELENIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
کلثوم فاطمہ' وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ مجھے بہت پرانی بیماریاں ہیں' مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں اس کا کوئی علاج بتائیں' بیماریوں کی وجہ سے میرے سر کے بال بھی گر گئے ہیں' بہت کم بال رہ گئے ہیں۔
محترمہ آپ CALCIUMCARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
کریم اللہ' سکھر سے لکھتے ہیں کہ میرا بیٹا عمر 16 سال' قد نہیں بڑھ رہا' اپنے ہم عمر بچوں سے بہت چھوٹا لگتا ہے۔
محترم آپ بچے کو CALCPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھلائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ

ہر آٹھویں دن لیں' تین ماہ پورے کرلیں' قد بڑھنا شروع ہوجائے گا پھر عمر کے ساتھ بڑھتا جائے گا' دوا میں ہمیشہ جرمن کی سیل بند خریدیں' ان شاء اللہ شفاء حاصل ہوگی۔
زرگل' پشاور سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت زیادہ ہے' ہر محفل میں مذاق بنتی ہوں۔
محترمہ آپ PHYTOLACC BERRY-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں۔
قمر سلطانہ' ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے بریسٹ بہت بھاری ہیں' بہت برے لگتے ہیں۔
محترمہ آپ CHIMAPHILA-30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر منی روانہ کردیں آپ کو بریسٹ بیوٹی ارسال کردیا جائے گا جو بریسٹ کا قدرتی شیپ بحال کردے گا۔
گلبہار بانو' لاہور سے لکھتی ہیں کہ مجھے سیلان کی شکایت ہے' کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔
گل زمانی' پشاور سے لکھتی ہیں کہ میں بہت عرصہ سے بیمار ہوں' بہت پریشان ہوں میرا مسئلہ بھی حل کریں۔
محترمہ آپ مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے رجوع کریں' ایسے امراض کا علاج مریض کے معائنہ اور دیکھ بھال کے بغیر ممکن نہیں ہے۔
زیب النساء' حیدرآباد سے لکھتی ہیں کہ میں ایسی بیماری میں مبتلا ہوں کہ اکثروں نہیں بیٹھ سکتی' وزن لگتا ہے احساس ہوتا ہے کہ اعضاء باہر نکل آئیں گے۔
محترمہ آپ SEPIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
گل رخ' ملتان سے لکھتی ہیں کہ میں بہت زیادہ پریشان ہوں' شوہر کا حق ادا نہیں کرسکتی' بہت درد ہوتا ہے۔
محترمہ آپ ARGNTUMNIA30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں' ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔
نسرین حیدر' پیر محل سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔
محترمہ آپ CALCSULF 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔
شہلا جنید' کراچی سے لکھتی ہیں کہ حسن نسواں کی کمی کے لیے جو علاج آپ کے کلینک پر آلات کے ذریعہ ہوتا ہے' وہ کیسے ہوتا ہے۔
محترمہ آپ صبح 10 بجے تا 1 بجے کلینک پر تشریف لائیں' لیڈی ڈاکٹر حسن بانو آپ کو سب بتادیں گی۔
رشید الدین' کراچی سے لکھتے ہیں کہ مجھے پروسٹیٹ کا مسئلہ ہے' پیشاب کرنے کے بعد بھی حاجت رہتی ہے۔
محترم آپ CONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
دلشاد مرزا' چیچہ وطنی سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔
محترم آپ LYCOPODIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
نذیر احمد لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر میرا علاج تجویز کردیں۔
محترم آپ KALISULF 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا:
صبح 10 بجے تا 1 بجے' شام 6 تا 9' فون: 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5' KDA فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2' سیکٹر 14-B نارتھ کراچی۔
خط لکھنے کا پتا: آپ کی صحت ماہنامہ آنچل' پوسٹ بکس 75 کراچی۔

دِش مُقابلہ

طلعت آغاز

چاکلیٹ بسکوٹی چپس

اجزا:۔

میدہ	2 کپ
انسویٹنڈ کوکو پاؤڈر	1/2 کپ
بیکنگ سوڈا	ایک چائے کا چمچ
نمک	ایک چائے کا چمچ
انسالٹیڈ مکھن	6 کھانے کے چمچ
باریک چینی	ایک کپ
انڈے	2 عدد
اخروٹ	ایک کپ (باریک کٹے ہوئے)
چاکلیٹ چپس	750 گرام
آئسنگ شوگر	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:۔

سب سے پہلے اوون کو 350 ڈگری پر گرم کرلیں۔

پھر مکھن کو بیکنگ ٹرے پر اچھی طرح سے لگالیں اور اوپر سے میدہ ڈال دیں تاکہ بسکٹ چپکے نہیں۔ ایک برتن میں میدہ' کوکو پاؤڈر' بیکنگ سوڈا اور نمک کو اچھی طرح مکس کرلیں۔ پھر ایک اور برتن لیں اور اس میں باریک چینی ڈال لیں اور بیٹر کی مدد سے بیٹ کریں۔ اتنا بیٹ کریں کہ کریمی جیسا ہوجائے۔ پھر اس میں ایک ایک کرکے انڈے ڈالیں اور پھر بیٹر کی مدد سے اتنا بیٹ کریں کہ اس میں جھاگ آجائیں۔ پھر اس کے اندر جو میدے کا مکسچر بنایا تھا وہ ملالیں اور مکس کرلیں۔ پھر اس بسکوٹی کے مکسچر کو آٹا لگا کر رول کریں اور بیکنگ ٹرے میں 35 منٹ تک بیک کرنے کے لیے ڈال دیں۔ بیکنگ ٹرے 12 انچ لمبی اور 2 انچ چوڑی ہونی چاہیے۔ اب کٹنگ ٹرے میں رکھ کر بسکوٹی سلائس کو 3 سے 4 انچ کے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ کٹنگ کرنے کے بعد پھر 10 منٹ بیک کریں تاکہ کرسپی ہوجائے۔ بسکوٹی کو ریک پر رکھ کر ٹھنڈا کرلیں۔ آپ بسکوٹی کو ایئر ٹائٹ بکس میں ایک ہفتے کے لیے محفوظ کرسکتے ہیں اور فریز کرنے کی صورت میں یہ ایک مہینے تک خراب نہیں ہوں گے۔

شیف ذائقہ ٹی وی۔ سامیہ جمیل...... کراچی

چکن کارن سوپ

اشیاء

مرغی	آدھا کلو
مکئی کے دانے (ابلے ہوئے)	ایک پیالی
کارن فلور	کھانے کے دو چمچ
پیاز	ایک عدد
ادرک	ایک کھانے کا چمچ
لہسن	چائے کا آدھا چمچ
سرکہ	کھانے کا ایک چمچ
گھی	کھانے کے دو چمچ
نمک' کالی مرچ	حسب پسند
چینی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

سب سے پہلے لہسن پیاز کاٹ لیں آٹھ پیالی پانی میں پیاز' لہسن اور ادرک ڈال کر ابالیں جب پانی آدھا رہ جائے تو گوشت نکال لیں یخنی علیحدہ کرلیں۔ اب دیگچی میں گھی گرم کریں اور مکئی کے دانے بھون لیں۔ گوشت یخنی چینی اور کالی مرچ ڈال کر بیس منٹ پکائیں۔

کارن فلور کو فرائی پین میں معمولی سا بھون لیں انڈوں کی سفیدی ملادیں یہ آمیزہ یخنی میں ملائیں۔ بہترین خوش ذائقہ سوپ تیار ہے۔ گرم گرم پیش کریں سردیوں کا مزا دوبالا ہوجائے گا۔

صباحت صباح...... چناری ہٹیاں بالا

ڈیپ فرائیڈ فش فلے

اشیاء

فش فلے بون لیس	400 گرام
ٹارٹر سوپ	4 کھانے کے چمچ
لیموں کے سلائس	گارنشنگ کے لیے

بیٹر کے لیے

میدہ	5 کھانے کے چمچ
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچ
پانی	ایک کپ
سرخ مرچ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
تل کا تیل	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

میدے اور کارن فلور کو ایک ساتھ چھان کر ایک پیالے میں رکھ لیں۔ اس میں نمک' سرخ مرچ پاؤڈر اور تل کا تیل ڈال کر حسب ضرورت پانی شامل کرتے ہوئے گاڑھا بیٹر بنالیں۔ کڑاہی میں درمیانی آنچ پر تیل گرم کریں۔ فش فلے کو تیار کیے ہوئے بیٹر میں ڈپ کر کے کڑاہی میں ڈال کر گولڈن براؤن ہونے تک ڈیپ فرائی کریں۔ لیموں کے سلائس سے گارنش کریں اور ٹارٹر سوس کے ساتھ سرو کریں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

تھائی گرین فش

اشیاء

مچھلی	ایک کلو (بڑی مچھلی لیں صاف کرکے کیوبز کاٹ لیں)
ہری مرچیں (بیج نکال کر چوپ کرلیں)	حسب ذائقہ
ہری پیاز (چوپ کرلیں)	چار عدد
پیاز (چوپ کرلیں)	چار عدد
لہسن کے جوئے (کوٹ لیں)	دو عدد
لیمن گراس (صرف سفید حصہ لیں اور اسے چوپ کرلیں)	دو عدد
ہرا دھنیا (چوپ کرلیں)	چھ کھانے کے چمچ
ثابت سیاہ مرچ	چھ عدد
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
زیرہ پاؤڈر	دو چائے کے چمچ
لیموں کا چھلکا (چوپ کرلیں)	دو چائے کے چمچ
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	تین کھانے کے چمچ
کوکونٹ ملک	ڈھائی کپ
ادرک (سلائس کاٹ لیں)	ایک انچ کا ٹکڑا
فش سوس	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب:۔

فوڈ پروسیسر میں ہری مرچیں' ہری پیاز' پیاز' لہسن لیمن گراس' ہرا دھنیا' سیاہ مرچ' دھنیا پاؤڈر' زیرہ پاؤڈر' لیموں کا چھلکا' ہلدی پاؤڈر' نمک اور دو کھانے کے چمچ تیل ڈال کر بلینڈ کرکے پیسٹ تیار کرلیں۔ سوس پین میں باقی بچا ہوا تیل گرم کریں اور اس میں تیار کیا ہوا پیسٹ ڈال کر دو منٹ تک فرائی کریں۔ اس کے بعد اس میں کوکونٹ ملک' ادرک اور فش سوس ڈال کر مکس کریں۔ مچھلی ڈال کر

ہلکی آنچ پر پندرہ منٹ تک پکائیں۔ اس کے بعد نمک شامل کریں اور مچھلی کے گل جانے تک پکائیں۔ سرونگ پلیٹ میں نکال لیں۔

مہرین مغل ...... ضلع سرگودھا

گرین پیس سوپ

اشیاء:۔

- مٹر تازہ — ایک پیالی (دانے)

- یخنی کے لیے ہڈی — ایک کلو
- گاجر — ایک عدد
- شلغم — ایک عدد
- پیاز — دو عدد
- ادرک — ایک ٹکڑا
- لہسن — چھ پوتھی
- آلو — ایک عدد
- سبز دھنیا — چند پتے
- میدہ — ایک کھانے کا چمچ
- گھی — آدھا کپ
- پانی — دو لیٹر
- دودھ — آدھا کپ
- سیاہ مرچ، نمک — آدھا چائے کا چمچ
- سفید زیرہ — آدھا چائے کا چمچ
- دار چینی — ایک ٹکڑا

ترکیب:۔

مٹر کے دانے ابال کر پیس لیں۔ میدہ اور دودھ کو الگ رکھ دیں۔ گوشت کی ہڈی کے ساتھ پیاز، ادرک، لہسن، دار چینی، نمک، مرچ، آلو، شلغم اور سبز دھنیا کاٹ کر ڈال دیں اور دو لیٹر پانی ملا کر پکائیں۔ دو گھنٹے بعد یخنی کو چھان لیں۔ ایک عدد پیاز کو گھی میں سرخ کریں اور اس میں دودھ اور میدے والا آمیزہ ڈال دیں۔ آخر میں پسے ہوئے مٹر ڈال کر مزید پندرہ منٹ تک پکائیں۔

اقصیٰ چوہدری ...... گجرات

چکن چائنیز سوپ

اشیاء:۔

- چکن — آدھا کلو
- انڈوں کی سفیدی — دو عدد
- کارن فلور — چار کھانے کے چمچ
- پیاز — ایک عدد
- سیاہ مرچ — آدھا چائے کا چمچ
- اجینوموتو — ایک چائے کا چمچ
- سبز مرچ — دو عدد
- سویا ساس — ایک کھانے کا چمچ
- تازہ مکئی کا بھٹا — ایک عدد
- نمک — حسب ذائقہ

ترکیب:۔

چکن، پیاز باریک کٹا ہوا سیاہ مرچ اور نمک ملا کر تیار کریں گوشت گل جائے تو بوٹیوں کو نکال کر یخنی چھان لیں۔ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں کارن فلور کو ٹھنڈے پانی میں گھول کر پتلا سا آمیزہ بنا لیں اور اس کو یخنی میں ڈال کر یخنی کو دوبارہ ساس پین میں ڈال کر چولہے پر رکھیں۔ آنچ دھیمی رکھیں تازہ بھٹے کے دانے ملا دیں اور یخنی کو چند منٹ تک پکنے دیں آمیزہ گاڑھا ہونے لگے تو چکن کی بوٹیاں اور اجینوموتو ڈال دیں اور انڈے کی سفیدی شامل کر کے چولہا بند کر دیں اور سوپ پیالے میں نکال کر پیش کرتے وقت ہری مرچ بیج نکال کر باریک کاٹ لیں اور پیالے کے اوپر چھڑک دیں۔

ہما رحمٰن ...... کراچی

ونٹر ویجی ٹیبل سوپ

اشیاء

- گوبھی — ایک کپ (کٹی ہوئی)
- آلو — ایک کپ (کٹے ہوئے)
- پالک — ایک کپ (کتری ہوئی)
- پیاز — ایک عدد
- نمک — حسب ضرورت
- گھی — دو کھانے کے چمچ
- سلاد — ایک کپ (کٹا ہوا)
- سیاہ مرچ، گرم مسالا — حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک ساس پین میں گھی گرم کریں اور اس میں باریک کٹی ہوئی پیاز فرائی کریں۔ پیاز ہلکا سا سنہری ہو جائے تو گوبھی، آلو، پالک ڈال کر اتنا پانی ڈالیں کہ تمام سبزیاں خوب گل جائیں لکڑی کے چمچ کے ساتھ سبزیوں کو مکس کریں۔ سوپ میں نمک، گرم مسالا اور سیاہ مرچ ملائیں اوپر سلاد چھڑک کر نوش کیجیے۔

اسماء نور ...... کراچی

رائس ٹماٹو سوپ

اشیاء

- چاول — ایک کپ (ابلے ہوئے)
- ٹماٹر — دو عدد (کٹے ہوئے)
- پیاز — ایک عدد
- یخنی — چار پیالی
- مکھن — دو کھانے کے چمچ
- ہرا دھنیا — آدھی گٹھی
- سلاد کے پتے — چند ایک
- نمک، سیاہ مرچ — حسب ذائقہ

ترکیب:۔

پیاز باریک کاٹ کر مکھن میں فرائی کریں ابلے ہوئے چاول، سلاد کے پتے باریک کاٹ کر فرائی پیاز میں ملا دیں۔ یخنی ملا کر ابلنے دیں آنچ دھیمی رکھیں جب سوپ پسند کے مطابق تیار ہو جائے تو ہرا دھنیا، نمک اور پسی ہوئی سیاہ مرچ چھڑک کر نوش کریں۔

مدیحہ ارسلان ...... راولپنڈی

گاجر کا مربہ

اشیاء:

- گاجر — ایک کلو
- چینی — ایک کپ
- سبز الائچی — آٹھ دانے

ترکیب:

گاجروں کو صاف کر کے حسب پسند ٹکڑے بنا لیں۔ ان ٹکڑوں میں چینی ڈال کر رات بھر کے لیے رکھ دیں۔ رات بھر میں یہ کافی پانی چھوڑ دیں گی۔ صبح یہی گاجریں چولہے پر چڑھا دیں۔ الائچیاں بھی پیس کر یا دانے نکال کر ڈال دیں جب چاشنی گاڑھی ہونے لگے اور گاجریں گل جائیں تو اتار لیں، مربہ تیار ہے۔ ٹھنڈا ہونے پر کسی برتن میں ڈال کر محفوظ کر لیں۔

رضوانہ ملک ...... جلالپور پیروالا

پاستا مٹر کے ساتھ

اشیاء:

- پاستا — ایک کپ
- مٹر (چھلے ہوئے) — آدھا کپ
- زیرہ — آدھا چائے کا چمچہ
- ہری مرچ — دو عدد (سلائس کاٹ لیں)
- پیاز — دو عدد (سلائس کاٹ لیں)
- تیل — ایک کھانے کا چمچہ
- ٹماٹر پیوری — دو کھانے کے چمچے
- سرخ مرچ پاؤڈر — آدھا چائے کا چمچہ
- کالی مرچ — حسب ذائقہ
- نمک — حسب ذائقہ

ترکیب:

پیکٹ پر دی گئی ہدایات کے مطابق پاستا کو ابال لیں۔ ایک پتیلی میں تیل گرم کریں۔ اس میں زیرہ پیاز اور ہری مرچ فرائی کریں۔ ٹماٹر پیوری ملا دیں اور مٹر ڈال دیں۔ اس وقت تک پکائیں کہ مٹر گل جائیں۔ نمک، کالی مرچ، اور ابلی ہوئی پاستا ملا دیں تیز آنچ پر دو یا تین منٹ تک چلائیں پھر سرو کریں۔

نزہت جبیں ضیاء

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

ہمیں کبھی بھی اپنی جلد کے بارے میں غافل نہیں ہونا چاہیے اگر جلد نارمل ہوگی تو اس پر میک اپ اچھا ہوگا۔ جلد کی خوش نمائی حسن کی لازمی شرط تصور کی جاتی ہے' جلد نرم اور صاف ستھری ہو تو کافی عرصے تک جھریاں نہیں پڑتیں۔ نارمل جلد والی خواتین یہ سوچتی ہیں کہ بغیر حفاظت اور احتیاط کے ان کی جلد نارمل رہے۔ یہ سراسر غلط ہے' جب تک آپ کسی چیز کی حفاظت نہیں کریں گی وہ چیز کیسے پھولے پھلے گی۔

آیئے میں آپ کو بتاتی ہوں کہ جلد کی حفاظت کس طرح کی جائے۔

صاف ستھری جلد:۔ صاف ستھری جلد رکھنے کے لیے آپ کو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا پڑے گا۔

آپ خوب گہری نیند سوئیں' جلد کی صفائی کرتی رہیں۔ پرانے میک اپ پر نیا میک اپ بالکل نہ کریں' خوراک اچھی قسم کی استعمال کریں' آپ اپنے جسم کا وزن بھی کرواتی رہیں' میک اپ والا چہرہ کبھی کسی صابن سے نہ دھوئیں بلکہ کسی اچھی کلینزنگ کریم یا پھر کلینگ لوشن سے صاف کریں جیسا کہ میں بتا چکی ہوں کہ جلد کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے جسم میں چہرے کی جلد زیادہ حساس ہوتی ہے یہ زیادہ توجہ مانگتی ہے۔ بدلتے ہوئے موسمی اثرات اور عمر کے ساتھ ساتھ جلد بھی متاثر ہوتی ہے' باہر نکلنے والی خواتین خاص طور پر جلد کی کلینزنگ کریں۔ چہرے کو تازہ رکھنے کے لیے اسکن ٹانک کا استعمال رکھیں' جلد بھی مختلف قسم کی ہوتی ہے اور اس کی حفاظت بھی مختلف طریقے سے ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

خشک جلد:۔ خشک جلد باآسانی پہچانی جاتی ہے اوپر کی جلد باریک اور رنگ گلابی ہوتا ہے' سردیوں میں یہ جلد خشک نظر آتی ہے۔ جلد پر جھریاں جلد پڑ جاتی ہیں۔

حفاظت:۔ ایسی جلد والی خواتین کو چاہیے کہ وہ ایسا صابن استعمال کریں جس میں چکنائی اور غذائیت شامل ہوں۔ دن میں موئسچرائزر کا مستقل استعمال رکھیں۔ خاص طور پر دن میں باہر نکلنے کے وقت کوئی اچھی سی کریم یا پروٹین کریم سے ہلکا مساج کر لیں' سردی کے موسم میں ایسی جلد سخت ہو جاتی ہے لہٰذا کریم کو گیلے پر چہرے لگانا چاہیے۔ رات کو کسی ہلکے قسم کے صابن سے منہ دھوئیں' ڈیپ کلینزنگ کریم سے چہرہ صاف کریں چہرے اور گردن پر اچھی طرح اسکن فوڈ لگائیں اور تقریباً بیس منٹ تک رہنے دیں۔ پھر ٹشو پیپر سے چہرہ صاف کر لیں' خشک جلد والی خواتین کو ابٹن سے چہرہ دھونا بھی فائدہ مند ہے۔ اس چہرے کی اگر مالش ہوتی رہے تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ خشک جلد پر اگر زیتون کے تیل کی مالش کی جائے تو بہتر ہے اس سے چہرے کو رونق بھی ملے گی۔ اسی طرح اس جلد کا ایک اور ماسک بھی ہے کہ آپ ملتانی مٹی میں ہلدی ملا کر دو قطرے زیتون کا تیل چند قطرے اسکن ٹانک ملا کر تقریباً پندرہ سے بیس منٹ تک چہرے پر لگائیں اس ماسک سے بھی جلد اچھی ہوتی ہے۔

چکنی جلد:۔ چکنی جلد' جلد خراب ہو جاتی ہے اور چہرے پر بھی چکناہٹ نظر آتی ہے۔ گردن اور ناک کے نیچے اور ٹھوڑی پر چکناہٹ ہوتی ہے۔ چکنی جلد پر گرد و غبار جمع ہونے کی صورت میں کیل مہاسے نکلنے کی شکایت پیدا ہو سکتی ہے۔ چکنی جلد کی دیکھ بھال بہت ضروری ہے۔ ورنہ یہ رنگ کو بھی خراب کر دیتی ہے۔

حفاظت:۔ ایسی خواتین جن کی جلد چکنی ہے انہیں چاہیے کہ وہ دن میں کم از کم دو بار کسی ایسے صابن سے منہ دھونے کے بعد وینشنگ کریم استعمال کریں یا پورے چہرے کو اسکن ٹانک ذریعے سے دھوئیں۔

ڈیپ پور کلینزنگ کریم سے چہرہ صاف کریں اور خاص کر اپنی ٹھوڑی پر بھی توجہ دیں۔ گردن اور چہرے پر لوشن کا استعمال رکھیں اور اپنی خوراک پر بھی توجہ دیں خاص کر مرغن اور میٹھی اشیاء سے پرہیز کریں۔ چکنی جلد کے لیے انڈے کی زردی اور لیموں والا ماسک بہت فائدہ مند ہے۔ اس کے علاوہ گرمیوں میں ہفتے میں ایک بار بھاپ لے کر تازہ ماسک لگائیں۔ چہرے کی چکنائی کنٹرول کرنے کے لیے برف کا مساج بھی مناسب ہے۔ ایسی خواتین چہرے کو کسی بھی میڈی کیٹڈ صابن سے دھو سکتی ہیں۔ چکنی جلد والی خواتین کو بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ ان کا سارا چہرہ کیل مہاسوں سے بھر جائے گا۔ جو ان کے لیے نقصان دہ ہے۔

ملی جلی جلد:۔ یہ جلد چکنی جلد اور خشک جلد سے مل کر بنتی ہے۔ ماتھے اور ٹھوڑی تک چکنائی پھیل جاتی ہے۔

حفاظت:۔ ایسی جلد کو سادے عمدہ صابن اور پانی سے صاف رکھیں۔ موائسچرائزر اور اسٹریجنٹ لوشن کا برابر استعمال رکھیں۔ ہر رات کو ہلکے سے صابن اور پانی سے منہ دھوئیں' کلینزنگ کریم سے چہرہ صاف کریں۔ اس قسم کی جلد والی خواتین کو ملا جلا میک اپ کرنا چاہیے' جہاں جہاں خشک دھبے ہوں' وہاں چکنا میک اپ اور جہاں چکنے دھبے ہوں وہاں خشک میک اپ کریں اور آپ میک اپ اس طرح کریں کہ تمام میک اپ ایک جیسا نظر آئے۔ چہرے کی صفائی و تازگی کے لیے بھاپ لینا اور ماسک بھی لگانا فائدہ مند ہے لیکن ایسی جلد کے لیے چہرے کے زیادہ چکنے حصوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ماسک لگائے جاتے ہیں جہاں دیکھیں خشک حصے ہیں وہاں اور گردن پر اسکن ٹانک لگائیں لیکن اس کے ساتھ آنکھوں کے ارد گرد احتیاط سے کام لیں۔ اس کے بعد تقریباً پندرہ بیس منٹ ٹشو پیپر سے چہرہ صاف کر لیں۔ اس جلد کے لیے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

جھریوں والی جلد:۔ ایسی جلد والی خواتین کو بڑی احتیاط کرنی چاہیے اور اپنی صحت کے بارے میں خیال رکھنا چاہیے۔ خاص کر وہ اپنی خوراک پر توجہ دیں اگر سوئیں تو پوری نیند لیں' غذا ایسی کھائیں جس میں پروٹین کا زیادہ دخل ہو اور اگر مساج کریں تو کسی اچھی سی کریم سے کریں۔

نوٹ:۔ اگر آپ نے ان باتوں کو مدنظر نہ رکھا تو نقصان آپ کا ہوگا۔ آپ کا میک اپ اچھا نہ ہوگا' جلد کی حفاظت ضروری ہے اور یہ بہت زیادہ توجہ مانگتی ہے۔ اگر جلد ہی اچھی نہ ہوگی تو میک اپ بھی اچھا نہ ہوگا۔ لہٰذا آپ کی جلد اچھی ہو جائے۔ میں نے آپ کو چند نسخے بتائے ہیں' آپ ان سے فائدہ اٹھائیں۔ آیئے اب میں آپ کو بتاتی ہوں کہ گرمیوں اور سردیوں میں جلد کی حفاظت کس طرح کی جائے۔

سردیوں میں:۔ سردیوں میں جلد کی حفاظت کرنا اور مشکل کام ہے۔ اس موسم میں جلد کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض خواتین کتنی کتنی دیر تک آگ کے پاس بیٹھی رہتی ہے' ایسی خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنے چہرے پر موئسچرائزر لگائیں اس سے چہرہ تروتازہ رہے گا' جب رات کو سونے لگیں تو اپنے چہرے پر کوئی اچھی سی کولڈ کریم لگائیں' یہ بھی فائدہ مند ہے' اکثر چہرے پر خشکی آ جاتی ہے' اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی خوراک پر توجہ دیں۔ جس سے آپ کی جلد نرم و ملائم رہے' آپ دودھ اور مچھلی زیادہ استعمال کریں۔ اس کے مختلف قسم کے مساج ہیں اگر آپ وہ بھی کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں اور آپ کسی اچھی کولڈ کریم سے مالش بھی کر سکتی ہیں اگر مساج کرنا ہے تو سب سے بہترین گلاب کے عرق میں لیموں اور گلیسرین ملا کر استعمال کریں' رنگ میں بھی نکھار آ جائے گا۔

گرمیوں میں:۔ گرمیوں میں بھی جلد پر خاصی توجہ دینی چاہیے اور خاص کر دھوپ سے بچنا چاہیے' دھوپ کی تمازت آپ کے چہرے کو جھلسا دیتی ہے اگر آپ کو صبح اٹھتے ہی کوئی ایسا کام کرنا ہے جو دھوپ میں ہوتا ہے تو آپ فاؤنڈیشن کریم لگا سکتی ہیں یہ کریم ایسی ہو کہ نظر نہ آئے اور اس کریم کو گردن اور ہاتھوں وغیرہ پر بھی مل لینا چاہیے۔ گرمیوں میں میک اپ زیادہ تیز نہ کریں ورنہ پسینے سے میک اپ خراب ہو جائے گا اور جلد بڑی خراب نظر آئے گی بلکہ گرمیوں میں اگر خشک میک اپ کریں تو بہتر ہے اس سے آپ کی جلد پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ گرمیوں میں آپ کھانے کے ساتھ اگر رائتہ اور سلاد کا استعمال رکھیں تو یہ آپ کے لیے بہت بہتر ہے اور سبزیاں بھی جتنی کھائیں اچھی ہیں۔

❖

نعت

ذرا دیکھو
پہاڑوں پر یہ کیسی مدھم مدھم گل فشانی ہے
درختوں کے ہرے پتوں کے من میں شادمانی ہے
سمندر کی تہوں میں سیپیوں نے گہر اُگلے ہیں
ہوا نے چار سو سے چمن کے پانی کے حسیں قطرے
بڑے ہی پیار سے بادل کے سینے پر سجائے ہیں
پرندوں کے پروں میں اک انوکھا سا ترنم ہے
زمیں کا ذرہ ذرہ آج مثلِ شمس روشن ہے
دھنک پاکیزہ سی ہے چاندنی پُرنور لگتی ہے
دیکھو موسمِ بہاراں خود پہ کتنا فخر کرتا ہے
کیوں یوم الثنین پہ رحمتوں کا مینہ برستا ہے
سنو عرشِ بریں پہ آج یہ کیسی منادی ہے
ملائک نے بھی
دونوں جہاں کو تہنیت دی ہے
زمیں والو!!!
اٹھو تم بھی
درودوں کے حسیں گجرے پرو ڈالو
کہ اب آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد آمد ہے
(فاخرہ گل۔ اٹلی)

غزل

تمہاری راہ میں اپنا سفر آسان لگتا ہے
دلِ وحشی کو یہ تیرا نگر آسان لگتا ہے
وہی اک شاخ کی صورت نظر ہم کو آتا ہے
لہو دل کا پلاؤں گا شجر آسان لگتا ہے
بہت کچھ کھو کے آیا ہوں تمہیں پانے کی خواہش میں
تمہیں میری محبت کا یہ گھر آسان لگتا ہے؟
لہو سے سینچتا ہوں میں ترے رُخسار کی شوخی
بظاہر تو تمہیں میرا ہنر آسان لگتا ہے
ادھر آؤ کہ غالب کا تمہیں مصرعہ میں دیتا ہوں
لکھو اس پر غزل تم بھی اگر آسان لگتا ہے
کسی کے پیار کی راشد تو خواہش کھو چکا ہوں میں
یہ جھوٹی بات کہنا کس قدر آسان لگتا ہے
راشد ترین...... مظفر گڑھ

غزل

آشنا نا آشنا ہونا ہی تھا
یہ بھی پیدا مسئلہ ہونا ہی تھا
ان اندھیروں کو فنا ہونا ہی تھا
آس کا روشن دیا ہونا ہی تھا
موسموں کے رنگ بکھرے ہی نہ تھے
کیا ہوا کو بے صدا ہونا ہی تھا
کیوں بتِ سنگِ صفت انساں بنے
گر ہمیں شیشہ نما ہونا ہی تھا
سلسلے پھیلے ہوئے تھے ظلم کے
ہم کو آخر لب کشا ہونا ہی تھا
اور بھی گھر تھے جلانے کو مگر
فرض یہ ہم سے ادا ہونا ہی تھا
ہم بھی دردِ عشق رکھتے تھے بہت
ہم کو تیری خاکِ پا ہونا ہی تھا
اور بھی تھے لوگ محفل میں مگر
ذکر مجھ سے آپ کا ہونا ہی تھا
کس لیے کہتا قفس کو آشیاں
جب مجھے عاطر رہا ہونا ہی تھا
رانا حنیف عاطر

اے مہربان ہستی

پیاری فرحت آنٹی کے نام
اے مہربان ہستی مجھے
احساس ہوتا ہے
کہ میں نے دیر کیوں کر دی
تیری محفل میں آنے میں
لیکن
نہیں
شاید
تم نے ہی جلدی کی
اس دنیا سے جانے میں
اے مہربان ہستی
مجھے احساس ہوتا ہے
کہ......
جب تم اپنی شفقت
سب پر نچھاور کرتی تھیں
سب دوست، بہنیں
تمہیں پھوپھو، خالہ، آنٹی
پکارا کرتی تھیں
لیکن میں......
تم سے دور، بہت دور بیٹھی
تمہارے پُرکیف لفظوں کو
اپنے دل میں اتارا کرتی تھی
اے مہربان ہستی
مجھے احساس ہوتا ہے
کہ
میرے دل میں مچلتی اک خواہش
اب حسرت میں بدل گئی ہے
تمہیں روبرو دیکھنے کی
تم سے گفتگو کرنے کی
اپنی سماعتوں میں تمہارے
موتیوں جیسے الفاظ اتارنے کی
اے مہربان ہستی
مجھے احساس ہوتا ہے
کہ......
آج بھی دسمبر کی
خشک سرد راتوں میں
تمہاری یاد کا پنچھی
میرے دل کے خانوں میں
پھڑ پھڑاتا ہے
میرے ارد گرد ہی
تمہارے موجود ہونے کا
لمحہ لمحہ
احساس دلاتا ہے
شمع مسکان...... جام پور

پردیس

بہت دعا مانگتے ہیں گودِ دیارِ غیر کی
نہیں معلوم کیا ہوتا ہے پردیس میں
دن رات محنت کر کے یاد آتی ہے اپنوں کی
راتوں کو رو رو کے یاد کرتے ہیں سب کو پردیس میں
مرغِ بسمل کی طرح تڑپتے ہیں جدائی میں
وہ پیار بھرے لمحے بھولتے نہیں پردیس میں
بہن بھائیوں کے پیار کے ہوتے بھی
بہت درد بھی ہیں پردیس میں
جب بادِ صبا چھوتی ہے جسم کو رؤف
بہت یاد آتا ہے اپنا دیس پردیس میں
عبدالرؤف...... لندن

غزل

غم کے قصے عجیب ہوتے ہیں
جو دلوں کے قریب ہوتے ہیں
حوصلے لے کے جو بھی چلتے ہیں
ان کے بدلے نصیب ہوتے ہیں
بھیک آتے ہیں مانگنے مجھ سے
درد کتنے غریب ہوتے ہیں
بس یہ دیکھا ہے اہلِ الفت کے
دنیا والے رقیب ہوتے ہیں
زخم دل پر نمک چھڑکتے ہیں
کتنے اچھے طبیب ہوتے ہیں
رلنا کالے ہیں دل کے لوگ وہی
جو بظاہر حبیب ہوتے ہیں

قدیر رانا.....راولپنڈی

غزل

دل اب پہلے جیسا بے قرار نہیں
نظر بھی تو محوِ انتظار نہیں
عجب بات دیئے تو جلے ہیں مگر
گرد ان کے پروانوں کی قطار نہیں
کوئی مخلص ہو تو ہوا کرے
اب رہا کسی پہ اعتبار نہیں
بیٹھیں تو کسی کی چھاؤں میں ہم
وہاں تو کوئی بھی شجر سایہ دار نہیں
بظاہر چہرے پُرخلوص ہیں مگر
لگتا تو کوئی بھی وفادار نہیں

فصیحہ آصف خان.....ملتان

متاع جان

ترک محبت پہ سوچتی ہوں
تیرا واحد
(پہلا اور آخری)
خط جلا ڈالوں
جب تُو نہیں تو
تیری نشانی کو کیوں سنبھالوں؟
مگر جاناں!
مجھ میں اتنا حوصلہ بھی تو نہیں
کہ متاع جان گنواؤں
اور پھر
عمر بھر پچھتاؤں

زینب بتول (زینب اصغر مغل)

غزل

بچھڑ کر مجھ سے تُو پریشان تھا نہ اداس تھا
اس درجہ عداوت کا گمان تھا نہ قیاس تھا
وہ بیتے دنوں کی بات تھی کہ جدائی اک عذاب تھی
مگر اب یہ سوچتا ہوں تیرا ہجر مجھے راس تھا
میں خیالِ یار کے برموودا میں کھوگیا
نہ راستے کا پتا چلا نہ وقت کا احساس تھا
عشق بیٹھا رو رہا تھا میری لاش کے پاس
ہاتھوں پہ میرا لہو بدن پہ تیرا لباس تھا
مجھے معاف کردینا کہ مجھ سے ہوگئی محبت
میں جب تم پہ مرا تھا بے ہوش و حواس تھا
کچھ مجبوریوں کے سودے کرلیے تھے تم نے
اور کچھ میں خود بھی وفا سے ناشناس تھا
یہ وہی موڑ ہے دو انجانے راستوں کا عمیس
وہ شخص یہیں پہ کبھی میرے آس پاس تھا

عمیس احمد.....جھنگ صدر

لڑکیاں

کہیں آنچل کی مانند لگتی ہیں
کہیں کانچ کی مانند لگتی ہیں
کہیں قطرہ قطرہ پگھلتی ہیں
کہیں ریزہ ریزہ بکھرتی ہیں
یہ لڑکیاں کتنی نازک ہیں
اک ننھا سا دل رکھتی ہیں
پر طاقت دیکھو اس دل کی
وہ دل جو سب سے چھپاتی ہیں
پہاڑ جیسے غموں کا بوجھ
اس نازک دل پہ اٹھاتی ہیں
پھر یک دم سارے بوجھ اتارے
خاک تلے سوجاتی ہیں

ثانیہ مغل.....سیانی

غزل

چاند سوچوں میں ہے گم اور آسماں خاموش ہے
ڈھل رہی ہے رات اور سارا جہاں خاموش ہے
شہر میں جو چیختا تھا کل گرانی کے خلاف
ایک گولی سی چلی اب وہ جواں خاموش ہے
پھر حویلی میں ہوئی اک لاڈلی بے آبرو
سر جھکائے چشم تر بوڑھا کساں خاموش ہے
جل رہے ہیں گھونسلے صیاد کی یلغار سے
خوف سے شاہیں چپ ہیں باغباں خاموش ہے
شام کو بیٹا نشے میں چُور ہے گھر لوٹتا
خواب مستقبل کے بکھرے ایک ماں خاموش ہے
چار سُو ہے خشک سالی تھر کے ریگستان پر
نیم جاں ہر خوبرو ہر بے زباں خاموش ہے
حمد کرتے ہیں خدا کی طائرانِ خوش نوا
دے اذانِ فجر راہی تُو کہاں خاموش ہے

برکت راہی.....ڈگری سندھ

ڈر

اکثر اکیلے میں
لبوں پہ ابھرنے والی شوخ مسکراہٹ
معصوم حنائی ہاتھوں کی تھرتھراہٹ
لبوں سے نکلنے والے
حسین لفظوں میں تیری بات
میری آنکھوں میں بسی تیری تصویر
گاہے بگاہے
شوخ سُروں کی گنگناہٹ
لہو میں عجیب سنسناہٹ
حسین ہاتھوں میں تیرے لمس کی خوشبو
ہر ایک سے وہ راز نہ کہہ دے
جسے میں نے خود سے چھپایا ہے

سمیرا غزل.....کراچی

غزل

عجب تعلق یہ تم نے جوڑا
ہمیں نہ تم نے کہیں کا چھوڑا
یہ دشمنی بھی تو قیمتی ہے
کہ جس نے دلوں کا رُخ موڑا
سدا یوں تم نے نبھایا تعلق
ہم نے جوڑا اور تم نے توڑا
زندگی سے گلہ نہیں ہے
اگر وہ نکلا ہے اک بھگوڑا
اسے تو اپنی ہی غرض تھی گل
ہم نے جس سے ناتا جوڑا

سباس گل.....رحیم یار خان

بیاضِ دل

میمونہ رومان

یاسمین کنول......پسرور
یقین ہے کہ نہ آئے گا مجھ سے ملنے کوئی
تو پھر یہ دل کو میرے انتظار کیسا ہے

لاڈو ملک......دیپالپور
وہ کہتا رہتا ہے بڑی مجبوریاں ہیں وقت کی محسن
صاف لفظوں میں وہ خود کو بے وفا نہیں کہتا

ارم کمال......فیصل آباد
اپنی باتوں میں کسی اور کے حوالے رکھنا
مجھ سے بچھڑے ہو ذرا خود کو سنبھالے رکھنا
لوگ پوچھیں گے کہ کیوں پریشان ہو
نگاہ سے کچھ بھی کہو، ہونٹوں پہ تالے رکھنا

سعدیہ تہذیب......میانہ چک شیخ شہادی
تمام شہر نے دیکھا میرا انجام مگر
ہوا جس سے آغاز وہ بے خبر ٹھہرا

بشریٰ نوید باجوہ......اوکاڑہ
کل شب ہوتی رہی برسات بہت
اور ہم بھی روئے ساری رات بہت
ادھورا جیون، تنہا دن، اداس شامیں
نوید دل کو اب کے بار ہوئی مات بہت

سپاس گل......رحیم یار خان
اس کے آنے کی آہٹیں سن کر
ہر اک موسم بہار ہوتا ہے

مہر و مخلص......اٹک
یاد رکھنا ٹوٹے اگر ہم تو بکھر تم بھی جاؤ گے
ہم نے خود میں تم کو پرویا ہے تسبیح کی طرح

صدف سلیمان......شورکوٹ شہر
یاد بھی اب کے آیا وہ اور جاگ اٹھی ہے خواہش بھی
تازہ دکھ اور سرد ہوا ہے اور سال کی پہلی بارش بھی

صباحت صباح......چناری ہٹیاں بالا
بیت نہ جائیں پھر سے کہیں یہ بارہ موسم
رہ نہ جاؤں اس برس بھی تنہا اتنا کہنا
لمحے بھی لگتے ہیں سال اب تو تم بن
رات اور دن تو صدیاں لگتے ہیں اتنا کہنا

چشمان ملک......اٹک
وفا کی لاج میں مجھ کو منا لیتے تو اچھا تھا
انا کی جنگ میں اکثر جدائی جیت جاتی ہے

جمیعہ غضنفر جیا......نامعلوم
وہ تجھ کو بھولے ہیں تو تجھ پر بھی یہ لازم ہے میر
خاک ڈال، آگ لگا، نام نہ لے، یاد نہ کر

اقراء تبسم......اوکاڑہ
سب اہل شہر جس پہ اٹھاتے تھے انگلیاں
وہ شہر بھر کو وجہ زیارت بھی کر گیا
محسن یہ دل کہ اس سے بچھڑتا نہ تھا کبھی
آج اس کو بھولنے کی جسارت بھی کر گیا

مقدس دل آویز......نامعلوم
جو خیال تھے نہ قیاس تھے وہی بن گئے میرے ہم سفر
جو محبتوں کی اساس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جنہیں ماننا ہی نہیں تھا دل وہی بن گئے میرے ہم سفر
مجھے ہر طرح سے جو راس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

مدیحہ نورین......برنالی
خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک
اس شہر میں سب کچھ ہے فقط تیری کمی ہے

عظمیٰ کنڈی......گل امام
چلتی ہے جس طرح تیری نبض تیز تیز
انداز ہو بہو میری دھڑکنوں کا ہے

پروین افضل شاہین......بہاولنگر
جب شوق سے بھولا ہے تو کیا بھول سے نکلے
مشکل ہے کہ اب قافلہ اس دھول سے نکلے
اک عمر سے عادت ہے میرے شام و سحر کی
اب کون تیری یاد کے معمول سے نکلے

فرح ناز......نامعلوم
ہر گرا ہوا پھول وفا کا نہیں ہوتا
ہر اٹھا ہوا ہاتھ دعا کا نہیں ہوتا
بجھ جاتے ہیں اکثر دیئے خود ہی
ہر بار قصور ہوا کا نہیں ہوتا

عشا نور بلوچ......نواب شاہ
گیت جو تم نے سنا نہیں، میری عمر بھر کا ریاض تھا
مرے درد کی تھی وہ داستاں جسے تم ہنسی میں اڑا گئے

انوشہ طارق......اسلام آباد
رات یوں دل میں کھوئی ہوئی تیری یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے
جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم
جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آجائے

انعم خان......لاہور
افلاس اچھا نہ فکرِ دولت اچھی
جو دل کو پسند ہو وہ حالت اچھی
جس سے اصلاح نفس ناممکن ہو
اس عیش سے ہر طرح مصیبت اچھی

ماہم ایمان......کراچی
ملنے کا وعدہ منہ سے تو ان کے نکل گیا
پوچھی جگہ جو میں نے کہا ہنس کے خواب میں

ہنی فاطمہ......حیدر آباد
اس قدر دنیا کے دکھ اے خوب صورت زندگی
جس طرح تتلی کوئی مکڑی کے جالوں میں رہے

سیدہ امبر اختر بخاری......چندی پور
چمن ویران ہے اب تک شگوفے کھل نہیں پائے
بڑی تاخیر کردی ہے کسی نے یاد کرنے میں

صنم ناز......گوجرانوالہ
ہر اک لمحہ رہتی ہے مجھے تازہ اک شکایت
کبھی تجھ سے، کبھی خود سے، کبھی اس زندگی سے
وہ بے کیفی کا عالم ہے کہ دل یہ چاہتا ہے
کہیں روپوش ہوجاؤں اچانک خاموشی سے

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر
تیرے وجود سے ہیں گلستان کی رونقیں ساری
کہ تیرے بغیر یہ دنیا ہم کو ویران لگتی ہے

چندا شیخ......ملتان
رشتوں میں وفا، بھرم اور پاسداری
صاحب! بڑے پرانے خیال رکھتے ہو

شیزہ عارف......چمبہ ایبٹ آباد
سرِ راہ کچھ بھی کہا نہیں، کبھی اس کے گھر میں گیا نہیں
میں جنم جنم سے اسی کا ہوں اسے آج تک یہ پتا نہیں
یہ خدا کی دین بھی عجیب ہے کہ اسی کا نام نصیب ہے
جسے تُو نے چاہا وہ مل گیا جسے میں نے چاہا ملا نہیں

فیاض اسحاق......سلانوالی
وہی گلیاں، وہی کوچے، وہی سردی کا موسم ہے
اسی انداز سے اپنا نظام زیست برہم ہے
وہ جس کے ہونے سے زندگی نغمۂ سرائی ہے
اسے کہنا ہے کہ بھیگی جنوری لوٹ آئی ہے

سلمیٰ ملک......قادر پور راں
کیا غضب ہے کہ جدائی کے دن بھی محسن
زندگی میں شمار ہوتے ہیں

زین الدین......کراچی
تیری چاہت میں گزرتی میری ہر شام تھی
میرے دل سے نکلی ہوئی دعا تیرے نام تھی
اب مجھ کو الزام نہ دو بے وفائی کا
میرے ہاتھوں کی لکیروں میں وفا عام تھی

فصیحہ آصف خان......ملتان
تم پاؤں اپنے بچا کے چلنا
یہ کرچیاں ہیں میرے دل کی

biazdill@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

نیکی کا حکم دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ''جو شخص لوگوں کو ہدایت کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے عمل جتنا ثواب ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص گمراہی کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے عمل جتنا گناہ ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

(بخاری، مسلم)

انسانوں کی قسمیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ اپنے مرے ہوئے (کافر) آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہیں وہ باز آجائیں (کیوں کہ) وہ تو اب جہنم کا کوئلہ بن چکے ہیں ورنہ ایسے لوگ اللہ کے نزدیک اس سیاہ کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے جو اپنی ناک سے گندگی ڈالتا پھرتا ہے بلاشبہ اللہ نے تم لوگوں سے جاہلیت کی نخوت دور کردی ہے اور جاہلیت میں جو آباؤ اجداد پر فخر کیا جاتا تھا اس سے نجات دے دی ہے اب انسان صرف دو قسم کے ہیں۔ یا متقی مومن، یا بدباطن گنہگار، سارے انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔''

(ترمذی، ابوداؤد)

علم

*علم دلوں کی روشنی ہے
*علم جنت کے راستوں کا نشان ہے
*علم آنکھوں کا نور ہے
*علم غریب کی دولت ہے
*علم ہی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے
*علم کی تحقیقات میں بحث جہاد ہے
*علم دشمنوں پر ہتھیار ہے
*علم تلوار سے زیادہ طاقت ور ہے

عظمیٰ کنڈی۔۔۔۔گل امام

اے میرے اللہ!

اے میرے مولا
اے میرے اللہ!
اگر میں چٹانوں سے پھسل جاؤں
پہاڑوں سے گر جاؤں
تو تم میری مدد کرنا
گر پریشانیوں میں گھبرا جاؤں
دنیا کی مصیبتوں سے ڈر جاؤں
تو تم میری مدد کرنا
قدم قدم بکھرے کانٹوں سے الجھ جاؤں
دنیا کے غم سہہ نہ پاؤں
تو تم میری مدد کرنا
بھولے سے جبیں کو کسی اور در پر جھکاؤں
انجانے میں مبتلائے شرک ہو جاؤں
تو تم میری مدد کرنا
اس دار فانی میں جو تنہا ہو جاؤں
اردگرد سے بس خود کو اکیلا ہی پاؤں
تو تم میری مدد کرنا۔۔۔۔۔!

مسکان رؤف۔۔۔۔جہلم

کردار

انسان کا کردار اس پھول کی مانند ہوتا ہے جو اگر ایک بار شاخ سے گر کر ٹوٹ جائے تو دوبارہ نہیں جڑ سکتا جب تک پھول شاخ سے جڑا رہتا ہے تب تک اس میں رنگ و خوشبو موجود ہوتی ہے، جو اس کے حسن اور سحر میں اضافہ کرتی ہے مگر جب وہ شاخ سے جدا ہوتا ہے تو رنگ و خوشبو کھو دیتا ہے

اسی طرح انسانی کردار ہے جب تک پاکیزہ اور سچا رہتا ہے، دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے لیکن جب وہ اپنی پاکیزگی اور سچائی کھو دیتا ہے تو وہ کم تر چیزوں سے بھی ارزاں ہو جاتا ہے۔

صباحت صباح۔۔۔۔چناری، مظفر آباد

دوستی

دوستی کرنا اتنا آسان ہے جیسے مٹی پر مٹی لکھنا
اور نبھانا اتنا مشکل ہے جیسے پانی پر پانی لکھنا

چشمان ملک۔۔۔۔اٹک

تمہاری یاد کا موسم

کبھی ہجرت نہیں کرتا
یہ دل کو نوچ لیتا ہے
مہینے ہوں یا ہوں سال
یہ دل میں بیٹھ جاتا ہے
پرانے دور کی صورت
کسی سرطان کی مانند
رگوں میں پھیل جاتا ہے
بچھڑ کر شاخ یادوں کی
محبت کے گلابوں کو
ثمر ہونے نہیں دیتا
ہمیں سونے نہیں دیتا
کبھی رونے نہیں دیتا
تمہاری یاد کا موسم!
کبھی ہجرت نہیں کرتا

علی حسنین۔۔۔۔کراچی

دھیان

تم جس لمحے میرے جیون سے تعلق توڑنا چاہو
تو اتنا دھیان میں رکھو
کہ
اس لمحے میرے جیون میں
وہ سانسیں آخری ہوں گی

سباس گل۔۔۔۔رحیم یار خان

اچھی بات

آج کل کے دور میں خلوص اور اپنائیت پکے ہوئے پھل کی طرح سب کی جھولی میں نہیں گرتے۔ انہیں حاصل کرنا پڑتا ہے اپنے رویوں سے اگر آپ چاہتے ہیں کہ دوسرے آپ کو اہمیت اور محبت دیں تو انہیں حاصل کرنے سے پہلے دوسروں میں انہیں بانٹیں، اللہ آپ کی توقع سے بڑھ کر آپ کو نوازے گا۔

عمارہ شاہ۔۔۔۔کوہاٹ

رشتہ

ہر رشتہ ایک معصوم پرندے کی طرح ہوتا ہے اگر سختی سے پکڑو گے تو مر جائے گا اگر بے پروائی سے پکڑو گے تو اڑ جائے گا لیکن نرمی سے پکڑو گے تو ساری زندگی ساتھ نبھائے گا، مور ناچتے ہوئے بھی روتا ہے اور ہنس مرتے ہوئے بھی گاتا ہے۔ یہی زندگی کا دستور ہے، دکھ والی رات نیند نہیں آتی اور خوشی والی رات سوتا کون ہے!

ساریہ چوہدری۔۔۔۔گجرات

فقیری نسخہ

میں نے ایک فقیر سے کہا: ''مجھے گناہ کی بیماری ہے کوئی علاج تجویز کریں۔''

فقیر نے کہا: ''حسب ذیل نسخہ استعمال کرو۔''

''توبہ کی مصری، صبر کا پیالہ، توحید کے پتے، ذکر کی ہڑیر کو شریعت کے ڈنڈے سے خوب باریک کرلو جب پس کر باریک ہو جائے تو حقیقت کی چھلنی میں چھان لو پھر معرفت کی ہانڈی میں ڈال کر عشق کے چولہے پر چڑھاؤ جب تیار ہو جائے تو گناہ کے حلق میں ڈال دو۔''

ارم کمال۔۔۔۔فیصل آباد

خواب

نوکر: ''جناب میں نے رات خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے دو ماہ کی تنخواہ پیشگی دی ہے۔''

مالک: ''بہت خوب! اب میں تمہیں دو ماہ تک تنخواہ نہیں دوں گا۔''

سعیدہ تہذیب...... میانہ چک

انمول موتی

* حقیقت سے روشناس ہونا ضروری ہے اور کوشش جاری رکھنی چاہیے مگر حقیقت کا اظہار کبھی کبھار کرنا چاہیے۔
* دریا اور زندگی دونوں پر مضبوط بند باندھنا پڑتا ہے تاکہ ضائع نہ ہو۔ دریا کو مٹی کا بند درکار ہے اور پیکر خاکی کو ضبط کا مضبوط بند۔
* کسی کے چہرے پر مت جاؤ کیونکہ چہرہ بند کتاب کی مانند ہے، جس کا سرورق کچھ اور ہوتا ہے اور اندر کچھ اور تحریر ہوتا ہے۔
* بعض لوگوں کی مثال پارس سی ہوتی ہے ان کے ساتھ جو بھی رہتا ہے کندن ہو جاتا ہے۔

عظمیٰ ایوب...... تلہ گنگ

یاد

آج میرے اندر کے
سکوت میں
دیر تک
گرلاتی
سر پٹختی رہی
تیری یاد!

شمع مسکان...... جام پور

خواہشات

ہماری خواہشات تتلیوں کی مانند ہوتی ہیں دور سے بے حد خوشنما اور پیاری لگتی ہیں، ہمیں ان کے رنگ اور اڑان متاثر کردیتی ہے اور ہم بے ساختہ ان کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں، ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے بہت کچھ چھوڑ دیتے ہیں لیکن ہمیں کسی بات کا ہوش نہیں رہتا اور بالآخر جب ہم ان خوشنما تتلیوں کے بے حد قریب پہنچ کر ان کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں تو ہمارے ہاتھ میں آتے ہی یہ اپنا اصل رنگ کھو دیتی ہیں اور بے جان اور بدنما ہو جاتی ہیں اور جب ہم اپنے پیچھے دیکھتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے ان خواہشات کی خاطر ہم بہت کچھ کھو چکے ہیں اور ہمارے ہاتھ میں کوئی دیا نہیں ہوتا کہ ہم واپس جا سکیں۔

رمشاء عظمت...... بوسال قصور

محبت کی شادی

ایک دوست نے دوسرے دوست سے کہا: ”تمہارا کہنا ہے کہ تم جس لڑکی سے شادی کرنے جارہے ہو وہ کروڑوں کی دولت اور جائیداد کی مالک ہے لیکن نہایت بدصورت ہے؟“

”ہاں۔“ دوسرے دوست نے تائید کی۔

”اس کے باوجود تمہارا دعویٰ ہے کہ یہ محبت کی شادی ہے؟“ پہلے دوست نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”ہاں! مجھے دولت سے محبت ہے نا۔“ دوسرے دوست نے اطمینان سے جواب دیا۔

حمیرا عروش...... کراچی

کشمیر

آکاش تلک پہنچ رہی ہیں
یہ صدائیں کیسی
دھرتی لہو رنگ میں ہے
کیوں رنگی ہوئی
نا بیٹیوں کی عصمت ہے
یہاں محفوظ
نا بیٹیوں کے سروں پر چادر ہے
کیا ہوا اس خوب صورت
رنگ و بو کی دھرتی کو
کیوں یہاں پر پھول کملا جاتے ہیں
کھلنے سے پہلے ہی
اے دنیا کے لوگو...... آ جاؤ
آ کر دیکھو کیسے جل رہی ہے
وادیٔ کشمیر......!

کاجل شاہ...... خانیوال

دل کے آنگن

دل کے آنگن میں کبھی کبھی جھانک لیا جائے تو

محسوس ہوتا ہے کہ اس آنگن میں کہیں صحرا و بیابان کا عالم ہے تو کہیں خوشبو رچی بسی ہے۔

کہیں جگہ جگہ کانٹے ہیں تو کہیں تلخ کرچیاں بکھری ہیں۔ محبتوں کا سفر تو لگتا ہے ہر دل سے ناپید ہو چکا ہے، دل لگی اور جذبوں کو ضرورت کا رنگ دے کر دل کے آنگن کو سرخ پتوں سے سجانے کی کوشش کی جاتی ہے مگر اس کوشش میں ناکامی ہماری تشنہ زندگی کی گواہ ہے۔ دل کے آنگن کو خوشبو کا گھر بنانا بہت مشکل ہے۔

سچے اور کھرے رشتوں کی اپنائیت خلوص و محبت سے سجے جذبات ہی کسی دل کے آنگن کو زندگی سے بھرپور بنا سکتے ہیں۔ صد افسوس کہ ہم نے اپنی ہی خواہشات کو اولین ترجیح دے کر اپنے دل کے نخلستان کو بنجر ویران صحرا بنا ڈالا ہے۔

سمیرا انور...... جھنگ

آنچل کے نام

تم میرے لیے کیا ہو
جیسے ساون کی پھوار
جیسے خوشبوؤں کا سندیسہ
جیسے چاہتوں کے دیپ
جیسے سمندر محبتوں کا
جیسے سورج کی پہلی کرن......!

پلوشہ گل...... کوٹ ادو

ماں اور باپ

* ماں ٹھنڈی چھاؤں ہے تو باپ گھنا درخت۔
* ماں کے پیروں تلے جنت ہے تو باپ کے پہلو میں جنت۔
* ماں کے بغیر گھر سونا ہے تو باپ کے بغیر زندگی ویران۔
* ماں محبت کا دریا ہے تو باپ شفقت کا سمندر۔
* ماں اولاد کی رفیق ہے تو باپ اولاد کے لیے شفیق۔
* ماں تحفۂ خداوندی ہے تو باپ رحمت خداوندی۔

درخشاں بی...... چونالہ

کرن کرن روشنی

* اپنی سیرت اس کلی کے مانند بناؤ جس کو سونگھنے سے اچھائی کی خوشبو آئے۔
* خالی دماغ شیطان کا گھر ہے۔
* غصہ عقل کے ساتھ شخصیت کو بھی مسخ کر دیتا ہے۔
* خوش اخلاقی بہت بڑا ہتھیار ہے جسے استعمال کر کے دشمنوں کو بھی دوست بنایا جا سکتا ہے۔
* وقت بارش کے قطروں کے مانند ہے، جس طرح بارش کے قطرے ہاتھوں میں جذب نہیں کیے جا سکتے اسی طرح وقت کو بھی مٹھی میں قید نہیں کیا جا سکتا۔

سدرہ رحمٰن...... بہاولپور

خیال کے پھول

* میرے آباؤ اجداد برہمن تھے۔ انہوں نے اپنی عمریں اسی سوچ میں گزار دیں کہ ”خدا کیا ہے“، میں اپنی زندگی اس سوچ میں گزارنا چاہتا ہوں کہ انسان کیا ہے؟“ (علامہ اقبال)
* عقل مند اپنے عیوب کو خود دیکھتا ہے، دنیا نہیں دیکھتی جب کہ بے وقوف اپنے عیوب خود نہیں دیکھتا، دنیا دیکھتی ہے۔ (ڈاکٹر چارلس)
* تعلیم نے دنیا کی ایک بہت بڑی تعداد کو پڑھنے کے قابل بنا دیا لیکن یہ تمیز نہیں دی کہ کون سی چیز پڑھی جائے۔ (ٹریویلین)
* تاریخ ہمیشہ یہ تو بتاتی ہے فلاں جنگ میں مردوں نے اتنا خون بہایا، یہ کون بتائے کہ عورتوں نے کس طرح اپنے سہاگ اجاڑے۔ (نذر الاسلام)

عائشہ صدیقہ...... باغ AK

غفلت کی سزا

حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس کسی نے ایک پرندہ بطور تحفہ بھیجا، آپ نے اسے قبول فرما کر پنجرے میں بند کر دیا اور کچھ مدت اپنے پاس رکھ کر ایک دن اسے آزاد کر دیا۔ کسی نے پوچھا: ”حضرت آپ نے اسے آزاد کیوں کر دیا؟“ آپ نے فرمایا: ”مجھ سے اس پرندے نے بڑی منت سے کہا تھا اے جنید! افسوس ہے کہ تُو تو

اپنے دوستوں سے ملاقات کا لطف اٹھائے اور مجھے میرے دوستوں سے ملنے سے دور رکھے اور پنجرے میں بند رکھے۔"

مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا' اڑتے وقت وہ کہنے لگا:" پرندہ یا جانور جب تک اللہ کے ذکر میں مصروف رہتا ہے آزاد رہتا ہے اور جہاں اس پر غفلت طاری ہوتی ہے قید میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

اے جنید! میں یادِ الٰہی سے صرف ایک دن غافل رہا تھا جس کی سزا میں مجھے پنجرے کی سخت سزا بھگتنا پڑی۔ ہائے ان لوگوں کا کیا ہوگا جو اکثر اوقات اللہ کے ذکر سے غافل رہتے ہیں۔ اے جنیدؒ میں آپ کے سامنے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی ذکر الٰہی سے غافل نہیں رہوں گا۔" یہ کہہ کر وہ پرندہ اڑ گیا۔

پھر وہ پرندہ حضرت جنید بغدادیؒ کی زیارت کے لیے آتا اور ان کے ہمراہ دستر خوان پر دانے وغیرہ بھی کھایا کرتا' جب حضرت جنید بغدادیؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا:" آپ کا کیا حال ہے؟"

انہوں نے جواب دیا:" چونکہ اس پرندے پر میں نے رحم کیا تھا' اس لیے اللہ نے مجھ پر بھی رحم کیا۔"

صدف ناز انصاری..... ملتان

عورت

صحابہ اکرام' اولیاء اکرام' دانش ور' مفکر شاعر اور عام لوگ ہر کوئی اپنی سوچ اور اپنی عقل کے مطابق اس ہستی کے لیے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں' حضرت امام شافعیؒ نے عورت کو کائنات کی سب سے حسین شے قرار دیا ہے۔ تو کبھی انسانی راحت کا سب سے موزوں سرچشمہ کہا۔

پھر فرمایا:" میں تیری تعظیم اس واسطے کرتا ہوں کہ انسانیت تیرے ہی طفیل ہے۔"

❖ عورت کا سب سے بڑا دکھ یہ ہیکہ اس کو سمجھا نہیں جاتا' اس کے دل میں بے شمار تمنائیں ہوتی ہیں جو ہلکی سی ٹھیس لگنے سے بے آواز ٹوٹ جاتی ہیں۔

❖ کتنی عجیب بات ہے کہ ان کے ٹوٹ جانے پر بھی وہ پتھر کی طرح سخت رہتی ہے۔

❖ عورت نہ ہو تو مرد کی زندگی جنگلی جانوروں سے بھی بدتر ہے۔

❖ عورت کے جس روپ کو بھی دیکھ لیں قربانی دیتی' سمجھوتہ کرتی ہوئی اور درگزر کرتی ہوئی نظر آئے گی۔

❖ عورت ایسی کتاب' ایسی تصویر' ایسی داستان ہے جس میں ساری دنیا بستی ہے۔

❖ عورت خودداری اور حیا کا مجسمہ ہے

مون عابد..... ہری پور

دو باتیں

حضرت لقمان ایک دن اپنے شاگردوں اور دوستوں کو حکمت اور دانائی کا درس دے رہے تھے' سب لوگ ان کے درس کو بہت غور سے سن رہے تھے ایک شخص کا اس طرف سے گزر ہوا ان کی آوازیں اس کے کان میں پڑیں' اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اس لیے کہ آواز جانی پہچانی تھی وہ کافی دیر تک کھڑا ان کے چہرے کو غور سے دیکھتا رہا۔

آخر جب وہ درس سے فارغ ہوئے تو وہ آگے بڑھا اور بولا میں فلاں مقام پر کسی زمانے میں بکریاں چرایا کرتا تھا' بکریاں چرانے والا میرا ایک ساتھی تھا اس شخص کی صورت اور آواز بالکل آپ جیسی تھی۔

"ہاں مجھے یاد ہے میں وہی ہوں۔" حضرت لقمان بولے' اس شخص نے حیران ہو کر پوچھا:" آپ کو یہ مرتبہ کس طرح حاصل ہوا؟" جواب میں حضرت لقمان بولے "صرف دو باتوں سے' ایک سچ بولنا دوسرا بغیر ضرورت کے بات نہ کرنا۔"

مریم کاشف..... حیدر آباد

زندگی

زندگی "امید" سے سجی دلہن
"غم" اس کا دولہا
"آنسو" اس کا گہنا
"سپنے" اس کی بارات
"آرزوئیں" اس کی سیج
اور "موت" اس کی منزل

پاکیزہ سحر..... تلہ گنگ ہم جسے لاجواب کہتے ہیں

بیوی' کس نام سے پکاروں کیا نام ہے تمہارا؟

شوہر' منے کے ابا کہہ لیا کرو۔

بیوی' شام سے پہلے آجانا۔

تا کہ شام کو پکانے کے لیے سبزی لاسکوں اور پکا کر تمہیں کھلا سکوں۔

شوہر' سن ذرا پلکیں تو اٹھا۔

بیوی' کیا مصیبت ہے' بھئی مسکارا تو خشک ہونے دو۔

شوہر' تیری آنکھوں نے لوٹا ہے مجھ کو۔

بیوی' یہ تو لینس کا کمال ہے۔

شوہر' پہلے تو کبھی کبھی غم تھا۔

بیوی' اب مما مہینے کے تیس دن یہاں رہتی ہیں۔

(پروین افضل شاہین..... بہاول نگر)

باتوں سے خوشبو آئے

❖ خوشیوں اور پھولوں سے زیادہ پیار مت کرو ورنہ ان سے غموں کا رس ٹپکنے لگے گا۔

❖ کسی کا دل مت توڑو کیوں کہ تمہارے پہلو میں بھی ایک نازک سا دل ہے۔

❖ سب کو سب کچھ دو مگر راز کبھی نہ دو۔

❖ زبان کی حفاظت دولت سے زیادہ مشکل ہے۔

❖ کتنے قیمتی ہیں وہ آنسو جو کسی کی مصیبت میں بہائے جائیں۔

(گڑیا فرخندہ نورین۔ خانیوال)

انمول موتی

☆ جہاں تک ہو سکے اپنے سے اعلیٰ آدمیوں کی صحبت پسند کرو یہی حقیقت اور سچائی ہے۔

☆ سب کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھو۔ اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

☆ ہمیشہ اپنے خیالات اونچے رکھو اور اپنے اندر قلب کی صفائی کو قائم رکھو۔

☆ کامیابی چاہتے ہو تو کسی کو حقیر نہ سمجھو۔

(جویریہ ضیاء۔ ملیر کراچی)

خوب صورت سی بات

ایک بار ساری Feelings نے فیصلہ کیا کہ وہ سب چھپن چھپائی کھیلیں گی' درد نے Coungting شروع کی۔ سب Feelings چھپ گئیں' جھوٹ ایک درخت کے پیچھے چھپا اور گلاب کے پودوں کے پیچھے پیار نے اپنی جگہ بنائی۔ سب پکڑے گئے سوائے پیار کے' یہ دیکھ کر حسد نے درد کو بتا دیا کہ پیار کہاں چھپا ہے' درد نے پیار کو کھینچ کر نکالا تو کانٹوں کی وجہ سے پیار کی آنکھیں زخمی ہو گئیں اور وہ اندھا ہو گیا۔ سب نے یہ دیکھ کر درد کو سزا سنائی کہ اسے عمر بھر پیار کے ساتھ رہنا پڑے گا۔ اس وقت سے پیار اندھا ہے اور جہاں بھی جاتا ہے درد اس کے ساتھ جاتا ہے۔

فاطمہ عاشی..... جھنگ صدر

انمول بات

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بہو نے اپنی ساس سے کہا کہ اماں جی! جب میرے بچہ پیدا ہو تو مجھے جگا دینا۔ ایسا نہ ہو کہ میں سوئی رہ جاؤں اور بچہ پیدا ہو جائے۔" تو ساس نے جواب دیا کہ "بیٹی! جب تیرا بچہ ہوگا تو ایسا درد شدید پیدا ہوگا کہ تو خود بھی جاگے گی اور محلے بھر کو بھی جگائے گی۔"

حضرت حکیم الامت اس مثال کو دے کر فرماتے ہیں کہ جب اللہ اپنی محبت کا درد کسی کو عطا کرتا ہے تو پھر وہ خود بھی جاگتا ہے اور ایک جہاں کو جگاتا ہے اور اس درد کو لیے ہوئے جدھر سے گزرتا ہے' اللہ کی محبت کا پیغام نشر کرتا چلا جاتا ہے۔" سبحان اللہ۔

فوزیہ شہزاد..... ملتان

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ابتداء ہے اس پروردگار کے نام برحق سے جو خالق کائنات اور رب اللعالمین ہے۔ یوم یکجہتی کشمیر کے اس موقع پر ہم سب اپنے کشمیری بھائیوں کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ انہیں ظلم وستم سے نجات عطا کرے اور ہمارے وطن پاکستان کو بھی حاسدوں کی نظر سے محفوظ رکھے آمین۔

سائرہ رضی...... ضلع چکوال ۔السلام علیکم آنچل کے تمام قارئین کو میری طرف سے سلام وآداب۔ ہمیشہ کی طرح اس ماہ کا آنچل بھی زبردست تھا۔ سمیرا آپی "ٹوٹا ہوا تارا" بہت زبردست جارہی ہے۔ قسط وار کہانیوں کے بعد طلعت نظامی کی اسٹوری "کوئی پھول دل کی کتاب میں" بہت زبردست تھی۔ ساریہ چوہدری کا تبصرہ اچھا لگا۔ "بیاض دل" میں دلکش مریم' سیدہ جیا کاظمی اور صدف مختار کے اشعار پسند آئے۔ برکت راہی کی غزل ازدابیسٹ۔ تعارف میں جاناں اور خانیلہ خان کا تعارف اچھا لگا اور پڑھ کر ایسا لگا کہ کہیں کہیں میرا تذکرہ ہورہا ہے۔ اس تبصرہ کے ذریعے میں بھی آنچل کی تتلیوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز مجھے بھی آنچل کی دوستوں میں شامل کریں اور اس دعا کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں کہ آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

حافظہ اقراء الیاس...... لاہور کینٹ ۔السلام علیکم! شہلا آپی اور تمام آنچل اسٹاف کو محبتوں بھرا اسلام۔ اس بار آنچل 28 دسمبر کو مل گیا اب آتی ہوں تبصرہ کی طرف' سب سے پہلے ہم نے دوڑ لگائی "اور کچھ خواب" کی طرف عشنا جی ہمیں لفظوں میں الجھا کر رکھ دیتی ہیں' جیسے دامیان اپنی محبت پانے کے لیے بے چین ہے ایسے ہی ہم اس ناول کی آخری قسط پڑھنے کو بے چین ہیں "جھیل کنارہ کنکر" بہت زبردست ناول جارہا ہے نازی جی! آپ کے ناول کی تعریف کے لیے ہمارے پاس الفاظ کم پڑ جاتے ہیں' تقدیر نے تینوں دوستوں ثانیہ' ہانیہ اور حور عین کو کہاں لا کھڑا کردیا۔ نازی جی میں آپ کے اداس لفظوں کی گہرائی کی فین ہوں۔ اقراء جی "بھیگی پلکوں پر" بہت عمدہ جارہا ہے' ماہ رخ کی حرکت کا بہت دکھ ہوا اور پری اور طغرل کا کردار بہت زبردست ہے۔ موسٹ فیورٹ رائٹر سمیرا جی کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" تین قسطوں میں ہی آسمان پر پہنچ چکا ہے۔ میرا پسندیدہ کردار شہوار ہے بس اس کے ساتھ کچھ بُرا نہیں ہونا چاہیے اور لالہ رخ مجھے تابندہ بی لگتی ہیں' شاید یہی اس ناول کا ٹوٹا ہوا تارا ہے' بس شہوار ٹوٹا ہوا تارا نہ بنے۔ انا اور ولید کا کپل ایک دم زبردست ہے "کوئی پھول دل کی کتاب میں" طلعت نظامی کا بہت خوب صورت ناول تھا' پڑھ کر مزا آیا۔ "لکھے پڑھے ہوتے" اور "کچھ عشق تھا کچھ مجبوری' عہد سال تو شب کے جاگے ہوئے" بہت عمدہ انداز میں لکھی گئی تھیں۔ سبق آموز تحریریں تھیں۔ "غزلیں نظمیں" سب اچھی تھیں لیکن نازی جی کی غزل کو ہم نے مس کیا۔ "یادگار لمحے" میں ہمیں جگہ دینے کا شکریہ۔ "بیاض دل" میں بشریٰ جی کا شعر سب سے اچھا لگا غرض کہ پورا شمارہ آنچل کا بہت زبردست تھا۔

صبا نواز بھٹی...... چک نمبر 11 ۔میری پیاری سی شہلا آپی' سوہنے سے دوستو! خوب صورت سی رائٹرز اور نئے پرانے قارئین سب کو صبا کا سلام قبول کیجیے۔ تو جناب اب ذرا پیارے راج دلارے آنچل کی طرف ایک نظر زیادہ نہیں پڑھا کیوں کہ ہمیں آنچل بہت ہی لیٹ ملتا ہے' اوپر سے میرے بھائیوں کی ستم ظریفی کہ جب شہر جائیں تب لے کر آتے ہیں اور میں معصوم انتظار کی گھڑیاں گنتی رہتی ہوں۔ خیر یہ تو میری داستانِ حال تھی' آنچل دسمبر کی آخری شام جاتے ہوئے مجھے تحفتاً دے گئی' خوشی بھی بہت ہوئی اور غم بھی۔ خوشی آنچل کو پانے کی' غم ایک سال اور بیت جانے کا۔ کتنا وقت ہم نے کھودیا نہ جانے اب مہلت کتنی باقی ہے کہ کچھ نیکیاں اور کمالیں اور گناہ دھولیں۔ خیر آنچل کا ٹائٹل بہت پیارا تھا' فریش سا۔ "حمد ونعت" سے فیض یاب ہوئے تھے کہ "در جواب آں" کا دروازہ کھلا ملا' ہم سمجھ گئے خالہ جان اپنی سیٹ پر بیٹھی سب کے جوابات دے رہی ہیں۔ ہم آگے گزر گئے کیوں کہ ہمارے نام کا خط تو تھا نہیں اس میں' جلدی جلدی قسط وار ناول پڑھ ڈالے ورنہ تبصرہ میں حاضر نہ ہوسکتی۔ سمیرا جی بہت ہی خوب صورت لفظوں کا پیراہن پہناتی ہیں آپ اپنی کہانی کو مجھے بہت پسند آئی آپ کی نئی کہانی "ٹوٹا ہوا تارا"۔ عشنا آپی آپ کا ناول "اور کچھ خواب" پڑھتے جاؤ تو واقعی میں خواب میں انسان پہنچ جاتا ہے' بے اختیار منہ سے نکلتا ہے زبردست۔ مجھے معارج کا کردار اچھا لگتا ہے۔ اقراء آپی آپ کا ناول ایک دم اے ون جارہا ہے آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ نازی جی سوری میں نے آپ کے ناول کا مطالعہ نہیں کیا' بہت سسپنس ہورہا ہے کہ یہ لاسٹ قسط ہے کہ نہیں' ابھی کے لیے اتنا ہی۔ اگلے ماہ مجھے آنچل جلدی مل جائے تو بھرپور تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی' تبصرہ بتائیے گا کیسا لگا' اللہ حافظ۔

☆ صبا تم سالانہ خریدار کیوں نہیں بن جاتی ہر ماہ تم کو گھر بیٹھے آنچل مل جایا کرے گا۔

نورین شفیع...... ملتان ۔السلام علیکم آنچل ٹیم اور تمام پڑھنے والیوں کیسی ہو آپ؟ اللہ آپ سب کو خوش وخرم اور خیریت سے رکھے۔ سب سے پہلے سمیرا آپی جی کے ناول کی تعریف ہوجائے' آپی جی یہ بہت اچھا ناول ہے آپ سب پڑھنے والیاں دیکھ لیجیے گا" یہ

چاہتیں یہ شدتیں" سے زیادہ زبردست ہوگا' مگر پلیز شہوار کو مصطفیٰ کے ساتھ ہی ملائیے گا کہیں ولید شہوار کو پسند نہ کرلے اور انا بے چاری کا کام تمام ہوجائے۔ آپ کو نیا ناول شروع کرنے پر مبارک باد' اب یہ نہ کہیے گا اتنے مہینوں بعد مبارک باد دینی یاد آئی ہے' میں نے تو پہلے بھی خط لکھا تھا مگر بھلا ہو پوسٹ مین کا جس نے خط ہی لیٹ پہنچایا تاخیر سے شامل ہونے والوں میں میرا نام لکھا تھا اور نازی آپی آپ تو ہیں ہی زبردست آپ کی شاعری اتنی پیاری ہوتی ہے تھاہ کرکے دل پر جا کر لگتی ہے۔ آپ چاہیں جس ٹاپک پر لکھیں بے حد اچھا لکھتی ہیں' تھوڑا بہت دین کے متعلق بھی لکھا کیجیے تاکہ ہمیں بھی گھر بیٹھے کچھ راہ نمائی ملتی رہے۔ ہدایت دینے والی تو اللہ پاک کی ذات ہے مگر وسیلہ تو انسان ہی ہوتے ہیں اور اقراء آنی! پری تو ہے ہی طغرل کی ان دونوں کو جدا مت کیجیے گا' دونوں کے بیچ تھوڑی بہت انڈر اسٹینڈنگ کروادیں اور پلیز عادلہ' عائزہ اور ان کی مما کا رویہ پری سے اچھا کردیں اور اس شیری کو پری سے دور رکھیں اچھا جی سب کو سلام اور اللہ حافظ۔

شیزہ عارف...... چمبہ' ایبٹ آباد ۔السلام علیکم شہلا آپی! امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ آپی میں ایبٹ آباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتی ہوں' تو ہر ماہ باقاعدگی سے آنچل ملنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ آپی مجھے سمیرا شریف طور کی نئی کہانی بے حد پسند آئی ہے اور آپی میں فروری کا آنچل لازمی خریدوں گی کہ شاید آئینہ میں میرا خط شامل ہوجائے اور آپی میں نے اپنا تعارف بھی بھیجا ہے وسائل کی کمی کی وجہ سے میں ہر ماہ آنچل نہیں لے پاتی کیونکہ شہر گاؤں سے کافی دور ہے تو پھر مجھے کیسے پتا لگے گا کہ میرا تعارف کس ماہ کے رسالے میں چھپا ہے؟ پلیز بتادیں۔ جنوری کے شمارے میں مجھے سب سے زیادہ طلعت نظامی کی "کوئی پھول دل کی کتاب میں" پسند آئی اور بھی بیسٹ ہوتا جو اریب کے لیے بھی کوئی خوشی آخر میں منتظر ہوتی۔ "کچھ عشق تھا کچھ مجبوری" معذرت کے ساتھ مگر کچھ خاص امپریس نہ کرپایا۔ بالکل ہی افسانوی سا لگا کیونکہ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا نا۔ "لکھے پڑھے ہوتے" اچھی کہانی تھی۔ "ہمارا آنچل" میں جاناں سے مل کر بہت اچھا لگا۔ "اور کچھ خواب" بھی بورنگ ہوتا جارہا ہے' رفتار بڑھائیں پلیز اور آخر میں "بھیگی پلکوں پر" اقراء جی گریٹ او جی اور آخر میں دعاؤں کی طلب کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر شیزہ! تمہارا تبصرہ شامل اشاعت ہوگیا ہے ان شاء اللہ باری آنے پر تعارف بھی شامل کرلیا جائے گا۔

فاطمہ منظور...... سمبڑیال ۔السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے؟ امید کرتی ہوں کہ میری طرح آپ اور آنچل اسٹاف خیریت سے ہوں گے۔ آپی میں چھ سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں' لکھنے کو بہت دل کرتا تھا لیکن ہمت نہیں ہوئی۔ مجھے آنچل بہت پسند ہے نازیہ آپی' عشنا آپی' سمیرا آپی وغیرہ کی تو میں تعریف بیان نہیں کرسکتی' آنچل کی سب رائٹرز ہی اچھا لکھتی ہیں۔ آپی میں آنچل میں کہانی بھیجنا چاہتی ہوں اگر جگہ مل سکتی ہے تو پلیز ضرور بتائیے گا۔ شہلا آپی ڈاک والا لفافہ تو چھوٹا ہوتا ہے کہانی اگر بڑی ہو تو پھر کیا کیا جائے' پلیز ضرور اس سلسلے میں رہنمائی کیجیے گا۔ آنچل کی تمام سلسلے وار کہانیاں زبردست ہیں۔ "جھیل کنارہ کنکر" تو میری فیورٹ ہے پلیز نازیہ آپی اسی طرح آنچل میں لکھتی رہا کریں آپ کے بغیر آنچل سونا لگتا ہے۔ نازیہ آپی جب میری شادی ہوگی نا تو آپ کو ملنے ضرور آؤں گی۔ اف یاد آیا اس وقت تو آپ بھی پیا دیس چلی گئی ہوں گی' چلو جی کوئی بات نہیں آنچل میں تو رہیں گی نا۔ عشنا آپی کا "اور کچھ خواب" بھی زبردست ہے۔ "بھیگی پلکوں پر" میں پری میری فیورٹ ہے لیکن وہ طغرل کے ساتھ اچھا نہیں کررہی۔ شہلا آپی میری دوست تعارف بھیجنا چاہ رہی تو کیا وہ بھیج سکتی ہے' ضرور جواب دینا۔ آپی آپ کو نہیں پتا ہم سب کو آپ سے اور آنچل سے کتنا پیار ہے۔ فرحت آنی بھی بہت یاد آتی ہیں' میں نماز پڑھ کر ان کے لیے دعا کرتی ہوں۔ شہلا آپی میرے دونوں سوالوں کا جواب ضرور دینا' پہلی دفعہ شرکت کی ہے ذرا رحم کریے گا۔ اوکے آپی اللہ حافظ اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیے گا' تمام پڑھنے والوں اور آنچل اسٹاف کو سلام' ہوا گر آپ کہیں تو آئندہ بھی شرکت کرتی رہوں گی' بائے۔

☆ پیاری فاطمہ! پہلی مرتبہ آمد پر خوش آمدید۔ تم اپنی کہانی اور دوست اپنا تعارف بھیج سکتی ہو۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ ۔شہلا عامر جی السلام علیکم! کیا حال ہے؟ تمام قارئین اور آنچل اسٹاف کو میری طرف سے دل کی گہرائیوں سے السلام علیکم! شہلا جی ہم نے اس مرتبہ بہت دیر بعد انٹری دی' کیا آپ کو اچھا لگا۔ آپی میرا رزلٹ آنے والا ہے تمام پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ وہ میرے پاس ہونے کی دعا کریں' اللہ پاک ہر انسان کی دلی خواہش پوری کرے' یہ نیا سال ہر ایک کے لیے خوشیاں لائے۔ آنچل کی کیا تعریف کروں' ہر سلسلہ ایک سے بڑھ کر ایک ہے' اس کے علاوہ ممانی جان بیمار ہیں' میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت یابی اور لمبی عمر عطا کرے آمین۔ اچھا شہلا عامر جی اپنا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر رانی! تمہاری غیر حاضری پر ہم بھی اداس رہے اب پھر سے رستہ نا بھول جانا کہیں اور اللہ تم کو امتحانات میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔

مہر گل' دعا گل...... کراچی ۔اکیسویں صدی کا دور واقعی فاسٹ ہے 2013ء کا پہلا شمارہ 26 دسمبر 2012ء کو موصول ہوا تو یقین آگیا' صدف خان کے مختلف پوز کو سراہتے "حمد ونعت" سے مشاجاں کو معطر کرتے' بہنوں سے تعارف حاصل کرتے جست لگائی

سلسلے وار ناولز پر اقراء جی کی کہانی میں نادان لڑکی نے سراب کی راہ پر قدم رکھ دیئے ہیں اور ایک دلدل اس کا منتظر ہے جب کہ طغرل کا ایک نیا رقیب جنم لے چکا ہے۔ "اور کچھ خواب" تمام عقدے کھل چکے ہیں پھر انا پتا نجانے کیوں خود پر خول چڑھائے ہوئے ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کی یہ قسط بھی بیسٹ رہی۔ افسانے تمام ہی دلکش تھے۔ "غزلیں نظمیں" اور "بیاض دل" سے ہوتے شمائلہ جی کے نٹ کھٹ جوابوں سے مستفید ہوئے ارے یہ کیا فقط چھ گھنٹے میں رسالہ ختم۔ بھئی تھا ہی اتنا دلچسپ کہ ایک نشست میں ہی پڑھ ڈالا اللہ حافظ۔

سیدہ امبر اختر بخاری ...... چندی پور ۔السلام علیکم شہلا اپیا! امید ہے آپ بالکل بھلی چنگی ہوں گی اوہ جی اسی وی فٹ فاٹ آں۔ جنوری کے آنچل پر جیسے ہی نظر کرم ڈالی تو مایوسی ہوئی' سرورق بالکل اچھا نہیں لگا۔ ارے اپیا مائنڈ مت کیجیے گا میں صاف گو بہت ہوں اب جھوٹی تعریف تو نہیں کرسکتی ناں' باقی اندر سے سارا آنچل زبردست تھا۔ واہ جی کیا بیوٹی ٹپس تھے لیکن میں ٹرائی نہیں کرتی' وہ کیا ہے کہ میں پہلے سے ہی بیوٹی فل ہوں (آہم)۔ اپیا آپ کو پتا ہے میں خاندان کی بلکہ پورے گاؤں چندی پور کی بلکہ یوں کہیے کہ پورے تحصیل خیر پور کی واحد لڑکی ہوں جو ڈائجسٹ میں لکھتی ہوں' میں اپنی فرینڈز' کزنز کو بھی لکھنے کا کہتی ہوں لیکن ان کی ہمت ہی نہیں پڑتی لکھنے کی۔ اب امبر اختر دو سال سے لکھ رہی ہے دیکھا میرا کمال۔ خیر شہلا جی تسی فکر نہ کرو بچیاں حوصلہ کرلیں گی لکھنے کا۔ اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ امبر اختر کے ساتھ رہتے ہوئے وہ سب ہمت و حوصلہ ہار دیں' مائی فرینڈز اینڈ کزنز آگے بڑھو قلم اٹھاؤ اور اسٹارٹ ہوجاؤ لکھنا امبر اختر تمہارے ساتھ ہے ہاہاہاہا۔ آپ بھی کیا سوچیں گی کہ تبصرہ آنچل پر نہیں میں خود پر کیے جارہی ہوں' آپی ابھی آنچل پڑھا نہیں ہے ان شاء اللہ اگلے مہینے بھرپور تبصرہ کروں گی' بائے ٹاٹا اللہ حافظ۔

☆ پیاری امبر! سرورق میں مزید بہتری کے لیے کوشاں ہیں آپ کے ساتھ آپ کی فرینڈز اور کزن بھی شرکت کریں' ہمیں خوشی ہوگی۔

اقراء تبسم ...... اوکاڑہ ۔السلام علیکم! امید ہے تمام قارئین خیریت سے ہوں گے میں پہلی بار اس سلسلے میں شامل ہو رہی ہوں' مجھے سرورق کچھ خاص نہیں لگا' تعارف میں مجھے میری بیسٹ فرینڈ نمرہ افتخار کا ہی انٹرویو پسند آیا۔ "شب کے جاگے ہوئے" اچھا افسانہ تھا۔ "بیاض دل" میں دلکش مریم کا شعر بہت اچھا لگا (آپ اپنا انٹرویو ضرور بھیجیں) حوریہ مغل کی نظم بہت اچھی تھی۔ بشریٰ باجوہ کی نظم "بھیگا دسمبر" مجھے بہت اچھی لگی' اوور آل آنچل اچھا تھا' مائرہ خان کو بھی کبھی سرورق کی زینت بنائیں' اب اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

☆ اچھی اقراء! پہلی بار خط لکھنے پر خوش آمدید' خوش رہیے۔

نورین شاھد ...... رحیم یار خان ۔آنچل اسٹاف اور قارئین کو میری طرف سے السلام علیکم اور ڈھیروں دعائیں' ٹائٹل اچھا تھا' "سرگوشیاں" اور تمام بہنوں کا تعارف اچھا لگا۔ اقراء آپی آپ نے طغرل کو واپس بھیجنے کی تیاری کرلی' پلیز اگلی قسط میں ہی واپس بلالینا' نازیہ کنول نازی ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں آپ کو کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہم ہمیشہ آپ کے لیے دعاگو ہیں۔ سمیرا آپی پلیز شہوار اور مصطفیٰ کا کپل بنانا اور ولید اور انا کا۔ یہ انا کا رویہ بھی کبھی سمجھ نہیں آتا' تمام ناول' ناولٹ' افسانے کمال کے تھے اور تعریف کے لائق بھی مستقل سلسلے بھی اچھے تھے' شمع مسکان آپ کا تعارف بڑے غور سے پڑھا تھا۔ اپنی دوست کے متعلق جان کر بہت اچھا لگا' آپ سب کے لیے دعاگو' اللہ حافظ۔

عمارہ شاہ ...... کوھاٹ ۔السلام علیکم شہلا آنی! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی آنی میں نو سال سے آنچل پڑھ رہی ہوں مگر آنچل میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں کیونکہ میں ڈرتی تھی کہ اگر آپ نے پہلی دفعہ میرا خط شامل نہیں کیا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا اور میں پھر لکھنے کی ہمت نہیں کرسکوں گی۔ آنی مجھے آنچل کے تمام سلسلے بہت پسند ہیں لیکن زیادہ پسند مجھے "دوست کا پیغام آئے" سلسلہ ہے۔ اچھا آنی تفصیلی تبصرہ ان شاء اللہ آئندہ ماہ ہوگا' میری دعا ہے آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے آمین ثم آمین۔ اچھا خدا حافظ اچھی آنی۔

ڈیئر عمارہ! آنچل کی محفل میں خوش آمدید اور ڈرنا اچھی بات نہیں' خوش رہو اور دعا کے لیے جزاک اللہ۔

آنسہ شبیر ...... ڈوگہ گجرات ۔السلام علیکم! ابتداء ہے اس رب ذوالجلال کے نام سے جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے اور ڈھیر وں ڈھیر درود و سلام اس نبی پر جو رحمت اللعالمین ہے' دو جہانوں کا مالک ہے۔ کیوٹ' سویٹ اور لولی آپی کیا حال ہے؟ جلدی سے مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے پچھلے ماہ میرا خط شائع کیوں نہیں کیا۔ جی مجھے پتا ہے بزم آئینہ میں تو واقعی تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی مگر خلوص دل سے آنے والوں کو واپس نہیں لوٹایا کرتے۔ چلتے ہیں 2013ء کے آنچل کی طرف آئینہ میں اپنا عکس نہ دیکھ کر منہ کے زاویے بگڑ گئے' خیر امید پر دنیا قائم ہے آنچل نے نئے سال کا آغاز تو بہت اچھا کیا' ویری ویل ڈن مشتاق احمد قریشی' قیصر آراء' طاہر احمد قریشی اور جوریہ احمد صاحبہ' روبین احمد صاحب۔ سب سے پہلے "حمد و نعت" سے دل کو منور کیا' امام اعظم ابوحنیفہ کے بارے میں مزید معلومات ملی۔ تعارف سب کے اچھے تھے' سباس گل سے ملاقات کرکے تو دلی آرزو پوری ہوگئی۔ نازیہ جی "جھیل کنارہ کنکر" آپ کی تو کیا ہی بات ہے۔ راحت وفا کا افسانہ بھی اچھا تھا' مکمل ناول میں "کوئی پھول دل کی کتاب میں" طلعت نظامی زبردست کاوش تھا۔ ام مریم ہمیشہ کی طرح زبردست جی اور ہاں شکیلہ انجم پہلی بار لکھا اور بہت اچھا' لکھتے رہیے گا۔ "ڈش مقابلہ' بیوٹی گائیڈ" دونوں بہت اچھے تھے اور حوریہ مغل

کی نظم اور سمیرا غزل کی نظم اچھی تھی اور "بیاض دل" میں فوزیہ سلطانہ اور جیا عباس کاظمی کے شعر اچھے تھے۔ "یادگار لمحے" کنزہ مریم کی نئے سال کے لیے دعا بہت اچھی تھی اور آخر پر یہی کہوں گی وقت اچھا ہو یا بُرا بدلتا ضرور ہے اس لیے اچھے وقت میں کچھ ایسا برامت کرنا کہ بُرے وقت میں اچھے لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں' فی امان اللہ۔

طیبہ نذیر ...... شادیوال گجرات ۔السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں؟ سب آنچل اسٹاف' ریڈرز' رائٹرز سب کو میرا خلوص بھرا سلام قبول ہو۔ چاروں بہنوں کا تعارف بہت بہت پسند آیا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا جی ویل ڈن۔ "بھیگی پلکوں پر" بس سو سو جارہی ہے۔ "اور کچھ خواب" گزارہ ہو ہی رہا ہے۔ "جھیل کنارہ کنکر" ویری بیوٹی فل اور سبھی بہنوں نے بہت ہی اچھا لکھا تھا۔ پورا آنچل بیسٹ اور پرفیکٹ تھا' اینڈ پہ سب کے لیے ڈھیروں دعائیں سدا خوش ہیں اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیں' اللہ حافظ اگلے ماہ تک۔

نمرہ جمیل ...... ھٹیاں بالا' آزادکشمیر ۔السلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام آپیوں کو ہماری طرف سے سلام قبول ہو۔ ہم پہلی بار خط لکھ رہے ہیں' ہم دو دوستیں ہیں' نمرہ اور قرۃ العین اور آنچل ماشاء اللہ سے بہت اچھا اور دلچسپ شمارہ ہے۔ ہم آٹھویں جماعت کی طالبہ ہیں۔ سمیرا شریف طور کا نیا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" بہت زبردست ہے۔ نازیہ کنول نازی کی کہانی "جھیل کنارہ کنکر" بھی بہت مزے کی ہے لیکن یہ ختم کب ہوگی؟ "بھیگی پلکوں پر" بھی بہت مزے کی ہے۔ "اور کچھ خواب" ناول کب ختم ہوگا؟ ہے بہت زبردست۔ آپ ہمیں یہ بتادیں کہ اگر ہم کہانی بھیجنا چاہیں تو ہم اسی پتے پر بھیجیں۔ اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر نمرہ! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید' خوش رہیے اور آپ اسی ایڈریس پر اپنی کہانیاں بھیج سکتی ہیں' شکریہ۔

مقدس دل آویز ...... اٹک ۔سلام جی! کیا حال ہیں؟ آنچل بہت ہی پیارا ڈائجسٹ ہے اور اس کی کہانیاں جن کی جتنی تعریف کی جائے بہت ہی کم ہوگی اور اس کی رائٹرز واہ جی غرض سارا آنچل ہی بہت زبردست ہے' شارٹ سا لکھ رہی ہوں تاکہ شامل کی جاؤں۔ کزن' رائٹرز اور سب کو سلام' پھر حاضر ہوں گی آپ کے ہاں' بائے۔

☆ اچھی مقدس! پہلی بار خط لکھنے پر خوش آمدید' خوش رہیں۔

مالا رخ ...... سلانوالی ۔السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہیں؟ کیسی گزر رہی ہے زندگانی! سدا خوش رہیں پھولوں کی طرح ہنستی مسکراتی رہیں' جی تو آنچل 25 کو ہی مل گیا تھا' نازی آپی ویل ڈن' آپ کی کہانی بہت اچھی جارہی ہے' مجھے میکال اور ہانیہ کا کردار بہت اچھا لگتا ہے۔ "بھیگی پلکوں پر" میری فیورٹ کہانی ہے' مجھے یہی لگ رہا ہے کہ ساحر فراڈ کررہا ہے' ماہ رخ کے ساتھ یہی ہونا چاہیے۔ ماہ رخ کے ساتھ جس نے ماں باپ کی عزت کا ذرا خیال نہیں کیا اور دولت کے لالچ میں ساحر سے شادی کرلی' گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کی کوئی عزت نہیں ہوتی' ماہ رخ نے ایک محبت کرنے والے شخص کا ساتھ چھوڑ کر ایک دولت مند کا ہاتھ تھاما' خیر دیکھتے ہیں کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ "اور کچھ خواب" بس سو سو ہی ہے' مجھے انا یا اور معارج کا کردار اچھا لگتا ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کے بارے میں سات آٹھ اقساط پڑھ کر ہی تبصرہ کروں گی' باقی کہانیاں ابھی زیر مطالعہ ہیں' تعارف میں چاروں بہنوں کا تعارف اچھا لگا۔ مس جاناں مجھے آپ کا تعارف پڑھنے کی خواہش تھی' میں آپ کے بارے میں جاننا چاہتی تھی کہ یہ اتنی محبت کرنے والی لڑکی کون ہے؟ میں نے دوستوں کے نام پیغام آئے میں آپ کے نام پیغام دیا تھا' شائع نہیں ہوا آپ سے مل کر اچھا لگا۔ "بہنوں کی عدالت میں" سباس آپی سے مل کر اچھا لگا' کافی ملنسار اور محبت کرنے والی ہیں۔ "بیاض دل" میں جیا آپی اور بشریٰ نوید باجوہ کا شعر اچھا لگا۔ تمام آنچل فرینڈز کو سلام' شاہ زندگی اور شمع مسکان مجھے یاد رکھنا' بھول مت جانا' مجھے آپ لوگوں کی محبت چاہیے' اللہ حافظ۔

جاناں ...... چکوال ۔میرے پیارے آنچل کے معزز ممبران اور میرے آنچل کے ڈیئر قارئین' کہیں کیسے مزاج ہیں؟ سب سے پہلے شہلا آپی آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے دسمبر کے آنچل میں اتنی جگہ دے کر بہت عزت افزائی کی۔ مجھے بہت خوشی ہوئی لیکن اگلے دن دکھ بھی بڑا ملا' میری ماں جیسی پھوپو جنہوں نے میری پرورش کی' وہ وفات پاگئیں اللہ پاک ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ کبھی نہیں بھول سکتی میں ان کو' ایک دم اکیلا کر گئیں وہ مجھے۔ بہت بڑا صدمہ ہے ان کی وفات میرے لیے۔ ماں سے بڑھ کر تھیں وہ میرے لیے' میں ان کے ساتھ بہت کلوز تھی جب تک ان کی گود میں سر رکھ نہ لیتی تب تک سکون نہیں آتا تھا' خدا کی مرضی یہی تھی۔ اب بات ہوجائے اپنے آنچل کی جس نے اس بار جنوری میں میرا تعارف شائع کرکے حقیقی معنوں میں میرا برتھ ڈے گفٹ مجھے دیا' میں بہت خوش ہوں۔ خیر اپنے آنچل کا شکریہ نہیں ادا کروں گی کیونکہ یہ اپنا آنچل ہے' تمام اسٹوریز ٹاپ پر ہیں' نازی جی ٹاپ آف دی لسٹ' سمیرا جی ویری بیسٹ' اس کے بعد سیدھے پہنچے آئینہ میں' جہاں شمع مسکان کا تبصرہ پسند آیا۔ پھر دوست کا پیغام آئے کی جانب آئی' جہاں ام ثمامہ' صائمہ طاہر' سدرہ شاہین' ام کلثوم صبا کے پیغام بہت پسند آئے۔ سدرہ شاہین میڈم آپ نمبر لے کر غائب ہوگئیں' جناب رابطہ تو کریں۔ پھر تعارف کی طرف آئی جہاں جاناں میڈم سب سے پہلے تشریف فرما تھیں' میری ہم نام یاسمین عندلیب کا تعارف بھی بہت پسند آیا۔ بشریٰ باجوہ کا بھیگا دسمبر' مہر گل کی غزل بہت اچھی لگی' شبیر انکل کی غزل بہت اچھی لگی۔ بہت دن کے بعد انکل نے حاضری دی'

انکل آئی مس یو۔ سلمیٰ غزل کی غزل وری وری بیسٹ' ارشد ملک (دسمبر سو گیا ہے) وری بیسٹ۔ ''ڈش مقابلہ'' میں اخروٹ کی مٹھائی چھا گئی۔ جنوری' مہر و مخلص' کنزہ مریم' کاجل شاہ (یادداشت) یادگار لمحے میں پسند آئے' تمام کہانیاں پسند آئیں۔ ام مریم' راحت سب بیسٹ تھیں باقی پڑھا نہیں آنچل کا شکریہ تو نہیں کہتی جس نے مجھے عزت دی لیکن آنچل کی تعریف کرتی ہوں صرف اس ایک فقرے میں آنچل از دی بیسٹ۔ آخر میں سب دوستوں کی نوازش جنہوں نے مجھے میری برتھ ڈے پر یاد رکھا۔ اسپیشلی بشریٰ' اریبہ' ثناء' کرن' تسنیم چوہدری' فضا' فضی یار! ناراض نہ ہوا کرو مہک ملک لوٹ آؤ' تسنیم آپ کے گفٹ بہت پسند آئے۔ میری خوشی لویو ناصرہ جانی پلیز سوری ناراض نہ ہو مان جاؤ' اب اجازت دعاؤں میں یاد رکھیے گا' نازی' عظمیٰ بہت اچھا لگا آپ کا وش۔

☆ ڈیئر جاناں! آپ کی پھوپو کا سن کے بے حد افسوس ہوا' اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔

حبہ خان...... چکوال ۔السلام علیکم! شہلا آنٹی' تمام آنچل اسٹاف ممبرز رائٹرز اینڈ ریڈرز کو حبہ خان کا چاہتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ اللہ پاک ہمارے پیارے پاکستان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور اس کے دشمنوں کے تمام ناپاک اور گھٹیا عزائم کو ناکام بنائے' آمین۔ جی تو جناب اب بات ہو جائے اپنے پیارے سے آنچل کی' آنچل کی میں بھلا بندی ناچیز کیا تعریف کروں (آہم)۔ آنچل سارے کا سارا بیسٹ ہے' اس کے تمام سلسلے اے ون ہیں۔ اس کا ہر سلسلہ اپنی جگہ ایک منفرد اور خاص اہمیت رکھتا ہے' خصوصاً مجھے سلسلے وار ناولز' دوست کا پیغام آئے اور آئینہ' میں بہنوں کی محفل میں کیے جانے والے آنچل کے حوالے سے تبصرے' بہت زیادہ پسند ہیں۔ سلسلے وار ناول ''اور کچھ خواب'' بہت زیادہ پسند ہے' انا' یا ملک' انیتا ملک' دامیان شاہ سوری اور معارج تغلق کے کریکٹرز بے حد پسند ہیں۔ کیپ اٹ اپ عشنا آپی۔ ناول ''بھیگی پلکوں پر'' بہت زبردست ناول ہے' پری کی معصومیت بہت اچھی لگتی ہے جب کہ عادلہ اور عائزہ کے خطرناک ارادوں سے کبھی کبھی بہت خوف آتا ہے' ان دونوں بہنوں کی گھٹیا سوچ پہ صرف افسوس کر سکتی ہوں اور کچھ نہیں اور رخ صاحبہ کو کیا کہوں ان کی مادیت پرستی کے بے لگام گھوڑے کو سلام۔ خیر اقراء آپی یو سی گریٹ او بیسٹ آف لک۔ نیا ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' ابھی تک جتنا پڑھا بے حد پسند آیا۔ سمیرا آپی کا ہر ناول اپنی جگہ منفرد اہمیت کا حامل ہوتا ہے' ان کا گزشتہ ناول ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' بہت اچھا لگا۔ سمیرا آپی میری تمام نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں' گڈ لک ٹو یو۔ مکمل ناول ''جھیل کنارہ کنکر'' نازی آپی کا بہت زبردست ناول ہے سو سویٹ مائی ڈیئر آپی جان! کیا بات ہے آپ کی۔ باقی تمام ناولٹ افسانے تو ہوتے ہی زبردست ہیں۔ میری دعا ہے اللہ پاک آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔ شہلا آنٹی میں بھی آنچل میں اپنی تحریریں بھیجنا چاہتی ہوں' آپ پلیز مجھے اس کا طریقہ بتائیں کہ کیسے بھیجوں؟ او کے لاسٹ میں میری تمام سویٹ آنچل فرینڈز کو محبت بھرا اسلام۔ خصوصاً سسٹر سلمیٰ گوری خان' نیناں شاہ' شہزادی سعادت' امید چوہدری' فرزانہ ملک' بشریٰ ملک' کرن وفا' کرن شاہ' سلمیٰ ملک' فروا علی' فرح طاہر قریشی' ثناء علی' ثناء ملک' ام کلثوم' سوہانہ ملک' سحر' ظل ہما' انابیہ علی' زرتاشیہ' چندا مثال' حفصہ ہاشمی' سائرہ لنگڑیال' نوشین اقبال' سدرہ اعوان' ہادیہ ظفر' ایمان ملک' ڈولی رانا' پلوشے خان' باقی جن کے نام رہ گئے ہیں ان سے معذرت۔ آپ سب کو ڈھیر ساری نیک تمناؤں کے ساتھ نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ اب اس بات کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ جہاں رہیں خوش رہیں اور اپنا اور اپنے سے وابستہ پیارے لوگوں کا بہت زیادہ خیال رکھیے گا' زندگی رہی تو پھر اس پیاری سی محفل میں تشریف آوری ہو گی' تب تک کے لیے اللہ نگہبان۔

☆ اچھی حبہ! آپ درجواب آں میں بتائے گئے طریقہ کار کے تحت اپنی کہانیاں ہمیں بھیج سکتی ہیں۔

جیا غضنفر...... لاھور ۔سلام شہلا آپی! اس بار کا آنچل زبردست تھا' خاص کر سمیرا جی کا ناول اور عشنا جی کا۔ عشنا جی بہت اچھا لکھ رہی ہیں' ان کا انداز تحریر بہت زبردست اور خوب صورت ہے' طلعت نظامی کا ''کوئی پھول دل کی کتاب میں'' بہت دکھی تھا' میں بہت روئی پڑھ کر سچ میں۔ ایک گزارش کرنا چاہوں گی طلعت جی سے کہ پلیز ایسے ناول لکھا کریں' بہت اچھا ہے مگر جب آپ اتنا رلاتی ہیں تو اینڈ تو ایسا ہونا چاہیے ناں کہ کچھ مداوا ہو سکے آنسوؤں کا۔ باقی سب بھی اچھے تھے' ام مریم آپ بھی اچھا لکھ رہی ہیں۔ ''لکھے پڑھتے ہوتے' عہد سال تو'' سب بیسٹ تھے' باقی سب اپنا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ آپی۔

فرح زینب...... ملتان ۔السلام علیکم! شہلا آپی' تمام قارئین اور اسٹاف کو۔ سب سے پہلے سرورق بہت غور و خوض کرنے کے بعد بہت پسند آیا' خاص کر زیور اور کپڑے' بہت خوب صورت تھے۔ ''سرگوشیاں'' میں آپی قیصر آراء کی باتوں نے پھر دل موہ لیا۔ ''حمد و نعت'' سے متاثر ہو کر ''درجواب آں'' میں اتنی ساری ناقابل اشاعت دیکھ کر میں نے اپنا دل پکڑ لیا۔ ''دانش کدہ'' مشتاق احمد قریشی کی دوسرے مذاہب پر بات اور دوسری دینی باتیں ہماری معلومات کے لیے بہت اچھی تھیں' یہ کالم مجھے بہت پسند ہے۔ ایسی ایسی معلومات ہیں جو ہم بالکل نہیں جانتے تھے' تعارف میں خانیلہ کا تعارف بہت پسند آیا۔ آگے نازیہ کنول نازی کا ''جھیل کنارہ کنکر'' بڑے ہی زبردست موڑ پر ہے مگر یہ زائر ملک کو اچانک کیا ہو گیا لیکن عذیر نے حورعین کے ساتھ اتنی رعایت برت کر اپنی اعلیٰ ظرفی ظاہر کی ہے۔ راحت وفا کے ''شب کے جاگے ہوئے'' بہت زبردست تھے۔ مردوں کو خود کمانا چاہیے ناں کہ اگر جیسا گھر میں بیٹھ کر نامحرم سے عشق رچانا چاہیے ایسا

کرتے ہوئے کسی ایک کو بھی شرم آجائے تو ایسا کوئی بھی نہ کرے اور اس میں زاہدہ کی بھی غلطی ہے' شوق کو شوق کی حد میں رکھنا چاہیے۔ ''کوئی پھول دل کی کتاب میں'' طلعت نظامی کا بہت مختلف موضوع تھا اریب حسن جیسے بزدل انسان کو یہی سزا ملنی چاہیے ''تنہائی'' پریشے نے بہت مشکلات کے بعد ایک خوب صورت زندگی کو پالیا اور بلند بخت نے بھی وقت پر اپنی غلطی سدھار لی۔ یہ بہت اچھا ناول تھا۔ اقراء جی کا ''بھیگی پلکوں پر'' کی 19 ویں قسط بہت اچھی گزری' مہربانی کر کے طغرل جی پری سے کچھ اچھا ہی کہیں اور یہ ہڈی (شیری) کو کباب سے نکال باہر پھینکیں۔ رخ جی کا انجام بہت قریب ہے' آگے ام مریم کا'' کچھ عشق کچھ مجبوری تھی'' اچھا تھا لیکن اتنی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی اور عابدہ سبین کا ''عہد سال نو'' بہت اچھا تھا۔ مہنگائی اور حالات سے انسان تنگ آتا ہے تو یوں جھگڑے ہوتے ہیں لیکن شکر ہے صلح ہو گئی ان کی۔ ''اور کچھ خواب'' عشنا جی کا سچی بتاؤں تو یہ انا' یا ملک' دامیان' انیتا بیگ' معارج تغلق' عدن' پارسا' للی' زائرہ ملک اور جہانگیر سب پاگل لگتے ہیں مجھے' کسی کے کردار کی بھی سمجھ نہیں آئی' یہ قسط بھی میں نے بہت غور سے پڑھی مگر...... ''لکھے پڑھے ہوتے'' فاخرہ گل کا سب سے پہلے تو یہ نام ہی اتنا اچھا نہیں تھا لیکن کہانی بہت اچھی تھی اور سبق آموز بھی۔ شکیلہ انجم طارق کا ''دوسری عورت'' بس ٹھیک تھا' اتنا دلچسپ نہیں تھا۔ سمیرا آپی کا ''ٹوٹا ہوا تارا'' بہت اچھا جا رہا ہے' بہت مختلف موضوع تھا۔ ''غزلیں نظمیں'' سباس گل' شہلا خان کی اچھی تھی اور شعر قتل' ہما صدف' چندا مثال اور زیڈ این پاکیزہ سحر کے بہت اچھے تھے۔ ''یادگار لمحے'' میں شگفتہ خان' کنزہ مریم' چندا مثال پسند آیا۔ ''بیوٹی گائیڈ'' میں طیبہ نذیر کا بالوں کے بارے میں اچھا ہے' میں ضرور آزماؤں گی۔ طویل تبصرے کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں' اپنا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

دلکش مریم...... چنیوٹ ۔شہلا آپی' آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا پُر خلوص سلام۔ امید ہے سب خیریت سے ہوں گی' ماہ جنوری کے آئینہ میں اپنا عکس نہ دیکھ سکی۔ شہلا آپی کس کی طرف رخ کر دیا تھا آئینہ کا......؟ جی تو آنچل جیسے ہی ہاتھ آیا معمول کے مطابق ''سرگوشیاں'' سے ابتداء کی۔ اللہ تعالیٰ ملک پاکستان کو اپنی امان میں رکھے' آمین۔ ''حمد و نعت'' سے فیض یاب ہو کر ''درجواب آں'' کو پہنچے۔ ''دانش کدہ'' سے علم میں اضافہ ہوا۔ ''ہمارا آنچل'' میں جاناں کا تعارف پسند آیا۔ اب آتی ہوں سلسلے وار ناولز کی طرف ''جھیل کنارہ کنکر'' نازی کے کون سلاخوں کے پیچھے ہیں' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جلد از جلد ان کو اور تمام بے گناہوں کو رہائی دے' آمین۔ میکال کا رویہ ہانیہ کے ساتھ بہت سخت ہے لیکن ہانیہ نے بھی اس بار میکال کی طبیعت صاف کر دی۔ حورعین کو پناہ مل گئی اور ثانیہ کو زائر گاؤں لے آیا تھوڑا' لیکن بہت اچھا لکھا نازیہ نے۔ ''بھیگی پلکوں پر'' اُف شہریار کی دیوانگی' ساحر کے ارادے خطرناک نظر آ رہے ہیں آخر ماہ رخ کو خوابوں کی قیمت بھی تو چکانی ہے۔ ''اور کچھ خواب'' بہت طویل ہوتا جا رہا ہے' عشنا جی جلدی سے اینڈ کریں۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' سمیرا شریف۔ بہت زبردست' انا اور ولید کی جوڑی بہت پسند ہے مجھے۔ ایاز کے بارے میں جان کر بہت افسوس ہوا اور غصہ بھی آیا۔ مکمل ناول ''کوئی پھول دل کی کتاب میں'' طلعت نظامی' بہت اچھا لکھا آپ نے۔ افسانے دونوں اچھے تھے ناول ''لکھے پڑھے ہوتے'' کاش ہماری گورنمنٹ بھی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دے' بے شک علم لازوال دولت ہے۔ فاخرہ گل نے بہت اچھا لکھا شکریہ۔ ناولٹ ''عہد سال نو'' مہنگائی نے تو ہر گھر میں بے سکونی پھیلا دی ہے۔ ام مریم کا ناولٹ بھی اچھا تھا اور سبق آموز بھی۔ حور یہ مغل کی نظم اور کامران خان کی غزل' بہت پسند آئی۔ ''یادگار لمحے'' میں نائمہ تحریم' صائمہ طاہر نے اچھا لکھا۔ آئینہ میں بہنوں کے تبصرے بھی خوب تھے' دعا ہے آنچل اور ترقی کرے' آمین۔

منزہ شاہین' ثناء امیر...... چکوال ۔السلام علیکم! مائی ڈیئر اینڈ سویٹ شہلا آپی! اللہ آپ کو ہنستا مسکراتا رکھے اور ہمارے آنچل کو ڈھیروں ترقی عطا فرمائے' آمین۔ آپی ہم نے نہم کلاس سے آنچل پڑھنا شروع کیا ہے اب فرسٹ ائیر میں ہیں لیکن لکھا پہلی دفعہ ہے۔ اس دفعہ آنچل ہمیں کچھ جلدی مل گیا' ٹائٹل بہت اچھا تھا' اس کے بعد آپا جان کی سرگوشیوں کے بعد ''حمد و نعت'' سے مستفید ہو کر سیدھا ''جھیل کنارہ کنکر'' پر پہنچ گئے' نازی آپی جی کیا کہیے آپ کی تعریف میں۔ سمیرا آپی اور عشنا آپی آپ تو آنچل کی جان ہیں۔ ان شاء اللہ ''ٹوٹا ہوا تارا'' بھی ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' کی طرح زبردست رہے گا۔ اقراء آپی آپ سے گزارش ہے کہ ناول تھوڑا سا بڑا لکھا کریں' بہت شارٹ ہوتا ہے۔ پری اور طغرل کی جلدی سے شادی کر دیں' میری دوست کو بہت انتظار ہے۔ کرن وفا آپی' ہمیں آپ کا نام بہت پسند ہے آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں' اچھا جی آپ کا ہمیں اتنی دیر برداشت کرنے کا بہت بہت شکریہ' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر منزہ! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ ۔السلام علیکم! شہلا آپی' تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو میرا اسلام۔ کافی مہینوں سے میرا قلم بند تھا' سوچا اس بار انٹری دی جائے' دو مہینوں سے آنچل کافی لیٹ مل رہا ہے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' جو کہ میرا موسٹ پسندیدہ ناول سمیرا جی کا چل رہا ہے' بہت بہت شکریہ کہ آپ اتنا اچھا ناول لکھ رہی ہیں اور مبارک بھی۔ زاہدہ تاخیر سے کہہ رہی ہوں اس کے لیے سوری لیکن آپ کا تعارف بہت اچھا لگا۔ بقایا تمام سلسلے بھی اچھے جا رہے ہیں اور میری کزن اور دوست آپ کو آپ کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' اریبہ اپنا خیال رکھنا

کریں سانسوں نے کی وفا تو پھر حاضر ہوں گی۔

مہرین آصفہ بٹ...... سہنسہ، آزاد کشمیر ۔السلام علیکم تمام ریڈرز رائٹرز اور آنچل اسٹاف کو ہمارا اسلام قبول ہو طبیعت کی ناسازگاری کی وجہ سے آئینہ میں شرکت نہ کر سکے ہم نے سوچا کہ اس بار آئینہ میں اپنا عکس دیکھ لیتے ہیں۔ سرورق کچھ خاص نہ تھا مدیرہ صاحبہ کی سرگوشیاں سنیں اور ''حمد و نعت'' سے فیض یاب ہوئے۔ محترم مشتاق احمد صاحب ''دانش کدہ'' میں کافی معلومات فراہم کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم دے۔ ''ہمارا آنچل'' میں تعارف سب کے اچھے تھے۔ ''بہنوں کی عدالت میں'' سباس گل سوالوں کے جوابات دیتی نظر آئیں۔ ہمارے ذہن میں جتنے سوالات تھے کسی اور نے پوچھ لیے اور ہمیں بھی جوابات مل گئے۔ ہماری رائے ہے کہ اگر آپ رائٹر کا تصویری انٹرویوز شائع کریں تو کیا ہی بات ہے۔ نازی آپی آپ کی تحریر دوسری تحریروں کی طرح اچھی ہے مگر اس کے صفحات میں اضافہ کر دیں زیادہ حساس نہ ہوا کریں اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقی دے۔ ''بھیگی پلکوں پر'' اچھا جا رہا ہے' رفتار تھوڑی تیز کر دیں اور پری کو بھی خوش دکھا دیا کریں۔ ''عہد سال نو'' سین صاحبہ نے کیا لکھا ہے سب کو ہی تلخیاں بھلا کر ایک ہو جانا چاہیے۔ ''اور کچھ خواب'' عشنا جی ہمارا خیال ہے کہ تحریر ختم ہی ہو جانی چاہیے' لگتا ہے کہ قارئین کی دلچسپی اب ختم ہوتی جا رہی ہے۔ للی کے ساتھ بھی اچھا کیجیے گا اگر آپ کو برا لگا تو معذرت خواہ ہیں۔ فاخرہ گل نے ''پڑھے لکھے ہوتے'' اچھے موضوع کی نشاندہی کی ہے' ان پڑھ کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے' وہیں پڑھے لکھے ہونے کے بہت سے فوائد ہیں۔ سمیرا شریف طور صاحبہ کی کیا ہی بات ہے ''ٹوٹا ہوا تارا'' بہت ہی زبردست ہے امید ہے کہ یہ آپ کی دیگر تحریروں کی طرح بلکہ ان سے ٹاپ پر رہے گا۔ دوسری عورت میں شکیلہ انجم صاحبہ نے کیا خوب لکھا ہے اتنے اچھے و دلچسپ انداز میں مردوں کو اور کچھ تو یاد نہیں ہوتا مگر اسلام میں چار شادیاں کرنے کا حق ہے' یاد ہوتا ہے تو صرف یہ آپ کی تحریر اس ماہ کی بہترین تحریر تھی' تحریریں بھی اچھی تھیں۔ باقی ''روحانی مسائل' آپ کی صحت' بیوٹی گائیڈ' کام کی باتیں' ڈش مقابلہ'' سب سلسلے اچھے تھے۔ ''غزلیں نظمیں'' میں برکت راہی کی آنچل پسند آئی۔ ''یادگار لمحے'' میں حمد و نعت' اے نئے سال اور محبت اچھی لگے بلکہ پورا یادگار لمحے پسند آیا۔ شمائلہ کاشف صاحبہ کیا کمال کا ذہن رکھتی ہیں۔ لبابہ احمد آپ کی صحت میں بھی عورتوں کی معلومات میں اضافہ پہنچاتی ہیں۔ آپ سوچ رہی ہوں گی کہ ہم نے پچھلی کسر نکال دی خیر کوئی بات نہیں ہماری کزنز سدرہ ارم' اروما' شناء' گڑیا' ایمان سب کو سلام اور سال نو مبارک۔ جہاں رہیں خوش رہیں' اپنا اور اپنے پیاروں کا اپنے اردگرد بسنے والوں کا خیال رکھیے اگر زندگی نے دی اجازت تو پھر حاضر ہوں گے' تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

فاطمہ رضوی...... کراچی ۔ بہنوں کی عدالت میں سباس نے بہت اچھے جواب دیئے' ویل ڈن ڈیئر۔ فاخرہ گل کے ناول میں بہت سے لوگوں کے لیے ایک میسج ہے۔ شکیلہ انجم طارق کی تحریر اچھی لگی' عابدہ سین کا افسانہ بھی متاثر کن رہا۔ تمام سلسلے وار ناول بہت خوب چل رہے ہیں' نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف اللہ آپ دونوں کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

دعا ملک...... چشمہ' میانوالی ۔السلام علیکم! آنچل بہت اچھا ہے' میں آنچل کی بہت بڑی فین ہوں' سمیرا آپ کا ناول بہت اچھا ہے۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

ردا گجر...... !السلام علیکم! مجھے آنچل بہت پسند ہے اور ہر مہینے پڑھتی ہوں' یہ میری پہلی ای میل ہے۔ تمام رائٹرز ہی زبردست لکھتی ہیں خاص طور پر نازیہ جی اور چندا مثال میری فیورٹ فرینڈ ہیں۔ اللہ کرے کہ آنچل اسی طرح دوسروں کے دلوں کو اچھا لگے۔

صبا...... ہری پور ۔سلام! آنچل بہت اچھا ہے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' بہترین تحریر ہے۔ نازیہ کنول نازی نے جامعہ حفصہ پہ لکھا پر بہت دیر سے۔ قلم اگر وقت پہ حرکت کرے تو تبھی اس کا حق ادا ہوتا ہے' جب جامعہ کی لڑکیاں بے یار و مددگار تھیں تب کوئی کیوں نہیں بولا؟ ہم لکیر پیٹنے والی قوم ہیں' مجھے پتا ہے۔

الف شیلا...... لاہور ۔ آنچل بہت اچھا اور معیاری رسالہ ہے اس سے مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملا ہے اور آنچل کی وجہ سے بہت اچھی فرینڈز بھی ملی ہیں جس کے لیے میں آنچل کی شکر گزار ہوں۔

☆ اب اگلے ماہ تک کے لیے رخصت اس دعا کے ساتھ کہ یہ سال نو ہم سب کے لیے خوشیوں کا پیامبر بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل بہنوں کے نام

ڈیئر آنچل کی بہنوں! آپ سب کو محبتوں سے بھرا اسلام قبول ہو۔ آپ سب کی میں تہہ دل سے بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ میری تحریروں کو پسند کرتی ہیں' آپ کی دعاؤں کے عوض اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔ آپ کی محبتوں اور دعاؤں کی میں احسان مند ہوں' اللہ آپ کو ہمیشہ خوش اور مطمئن رکھے آمین۔ آپ سب میری بہت پیاری بہنیں اور دوستیں ہیں' جن بہنوں نے مجھ سے دوستی کی خواہش کی ہے وہ سب میری اچھی اچھی سہیلیاں ہیں۔ صائمہ طاہر سومرو اور سدرہ شاہین مجھے یاد کرنے کا بہت شکریہ۔ صبا' ایمن وفا کو بہت پیار اور انا شبیر آپ سے دوستی پکی' آپ سب اپنا بہت خیال رکھیے گا آپ سب کی سہیلی اور بہن۔

نادیہ فاطمہ رضوی...... کراچی

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم دوستو! کیسے ہیں آپ سب؟ ہنستے مسکراتے خوش ہیں ناں۔ پیاری آپی تسنیم ناز صدیقی' مشفق آنٹی نگہت غفار صاحبہ آپ کی محبتوں اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ اللہ پاک آپ کو صحت عطا فرمائے آمین۔ پیاری بہنوں ریحانہ راجپوت اور آنسہ شبیر لیجیے ان صفحات پر آپ کی دوستی قبول کی اب اپنی دعاؤں کے ساتھ ساتھ ہماری تحریروں پر اپنی آراء سے آگاہ کرتی رہیے گا' خوش رہیے۔ پیاری بہن سیدہ جیا عباس اور ام ثمامہ آپ کے لیے الگ سے پیغامات ارسال کیے تھے مگر شائع نہ ہو سکے' آپ کو اللہ پاک صبر' ہمت' حوصلہ اور آنے والے دنوں میں خوشیاں عطا فرمائے آمین اور پیاری بہن سنزہ حیدر! جزاک اللہ اتنی دعاؤں اور محبتوں کے لیے جی ہاں آپ ہمیں مہک باجی کہہ سکتی ہیں' محبت اور عزت سے لیا گیا ہر نام اچھا لگتا ہے اور ہاں ہماری تحریروں پر آپ کا تبصرہ لازمی آنا چاہیے پر اس؟ گڈ بہت سی دعاؤں کے پھول آپ کی نذر اور پیاری آپی فریدہ جاوید فری آپ کو کتابی شکل میں آنے والے ناول ''لمحہ لمحہ بہار ہو جائے'' پر دلی مبارک باد قبول ہو۔ نادیہ فاطمہ رضوی' ظل ہما' مسز نازیہ عابد' بشریٰ باجوہ' حمیرا عروش' فائزہ فاروق سحر' یاسمین کنول' فوزیہ سلطانہ' کنول خان' انعم خان سب کو سلام دعا۔ میری دعا ہے کہ ہماری ہر ریڈر کی زندگی لمحہ لمحہ بہار ہو جائے آمین۔ دعاؤں کی طالب آپ کی اپنی۔

سباس گل...... رحیم یار خان

نوشی' نورین شاہد' شاہ زندگی
اور میری پیاری امی جان کے نام

پیاری اور بہت ہی پیاری میری امی جان! سب سے پہلے تو بہت ہی زیادہ پیار آپ کے لیے آپ کو اللہ پاک صحت کاملہ عطا فرمائے' آپ کو لمبی زندگی عطا فرمائے' آپ پریشان مت ہوا کریں' ہم ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں اور ابو آپ اپنی صحت کا خیال رکھا کریں۔ نوشی پیار' شجاع اور عرسیا کو بھی پیار' 5 فروری کو تمہارا جنم دن بہت بہت مبارک ہو' خدا تمہیں خوش رکھے اور لمبی زندگی دے۔ نورین شاہد اور شاہ زندگی آپ دونوں کا بہت بہت شکریہ' میری دوستی قبول کرنے کا اپنا سیل نمبر دو مجھے' دونوں جلدی سے شاہ زندگی تمہارا (دلوں والا گروپ) پسند آیا بہت اور جو بھی دوستی کرنا چاہتا ہے مجھ سے جلدی سے مجھے پیغام بھیجو۔

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

حسنین بھیا اور نازش بھابی کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ دونوں؟ میں نے سوچا کالز اور میسجز تو ہوتے رہتے ہیں اس لیے اس بار آپ کو تھوڑا یونیک طریقے سے وش کیا جائے۔ سویٹ سویٹ بھیا بھابی! آپ کو ہماری (میری اور میرے ہونے والے سرتاج) کی طرف سے شادی کی خوشیاں بہت بہت مبارک ہوں۔ ہماری دعا ہے کہ آپ دونوں ہمیشہ خوش رہیں اور آپ کی زندگی میں کبھی بھولے سے بھی کوئی غم کوئی تکلیف کوئی پریشانی نہ آئے اور آپ کا ساتھ ہمیشہ بنا رہے آمین اور ہاں اگر دعوت اور شادی کا گفٹ چاہیے تو ہماری جلد از جلد شادی کی دعا کرو' ویسے تو کرتے نہیں ہو دعا شاید اس طرح کرو' ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہو آمین۔

چندا شیخ...... ملتان

ملیحہ بتول کے نام

ہیلو! کیسی ہو تم؟ تمہاری 2 فروری کو برتھ ڈے ہے سو مائی ڈیئر جانی! ہیپی برتھ ڈے ٹو یو' مجھے تمہاری برتھ ڈے یاد ہے سونو! دیکھ لو میں نے سوچا کہ اس دفعہ اپنی جانو کو ایک علیحدہ طریقہ

سے وش کروں' کیسا لگا یہ طریقہ بتانا ضرور۔ اوکے۔ میرے حصے کا کیک بچا کے رکھنا' میں اسپیشلی اپنا حصہ کھانے آؤں گی (ہاہاہاہا) ٹھیک ہے بائے' بیسٹ آف لک۔

مبشرہ سحر...... قادر آباد' عبدالحکیم

سویٹ آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری اونگی بونگی دوستوں! کافی عرصہ بعد ایک بار پھر آنچل کے ذریعے آپ سب کے پاس آئی ہوں لیکن پتا نہیں کیوں یہاں سب نیا نیا سا لگ رہا ہے اور کچھ کچھ اجنبی بھی کیونکہ سب پرانے چہروں کی جگہ نئے چہرے نظر آرہے ہیں۔ یار! پلیز تھوڑا سائیڈ پہ ہوجاؤ سب' مجھے بھی تھوڑی جگہ دے دو' آفٹر آل میں آنچل کے سینئرز میں شامل ہوتی ہوں' سب سے پہلے تو میں آنچل کی بہت بہت مشکور ہوں کہ جس کی وجہ سے مجھے اتنی پٹاخہ قسم کی فرینڈز ملیں جو کہ روز فضول قسم کے ایس ایم ایس کر کر کے میرا بھیجا فرائی کرتی رہتی ہیں' مائی سویٹ جانو عائشہ ملک کٹ گھنی بلیاں اریبہ اور کرن شاہ' سویٹ بہنا فرزانہ ملک' ام کلثوم (یار میں اور عائشہ بالکل بھی نہیں بدلیں) کبریٰ حسین' صوفیہ ملک' نادیہ جہانگیر' نوشین اقبال نوشی' سحر' ہادیہ' حمنہ' انزہ ایمان (یار کہاں غائب ہو پلیز رابطہ تو کرو) تم سب بہت سویٹ ہو یار! تم لوگوں کی وجہ سے زندگی بہت خوب صورت ہوگئی ہے (رئیلی)۔ شاہدہ سحر سندس تم بھی کبھی انٹری مار دو' طاہرہ ملک یار تم بہت گندی بچی ہو' تمہیں پتا ہے میں اور عائشہ تمہیں کتنا یاد کرتے ہیں' یہ میسج پڑھتے ہی ہم سے رابطہ کرو ورنہ اچھا نہیں ہوگا' میری شرارتی گڑیا صفیہ 8 فروری کو تم ہم سب پہ نازل ہوئی تھیں۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو' عائشہ اور کرن دیکھ لو میں نے اپنے ٹف شیڈول سے بڑی مشکل سے ٹائم نکال کے آنچل میں انٹری دے ہی دی ہے' باقی سب آنچل فرینڈز کو بھی میری طرف سے سلام اور پیار۔ آپ سب اپنا بہت بہت خیال رکھنا اور پلیز پلیز دعاؤں میں ضرور یاد رکھنا آپ سب کی اپنی اور اسپیشل فرینڈ۔

سلمیٰ ملک...... قادر پوراں

ڈیئر سباس گل اور فرینڈز کے نام

ڈیئر فرینڈز السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے اور سردیوں کے خوب مزے لے رہے ہوں گے۔ سباس جی! آپ سے آدھی ملاقات بہت اچھی لگی یقیناً آپ کو بھی مزہ آیا ہوگا ہم سب سے بات کر کے۔ آپ نے واقعی میں گل برسائے ہیں۔ 15 فروری کو آپ کی سالگرہ ہے نا تو میری طرف سے ڈھیر ساری دعائیں آپ کے نام۔ عنبرین نواز (جھنگ) یکم فروری کو آپ کی سالگرہ ہے میری طرف سے مبارک باد اور ڈھیر ساری دعائیں تمہارے نام۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور تمہاری خواہشیں پوری کرے اور نصاحت تمہیں آرمی میں جانے کا شوق ہے نا تو میری دعا ہے کہ اللہ تمہارا یہ خواب پورا کرے' آمین۔ مہر گل اور جاناں آپ کی سالگرہ جنوری میں تھی نا سوری ڈیئر لیٹ وش کر رہی ہوں کیونکہ مجھے پتا نہیں تھا نا اس لیے۔ میری طرف سے ڈھیروں دعائیں تمہارے نام اور جن فرینڈز کی فروری میں سالگرہ ہے (اور مجھے نہیں پتا) ان کے لیے بھی ڈھیروں دعائیں۔ شمائلہ اکرام' چندا مثال' صائمہ طاہر' زیڈ این پاکیزہ' بشریٰ نوید' ظل ہما اور سب آنچل قارئین کو سلام اور دعا۔ اللہ آپ سب کو خوش رکھے آمین۔ آپ سب کو کیسا لگا میرا سرپرائز ضرور بتانا۔ میں انتظار کروں گی' مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' والسلام۔

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ریحانہ آپ کی دوستی مجھے قبول ہے' برا کیوں لگے گا کچھ جب کوئی اتنے پیار اور خلوص سے ہاتھ تھامنا چاہے گا تو اس پہ پیار آئے گا' برا محسوس نہیں ہوگا۔ صباحت مرزا (گجرات) کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ جواب لازمی دینا اور بیا (اٹک) کیا آپ بھی مجھ سے دوستی کرو گی؟ اور میری دوستوں فائزہ (دولت نگر)' رضوانہ (دھمہ ملکہ) سمیرا آپی اور ثومیہ زمان آپ سب کو میری طرف سے سلام۔ بیا اور صباحت آپ دونوں کے جواب کی منتظر رہوں گی' فی امان اللہ۔

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

سویٹ فرینڈز کے نام

کیا حال ہیں؟ سب سے پہلے پیاری مس آسیہ کیسی ہیں آپ؟ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہیلو بے وفا دوستو! کیسی ہو آپ؟ آپ نے تو ہمیں بھلا دیا ہے ایسے کیا دیکھ رہی ہو' عنزہ' بینش' انعم اور سعدیہ گیلانی تمہیں کہہ رہے ہیں۔ سعدیہ تمہاری سالگرہ 2 فروری کو ہے' ہیپی برتھ ڈے اور ہاں ہمارے لیے کیک چناری بھیج دینا' عفت اور عروسہ تم دونوں کیوں گھور کر دیکھ رہی ہو۔ تمہیں بھی کیک دوں گی اور یاسمین' اقصیٰ' صائقہ اور تمام پڑھنے والوں کو ہمارا اسلام' دعا گو۔

الفت اینڈ فائزہ عباسی...... ہارون آباد' چناری

پیاری پھوپو اور نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ سب؟ نازیہ آپی جی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہو اور اس کے علاوہ میں فریحہ شبیر (شاہ نکڈر) آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز آپ دونوں مجھ سے دوستی کرلیں' جواب ضرور دینا' آپ لوگ پلیز۔ آخر میں پھوپو سے کہوں گی کہ آپ پلیز مجھے معاف کردیں اور مجھ سے راضی ہوجائیں' اتنی سزا بہت ہے میرے لیے پلیز اور آپ سب سے بھی درخواست ہے کہ پھوپو سے کہیں کہ مجھ سے راضی ہوجائیں۔ آخر میں آنچل کے لیے دعا کہ اللہ کرے اس سال بھی آنچل کا سایہ ہمارے سروں پر رہے اور آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے' ہم سب کو ہمیشہ خوش رکھے' خدا حافظ۔

سنیاں زرگر...... جوڑہ

سویٹ رائٹرز اور سویٹ چلڈرنز کے نام

سلام ڈیئر آنچل رائٹرز! کیا حال ہیں؟ امید ہے خیریت ہی ہوگی۔ سباس گل' نازی جی' ام ثمامہ' عشنا جی' نازیہ فاطمہ اور تمام رائٹرز بہت ہی زیادہ اچھا لکھتی ہیں اور خدا کرے ہمیشہ اچھا ہی لکھتی رہیں۔ میں آپ سب اور دیگر آنچل فرینڈز سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' جواب ضرور دیجیے گا اور اپنے تمام بھانجے بھانجیوں' ایمان' علینہ' عریشہ' اریبہ' فضاء' احسن' حذیفہ' ہادی اور سویٹ بھتیجے حاشر کو بہت پیار۔

مقدس دل آویز...... اٹک

پھول کلیوں کے نام

السلام علیکم کیسے ہیں آپ سب؟ مجھے پتا ہے ٹھیک ہیں۔ فروری میں جن کی برتھ ڈے ہیں نام لکھے تو کام لمبا ہوجائے گا سب کو بہت بہت مبارک ہو اور مجھے برتھ ڈے وش کرنے والوں کا تہہ دل سے شکریہ' اسی طرح دل سے دعاؤں میں یاد رکھیے گا' پلیز۔ سویٹ ماما اور پاپا آپ کی وشز کا بہت شکریہ۔ اللہ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے آمین اور میری غلطیوں کو معاف کیجیے گا۔ ردا' عروہ' زارا' شکیل' عقیل اور سویٹ چاچو' خالہ آئی مس یو' جلدی پاکستان آؤ خالی وش کرنے کا کیا فائدہ (ہاہاہا) اور ظل ہما آپ کدھر گم ہو آج کل؟ آخر میں ایک نائس فرینڈ کے نام نائس پیغام خوش رہو' سدا مسکراتے رہو' محبتوں کے تمام موسم آپ کے نام' جن میں نفرتوں کی خزائیں نہ ہوں۔ تمام آنچل فرینڈز کو سلام۔ آپ سب کی دعاؤں کی طالب۔

مدیحہ نورین...... برنالی

کسی اپنے کے نام

کبھی کبھی یہ ننھا سا دل چاہتا ہے اور بے اختیار چاہتا ہے کہ لکھ دوں ہر کاغذ کے پرزے پر' ہر در و دیوار پر' تمام درختوں پر' جہاں تک بس چلے یوں ہی لکھتی چلی جاؤں اور لوگوں کے دلوں پر لکھنے کی ناکام کوشش کروں۔ میری زندگی کا بس یہی مقصد ہو کہ لکھوں اور لکھتی رہوں' یہاں تک کہ میری سانس رک جائے' میرا دل چاہتا ہے کہ اس کائنات کے ذرّے ذرّے پر تمہارا پیارا نام لکھوں۔

عائشہ پرویز...... کراچی

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! آپی آپ کیسی ہیں؟ امید ہے بالکل ٹھیک ہوں گی اور کیوں نہ ہوں میری اور میری دوست ہما کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپی آپ بہت بہت اچھا لکھتی ہیں' یقین کریں آپ وہ پہلی رائٹر ہیں جس کے نام ہم کچھ لکھ رہے ہیں۔ آپی ہم انمول فرینڈ گروپ آپ کے لیے اور آپ کی امی کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہیں کہ خدا آپ کو اس سے بھی بہتر لکھنے کی توفیق دے اور آپ کی والدہ محترمہ کو صحت عطا فرمائے آمین۔ آپی آپ کی شاعری کی تو دیوانی ہوں میں' آپ کی ساری غزلیں میری ڈائری کا حصہ ہیں۔ نازیہ آپی آپ بہت اچھی ہیں' پتا ہے ہما اور میں کہتے ہیں کہ ہم آپ سے کبھی نہ کبھی ضرور ملیں گے' ان شاء اللہ آپی دعا کرنا کہ میں اور ہما بی اے میں اچھے نمبروں سے پاس ہوجائیں' آپ کی چھوٹی سسٹر۔

زاہدہ زمان' ہما میر...... چوک سرور شہید

سویٹ اور پیاری کزنز کے نام

السلام علیکم کیسی ہو کومل اور فاخرہ! میں نے سوچا کیوں نہ اس دفعہ میں بھی تمہیں آنچل کے ذریعے سے یاد کرلوں' میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں اور بختاور تمہاری اسٹڈی کیسی جارہی ہے؟ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین' خدا حافظ۔

فضالہ ناز...... گوجرانوالہ

نادیہ کامران کے نام

السلام علیکم نادیہ کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں خیریت سے ہوں گی آپ کی دوست کی شادی ہوگئی اور آپ اکیلی رہ

گئیں اسی طرح میری دوست ندا بھی پیا دیس چلی گئی آپ نے دوستی کا کہا تو میں حاضر ہوں اس امید کے ساتھ کہ ہم اچھے دوست بنیں گے۔ جواب ضرور دیجیے گا۔

AS خان...... مری

سیدہ جیایا اور ام ثمامہ کے نام

السلام علیکم! امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ سیدہ جیا آپ کے شوہر کے بارے میں پڑھا بہت افسوس ہوا وہ تو شہید ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اور آپ کے بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ اور آپ کی فیملی کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ ویسے آپ قابلِ فخر ہیں کہ آپ ایک شہید کی بیوی ہیں۔ ام ثمامہ! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے بھائی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ اللہ آپ کی اور ہم سب کی جھولی خوشیوں سے بھرے اور پریشانیوں سے بچائے آمین۔

صباحت مرزا...... گجرات

جاناں صائمہ طاہر اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم آنچل فرینڈز کیا حال ہیں؟ کیسی گزر رہی ہے زندگانی؟ جاناں مجھے آپ کا تعارف پڑھنے کی خواہش تھی میں چاہتی تھی کہ آپ کے بارے میں جانوں کہ اتنی محبت کرنے والی لڑکی ہے کون؟ آپ کا تعارف بہت اچھا لگا' جاناں ڈیئر! میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' کروگی دوستی مجھ سے؟ آپ کی محبت چاہیے مجھے پلیز' رابی سے تھوڑی سی بچا کر مجھے دے دیجیے گا۔ ارے رابی! ناراض مت ہو مذاق کر رہی تھی۔ ڈیئر جاناں میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گی' صائمہ طاہر سومرو آپ اکثر اپنی دوستوں کے نام پیغام بھیجتی ہیں اور بہت محبت ہوتی ہے اپنی دوستوں کے لیے سو پلیز ان میں سے کچھ بچا کر مجھے بھی نواز دیں میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور کیا میں آپ کو کسی اور نام سے پکار سکتی ہوں؟ فاطمہ عاشی' ثانیہ عبدالغفور' بشریٰ باجوہ' نورین شفیع' اقصیٰ کنزہ' نادیہ کامران' غزل ناز' شمع قصور اور ایمن وفا میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز میرا ہاتھ تھام لینا مگر بشرطِ وفا اگر ساتھ نبھا سکو تو پھر دوستی کرنا' اگر نہ نبھا سکو تو...... شمع مسکان اور شاہ زندگی آپ لوگوں کا شکریہ دوستی کرنے کا' دعاؤں میں یاد رکھنا' آپ کی محبتوں کی طالب۔

ماہ رخ سیال...... سلانوالی

پیاری آپی جان کے نام

ڈیئر آپی جان السلام علیکم! امید ہے خیریت سے ہوں گی میری ربّ تعالیٰ و پاک پروردگار سے ہر لمحہ دعا ہے کہ وہ آپ کو صحت و تندرستی اور ایمانِ کاملہ سے بھرپور زندگی عطا فرمائے' آمین۔ آپ حیران و پریشان ہوں گی مجھے اس طرح رابطے میں دیکھ کر تو قصہ کچھ یوں ہے آپی کہ کچھ الفاظ روبرو کہے نہیں جاتے' کہنے کی کوشش بھی کی جائے تو بار بار وہ الفاظ بھی وقت آنے پر ساتھ چھوڑنے لگتے ہیں۔ آپ نے جس طرح میرا ساتھ دیا میں اس معاملے میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں' آج کل اس نفسا نفسی کے دور میں جہاں اپنے غیروں سے بدتر سلوک کرتے نظر آتے ہیں جہاں خونی رشتے لالچی وفا پرستی کی قبا اوڑھے ہوئے ہیں وہاں آپ جیسے لوگوں کا ساتھ زندگی کے ہر موڑ پر مجھے فخر عطا کرتا ہے۔ میں آج پیارے آنچل کے ذریعے آپ سے برملا اظہار کرتی ہوں کہ آپ کی دعاؤں کے ہی طفیل اللہ پاک نے میری ہر رکاوٹ کو ختم کیا اور آپ کی ہم قدمی کے ہی صدقے مجھے پاک پروردگار نے کامیابی و کامرانی سے نوازا' اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ ارض و سموات کا خالق و مالک آپ کی زندگی کی تمام پریشانیوں' مصائب اور تفکرات کو اپنے سایہ رحمت سے خوشیوں اور کامیابیوں میں بدل دے' والسلام دعا گو۔

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

شمع مسکان کے نام

السلام علیکم! شمع مسکان کیا حال چال ہیں؟ ڈیئر آپ کا تعارف پڑھا بہت اچھا لگا' میں آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں پلیز نظر انداز مت کرنا ورنہ آپ کو پتا نہیں میرا دل کتنا نازک ہے۔ شمع آپ یقین مانیے مجھ جیسی مخلص دوست آپ چراغ لے کر بھی ڈھونڈیں گی نا تو بھی نہیں ملے گی۔ اچھا اب اجازت دیں' انتظار رہے گا آپ کے جواب کا' دعاؤں میں یاد رکھنا فی امان اللہ۔

سدرہ خان...... اٹک

حفصہ کوثر' انا حب اور سائرہ لنگڑیال کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے انا حب اور سائرہ آپ دونوں کی دوستی مجھے قبول ہے' شکریہ۔ سائرہ تم کہاں غائب ہو اور ماہ وش ضمیر میں نے تمہارے نام خط لکھا تھا لیکن وہ شامل نہیں ہوا' مجھے آپ کی دوستی قبول ہے آج سے ہم آپ کے دوست

او کے حفصہ! آپ کا بھی بہت شکریہ کہ آپ نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا' لو ہم آپ کا ہاتھ تھامتے ہیں اب بتایئے ہم آپ سب دوستوں سے کیسے رابطہ کریں پلیز جواب ضرور دینا اور حفصہ میرا تعارف کس ماہ میں شائع ہوا ہے پلیز مجھے بتانا دراصل میں تین' چار مہینے آنچل نہیں پڑھ سکی' بیمار تھی۔ تو مجھے آپ سے پتا چلا ہے کہ میرا تعارف شائع ہو چکا ہے۔ میں تو یہ سمجھ چکی تھی کہ میرا تعارف ملا ہی نہیں۔

ملائکہ چوہدری...... کراچی

سویٹو کنزیٰ مریم کے نام

ڈیئر کنزیٰ یار! کوئی خبر نہیں تمہاری' کہاں گم ہو؟ بندہ آنچل کے ذریعے ہی رابطہ کر لیتا ہے آنچل میں تمہارا نام دیکھ کر مجھے ازحد خوشی ہوئی۔ شکر ہے تمہاری کچھ خبر تو ملی' خیر میں اور میری ڈائری تمہیں بہت زیادہ یاد کرتے ہیں' تمہاری ڈائری بھی یقیناً مجھے بہت یاد کرتی ہوگی' ہے ناں۔ اب میں یہ تو نہیں کہتی کہ مابدولت کو کون بھول سکتا ہے' ہاہاہا۔ کنزیٰ یار! مجھے تمہاری جیسی ایک مخلص اور سچے دوست کی اشد ضرورت ہے اب یہ نہ کہنا کہ اخبار میں اشتہار دو' مجھے کنزیٰ کی ضرورت ہے یار! میری تین پریوں والی کہانی کا کچھ پتا ہے تو بتا دینا۔ ارے ہاں تمہاری کتاب کہاں تک پہنچی' اصل میں' میں نے اس کے لیے کچھ لکھ رکھا تھا اگر کہو تو ارسال کر دوں تمہیں۔ انعم اور مریم کی طرف سے بھی ڈھیروں پیار اور سلام۔ کنزیٰ! مجھے اسی کالم میں پیغام جلد از جلد بھیجو میں منتظر ہوں' تمہاری ایف ایس سی۔

ثانیہ عبدالغفور مغل...... للیانی سرگودھا

اپنوں کے نام

السلام علیکم! دوستوں کیا حال چال ہیں؟ سب سے پہلے گزشتہ سالگرہ مبارک عظمیٰ 30 دسمبر' نازیہ ایمان' عفت قریشی' یکم جنوری۔ آپ کو گزشتہ سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' سوری جی لیٹ ہوگئی۔ 13 فروری کو میری پیاری سی دوست ناصرہ کی سالگرہ ہے' اس کو بھی سالگرہ مبارک ہو۔ جانی ہمیشہ خوش رہو' ناراض نہ ہوا کرو' لو یو۔ 28 فروری زاہدہ ملک آپ کو بھی سالگرہ مبارک۔ عافیہ چوہدری آپ کی سالگرہ بھی 2 جنوری کو تھی گزشتہ سالگرہ مبارک' سوری لیٹ وش کیا۔ 9 فروری زوبی رانا آپ کو بھی سالگرہ مبارک۔ بشریٰ آپ کا وش کرنے کا انداز بہت اچھا لگا۔ تمام دوستوں کی محبت ہے یہ جنہوں نے مجھے وش کیا۔ اسپیشلی آنچل جس نے مجھے میرا تعارف شائع کر کے بہت بڑی خوشی دی۔ اب اجازت چاہتی ہوں آپ سب کی محبت' پیار' خلوص' میری آنکھ نم کر گیا' میں اس قابل کہاں یار! ریئلی تم تو اپنی بیسٹ جانی ہو' لو یو اور لو یو آل فرینڈز۔ مجھ ناچیز کو اتنی محبت دینے کا شکریہ' خفا نہیں ہونا پلیز جذباتی ہو کر شکریہ کہہ دیا' خوشی سے آنسو آ گئے' بس دعاؤں میں یاد رکھنا۔

جاناں...... چکوال

سویٹ دل والوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ زویا خان اور حبہ قریشی آج سے آپ میری دوست ہیں اور میں آپ سب کی دوست۔ فاخرہ ایمان' کومل رباب' ایمن وفا' صبا نواز' سیدہ شاہ کاظمی' مسکان (قصور) آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی ابھی' یہ کچھ لوگ آنچل سے غائب ہیں' کہاں ہیں؟ بیا اور نادیہ میں آپ سے دوستی کا رشتہ استوار کرنا چاہتی ہوں اور ثناء کنول آرائیں آپ سے بھی کیونکہ میں بھی آرائیں ہوں۔ شاہ زندگی گروپ کا نام اچھا لگا' بالکل آپ کے نام کی طرح' شمع مسکان آپ کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا' اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

نورین شاہد...... رحیم یار خان

شام کے نام

ڈیئر شام! میں آنچل کے ذریعے تم سے معذرت چاہتی ہوں' تم مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہو مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی مگر میں نے انکار اس لیے کیا کہ میں نہ تمہیں دوستوں والی خوشی دے سکتی ہوں نہ تمہارے ساتھ اپنے دکھ بانٹ سکتی ہوں شاید یہ میرے ساتھ کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے کہ میں اپنے آپ سے شیئر کر لیتی ہوں اور سوچتی ہوں کہ کسی کو میری وجہ سے ٹینشن نہ ہو۔ دوستوں کو تو بالکل بھی نہیں' گھر والے بھی اتنا پیار کرتے ہیں کہ میں ان کو فکر میں نہیں ڈال سکتی' سب کے پیار نے مجھے تنہا کر دیا ہے۔ میں اپنے مسائل حل کرنے کے بعد کسی کو بتاتی ہوں۔ میری باتوں سے تمہارا دل ٹوٹا ہے تو معافی چاہتی ہوں مگر دل کو تھوڑا مضبوط کرو یار! انجوائے کیا کرو' دکھ نہ ہو تو سکھ کی کیا قدر؟ اپنا خیال رکھو گی تو دوسروں کا رکھ سکو گی' اجازت' دعا گو۔

سندریاد...... ستیانہ

شجاعت حسین بھائی کے نام

السلام علیکم بھائی کیسے ہو؟ میری دعا ہے بلکہ ہم سب گھر والوں کی دعا ہے کہ تم سدا خوش اور ہنستے کھلکھلاتے رہو حیران ہو رہے ہو ناں۔ ہاں جی ہم یوں ہی حیران کردیا کرتے ہیں' ارے یہ میں ہوں تمہاری بہن ایم بی۔ اچھا اب اپنا بہت سارا خیال رکھنا' سردی بہت ہوگئی ہے' دھیان سے رہنا' اللہ حافظ۔

MB کوال...... تلہ گنگ

بہت خاص اپنوں کے نام

تمام دوستوں کو دل سے سلام۔ فوزیہ مجھے سمجھ نہیں آتی کیا لکھوں آپ کے بارے میں' بس میں نے ہر طریقہ سے بھولنا چاہا آپ پھر بھی یاد آتی ہیں۔ خیر دعا ہے کہ آپ خوش رہیں اور ممانی جلد از جلد صحت یاب ہوجائیں اور اریبہ! آپ خوش رہا کرو' یہ دنیا ہے ڈیئر! کوئی کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتا اور زاہدہ ملک آپ سے مل کر آپ کو دیکھ کر بہت اچھا لگا' آپ کے شہر سے بہت سی انمول یادیں لے کر واپس آئی ہوں۔ بشریٰ باجوہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے جب آپ میرا اتنا خیال رکھتی ہیں ورنہ کچھ لوگ تو کہتے ہیں تمہارے ساتھ تو......! ندا چوہدری میں آپ کو نہیں بھولی' بس تھوڑی مصروفیت ہوگئی ہے' فرزانہ ملک اتنے پیار اور محبت کا بہت شکریہ۔ فروا' بشریٰ ملک' کرن وفا آپ کے اور سویٹ سی امید کے میسج بہت اچھے ہوتے ہیں۔ شکریہ شہلا جی! آپ کے پاس بہت جلد آؤں گی' سحر ام فروا اور ام مریم علیم رائٹر آپ سب بہت اچھی ہیں۔ آپ سب کے پیار کا بہت شکریہ اور میں صنم شاہ عرف سنی آپ کی دوستی قبول کرتی ہوں اور بقایا فرینڈز جنہوں نے دوستی کے پیغام میرے نام لکھے تھے' خلوصِ دل سے قبول کرتی ہوں آپ کی اپنی......!

صنم ناز...... گوجرانوالہ

پیاری ثمینہ کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو تم؟ بہت یاد آتی ہو خود تو شادی کروا کے چلی گئی ہو مگر مجھے بہت اداس کر گئیں' بے شک فون پر بات ہوجاتی ہے مگر وہ بات نہیں ہے جو مل بیٹھنے میں ہے' تمہیں میری اور آنچل کی طرف سے شادی مبارک اور راشد بھائی کو سلام۔ میری اللہ سے دعا ہے وہ تمہیں شاد و آباد اور سدا سہاگن رکھے' تمہاری تمام خواہشات پوری کرے اور زندگی کی ہر مشکل میں صبر و ہمت عطا فرمائے آمین' سدا خوش رہو' فقط تمہاری نادان دوست۔

نورین شفیع...... ملتان

بیا اٹک' نادیہ کامران کوہاٹ اور تمام آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! بیا اٹک اور نادیہ جی آپ کو ویلکم کہتے ہیں' سویٹ دلوں میں کیو شاہ زندگی ٹھیک کہا نا میں نے' تمام دوستوں چندا مثال' مسکان قصور' نبیلہ نازش' نورین شاہد' شاہ زندگی' انیس انجم' بیا' الفت زہرا ہراج' نادیہ کامران' فاخرہ' فضالہ سب کو نیا سال مبارک' آئی مس یو فرینڈز اینڈ آئی لو یو۔ چندا یار! تم تو ایسی غائب ہوئیں کہ چار ماہ گزر گئے جلدی سے انٹری دو' مسکان اپنا خیال رکھا کرو اور اب طبیعت کیسی ہے' سویٹی فاخرہ تمہاری فروری میں سالگرہ ہے تمام فرینڈز سویٹ دلوں والے گروپ کی طرف سے ہیپی برتھ ڈے ڈیئر فاخرہ! اللہ حافظ' اللہ آپ سب کو نئے سال میں خوشیوں سے نوازے اور غم سے دور رکھے آمین۔

کومل رباب افضل...... لاہور

طیبہ کے نام

ڈیئر طیبہ! شکریہ کہ آپ نے میرے پیغام کو پزیرائی بخشی' اب بھول نہ جائیے گا' آنچل کے ذریعے رابطہ میں رہیے گا پلیز اور اگر آپ کو برا نہ لگے تو فون پہ رابطہ کرسکتی ہوں؟

عظمیٰ شاہین...... جڑانوالہ

پیارے بھیا چاند کے نام

السلام علیکم! کیسے ہو بھیا؟ ہوگئے نا حیران' یار میں ہوں سدرہ آپ کی چھوٹی بہن اور آنچل میں شرکت کررہی ہوں' صرف آپ کو آپ کا جنم دن وش کرنے کے لیے۔ سالگرہ مبارک ہو چاند بھیا' جیتے رہو' خوش رہو' لمبی عمر پاؤ' جو صحت و تندرستی سے بھرپور ہو اور ہمیشہ ہمارے ساتھ رہو' آمین ثم آمین۔ ماشاء اللہ 21 برس کے ہوگئے اب تو بڑے ہوجاؤ (ہاہاہا) اور کیک لے کے فوراً گھر پہنچو' اوکے صبا اور اقراء بھی وش کررہی ہیں آئی لو یو بھائی۔

سدرہ انور...... اسلام آباد

آنچل بہنوں کے نام

السلام علیکم! ان سب بہنوں کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے بذریعہ موبائل پیغامات دیئے اور فون کیے۔ ان سب سے یہ کہنا ہے کہ مصروفیت کی وجہ سے سب کو جواب دینا ذرا مشکل ہے' سو ناراض مت ہوجائیے گا۔ شہناز' آنچل' حرا سدرہ شاہین' صوفیہ' بشیر' بشریٰ' نوید' باجوہ' مرینہ خان امبر اور بے شمار بہنیں ایک بار پھر بہت شکریہ اور ڈھیر ساری دعائیں آپ سب کے لیے مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ کوشش کروں گی کہ ہر بڑے شہر میں اپنی کتاب "محبت سانس لیتی ہے" آپ کو بروقت بھجوا سکوں۔ جلد ہی اسے آپ اپنے شہروں کے کتاب گھروں میں دیکھ لیں گے' اللہ پاک آپ سب کو خوش رکھے آمین' آپ کی بہن۔

فصیحہ آصف خان...... ملتان

"زندگی اداس ہے"

"بچھڑا کچھ اس ادا سے مائی ویلنٹینس"

کلینڈر کے سیاہ اور سفید خانوں میں وقت چاہے سال بہ سال آگے بڑھ رہا ہو مگر مجھے لگتا ہے وقت ٹھہر گیا ہے۔ وقت ہمیشہ کے لیے میرے بابل کے اس آنگن کے سرد برآمدے میں آ کر رک گیا ہے' جہاں چارپائی پر رضائی اڈھے' محبتیں لٹاتا' فرض نبھاتا میرا اعزیز از جان بھائی ابدی نیند سو رہا ہے۔ چودہ فروری کو محبت کے عالمی دن مجھے وہ شخص چھوڑ گیا جس سے میں عشق کرتی ہوں' ہر بندہ بشر میں ذاتی خوبیاں اور خامیاں ہوتی ہیں مگر بھائی جان نے جس طرح رشتوں کو نبھایا چھوٹی سی عمر میں دنیا کی ہر برائی اپنی ذات پر سہہ کر ہمیں پالا تو آج میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ دنیا میں "میرے بھائی سے اچھا کوئی اور بھائی نہیں ہوگا" ان کے پاس جب جتنا جیسا ہوا انہوں نے دوسروں کی مدد کی' وہ بھی اس طرح کے دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو اس لیے ان کے جنازے میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی' ہر آنکھ پرنم تھی اور رونے والے ایسے لوگ بھی تھے جنہیں ہم نہیں جانتے تھے۔ آفتاب لودھی مرحوم ہم تین بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے' صرف اڑتیس سال کی عمر میں موٹر سائیکل ایکسیڈنٹ میں آن واسپاٹ ان کی ڈیتھ ہوگئی۔ انہوں نے ہمیں دعا مانگنے کا موقع بھی نہیں دیا۔ آج سے بائیس سال پہلے جب والد صاحب کا بلڈ کینسر کی وجہ سے انتقال ہوا تھا تو بھائی نے یتیمی کا دکھ صرف اٹھارہ سال کی عمر میں سہا اور آج اپنے بیٹوں لیان لودھی اور ارسلان لودھی جن کی عمریں نو اور بارہ سال ہے' یہ دکھ دے گئے ہیں۔ لیان اور ارسلان کا جان لٹاتا بابا' اپنی ماں کی بیوگی کی چادر میں چمکنے والا روشن ستارا جس کی روشنی میں وہ اپنے سب غم بھلا بیٹھی تھی' اک سہاگن کا پہلا رنگ روشنی اور محبتوں کا انمول جیون ساتھی' ہم بہنوں کے لیے ایک مان اک بھروسہ کہ کیسا بھی وقت ہو' بھائی جان ہے ناں...... اپنے بھانجوں اور بھانجیوں کے لیے لاڈلا اکلوتا ماموں جان! اب تو زندگی زندگی نہیں لگتی' ہم سب نے ایک ساتھ بہت اچھا وقت گزارا' ہمارا درمیان ایسی بے مثال محبتیں تھیں کہ لوگ رشک کرتے تھے مگر اب صرف تنہائی ہے' اداسی ہے' انتظار ہے' مرنے والوں کے ساتھ ساتھ چند زندہ لوگوں کی دوری ذات کو روگ کی مانند چمٹ گئی ہے ان تمام دوریوں اور مجبوریوں کے باوجود میں ان سے رابطے میں ہوں۔ دعاؤں کا رابطہ جو بہت مضبوط ہوتا ہے' خوابوں کا رابطہ جو بند آنکھوں کو چند لمحوں کی خوشیاں دیتا ہے اور کھلنے پر وہی آنکھیں جل تھل ہوجاتی ہیں' چاندنی چاندنی کا رابطہ کہ جو چاند میرے آنگن میں چمکتا ہے وہ شہر خموشاں کی اس قبر پر بھی چمکتا ہوگا جہاں ہم سب کا پیارا ابدی نیند سو رہا ہے وہی چاند اپنی روشنی اس چھت پر بھی بکھیرتا ہوا جہاں چند اپنے اور بہت پیارے بستے ہیں' جن سے زندگی کی آخری سانسوں تک کے رشتے ہیں' جن کی یادوں سے دلوں کا اک اک گوشہ مہکتا ہے جن کے لیے مانگی گئی دعاؤں کے پھولوں سے ہتھیلیاں بھری رہتی ہیں مگر جن کو دیکھنے کے لیے آنکھیں پل پل ترستی ہیں۔ کسی رائٹر نے بہت اچھی بات لکھی تھی کہ جانے والے وہاں چلے جاتے ہیں جہاں سے انہیں لوٹ کر کبھی نہیں آنا ہوتا' ہاں اب ہم ان کے پاس جائیں گے مگر مجبوری یہ ہے کہ اس کے لیے بھی ہمیں اپنی باری کا انتظار کرنا پڑے گا' میں بھائی جان کے لیے بہت پڑھتی ہوں' بہت صبر کرتی ہوں مگر جب اک لمحے کے لیے یہ خیال دل میں آتا ہے کہ انہیں کبھی نہیں دیکھ پاؤں گی تو ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔ آخر میں قارئین سے دلی درخواست ہے کہ میرے بھائی جان آفتاب لودھی کی مغفرت کے لیے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام خطاؤں کو درگزر کر کے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات سے نوازے اور ہم سب کو اور خاص کر امی کو اور بھابی کو صبر جمیل عطا فرمائے اور لیان اور ارسلان کو نیکی' کامیابی' زندگی' صحت سلامتی' ایمان اور ڈھیر ساری خوشیاں نصیب ہوں آمین ثم آمین۔

ام ثمامہ۔ جھنڈو
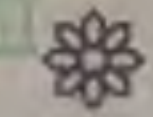
ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

تبسم سحر راؤ...... بھکر

س: آپی! لوگ بے رخی کیوں کرتے ہیں؟
ج: اس لیے کہ ان کا رخ اس قابل نہیں ہوتا۔
س: بے غرض پیار کی لوگ قدر کیوں نہیں کرتے؟
ج: بے غرض پیار کی کمی ہے۔
س: آپی اس کو بھلانے کا اچھا سا وظیفہ بتادیں، مہربانی ہوگی۔
ج: میں جعلی پیر بابا ہوں۔

سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

س: السلام علیکم! اللہ رب العزت ہم سب پر رحم فرمائے۔
ج: آمین۔
س: ویسے ایسا جتنی عورت کی زبان چلتی ہے اگر دماغ چلتا تو......؟
ج: شوہر کے جتنے بال رہ گئے ہیں وہ بھی ختم ہوجائیں گے۔
س: قوموں کی عزت ہم سے ہے، آج ہمارے اعمال ایسے ہیں کیا؟
ج: اپنے اعمال پر نظر ڈالیں۔
س: ہم سب جانتے ہوئے انجان کیوں ہیں؟
ج: بھولے بننے کا شوق۔
س: ہم مسلمان...... پھر بھی مایوس؟
ج: اللہ سے بے یقینی۔
س: ہم دولت کی خاطر انسانیت کا بیوپار کیوں کرتے ہیں؟
ج: آج کل انسانیت سے زیادہ دولت کی اہمیت ہے۔
س: فیشن کے نام پر مختصر لباس...... کیا یہ کوئی احساس کمتری ہے؟
ج: نہیں، احساس برتری۔
س: اللہ ہم زندوں پر رحم کرے جو چلے گئے بالخصوص میرے پارٹنر کے لیے مغفرت کی التماس کے ساتھ، اجازت۔
ج: آمین۔

نادیہ کامران...... کہوٹہ

س: شوہر کی پسند بیوی کی پسند سے کیوں نہیں ملتی؟
ج: کیونکہ عورت مرد کا فرق ہے۔
س: اگر دوست آسانی سے آنچل نہ دے تو......؟
ج: اسے کرتا دے دو۔
س: شعر کا جواب شعر میں دیں؟
زندگی اتنی بوجھل تو نہ ہوئی تھی وصی
کہ ہر سانس کے ساتھ جینے کا گمان ہوتا ہے
ج: زندگی تو کبھی اتنی بوجھل تھی ہی نہیں
کہ ساس کی خدمت کرنے سے سانس پھولتا ہے
س: ہجوم اتنا ہو آپ کی زندگی میں خوشیوں کا کہ......؟
ج: ہم آپ کو یاد نہ آئیں۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

س: السلام علیکم! آنی جی کیا حال چال ہیں؟
ج: شکر ہے اللہ کا۔
س: لو آنی جی آج ہم پھر حاضر ہوگئے کیسا لگا؟
ج: بس ٹھیک لگا۔
س: آنی جی مہمان نوازی کا رواج کیوں ختم ہوتا جارہا ہے؟
ج: آپ کے گھر میں ختم ہوگیا ہے۔

س: جملہ مکمل کیجیے...... جان ہے تو جہان ہے؟
ج: پیچھے نائی کی دکان ہے۔
س: اگر آئینہ ایجاد نہ ہوتا تو عورتیں میک اپ کیسے کرتیں؟
ج: پانی میں دیکھ کر۔

ربیعہ شہناز...... بورے والا

س: السلام علیکم! آپی کیا حال ہے؟
ج: الحمدللہ!
س: آپی آپ ہمارے سوالوں کے جواب سوچنے میں کتنا وقت لیتی ہیں؟
ج: بتادیا تو وقت چرالوگی۔
س: آپی کبھی آپ کو ہمارے سوالوں پر ہنسی آئی؟
ج: ہمیں اسی سوال پر بہت ہنسی آئی۔
س: کون سی دعا جو آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کے لیے رب العزت سے مانگوں؟
ج: ہمارا آنچل ڈائجسٹ ہمیشہ کامیابی کی راہ پر گامزن رہے۔

کومل رباب...... لاہور

س: السلام علیکم! شمائلہ آپی کیسی ہیں، پہلی بار شرکت کررہی ہوں جگہ ملے گی، صرف بیٹھنے کی؟
ج: کرسی پر ہی تو لڑائی ہے۔
س: آپی بڑے بڑے دعوے کرنے والے بیچ راہ میں چھوڑ دیں تو کیا کہیں؟
ج: ضرورت کیا ہے ان کے ساتھ جانے کی۔
س: آپی میری کزن فضالہ بہت کنجوس ہے کوئی ٹوٹکا بتائیں تاکہ یہ بیماری جان چھوڑ دے؟
ج: کنجوس ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔
س: آپی غزالہ جیسے لوگ بے وفا کیوں ہوتے ہیں؟
ج: غزالہ محبوب ہے جو بے وفائی کا دکھ ہے۔
س: اجازت چاہوں گی اللہ آپ کو خوشیاں اور کامیابی دیں آمین۔ آپ بھی کوئی دعا دیں؟
ج: سدا خوش رہو۔

منزہ حیدر...... کوٹ قیصرانی

س: السلام علیکم آپی جانی! ہم ایک بار پھر حاضر ہیں، کیسی ہیں آپ؟
ج: الحمدللہ!
س: آپی جی میں بہت خوش ہوں کیونکہ میں ایک بھانجے کی خالہ بن گئی۔
ج: مبارک ہو۔
س: مبارک باد تو دیجیے نا آپی جی! آپ بھی ہمیشہ خوش رہیں آپی!
ج: آمین۔
س: ہوا کی سرسراہٹ سے گرے پتوں کی آہٹ سے کوئی آواز آتی ہے، بتایئے نا آپی! کیا آواز آتی ہے؟
ج: سردی کی۔
س: آپی جی! انسان کا دل کب ٹوٹتا ہے؟
ج: جب عاشق ناراض ہوتا ہے۔
س: آپی بتایئے نا آپ کو کھانے میں سب سے زیادہ کیا پسند ہے؟
ج: بنا کر بھیجوں گی۔
س: اچھا آپی جی کوئی اچھا سا شعر جس میں دعا ہو میرے لیے، کہیں اور پھر رخصت کریں اللہ حافظ۔
ج: سدا خوش رہو۔

رابعہ اکرم...... فیصل آباد

س: السلام علیکم! آپی کیسی ہیں آپ؟
ج: وعلیکم السلام! خیریت سے ہیں۔
س: میں اتنے عرصے بعد آئی آپ نے مس کیوں نہیں کیا مجھے؟

ج: فرصت نہیں تھی۔
س: کراچی کے حالات کا خبروں میں دیکھ اور سن کے بہت دکھ ہوتا ہے اس سب کی وجہ؟
ج: ہمارے اعمال۔
س: میں نے کہیں پڑھا ہے کہ کراچی والے بے وفا ہوتے ہیں آپ کیا کہیں گی؟
ج: بے وفا تو محبوب ہوتا ہے۔
س: اتنی گرمی اوپر سے بجلی بند بندہ کرے تو کیا کرے؟
ج: پانی کے ٹینک میں چھلانگ لگا دے۔
س: آخر میں دعا ہے ربّ کریم سے کہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔
ج: آمین۔

نگینہ افضل...... بہاولپور

س: میٹھا میٹھا پیارا پیارا محبتوں چاہتوں سے لبریز پُرمسرت سلام قبول کریں؟
ج: وعلیکم السلام۔
س: باجو! سناؤ کیا حال چال ہے؟ اللہ کا شکر ہے میں بھی ٹھیک ٹھاک ہوں۔
ج: الحمدللہ!
س: باجو! پہلی بار شرکت کر رہی ہوں کوئی کرسی چارپائی بیڈ یا صوفہ وغیرہ ملے گا؟ یا یوں ہی کھڑے رہنا پڑے گا؟
ج: خود ہی تلاش کرلو۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: وہ کون سا چاند ہوگا جب میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین میری اپنی سالگرہ پر مجھے جھڑکیوں کی بجائے ڈائمنڈ رنگ کا تحفہ دیں گے؟
ج: وہ چاند کسی بھی رویت ہلال کمیٹی کو نظر نہیں آتا۔
س: عید پر آئے مہمان ابھی تک جا کیوں نہیں رہے؟
ج: جیسی کرنی ویسی بھرنی۔
س: آج کل سونے کا ریٹ کیا چل رہا ہے میں نے......؟
ج: میں سنار نہیں۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

س: السلام علیکم! آپی جی کیا حال ہیں؟
ج: وعلیکم السلام! خوش ہیں۔
س: جنم دن مبارک ہو مجھے بھی وش کر دیں ہم بھی آپ کی طرح جولائی میں اس دنیا کو رونق بخشنے آئے ہیں؟
ج: اچھا یہ بریکنگ نیوز ہے۔
س: آنکھیں پھیرنے والے کو طوطا چشم کہا جاتا ہے منہ پھیرنے والے کو کیا کہتے ہیں؟
ج: بے وفا۔
س: اگر خواتین کو ٹریفک کانسٹیبل بنا دیا جائے تو کیا ہوگا؟
ج: بدترین ٹریفک جام ہوگا۔
س: کیا واقعی دل ایک بار ٹوٹ جائے تو جڑتا نہیں میرے خیال سے جڑ سکتا ہے آپ کا کیا خیال ہے؟
ج: میرا دل الحمدللہ ٹھیک کام کر رہا ہے۔
س: دوسروں کے پیچھے مجھے ڈانٹ پڑتی ہے میرا خیال کیوں نہیں ہے کسی کو؟
ج: عادتوں کو درست کریں۔
س: آپی جی اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں۔
ج: سدا خوش رہو۔
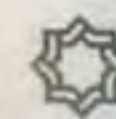
کام کی باتیں

حنا احمد

صحت مند زندگی گزارنے کے لیے
چند مفید معلومات

تندرستی ہزار نعمت ہے اور اس نعمت سے فیض یاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی صحت کا ہمیشہ خیال رکھے اور بیماریوں کے لاحق ہونے والے تمام خطرات سے آگاہ رہے، صحت مند زندگی کے بارے میں آپ سب کو چند مفید معلومات بتاتی ہوں۔

+ مناسب اور معیاری خوراک کا استعمال کریں جو حفظان صحت کے اصولوں کے عین مطابق ہو۔
+ خوراک میں دودھ، پھل اور سبزیاں زیادہ استعمال کریں۔
+ تیل اور گھی میں تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز کریں۔
+ تاکہ کولیسٹرول کی زیادتی دل اور معدہ کی بیماریوں سے بچا جاسکے۔
+ رات کو سونے سے قبل ایک دو گلاس پانی پینے کو اپنا معمول بنائیں۔
+ رات کا کھانا سورج غروب ہونے کے فوراً بعد کھانے کی کوشش کریں۔
+ کمزور اور عمر رسیدہ افراد زیادہ دیر کے لیے جھک کر کام کرنے سے پرہیز کریں۔
+ باتھ روم میں کموڈ استعمال کریں تاکہ گھٹنوں کے مرض سے بچا جاسکے۔
+ چھینک لیتے ہوئے اور کھانستے وقت ضرورت سے زیادہ زور لگانے کی کوشش ہرگز نہ کریں۔
+ گھٹنوں کے مریض اپنی ران کے پٹھوں کی ورزش پاؤں پر وزن باندھ کر باقاعدگی سے کریں۔ ایسی ورزش آپ کے درد کو ساٹھ سے ستر فیصد تک کم کرسکتی ہے۔
+ موٹے افراد اپنے وزن کو کم کرنے کی کوشش کریں۔

عظمیٰ کنڈی...... گل امام

شہد (Honey)

یہ حقیقت ہے کہ مصر کے اندر اہرام فراعنہ کے ایک ہرم میں ایک گم نام بچے کی لاش شہد سے بھرے ہوئے برتن میں رکھی ہوئی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن میں شہد کے جو اسرار رموز بتائے گئے ہیں وہ صحیح ہیں۔

اس بچے کی لاش تقریباً 4500 سال (چار ہزار پانچ سو سال) سے رکھی ہے جس میں اب تک تعفن (سڑاند) نہیں ہوا ہے اور اللہ نے شہد کے اندر موت کے علاوہ ہر بیماری کے لیے شفا رکھا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نحل میں فرمایا: (شہد کی مکھی کے پیٹ سے مختلف رنگ کا شربت نکلتا ہے۔ جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے) شہد کی مکھی پھولوں کی خوشبو جمع کرتی ہے اور اس کو اپنے پیٹ میں ہضم کرتی ہے پھر اپنے منہ سے اس کو شہد کی صورت میں نکالتی ہے اور اپنے چھتے میں جمع کرتی ہے۔

اس شہد میں طبی پودوں کا نچوڑ ہوتا ہے جو مکھی اپنے پیٹ میں شہد کے ساتھ تیار کرتی ہے تاکہ بیماری میں شہد سے شفاء حاصل ہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں میں شفاء ہے (۱) شہد پینے میں (۲) سینگھی لگانے میں (سینگھی لگا کر فاسد خون نکالا جاتا ہے) (۳) آگ سے داغنے میں (لیکن آپ ﷺ نے فرمایا) اور میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شہد میں تھوڑا پانی ملا کر پیتے تھے اور اگر شہد میں زمزم ملا کر پیا جائے تو یہ ہر مرض کے لیے بہترین دوا اور نفع بخش ہے اور حفظ ماتقدم کے طور پر اس کا استعمال ہر قسم کی وباء سے محفوظ رکھتا ہے۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ "جو شخص علی الصبح مہینے میں تین دن شہد چاٹے تو اس کو کوئی بڑی مصیبت (بیماری) نہیں آسکتی ہے۔"

اور جب کہ ڈاکٹر جارفس نے اپنی کتاب "طب الشعوب" میں کہا ہے کہ اگر ہم ستیں یا ہمیں شہد کے فائدے

کے بارے میں کوئی علمی تحقیقی اطلاع ملے تو ہمیں یقین کرنا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا قول سچا ہے اور وہی شہد اور شہد کی مکھی کا پیدا کرنے والا ہر چیز کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔
فرمان الٰہی ہے کہ 'کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے (ضرور جانتا ہے) بلکہ وہ باریک سے باریک چیزوں کی خبر رکھنے والا ہے۔

شہد سے مختلف امراض کا علاج

الرجی:۔
ایک کپ شہد میں روغن گلاب ملائیں اور متاثرہ مقام پر صبح وشام مالش کریں اور کھانے میں آم اور انڈے سے پرہیز کریں اور مالش کے ساتھ ساتھ ایک چمچہ روزانہ پئیں۔

چہرے کی خوب صورتی کے لیے:۔
چہرے پر شہد کی مالش کریں اور اگر استتر خاء جسم ہو تو بھی شہد کی مالش سے فائدہ ہوتا ہے اور تسبیح و تحلیل کرتے رہیں۔ چار گھنٹے کے بعد چہرے کو سادہ پانی سے دھولیں اور سوکھنے کے بعد تھوڑا روغن زیتون لگائیں۔ یہ عمل مسلسل ایک ہفتہ کریں' ان شاء اللہ اس ترکیب سے چہرے پر تروتازگی اور سرخی نظر آئے گی۔

جلے ہوئے زخموں کے لیے:۔
عرقِ کیوڑہ شہد اور وسلین یا پیرافین کے محلول میں ہم وزن ملائیں اور جلے ہوئے حصے پر صبح وشام لگائیں۔ یہاں تک کہ جلی ہوئی جلد اتر جائے۔ بفضلہٖ تعالیٰ بہت جلد آپ کو ایسا لگے گا کہ اس سے قبل جلا ہی نہیں تھا یا جلے ہوئے مقام پر روزانہ موم کی مالش کریں یہ بھی شہد ہی کی طرح مفید ہے۔

نفسیاتی امراض اور جنون کے لیے:۔
اگر نفسیاتی مریض شہد مداومت سے استعمال کرے اور شہد کی مکھی کے ڈنک مارنے سے اپنے آپ کو بچائے اور اگر خدانخواستہ مکھی ڈنک ماردے تو شہد کی مالش کرے اور کچھ دن متواتر یہ عمل کرے تو جنون ٹھیک ہوجائے گا۔

قے:۔
پانچ گرام لونگ کو ایک کپ پانی میں اچھی طرح جوش دیں اور شہد ملائیں اور ہر وقت کھانے سے پہلے ایک کپ ملائیں یہ قے کو روک دے گا اور غشی (بے ہوشی) آنے سے بچائے گا۔

چھالوں کے زخموں کے لیے:۔
آدھا کپ شہد ایک کپ دودھ میں اچھی طرح ملائیں اور اس میں کیلے کے چھلکے کا پاؤڈر ایک چمچہ میلائیں اور صبح و شام پلائیں مسلسل ایک ماہ پینے سے زخم اچھی طرح مندمل ہوجائے گا' ان شاء اللہ۔

ڈاڑھ درد کے لیے:۔
شہد میں سرکہ ملائیں اور صبح وشام منہ میں ڈال کر کلی کریں اور ڈاڑھ پر شہد کی مالش کریں اور دانتوں کے برش پر شہد لگا کر مسواک کریں یہ دانت میں کیڑا لگنے سے محفوظ رکھتا ہے اور ڈاڑھ اور دانتوں کو مضبوط رکھتا ہے۔

پٹھوں کے اکڑ جانے کے لیے:۔
عرق گلاب اور شہد ہم وزن باہم ملائیں اور صبح وشام ایک کپ پئیں اور گردن اور سینہ پر زیتون کے تیل میں شہد ملا کر سونے سے قبل مالش کریں' یہ عمل کرتے رہیں ربّ العالمین ضرور شفا دے گا۔

دل کی گھبراہٹ کے لیے:۔
ایک چمچہ شہد لیں اور اس میں جوش دے کر انار کے چھلکے کا پانی تھوڑا ملائیں' یہ قلب کو مضبوط و مستحکم بنادے گا۔

جملہ امراض چشم کے لیے:۔
روزانہ صبح اور سونے سے قبل ایک چمچہ شہد کھانے کے بعد شہد ہی کا سرمہ لگائیں اور یہ بات تجربہ میں آچکی ہے کہ ایک شخص کو Trachoma کی بیماری ہوگئی تو آنکھوں کے ڈاکٹر اپنی دواؤں کی ناکامی کے بعد کہنے لگے Trachoma ٹھیک نہیں ہوسکتا لیکن اللہ کی طرف سے مقرر کردہ دوا شہد کے استعمال سے اس مرض کا ازالہ ہوگیا (مجرب ہے)۔